DAMAGE BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188342
UNIVERSAL
LIBRARY

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ؕ

تاریخ مراکش و مغرب الاقصیٰ

محمد انشاء اللہ زمیندار انعام آباد ضلع گوجرانوالہ و ایڈیٹر اخبار وطن نے
تاریخ خاندان عثمانیہ وغیرہ نے مسٹر میکنس سیاح مراکو کی تازہ تصنیف
اور مولانا احمد مراکو کے زندہ نامور مورخ کی عربی تاریخ سے ابناء ملک کے استفادہ
و آگاہی کے لئے تالیف کیا

تین حصّوں میں

حصّہ اوّل

بار دوم

سنہ ۱۹۰۸ء مطابق سنہ ۱۳۲۶ھ

میں

بدیہ لاہور میں باہتمام مولوی محمد انشاء اللہ طبع اور بحمید یہ ایجنسی لاہور کی
طرف سے شایع ہوئی

قیمت فی حصہ ایک روپیہ پانچ آنے ۵/ع

(رجسٹری شدہ)

عرض حال

Checked 19

۵۴ ق

محترم ناظرین - گو یہ کتاب بھی تاریخ اور اسلامی تاریخ سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اس کا بحث آپ میری پہلی تالیفات سے بالکل جداگانہ پائیں گے۔ وہ کلہم زیادہ تر سلطنت علی عثمانیہ کے حالات اور اسکے بیدار بخت فرمانروائے سلطان عبدالحمید کے اوصاف و محاسن جمیلہ کے متعلق ہیں۔ باقی اسلامی دنیا کا اگر ذکر آیا ہے تو بالاجمال اور یہ ایک اور اسلامی حکومت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ ایک اور امر میں بھی ان تالیفات سے نیازمند مؤلف کے نزدیک نمایاں امتیاز رکھتی ہے۔ ان کتابوں کی تالیف کا ارادہ کرتے وقت میرے دل کی جو کیفیت ہوتی تھی۔ وہ رنج اور مسرت دونوں پر محیط ہوتی تھی۔ کیونکہ میں دیکھتا تھا۔ کہ اگرچہ میرے ہموطن اس مقتدر ترین اسلامی سلطنت کے حالات سے ویسے واقف نہیں۔ جیسا کہ ان کو ہونا چاہیئے۔ تاہم ان حالات کے معلوم کرنے کا دلی شوق رکھتے ہیں۔ اسی طرح گو اردو زبان کا لٹریچر اس مضمون کی تالیفات سے تقریباً خالی ہے۔ لیکن بالکل خالی نہیں۔ زیادہ نہیں۔ دو چار چھوٹی بڑی کتابیں تو پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ اور سب سے بڑی وجہ اس جامع التضاد کیفیت کی یہ تھی۔ کہ اگر ایک طرف مجھے عثمانیہ سلطنت کی سابقہ عظمت اور چند برس ماقبل کے کامل انحطاط کو یاد کرکے دلی رنج ہوتا تھا۔ تو ویسے ہی موجودہ فرمانروا کے ظل حمایت میں اسکے بتدریج پھر پہلی جیسی سطوت و جبروت حاصل کرتے چلے جانے کے واقعات قلم بند کردینے سے سچی خوشی بھی حاصل ہوتی رہتی تھی۔

اسکے برعکس تاریخ مراکو کو شروع کرتے وقت تاسف افسوس کے سوا خوشی نام کو نہ پائی جاتی تھی۔ میں دیکھتا تھا کہ اگرچہ براعظم افریقہ کے کروڑوں میل مربع رقبہ میں اب صرف یہی ایک آزاد اسلامی سلطنت رہ گئی ہے۔ اس کے وجود کو بھی ایسی بری طرح سے فراموش کردیا گیا ہے۔ کہ ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمانوں میں جو اخبار پڑھنے والے ہیں ان کی جماعت سے باہر چھ ہزار مسلمانوں کو بھی اس کا نام معلوم نہیں۔ اور ان چھ ہزار میں سے چھ کو بھی کبھی بھولے سے اس کا خیال تک نہیں گزرا خود سلطنت کی میں یہ حالت

ماتمہ کرتا تھا کہ اگر غفلت و لاپرواہی کا یہی عالم رہا۔ تو اُس کی آزادی بھی اگر باقی رہے شبہ باقی رہے۔ شب
دگیر نے ماند۔ جلد مصر تونس۔ الجزائر۔ اندلسیہ وسوڈاں وغیرہ کی طرح ایام گذشتہ کی کہانی ہو جائیگی
میں ایک طرف یہ گوارا نہیں کرسکتا تھا۔ کہ ابنائے وطن کو بدستور اس عظیم اسلامی ملک کے حالات
ے بے خبر رہنے دوں۔ اور دوسری طرف ملک کی عام بے رغبتی اور بی لاعلمی اُس کے متعلق کسی کتاب
ے تالیف کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ اِس معمہ کو شروع شروع میں میں نے اخبارات میں مراکو
ے تعلق مضامین[1] شائع کرنے سے حل کرنے کی کوشش کی۔ مگر میں چند ہی مضامین لکھنے
پا تھا۔ کہ ایک واقعہ نے اِس تذبذب کا فیصلہ کر دیا۔ ۱۹۰۰ء میں میں نے سلطنت مراکو کے
متع ایک تازہ انگریزی تالیف کا اشتہار دیکھا۔ اُسے فوراً خریدا۔ اور جب اس کے خاتمہ پر ان کتابوں
کی فہ رست جو اور زبانوں میں اس اسلامی سلطنت پر لکھی جا چکی ہیں۔ دیکھی۔ اور اُنمیں فقط انگریزی
زبا ن کی دہائیوں سے زیادہ کتابیں پائیں۔ تو سخت صدمہ پہنچا۔ اور حمیت اور غیرت نے گوارا نہ کیا۔ کہ
مسیحی یورپ کی ہر ایک زبان میں تو اس قدر کتابیں موجود ہیں۔ اور اس زبان میں جسو چھ کروڑ
نسا مان اور نو کروڑ سے زیادہ ہو طن بولتے اور پڑھتے ہوں۔ ایسی سلطنت پر جو تیرہ سو برس سے
سرزمین مغرب میں کل دنیا کے مقابلہ پر اسلام کی عزت قائم رکھے ہوئے ہے ایک کتاب بھی
موجود نہ ہو۔ یہ امر اردو علم ادب کے لئے کچھ کم دھبہ اور مسلمانان ہندوستان کے لئے کچھ کم شرم
امو جب نہ تھا۔ میں نے اسی وقت ملک کی بیشوقی و بے رغبتی اور مفید لٹریچر و تالیفات کی عام
ناقدردانی کے خیالات کو بالاطاق رکھکر اس کتاب کو شروع کر دیا۔

میں نے پہلے صرف مسٹر میکنس کی تاریخ کا ترجمہ شروع کیا۔ مگر چند اوراق ترجمہ کئے تھے۔ کہ طبیعت
نے ایک خاص اسلامی تاریخ کے لئے محض ایک اجنبی کی کتاب کو ماخذ بنانا پسند نہ کیا۔ اسی اجنبی کی
طفیل مجھے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ مراکش کی تاریخ پر متعدد عربی کتابیں بھی موجود ہیں۔ میں نے اُن کو
بالتوقف مصر سے منگوا لیا۔ اور حسب ضرورت اُن سے بھی جن میں خاص طور پر قابل ذکر مولانا احمد
کی تاریخ ہے۔ اِس کتاب کی تدوین میں مدد لی۔ پس اِس کتاب کو مسٹر میکنس کی کتاب کا پورا ترجمہ

---

[1] ان میں سے اکثر کتاب ترکوں کی موجودہ حالت اور اسلامی دنیا کے فوٹو میں درج ہیں۔

اور چند عربی تاریخوں کا خلاصہ سمجھنا چاہیئے۔ مراکش کی اہمیت اور اسلامی لحاظ سے حقیقی و
ناظرین کو اس سے معلوم ہو سکتی ہے۔ کہ اسلام کی ابتدائی فتوحات میں ایران اور شام و عراق
سوا صرف یہی ایک ملک ایسا ہے۔ جو عیسائیوں کی لگاتار کوششوں کے بعد مسلسل مسلمانو
قبضہ میں چلا آیا ہے۔ حالانکہ وہ باقی تمام اسلامی ممالک سے بالکل جدا ہو گیا ہے۔ اور چاروں طرف ا
کے مخالفوں سے گھرا ہوا ہے۔

حسن اتفاق سے یہ کتاب ایسے وقت شائع ہوتی ہے جبکہ اخبارات میں فرانس کے اعتصار
سلطان مراکو کی طرف سے انگلستان۔ فرانس اور جرمنی کو خاص سفارتیں جانیکی طفیل اس م
عام چرچا ہو رہا ہے۔ اور کم از کم ملک کا اخبار خواں حصہ اسکے نام سے محض ناآشنا نہیں رہ
صورت میں یہ توقع رکھنا غالباً غلط نہ ہوگا کہ ابنائے ملک مراکو کی کسی تاریخ سے اب ایسے
نہ پائے جائینگے۔ جیسے کہ ایک سال پہلے انکی نسبت امید کیجاتی تھی۔ بہرحال میں نے اپنا
کر دیا ہے۔ اُس کی قدر کرنا یا نہ کرنا ابنائے وطن اور محبان قوم کا کام ہے۔ والسلام۔
من اتبع الھدیٰ۔

بندہ محمد انشاء اللہ عفی عنہ اڈیٹر اخبار وطن لاہور

(دفتر حمیدیہ انجمنی لاہور) ۳۰۔ جولائی ۱۹۰۱ء

طبع دوم ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ سلطنت مغرب الاقصیٰ

دیباچہ مسٹر بجٹ میکنس مصنف مورش ایمپائیر وغیرہ

یہ تجویز ایک سے زیادہ مرتبہ اخباری دُنیا مین پیش ہوچکی ہے۔ کہ نئی کتاب پر ایک ریویو خود اس کے مصنف کی قلم سے بھی ہونا چاہیے۔ لیکن میرے خیال مین یہ استحقاق مصنف کو ایک حد تک دیباچہ کی صورت مین ہمیشہ سے حاصل رہا ہے۔ اس مین وہ اپنے مقصد وصول کے اظہار کے ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کرسکتا ہے کہ وہ اپنے ختم شدہ کام سے کہان تک مطمئن یا غیر مطمئن ہے۔

جن صفحات کی یہ سطرین دیباچہ ہین وہ اس کوشش کا نتیجہ ہے جو مین نے "مورون" یعنی اہالی مغرب الاقصےٰ کی موجودہ حالت کو نسبتاً اچھی طرح سمجھہ سکنے کی غرض سے اُن کے گذشتہ حالات و واقعات سے واقف و باخبر ہونے کے لیئے کی۔ شروع مین میرا ارادہ نہا کہ مورون کے متعلق جو کچھہ مین لکھنا چاہتا ہون اوسے ایک ہی جامع کتاب مین تحریر کرون اور اس کتاب کے مضمون کو اس کا ایک حصہ بناؤن۔ بنا برین مین نے اسے حتی الامکان نہایت ہی اختصار سے قلمبند کیا۔ اور تمام ایسے واقعات کو جو نفس مطلب کے لیئے ضروری نہ تھے نظر انداز کر دیا۔ اختصار کی ایک اور بھی زبردست وجہہ تھی۔ اس زمانہ مین لوگون کی مصروفیت اور مشاغل اسقدر بڑہ گئے ہین کہ ضخیم کتابون کے پڑہنے کی بہت کم فرصت

نکال سکتے ہین۔ اور وہ بیفایدہ تفصیل اور غیر ضروری تشریح و توضیح سے اُکتا جاتے ہین۔ پس مین نے کہانی کو لمبا کرنے کے لیے ایک لفظ بھی بلا ضرورت ایزاد کرنے کی بجائے ایسے اختصار سے کام لیا ہے۔ کہ عموماً ایک مختصر سا عنوان کل فصل کے مدعا کو اور چند سطرین ایسی رائے کو ظاہر کر رہی ہین جو بیشمار کتابون کا نچوڑ ہے۔ اس اقتصار کے ساتھہ ہی اول سے آخر تک میری یہ کوشش رہی ہے۔ کہ مین کتاب کو عام مرغوب پیرایہ مین متلاشیان علم کے روبرو پیش کرون۔ اور اس مین صحت و درستی کو مدنظر رکھہ کر اسقدر تفصیل سے کام لون۔ جو مضمون کو خشک اور بیمزہ ہونے سے محفوظ رکھے اور پڑھنے والے کی طبیعت ملول ہو جائے۔ اس متضاد کوشش کیوجہ سے میرا کام جسقدر کٹھن ہوگیا۔ اوسکا اندازہ باسانی ہوسکتا ہے۔

جو ناظرین شستہ و رفتہ عبارت و انشا پردازی یا ایک مسلسل داستان کا لطف اوٹھانیکے شایق ہین وہ میری کتاب کو یقیناً اپنے مذاق کی نہین پائین گے۔ اونکی خدمت مین اپنی تصنیف کی بیشمار کمیبون اور فروگذاشتون کے لیے مین یہی عذر پیش کرسکتا ہون کہ یہ مضمون انگریزی لٹریچر مین تقریباً نیا ہے۔ اور کہ کسی اور زبان مین بھی ایسی جامعیت کے ساتھہ بحث نہین کی گئی۔ جیسے مین نے مدنظر رکھا ہے۔ مزید برآن اعلےٰ نازک خیالی اور شاعرانہ سلاست و روانی مورخ کا معراج نہین ہے۔ اوس کا معراج یہ ہے۔ ہر وقت امر واقع کو پیش نظر رکھے حقیقت اور صحت کے سوا کسی اور چیز کیطرف بھولے سے بھی مائل نہ ہو۔ اوس مین یہ قابلیت ہو کہ متضاد شہادتون اور راویون مین سچے اور جھوٹے کی تمیز کرسکے۔ اپنی زور قلم سے مردون کو ان بڑے بڑے واقعات کے تذکرہ کیوقت جن مین انہون نے اپنی اپنی باری مین حصہ لیا تہا۔ زندہ کر دکھائے اور اسطرح سے گذشتہ و حال کو ایک جگہہ کھڑا دکھانے کی طاقت رکھتا ہو۔ شاید مجھہ پر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایسے مضمون پر یورپین اغراض و مصالح سے بہت ہی دور کا تعلق رکھتا ہے۔ مبصرانہ غور و فکر تکلیف اوٹھانا فضول تہا۔ اس کے جواب مین مین یہی عرض کرسکتا ہون۔ کہ اہالی مغ کی سرگذشت کا مطالعہ محض جغرافی یا علم نوع البشری کے لحاظ سے ہی وقیع نہین اس سے بدرجہا زیادہ اہم ہے۔ نسل انسانی کی داستان مین اُن کی سرگذشت

ایک معقول حصہ رکھتی ہے۔ اور اوس کے واقعات سے حضرت انسان کی فطرت کے مطالعہ مین خاصی مدد ملتی ہے۔ چنانچہ مین نے اون واقعات کو جن پر سلطنت مراکش کا تاریخی دفتر مشتمل ہے۔ زیادہ تر دنیا کی تاریخ عامہ کی خدمت و اضافہ کے لیئے جمع اور مرتب کیا ہے۔ جو اقوام ہم سے قریب کا تعلق رکھتی ہین۔ اپنے رکھنے والے بیشمار موجود ہین حالانکہ اس زمین پر بکرر در بکرر قلبہ رانی ہوچکی ہے۔ مین نے بے خبر زمین کو اس کام کے لیئے پسند کیا ہے۔ اسپر بھی قابلہ رانی کی ضرورت تھی اور یہ کام پہلے سے کم وقیع نہین چنانچہ مجھ سے گذشتہ و موجودہ ×× اہالی مغرب کی نسبت اپنی قوم کے سرمایۂ علم و آگاہی کو بڑہانے کے لیئے سالہائے دراز تک اس یقین نے مسلسل اور پوری سرگرمی و توجہ سے محنت کرائی ہے۔ کہ جو خدمت مین اس میدان مین کرونگا۔ وہ کسی ایسی خدمت سے بدرجہا زیادہ مفید ہوگی۔ جو مین کسی عام متعمل اور مصنفین کے عرصہ سے تختۂ مشق چلے آتے مضمون کے متعلق خواہ کیسے ہی کسی نئی پیرایہ مین کیون نہ کرونگو مین ساتھ ہی یہ بھی جانتا تھا کہ آخر الذکر خدمت عام پسند اور بنا بریں مالی لحاظ سے مجھے زیادہ منفعت بخش ہوگی۔

جن اصولون کو مدنظر رکھکر آر نلڈ[۲] نے کتاب ہوسی[۳] ڈانڈز کو مرتب کیا تھا۔ وہی مین نے پیش نظر رکھے ہین۔ صاحب ممدوح اس کی جلد سوم کے دیباچہ مین بصفحہ ۲۲ لکھتے ہین "یہ کتاب اس غرض سے نہین لکھی گئی کہ ایام سلف اور از یادرفتہ آئین وقوانین اور فراموش شدہ رسوم و عوائد کے متعلق فضول و بے نتیجہ تلاش و جستجو کی جائے۔ بلکہ موجودہ اشیاء کی زندہ تصویر ملک کے سامنے پیش کرنے کے لیئے بنا بریں عمل سے محترز رہکر محض علم مین لگے رہنے والون کی کرید اور تجسس کو اس سے ویسی سیری نہین ہوگی جیسی کہ مدبر اور عملی مذاق کے دنیا دارون کو اوس سے آگاہی و ہدایت حاصل ہوگی" مین امید کرتا ہون۔ مین نے ایک ایسا ذخیرہ فراہم کر دیا ہے جس سے بیشمار مضامین کے شایق اطمینان بخش حد تک مستفید ہو سکینگے۔ مدت سے فراموش

[۱] یہی ریمارک مصنف کی باقی دونون متعلقہ کتب "اہالی مغرب" اور "ارض مغرب" پر بعینہ صادق آتے ہین :- میکینس - ۱۲ ۲۳

AYn oLoT Jno7d 1905

ہوگئے ہوئے واقعات وحالات کے دستیاب ہونے پر مورخ کو جیسی خوشی ہوتی ہے۔ اوس کا اندازہ ناظرین کبھی نہیں کرسکتے۔ نہ اس خوشی مین مصنف کے ساتھہ آپکی بھی شریک ہونیکی مین توقع کرسکتا ہون۔ مجھے ایسے موقعون پر ویسی ہی خوشی ہوتی جیسی کہ متلاشی معادن کو سونے یا الماس کی کان ملجانے پر ہوتی ہے۔ اور ناظرین کی خوشی زیادہ سے زیادہ صرف اس قسم کی ہوسکتی ہے جیسی کہ کسی متمول کے وارث کو ورثہ ملنے پر۔ بہرحال اگر ناظرین نے میری اس خدمت کو ایسے طریق سے استعمال کیا جو مراکو کے حق مین فایدہ بخش ہو تو مین اونکو بڑی خوشی سے لبیک کہتا ہون۔ اور سمجھونگا کہ مجھے اپنی برسون کی محنت کا کافی ثمرہ وصلہ مل گیا ہے +

اہالی مغرب کے خیالات ومذاق اور اصول اونکی قومی زندگی پر جو اثر پیدا کرتے نہین۔ وہ صرف اسی صورت مین اجنبی لوگون پر ظاہر ہوسکتے ہین۔ جب کہ ان اثرات کو من حیث المجموع اور مدت مدید کے گذشتہ واقعات ومناظر کی خورد بین مین بڑھا پھیلا کر دیکھا جائے۔ اور پھر صرف اسی طریق سے وہ اثر جو افراد پر ہوتا ہے بدرستی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس غرض کے لیئے ملک وقوم کی داخلی تاریخ جسے خود اہالی ملک نے قلم بند کیا ہو بیش از بیش اہمیت رکھتی ہے۔ الزیانی کی تاریخ کے مترجم ماسیلیو ہو واس نے تمہید مین بالکل درست لکھا ہے۔ نہ اوسکا بیان ہے ہ معتقدان اسلام کی معاشرتی حالت ہماری معاشرت سے ایسی مختلف ہے کہ ہمکو ہمیشہ اُن واقعات کی قدر وقیمت ومنزلت کا درست اندازہ کرنے مین جو اسلامی سرزمین مین واقعہ ہون کسی قدر دقت پیش آتی ہے۔ مزید براں بمقتضائے فطرت ہمارا طبعی میلان اس طرف ہوتا ہے کہ ہم اونکی پرائیویٹ داندرونی۔ داخلی تاریخ کے متعلقات کو خوشی نظر انداز کرکے اپنی کل توجہا ونکی بیرونی وخارجی تاریخ پر مبذول رکھتے ہین۔ کیونکہ وہ ہماری نظر مین زیادہ وقعت اور دلچسپی رکھتی ہے۔ گذشتہ خارجیہ تعلقات کی واقفیت خواہ کیسی مفید کیون نہ ہو ہماری اس پالیسی سے بڑھکر کوئی پالیسی کوتاہ نظر نہین ہوسکتی کیونکہ اقوام یا افراد کی معاشرت اور خانگی زندگی کی نہایت ہی روکھی پھیکی جزئی تفصیل بھی بہت دلچسپ ہوجاتی ہے۔ جب کہ اوسے قومی کیریکٹر وخصایص اور میلانات کا مظہر آئینہ سمجھہ کر پڑھا جائے۔ اس کتاب کے متعلق یہ امر بہت دل

شکنی کا باعث ہوا ہے۔ کہ ملکی مورخون نے اس معاملہ پر کہ مختلف ازمنہ و عہد مین قوم کی حالت کیا تہی۔ اتنا تھوڑا لکہا ہے۔ جو نہ لکہنے کے برابر سمجہا جاسکتا ہے۔ مین نے ان خفیف جھلکون سے جو ملکی تصنیفات مین شاذ و نادر اس مسئلہ کے متعلق پائی جاتی ہین۔ حتی الامکان فایدہ اوٹہایا ہے۔ لیکن سقدر مصالحہ مجھے نہین مل سکا کہ سوائے موجودہ زمانہ کے کسی اور زمانہ کی قومی زندگی اور طرز معاشرت کی پوری پوری تصویر دکہا سکون۔ تاہم اس کمی کو کچھ زیادہ اہم نہین سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ جسقدر شہادتین ہر قسم کے ذرایع سے مل سکتی ہین۔ اون سب سے یہی ظاہر ہورہا ہے کہ گذشتہ ایک ہزار برس کے زمانہ مین مراکو مین کوئی ویسے تغیر و انقلاب جنہون نے یورپ کی معاشرت اور قومی زندگی مین زمین و آسمان کا فرق پیدا کردیا ہے۔ ظہور مین نہین آئے۔

ابتدائی یورپین مصنفین مین سے اکثر نے مراکو کی موجودہ تاریخ کے بعض معاملات سے حیرت انگیز واقفیت ظاہر کرنے کے دوش بدوش جو سخت فاش غلطیان کی ہین۔ اور اونکی تحریر مین نہدردانہ دلچسپی کا شایبہ تک نہین پایا جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے راوی عموماً عیسائی غلام یا عیسائی نومسلم تہے۔ ان دونون جماعتون کے دلون مین مسلمانون کی طرف سے سخت بغض و کدورت اور کینہ و رنج کا ہونا صاف ظاہر ہے۔ اور ساتھہ ہی یہ امر کہ ملک کے اصلی حالات اور باشندون کی بود و باش و عادات کا جسقدر اونکو علم تہا۔ اس قدر کسی متوسط قابلیت کے موجودہ یورپین باشندہ مقیم مراکو کو نہین ہوسکتا۔ نہ جسقدر ان لوگون نے ان حالات کے متعلق تحریر کیا ہے۔ اس قدر کوئی موجودہ یورپین تحریر کرسکتا ہے۔ جو کچھہ مقامی اخبارات مین درج ہوتا ہے۔ اوس سے بڑہکر اوسے کچھہ خبر نہین ہوتی۔ کہ ملک یا شہر مین کیا ہورہا ہے۔ اور پھر یہ اخبار بہی ابہی حال ہی مین جاری ہوئی ہین۔ چند برس پیشتر ان کا بہی کوئی وجود نہا برعکس ازین وہ غلام یا نومسلم مسلمان خاندانون مین دیگر افراد کی طرح ملے جلے رہتے تہے۔ اور انکی بہی وہی طرز معاشرت اور بود و باش ہوگئی تہی۔ جو اصل باشندون کی تہی۔ یہی وجہ ہے کہ اسوقت کا بہترین باخبر بہی مراکو کی نسبت سقدر

علم نہین رکہتا جہقدر کہ دوسو برس ہوئے غلامون کو اوس کے متعلق تھا۔
علوم و تواریخ مشرقی کا جو شایق کافی وقت و مہلت مطالعہ اور خود تاریخ
کے لیئے رکہتا ہو۔ اوسے مین یہی مشورہ دونگا کہ وہ براہ راست ان تاریخون
سے استفادہ کرے۔ جن سے مین نے مضامین اور واقعات کہنے دل سے اخذ
ہین۔ اور تقریبًا ہر موقعہ پر بشکوری تمام اونکا حوالہ بہی دیدیا ہے۔ خاص
مین اون عربی تواریخون کی سفارش کرتا ہون۔ جن کا مین از حد ممنون ہو
اور ڈی سلین۔ گیان گوس۔ بامی آر۔ ہوڈاس۔ فلگان۔ جونس۔ اور دیگر شرق
نے اونکا یورپین زبانون مین ترجمہ کیا ہے۔ یہ کتاب مین نے ایسے لوگون
لیئے نہین لکہی۔ بلکہ زیادہ تر کوئی دلچسپی نہ رکہنے والی پبلک کے سامنے اصل و
ماخذون سے استنباط کرکے ایسا تذکرہ پیش کرنے کی غرض سے لکہی ہے جو دلچ
پیدا کر دینے کے لیئے کافی مختصر اور ساتہہ ہی کافی دلخشندہ و فرحت بخش
مین ہو۔ اور نیز جو سلطنت مراکش کی بناء عروج و ترقی اور موجودہ حالت کی
صحیح تصویر دکہلا کر پبلک مذکور کو اس سلطنت کے کیریکٹر اور طبعی میلان اور
فطرت کا اندازہ کرنے کے قابل بنا دے۔

علم تاریخ کے مبصرون کی خدمت مین میری التماس ہے۔ کہ وہ اس کتاب
کے مطالعہ کے وقت اس امر کو فراموش نہ فرمائین کہ چونکہ مین نے اس کو خشک
اور روکھے پہیکے واقعات کے علم کا ذخیرہ بڑہانے کی بجائے زیادہ تر اہالی مراکو
کی نسبت اپنی قوم کی معلومات کو بڑہانے کی غرض سے تدوین کیا ہے۔ مین نے
جدید طریق تاریخ نویسی پر عمل نہ کرکے ہر حوالہ پر مبصرانہ رائے ظاہر نہین کی۔
نے اس طریق کو پسند کیا ہے کہ معقول و ممکن احتیاط و انتخاب سے کام لیکر مختلف
راویون کے بیانات بجنسہ بلا رائے درج کرتے رہکر بحیثیت معتبر شاہدان اور
کی قدر و منزلت کے متعلق اپنی رائے دوسرے موقعہ پر ظاہر کر دی ہے۔ اس

لہ اس کتاب مین مین نے ۷۵ موقعون پر حوالہ دیئے ہین۔ اور اس تیسرے
حصہ مین ۴۲ کتابون کا تبصرہ لکہا ہے۔ میکنس ۱۲

ول کو مین نے ملکی راویون کے متعلق بالخصوص بڑے التزام سے مدنظر رکھا ہے
بلکہ ان سے تاریخون کے متعلق گو بعض اوقات فاش غلطیان ہو گئی ہین۔ اور
اسی طرح کبھی کبھی انہون نے بعض کے کارنامون کے مبالغہ آمیز حالات کو صحیح تسلیم
کرکے قلم بند کر دیا ہے۔ تاہم قومی پیرٹے اور عوائد و خصوصیات قومی کے ادراک
و اظہار مین اول تو اون سے مطلقاً غلطی نہین ہوئی۔ اور اگر ہوئی بھی ہے تو بہت
ہی شاذ و نادر۔ اگر میرے اصول کو مدنظر رکھکر دیکھا جائے تو ظاہر ہو جائے گا۔
کہ بسا اوقات جذبات و احساسات قلبی کے اظہار یا خوشنما پیرایہ بیان مین رُوکھی
پھیکے واقعات کے کمال صحیح مگر خشک و بیمزہ تذکرہ کی نسبت زیادہ صداقت بھی
ہوتی ہے۔ اور بنا برین انسانی فطرت کے مطالعہ کرنیوالے کی نگاہون مین اوّل
الذکر کی بہت ہی زیادہ وقعت ہوتی ہے۔

اس کتاب مین از اول تا آخر مین نے ہر داستان بڑے بڑے تاریخی
واقعات سے جن کا علم ناظرین کے ذہن مین بالضرور پہلے سے موجود ہوگا۔ شروع
کی ہے۔ اسلامی سنین سے چونکہ بجز اون کے جو اسلامی تاریخ کا خاص طور پر مطالعہ کرتے
رہے ہین۔ اور لوگون کو کچھ بھی مس نہین۔ مین نے سنہ ہجری کو یک قلم نظر انداز
کر دیا ہے۔ عربی مورخین نے قمری سنین لکھے ہین۔ جن کی شمسی سال سے بالکل درست
مطابقت دکھانے کے لیئے مہینون کا لکھنا بھی ضروری تھا۔ لیکن جس قسم کی یہ کتاب
ہے اوس مین سخت احتیاط کی احتیاج نہین۔ اور نہ اس مین کسی شاذ و نادر
خفیف تفاوت و اختلاف کے وجود چندان قابل گرفت ہے +

تاریخون کے اندراج مین مین نے ملکی مورخین کی تقلید کی ہے۔ اور اونکو
باحتیاط مطابق و مقابلہ کرکے لکھا ہے۔ سلطنت مراکو کے سلاطین کی فہرست مرتب
اور ان کے عہد حکومت کی درست تاریخین تعین کرنے مین زیادہ تر ان بواعث
سے دقت لاحق ہوتی ہے۔ کہ ایک تو ملکی تواریخون مین تضاد بیان سنہ رائج ہین
بعض اوقات مورخون نے اون رقیبون کے متعلق جن کی اونکو طرفداری منظور
تھی مختلف بیان تحریر کئے ہین۔ دوم کئی بار ایسا ہو چکا ہے کہ ایک ہی وقت
ملک کے مختلف حصون مین دو یا دو سے زیادہ حکمران رہے۔ سوم کئی دفعہ ایسا

ہوا ہے کہ ایک حکمران کی بادشاہی پہلے ملک کے ایک حصہ مین رہی۔ اور دوسرے حصہ مین بعد ازان ہوئی۔ لیکن اون کے ازمنہ کا تخمینی اندازہ و علم تمام عملی مقاصد کے لیئے کافی ہے۔ جدول منسلکہ مین کئی دیگر سلطنتون کے دوش بدوش مین نے سلطنت مراکو کے مختلف ازمنہ دکھانے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس سے امید ہے کہ ناظرین کو اپنے ذہن مین مختلف ازمنہ کا چربہ اوتارنے مین بہت آسانی ہوجائے گی۔ محض اعداد سے اکثر کے ذہن مین کوئی کیفیت نقش نہین ہوتی۔

واقعات کی طرح اکثر تصویرین بھی مین نے اون تصانیف سے لی ہین۔ جو قبل ازین اس مضمون پر لکھی جاچکی ہین۔ کیونکہ میری خواہش بالکل نئی اور اوتجنل تصنیف کی بجائے ایک جامع و مکمل کتاب پیش کرنے کی تھی۔ جس تصویر کا ماخذ مجھے معلوم ہوا۔ مین نے اوسکا ذکر کردیا ہے۔ اور اس موقعہ پر مین اون تمام اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہون جنکی مرتبہ تصاویر کو مین نے نقل کیا ہے۔ اکثر اون عکسی تصویرون کی نقل ہین۔ جو میرے احباب نے خاص طور پر انہی کتابون کے لیئے اوتاری تھین۔ ہر تصویر ایک خاص غرض و غایت کو مدنظر رکھکر منتخب کی گئی ہے۔ اس کتاب مین جو چھوٹا سا نقشہ دیا گیا ہے۔ وہ اسی نسبتاً زیادہ بڑے اور زیادہ مکمل نقشہ سے جو کتاب ارض مغرب کے لیئے خاص طور پر بنایا گیا ہے۔ تیار کیا گیا ہے

بالآخر مین دیگر شائقین علم کی خدمت مین گذارش کرتا ہون کہ اگر انہین کوئی اغلاط یا اعداد کے متعلق کہین مجھ سے اختلاف ہو۔ تو مین بھی مشرقی مصنفین کی طرح اس مقولہ کو اپنی پناہ بناون گا کہ واللہ اعلم بالصواب۔ صرف خدا ہی کو حقیقت و حق الامر کا علم ہے۔

مین اپنے ناظرین سے صرف ایک یہ استدعا کرتا ہون کہ اگر وہ کوئی سہو یا فروگذاشت دیکھین تو مجھے اس سے مطلع کرکے ممنون فرماوین۔ اگر اس کتاب کے لندن پبلشر کی معرفت مجھے خط بھیجا جاوے تو وہ مجھ کو مل جاوے گا۔

از مقام المنار ضلع ہمپ سٹیڈ

بعض مقامات کے اصلی اور انگریزی نام

اصلی نام	انگریزی نام	اصلی نام	انگریزی نام
صفی	سفی	الجزائر	الجیرز
الجزیرہ	الجیراس	فاس	فیز
حجرات نعکور	الحجیسیاس	جزائر رفران	زفارینیز
لیلیہ	ملیلا	مکناس	میکوانز
رباط	رباط	سبط	سیوٹا
سلا	سالی	تلمسان	تلمسن
طنجہ	ٹانجیر	طیطوان	ٹیٹوان
تونس	ٹیونس	. . . .	. . . .

تاریخ سلطنت مراکش

حصہ اوّل

اندرونی نشو نما

فہرست مضامین

فصل	مضمون	زمانہ
۱	ملک ٹینسیا۔ اہالی کارتھیج۔ اہالی روما۔ وندال۔ اور گوتھ[1]	سنہ قبل مسیح سے سنہ تک

[1] ارض مغرب کا پورا نام مؤلف ۱۲

فصل	مضمون	زمانہ
۲	اسلامی فوج کشیان	۶۹۰ء سے ۷۹۸ء تک
۳	سلطنت کی بنا۔ (عہد اوریسیان)	۷۹۸ء سے ۱۰۶۱ء تک
۴	سلطنت کا استحکام و اجتماع (زمانہ مرابطیان)	۱۰۶۱ء سے ۱۱۴۹ء تک
۵	توسیع سلطنت (زمانہ موحدین)	۱۱۴۹ء سے ۱۲۶۹ء تک
۶	حدود سلطنت کا سمٹنا (زمانہ بنی مرین)	۱۲۶۹ء سے ۱۵۲۴ء تک
۷	سلطنت کی بحیثیت حرکتی (زمانہ بنی سعد)	۱۵۲۴ء سے ۱۶۵۹ء تک
۸	سلطنت کا مظہر (مولانا اسمٰعیل بنی فلالی کا ابتدائی زمانہ)	۱۶۵۹ء سے ۱۷۲۷ء تک
۹	موجودہ سلطنت (بنی فلالی کا زمانہ مابعد)	۱۷۲۷ء سے ۱۸۹۴ء تک
۱۰	طرز حکومت و طریق گورنمنٹ	
۱۱	موجودہ نظم و نسق اور وزارت	

سلطنت مراکش

فصل اول۔ ماری ٹینیا۔ (از ۵۰۰ قبل مسیح تا ۶۹۰ء)

قدیم مذکرون اور قدیم ماری ٹینیا[1] کے متعلق جقدر تذکرے اور نوشتے موجود ہیں تو اوریخ کی قلت وہ بہت کم مختصر اور غیر تشفی بخش ہیں۔ جو معلومات اس ملک کی نسبت سلف سے ہم تک پہونچی ہے۔ وہ اول تو عموماً اصل نہیں۔ نقل در نقل ہے دوم باہم ایسی متضاد ہے کہ اوسکی بنیاد پر تاریخ درکنار افسانہ بھی تدوین نہیں کیا جاسکتا۔ قدیم ترین مورخون کو تو جو بالعموم قصہ کہانیون اور فرضی داستانون

[1] مصنف انگریزی حروف مین اسکے Mauretania لکھکر حاشیہ مین بتاتا ہے کہ یہ لفظ کے سکترن درکتبون کے روسے یہی ہے اس لفظ کے درست قرار دیئے گئے ہین۔ مقام وولوبلیس کے کھنڈرات سے جو سکے اور کتبے برآمد ہوئے ہین۔ اونپر یہی لکھا ہے ہین +

ہی کے دلدادہ تھے۔ ہمکو اس ایکطرف کر دینا چاہیے۔ کیونکہ اونکی زمانہ تین مراکو دنیا کے نام مشعل رستون سے ایسا دور افتادہ اور بے تعلق ملک تھا۔ کہ پرانی تحریرون مین اوس کا تقریباً کچھہ تذکرہ نہین پایا جاتا۔

ہنوز اوس کے متعلق صرف اس وقت سے ایسے حالات جن پر کچھہ بھروسا کیا جاسکتا ہے۔ قلم بند ہونے شروع ہوئے۔ جب کہ قبل مسیح کے تویہ کارتیج کے باشندہ ہنوئے نوآبادی قایم کرنیکی غرض سے ستون ہائے ہرقلیس (یعنی آبنائے جبل طارق) سے پرے تک سفر کیا۔ کئی مبصرون کو ہنوکی اہمیت کی نسبت بھی اختلاف ہے۔ اور اگرچہ اختلاف کنندگان اوسے فرضی نام ثابت کرنے مین کامیاب نہین ہوئے۔ لیکن اوس کی ذات یا تاریخ حیات کے متعلق یقین کے ساتھہ کچھہ معلوم نہین۔ اوس کے حالات کے متعلق جو کچھہ صفحہ زمین پر باقی رہا ہے۔ وہ اوس کا کتبہ "پری پلس" یعنے سفر کی سرگذشت ہے۔ اوسے اوس نے سفر سے واپس آکر بمقام کارتیج[1] رحل دیوتا کے مندر مین ایک پتھر پر کندہ کیا تھا۔ اور صدیون بعد ایک یونانی سیاح نے اوسکی نقل اتاری تھی زمانہ ماقبل فنشیا کے یہ بہادر فنشی[2] ساٹھہ جہازون پر تیس ہزار آدمی لیکر اس دلیرانہ مہم پر روانہ ہوا تھا۔ ہر جہاز پچاس چپوون سے چلایا جاتا تھا +

اوس کی واپسی تک۔ بلکہ اوس سے بھی عرصہ دراز بعد تک حالانکہ اوس نے بڑے بڑے عجائب و غرائب آکر سنائے۔ اون سر بفلک ستونون سے پرے کا علاقہ پردہ تاریکی مین نہان رہا۔ اور یہ تاریکی خوف و دہشت کی

---

[1] شمالی افریقہ کا پرانا شہر جس کے کھنڈر ٹونس کے قریب واقعہ ہین۔ اوس کے مفصل حالات کے لیئے دیکھو کتاب ہذا کے موجودہ ترقیات +

[2] بحوالہ کتاب مصنفہ منیرے صفحہ ۵۷۷ +

[3] فنفیا ساحل شام کے اس حصہ کا جس مین طرابلس وصور وصیدا واقعہ ہین پرانا نام ہے۔ کارتیج کو یہین سے ایک جماعت نے جاکر شمالی افریقہ کے ساحل کے وسط مین آباد کیا تھا۔ مترجم مؤلف ۱۲۔

مترادف ہیں۔ وہ کشتیاں جو چارون طرف سے خشکی سے گھرے ہوئے بحیرہ وغیرہ میں آمد و رفت یا بحیرہ روم میں استعمال کی جاتی ہیں۔ بحر ذخار کی متلاطم امواج کے دہیبرون کے سامنے ایک لمحہ کے لیئے نہیں ٹہیر سکتی ہیں۔ اور ایک یہ بھی بڑی وجہ ابنار سے آگے بڑہنے کی جرأت نہ کرنیکی تہی۔ عام تو علیحدہ رہے۔ روائیت ہے مقدونیہ کا ایسا شاہ زور جانباز بہی ہرقلیس کے آگے بڑہنے کی جرأت نہ کرسکا تہا۔ لیکن کاہے سے

لہ بروئے روائیت داستانہ یونان کے ایک زمانہ قدیم کے شہ زور پہلوان کا نام ہے۔ ہرقولیس کا نام یورپ مین بے نظیر شجاعت و جہانمردی کے مرادف ہوگیا ہوا ہے۔ جیسے رستم و اسفندیار کا نام ممالک شرقی مین۔ چنانچہ ہرقلیس و رستم اس لحاظ سے بالکل ہم معنے لفظ سمجہے جاتے ہین۔ اور رستم کو یورپین زبانون مین زابلستانی ہرقولیس بہی پکارا جاتا ہے۔ رستم کی طرح اوس مین بہی جسمانی طاقت اور شہ زوری بدرجہ کمال جسقدر کہ کسی انسان مین ہوسکتی ہے موجود تہی۔ اوسکا ثبوت یہ لکہا گیا ہے کہ قوی ہیکل وگران ڈیل۔ کوتاہ گردن۔ اور لمبے چوڑے ہاتہہ پاون۔ رستم کو دو دفعہ ہفت منازل طے کرنی پڑین۔ اور ایک مرتبہ بارہ اہم کام سرانجام دینے پڑے۔ اوسے یونانیون کے قدیم معبد ڈلفی یا پتھیئین مین غیب سے آواز آئی کہ اگر وہ ضلع آرگو کے بادشاہ یوریس تہی اس کی بارہ برس خدمت کریگا تو حیات جاوید پاویگا۔ وہ بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوگیا۔ اور اوس نے نہایت خطرناک اور بغایت مشکل مندرجہ ذیل بارہ خدمات اوس کے سپرد کین۔ جنگل نیمیا کے شیر اور مقام لرنیا کے اژدہا کو قتل کرے۔ آرکیڈیا کے دیو قامت ہرن کو پکڑ کے گہر رکہے۔ آرخومینیا کے سور کو ہلاک کرے۔ بادشاہ آگیس کے طویلون کو صاف کرے جہیل سٹیم فالیس کے مردم خور پرندون کو تباہ کرے۔ کریٹ کے سانڈ کو گرفتار کرے۔ تھریس کے بادشاہ ڈامو ڈیس کے گہوڑے پکڑے۔ افریقہ کی شہ زور و نبرد آزما عورتون کی ملکہ ہیپولیٹ کا کمربند حاصل کرے۔ راکہش گرمون کے بیل پکڑ لائے۔ ہیسپرائیڈز کے سیب توڑ لائے۔ سطح زمین کے نیچے کے طبقات یعنی طبقات جہنم کے دروازہ کے محافظ تین سر والے کتے موسوم سربرس کو لائے۔ اوس نے یہ بارہ کام پورے کر دیئے۔ اس کی ایک تصویر اوس وقت کی جبکہ وہ سیب توڑ رہا ہے پیرس کے عجایب گہر مین موجود ہے۔ یہ تصویر ایک پرانی مجسم کی بے نظیر نقل ہے۔ اس مین ہرقولیس اس وضع مین دکہایا گیا ہے۔ کہ وہ سخت تہکا ہوا اپنے موٹے

کی سلطنت دن بدن وسیع ہوتی چلی جارہی تہی۔ اور عظیم محاربات پیونک[1] مین سے ابہی کوئی محاربہ ظہور مین نہ آیا تہا۔ اوس کی روز افزون طاقت جدید وسائل قوت وشوکت کی متقاضی اور اوس کے تجارتی مقاصد ہمیشہ نئے نئے اور زیادہ وسیع میدانون کے متلاشی تہے تہے چنانچہ شمالی افریقہ کے ساحل کے برابر برابر آہستہ آہستہ بڑہتے رہنے کے بعد آخر اوس فاتحانہ موڑ کو عبور کر لیا گیا۔ اور دو دن کے جہازی سفر کے بعد متلاشیان بمقام تہیما تہیریون[2]

---

[1] جو لڑائیان کارتہیج اور روما مین ہوئین۔ وہ پیونک کہلاتی ہین۔

[2] مراکو کے مختلف قدیم مقامات وقومون کی ترقی وتنزل کے نشانات کے موقعون کے متعلق جنکا قدیم تو یسندون نے ذکر کیا ہے۔ مختلف فیہ بیانات پر بحث کرنیکے لیئے یہ کتاب موزون نہین۔ انمین سے جن بعض کی نسبت زیادہ اختلاف نہین اونکا دوسری کتاب ارض مغرب بیان مین ذکر دیا گیا ہے۔ اس معاملہ پر دیگر مصنفین مغرب جہان بین کریکر بین۔ اس کے متعلق اونکی تحریرون کے بعد کوئی جدید درآگاہی ومعلومات تا حال معلوم نہین ہوئی ان تصنیفات کا قابل اعتماد خلاصہ کتاب ہلیو گریفی (فہرست کتب مع خلاصہ مضامین) مین درج ہے۔ مگر چونکہ یہ کتاب بیحد اکثر ناظرین کو ملنی محال تہی۔ مین نے سر لیمبرٹ پلے فیر مرحوم کی مشفقانہ اجازت سے اوسکا لب لباب خلاصہ مضامین کو نظر انداز کر کے ضمیمہ کی شکل مین دیدیا ہے۔ مراکو کے متعلق جو کتب ابتک لکہی گئی ہین اونکی فہرست مع خلاصہ گوہل نے بزبان جرمن نہایت عمدگی سے قلمبند کی ہے ناظرین کو جو امور اس ضمیمہ مین نہ ملین۔ اونکو وہ اس کتاب مین دیکھے۔ میکنس۔ ۱۲۰

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) ٹونڈی پر سہارا لگائے۔ اور بائین ہاتہہ کو کمر پر رکہے دائین ہاتہہ سے ہیرا سیڈز کے ایک سیب کو پکڑے ہوئے ہے۔ رسم کیطرح اوسکا چلن بہی نہایت قابل تعریف رہا۔ روایت ہے کہ بجائے شبانہ روز دو عورتین عشرت وعصمت ملین۔ اور اُسے کہا کہ ہمسے جسکو چاہو پسند کر لو۔ عشرت نے کہا اگر مجھے پسند کیا تو مین تمام جسمانی خوشیان اور لذتین بہم پہونچاؤنگی عصمت نے کہا مین حیات جاوید دونگی۔ اوسنے اپنا ہاتہہ آخر الذکر کے ہاتہہ مین دیدیا اور مدت العمر سخت محنت وشقت کی زندگی بسر کی۔ جسکے صلہ مین آخر ابد آلاباد تک زندہ رہنے والون یعنی دیوتاؤن نے اوسے اپنی جماعت مین شریک کر لیا۔ ان تمام روایات کا راوی یونانی مورخ یافث نویس نوفی ہے۔ ہرقولیس کا ٹونڈا نہایت ہیبتناک اور بڑا گران وزن اور لمبا چوڑا تہا۔ اوس کے گھوسے کا نام لوٹس تہا جو دیوتا سے ستون نے اوسے عطا کیا تہا۔ وہ انسان کی مانند تکلم کرنیکی طاقت رکہتا تہا۔ اور اوسکے دونون دہانے پاؤن انسانی پاؤن کے مشابہ تہے۔ ہرقولیس کے ہر دو ستون کالپی اور ابیلا یا آبلۂ جبل طارق کے

جو وسط مراکو میں کہیں واقعہ تھا۔ اپنی پہلی نوآبادی قایم کرنے کے لیے ساحل پر اترے۔ اس سے آگے بڑھکر پائیے اور نوآبادیاں مقامات کاری کون ٹھیخوس۔ گنتا۔ اگرا۔ ملیتا۔ اور اربیس میں قایم کی گیں۔ ان میں سے کسی کا موقعہ اب[۱] شناخت نہیں ہو سکتا۔ یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کھنڈر کس شہر کے ہیں۔

[۱] مراکو کے اکثر حصوں یعنی تنسیفات کے کل ساحل پر کوہ اطلس کے وادی۔ عین ترسیل امزمیز کے مغرب اور وادی گنداقی میں لور شیشوان کے قریب اور درزان سے پرے ایسی غارین جو کبھی انسانی رہائش کا کام دیتی تھیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ہیرس کی کتاب "زمین" کے صفحہ ۲۴۴۔ کتاب گلوبوس کے باب ۲۴ صفحہ ۵۰۷ کتاب مراکو کے ٹیلے و غارین۔ اور ولین کی فریج کتاب "دینی مسافیان کی غارین" میں ان غارون پر مفصل لکھا گیا ہے۔ سیاح لٹوٹ نے مراکو کے تمام قدیم سنگی مکانات شکستہ چبوترون اور مٹی کے ٹیلون کی جو قبرستان کا کام دیتی ہے اپنی کتاب کے صفحات ۱۰۷ و ۱۰۸ پر توضیح کی ہے۔ اور مارٹی نیر نے جبل زرہون کے چبوترہ کی جو زغوطہ کے قریب ہے۔ میکنس۔ ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) دونون سرون پر ایک جبل طارق میں اور دوسرا سیوٹا میں ہے۔ روایت ہے کہ پہلے یہ رستہ بالکل بند تھا۔ اور ایک پہاڑ اس میں حائل تھا۔ ہرقولیس نے بحیرہ روم سے کیڈز کو جانیکے لیے اس پہاڑ میں قوت بازو سے شگاف ڈال کر راستہ نکالا۔ اور اس دن سے بحیرہ روم و بحر اوقیانوس کے مابین یہ بحری رستہ پیدا ہو گیا۔ مورخ مالکر وہیں کا قول ہے کہ یہ کام مصری ہرقولیس سیوتریس سے ظہور میں آیا۔ قدیم مورخ ڈایاڈورس کا بیان ہے کہ دنیا میں صرف تین ہرقولیس گذرے ہیں۔ مورخ سروجہہ بتاتا ہے کہ تین یونانی۔ ایک مصری۔ اور ایک ہندی مورخ وارد ۳۴ کہتا ہے۔ جو دی ہرقولیس صمنون (جو ۱۳۵۰ قبل مسیح میں فوت ہوں۔ مصری سیوتریس (۱۵۰۰ قبل مسیح)۔ انگریزی۔ گائی ارل وارڈک (جو ۸۹۰ء میں پیدا ہوا۔ اور ۹۵۰ء میں فوت ہوا) ہندی ہرقولیس۔ دورسا مینس (جسنے پانڈیا سے عقد کیا۔ اور انکی اولاد شامان ہند ہوئی۔ اور بقول بعض بیلوس۔ روسی۔ یازا بلتانی ہرقولیس ستم سوئیڈی ہرقولیس کائیرس (جو پہلی صدی عیسوی میں گذرا ہے) یونان کے صوبہ اٹلی کا کاہرقولیس تہی سی ایس اور کریٹ کے تین ہرقولیس سیلیس۔ وستافی نس اور اکون جو تینون آہنگر سمجھے جاتے ہیں۔ نون موسیقی کا ہرقولیس یعنی یوریپیڈیز میں وان گلک (جو ۱۸۱۴ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۷۴ء میں فوت ہوا۔ زمانہ قدیم میں ہرقولیس کے ستونون کو آباد دنیا کی انتہا سمجھا جاتا تھا۔ مولف۔ مترجم ۱۲۔

ان لوگون کا اولین زمانو آبادیان قایم کرنے کا تہا جب یہ پورا ہو گیا۔ تو اونہون نے متصلہ نامعلوم علاقون کے انکشاف دور یافت حال کی کارروائی واقعی طور پر شروع کی۔ نو آبادیون کو قایم کرنے کے وقت تک اون الوالعزمون کو باغلب وجوہ اس نسل کے لوگون سے جنکو اب ہم بربر کہتے ہین۔ سابقہ پڑا۔ اور چونکہ اکثر ساکان وطن ایفنیا کو رہیج (موجودہ ٹونس) کے گرد ونواح کے اضلاع کے باشندے (یعنی بربرون کے ہمسایہ) تہے۔ ان لوگون سے بات چیت کرنے مین اونکو کوئی مشکل پیش نہ آئی ہوگی۔

قدیم باشندے کے گرجب وہ بغرض انکشاف آگے بڑہے تو اونکو اجنبی لوگون اور اجنبی زبان سے سابقہ پڑنا شروع ہو گیا۔ یہ اجنبی بالکل وحشی اور درشت خو قبایل کے لوگ تہے۔ جن مین سے بعض ٹرگلوسوڈائٹ یعنی غار[1] مین رہنے والے تہے۔ ہنو نے اون مین سے چند آدمی بطور ترجمان ساتھہ لے لیئے۔ یہ وحشی لوگ غالباً اونکی نسل مین سے تہے۔ جو شمالی افریقہ کو عبور کرکے سب سے اول یہان آکر آباد ہوئے تہے۔ اون سے اور اونکی غلط ملط سے وہ نسل پیدا ہو گئی جو سوس اور ضراعہ کے بربر[2] کہلاتے ہین۔ بڑے بڑے پتھرون کی عمارتون اور

[1] ہنو کے سفرنامہ کا خلاصہ کتاب ارض مغرب مین درج کر دیا گیا ہے ۱۲

[2] ڈاکٹر مرتہولان جس نے نہایت غور واحتیاط سے تلاش وتحقیقات کی ہے۔ اور اس تاریخی زمانے قبل کی نسلون کی کہونپرلیون کے تاپ لیتے ہین۔ رسالہ ریویو ٹیونسیا بابت اکتوبر ۱۸۹۶ء کے صفحہ ۴۱۸ پر جسب ذیل لکہتا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جزایر یونان کے باشندگان کی ہجرت کے وقت شمالی افریقہ مین صرف ایسے لوگ آباد تہے۔ جو تمدن سے آگے نہین بڑہے تہے۔ (یعنی اونہون نے طبعی وننچرل حالت سے صرف یہان تک ترقی کی تہی کہ پتھرون سے کام لینا سیکہ گئے تہے۔ اون کے مکان۔ سامان۔ خانہ داری اسلحہ وغیرہ سب کچہ ان گہڑ پتھرون کے ہوتے تہے) چند قبایل ابہی اس زمانہ تمدن کے ابتدائی دور سے بہی آگے نہ بڑہے تہے۔ چقماق وپتھر کے چہوٹے چہوٹے ٹکڑون کو استعمال کرتے تہے۔ باقی جو تعداد مین زیادہ تہے۔ اس تمدن کے ترقی یافتہ دور مین داخل تہے۔ وہ بڑے بڑے پتھرون کے چہوٹے ستون اور مکان بنانے لگ گئے تہے۔ اور نسبتاً کم وحشی وجاہل تہے۔ یہی ڈاکٹر صاحب آگے چلکر رسالہ مذکور کے صفحہ ۴۱۹ مین اپنا اعتقاد ظاہر کرتے ہین کہ لیبین یعنے گلٹو لگوری قوم نواح ڈینوب مین کسی جگہ سے ۱۵۰۰ سو قبل مسیح مین ترک وطن کرکے شمالی افریقہ مین جا آباد ہوئی۔ اور خود مصریہ

ستونوں کے موجودہ کھنڈرات سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ ان وحشی خیال کے مورثوں کی آمد سے بیشتر بھی یہاں کوئی انسانی نسل آباد تھی۔ غالب قیاس ہے کہ مراکو میں جب کبھی باقاعدہ طور پر انکشافی کارروائی شروع ہوئی اور اجنبیوں کو ملک میں آنے جانے کی اور علمی تحقیقات و تفتیش کی عام اجازت مل گئی تو ایسے بہتسے اور کھنڈرات بھی معلوم ہونگے۔

رفتہ رفتہ یہ بہادر سیاح ایسے علاقوں تک جو بعد میں سلطنت مراکو کی حدود میں گئے اور نیز ایک جزیرہ موسومہ کرتہ میں پہونچ گئے۔ افسوس اس جزیرہ کے متعلق جس قدر حالات قدماکے لکھے ہوئے اسوقت دنیا میں موجود ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے بالکل متضاد ہیں۔ وہ اس جزیرہ میں کافی عرصہ دراز تک ٹھیرے۔ اور اون کے قیام سے ان معقول بیوپار و تجارت کا کاروبار قائم ہو گیا۔ یہ جزیرہ آبنائے سے اسی قدر دور ہے جسقدر کہ کارتھیج سے آبنائے تھی۔ یہاں سے وہ برابر آگے بڑھے گئے۔ حتیٰ کہ وہ بقول خود "مگر مچھوں۔ دریائی گینڈوں۔ اور پشم دار مردوں اور عورتوں یعنی "گورلوں یا بن مانسوں" کے علاقہ میں پہونچ گئے۔ اس توضیح و تعریف سے معلوم

لہ ایسے کھنڈرات غربیہ کے قریب بمقام مغرور اور وزان کے مشرق میں موجود ہیں۔ دیکھو سپنس ٹاشن کی کتاب صفحہ ۱۰ اور ہیرک کی کتاب جلد دوم صفحہ ۳ اور رہو نفس کی کتاب صفحہ ۳۶ ۲ گوریلا انگریزی میں بن مانس کو کہتے ہیں یہ لفظ اصل کا تو جبشی ہے لیکن اسکا استعمال کیتھیج بیکنس ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵) ہی جیسا کہ مصری آثار قدیم سے ظاہر ہو رہا ہے حملہ کیا۔ ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ ان لوگوں کی زبان ہی یورپین تھی۔ جو غالباً صوبہ فریجیا داشیائی روم کے صوبہ سمزاکا پرانا نام، کی بولی تھی۔ جو بقول لسکس یونانی زبان کی بہن تھی۔ یہ یولی ابتدا در زمانہ سے شمالی افریقہ کے آبادکاروں میں اگرچہ دن بدن زیادہ متغیر ہوتی گئی۔ لیکن بربر قوم کی زبان میں اوسکا وجود ہنوز اسوقت تک موجود ہے۔ مگر پروفیسر کین اپنی کتاب در موجودہ و قدیم انسان ۱۸۷۱ء مطبوعہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۵۵ میں ڈاکٹر موصوف کی رائے کو غلط قرار دیتے ہیں۔ اونکا اعتقاد ہے کہ بجائے اس کے کہ یورپ یا مغربی ایشیا سے افریقہ کیطرف ہجرت ہوئی ہو۔ افریقہ سے اسطرف بنی نوع انسان کے مختلف گروہوں نے ہجرت کی۔ اور انسانی خط و خال کی وہ بناوٹ جو افریقی نیگرو میں پائی جاتی ہے۔ افریقہ میں ہی بتدریج قایم ہوئی۔ یورپ میں جو سال میں کئی مہینے برف سے ڈھنپا رہتا ہے۔ انسانی چہرہ میں بتدریج یہ موزونیت و تغیر پیدا نہیں ہو سکتا تھا جو پیدا ہوا۔ ایسا معتدل ممالک میں ہی ہو سکتا تھا۔ ۱۲

ہوتا ہے۔ کہ وہ دریائے نائیگر کے دہانہ کے اردگرد کا علاقہ تھا۔ ان کو سوس مین ہاتھی بہی دکھائی دیئے۔ یہ امر کوئی حیرت انگیز نہین۔ یہ جانور جیسے کہ قدیم جغرافیہ نویس پلینی[۱] اپنی کتاب کی پانچوین جلد کی پہلی فصل مین لکھتا ہے۔ ان لوگون سے ہزار برس بعد تک اس نواح مین پایا جاتا رہا۔ البتہ دریائی جانور اس علاقہ مین جہان تک تحقیق ہو سکا ہر کہین بہی نہین دیکھے گئے۔ اور اس سے نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ یہ بلند ہمت سیاح مغربی افریقہ کے ساحل کے برابر برابر کم از کم دریائے نائیگر کے دہانہ تک ضرور پہونچے۔ اس مسئلہ پر کتاب ارض مغرب کے باب چہارم مین مفصل بحث کیگئی ہے +

نوآبادیان کی اہالی کا رتھیج کی ان نوآبادیون کا آخر کیا حشر ہوا۔ اس کا کچھ علم نہین۔ لیکن یہ یقینی امر ہے کہ آبادکارون کا اپنی بستیون کی حدود سے باہر متصلہ علاقہ پر کبہی عمل دخل نہ ہوا۔ یا ہوا تو بہت شاذ و نادر ہوا۔ یعنے بالفاظ دیگر یہ بستیان تجارتی چوکیون سے زیادہ منزلت نہ رکہتی تہین۔ کارتھیج کے مفتوح و برباد ہوتے ہوتے کے وقت اس ساحل پر بقول قدیم جغرافیہ نویس آرا توسن تھینس[۲] جسے سٹرابو نے اپنی

---

[۱] ایک مشہور رومن گورنر اور مورخ۔ اوسکا چچا جو پلینی اکبر کہلاتا ہے۔ اس سے بڑا مکر علم دوست تہا۔ پلینی خورد ۶۲ء مین پیدا۔ اور ۱۱۳ء مین فوت ہوا۔

[۲] سیرین (یعنی غازی) کا باشندہ اسکندریہ کے مشہور کارخانہ قدیم کا مہتمم مقرر کیا گیا تہا۔ اوسنے قواعد اور فلسفہ اخلاق و شاخ مصر کی تاریخ مین کئی کتابین لکھین۔ اور کرہ ارض کا محیط اور رقبہ دریافت کرنے کے وسائل معلوم کئے۔ ۱۹۶ء قبل مسیح مین فوت ہوا +

[۳] یونانی جغرافیہ نویس فصاحت۔ قواعد۔ اور فلسفہ مین بہی بڑا ماہر تہا۔ اب صرف اسکا جغرافیہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مصر شام فلسطین و یونان وغیرہ کی سیاحت کی تہی۔ ۲۵ء قبل مسیح مین ایشیا کوچک کے مقام پونٹس مین پیدا۔ اور ۲۴ء مین فوت ہوا۔

کتاب کی ستر ہوین جلد کی چوتھی فصل مین نقل کیا ہے - اٹالی کا رتبہ کی تین سو سے زیادہ نوآبادیان اور بستیان موجود تہین چونکہ یہ صرف تجارتی قیام گاہین تہین یا قاعدہ حکومت وعمل ودخل کے مرکز ومصدر مقام نہ تہین - اونکا کوئی نشان باقی نہ رہا تاہم حیرت انگیز نہین - یہ تو بعیدی اور ایک طرح سے عارضی بستیان تہین - خود شہر کارتہیج بہی ایک طرح سے از سر نو بسایا ہوا تہا - اٹالی کارتہیج نے اوسے اپنا وطن کبہی سمجہا - نہ اپنی بنیادین اس علاقہ مین مضبوط کین - چنانچہ وکمال طاقت کے زمانہ مین بہی (اسوقت اس کی آبادی دس بارہ لاکھ سے کم نہ تہی) باشندگان شہر یا ان کی جمہوری حکومت اراضی زیر آمد شہر کے اصل مالک وحشی قبایل کو جن سے لیکر اُسپر شہر آباد کیا گیا تہا - محصول تہ زمینی ادا کیا کرتی تہی - جب یہ شہر جو ان تمام بستیون کی بڑی اماتہا - ایسا ویران وبرباد ہوگیا کہ اوسکا گویا کوئی نام ونشان ہی باقی نہین رہ گیا - اور نہ ہونے کے برابر اس کے آثار قدیم پائے جاتے ہین - تو یہ امر کچہ بہی حیرت انگیز نہین رہجاتا - کہ ایسے آثار بہت ہی کم ہین جن سے ان بستیون کے موقعہ کا کچہ پتہ چل سکے - اب تو اس برباد ی کو ہزارون برس ہوگئے ہین - سوئیچ پلینی کے زمانہ مین بہی ان نوآبادیون کا کوئی نام ونشان ساحل مراکو پر نہ پایا جاتا تہا - الغرض مراکو مین اٹالی محنتیا کا زمانہ آیا اور گذر گیا - وہ بجز چند نہایت ہی خفیف آثار ونشانات کے کوئی یادگار باقی نہین چہوڑ گیا -

اصلی باشندے جن اقوام کے ساتہہ یہ نوآبادکار تجارت وبیوپار کرتے رہے - اونکے متعلق کوئی تحریری حالات باقی نہین رہگئے - دیسی باشندون کے متعلق جو قدیم ترین تحریری حالات اور داستانین اسوقت موجود ہین - وہ صرف اہل یونان کی لکہی ہوئی ہین جبکہ کارتہیجی جرنیلان ہمدر و[1] بال - ہملکار اور ہنی بال نے آبنائے

[1] ہنی بال کا سگا بہائی اور ہملکار برقہ کا بیٹا کارتہیجی افواج کا جرنیل تہا - دوسری پیونک جنگ مین جب رومن افواج نے زیر کمان قونصل نیرو اور دس کی فوج کو دریا ہیڈرس پر ہزیمت دی تو وہ دشمن کی صفون مین گہس گیا اور جب تک ہلاک نہ ہوگیا شمشیر زنی کرتا رہا - وہ [illegible] قبل مسیح مین ہلاک ہوا - اس نام کا ایک جرنیل ہملکار کا داماد بہی تہا - جو [illegible] قبل مسیح مین فوت ہوا - ہملکار برکاس جو اول جنگ پیونک کے اظہار ہوین برس کارتہجی فوج کا سپہ سالار رہا -

جبل طارق کی طرف آخری کوچ کیا۔ اور رومن فوج نے اوسکو سپانیہ سے پیچھے ہٹا کر برابر کارتیج تک اوسکا تعاقب کیا۔ اور شہر کو فتح کر لیا۔ ہنوبک سفر سے ایک ہزار برس بعد قیصر مٹی فی ان والی قسطنطنیہ کے جرنیل بیلی سار یس نے ۵۵۳ء مین وندال دجرمن نسل قوم سے کارتیج کو فتح کیا۔ مشہور رومن مورخ پروکوپی اس باشندہ قیصریہ دواقع شام اسی جرنیل کا سکرٹری تہا۔ اور مہم کارتیج مین وہی اپنے آقا کے ہمراہ گیا تہا۔ اوسکا بیان ہے کہ اوس کے زمانہ مین ٹانجیر کے قریب ایک چشمہ کے کنارہ پر جس کا پانی خوارہ کیطرح جوش مارتا ہوا نہر مین سے نکلتا تہا۔ پتھر کے دو سفید ستون موجود تہے۔ اور اونپر فنیشی زبان مین یہ کتبہ کندہ تہا "ہم یوشع قزاق فرزند نون کے ہاتہہ سے بہاگ کر یہان آئے ہین" پروکوپی اس پر توضیح کرتا ہے۔ کہ اس نواح کے باشندے ان کنعانیون کی نسل ہین۔ جو بنی اسرائیل کے غلبہ پر کنعان سے نکل جانے پر مجبور ہوگئے تہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مورخ مذکور نے اولین فنیشی آبادکارون کو غلطی سے محمولہ بالا کنعانی سمجھ لیا ہے۔ مورخ کن رک اپنی کتاب فنیشیا صفحہ ۶۷ مین اور ایوالڈ اپنی کتاب کی جلد دوم کے صفحہ ۲۹۸ مین کہتے ہین کہ "اگرچہ پروکوپی اس کی روایت کی کچھ بنیاد ضرور ہوگی۔ لیکن کتبہ کا جو مضمون لکہا گیا ہے۔ اوسے ہم کبھی تسلیم نہین نہین کر سکتے۔ یہودیون کی کتاب سالمدکے باب یروشلیم۔ ایسی موتہبین لکہا ہے کہ یوشع نے عام اعلان دیدیا تہا۔ کہ جو کنعانی چاہین ملک سے ہجرت کر سکتے ہین۔ چنانچہ اون کا کچھ حصہ افریقہ کو چلا گیا۔ مورخ گبن اپنی تاریخ زوال وبربادی سلطنت روما کے باب ۴۱ مین لکہتا ہے "مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸) باشندگان سپانیہ کے ساتہہ لڑائی کرتا ہوا ۲۲۹ء قبل مسیح میدان جنگ مین ہلاک ہوا تہا۔ مشہور آفاق سپہ سالار ہنی بال اسکا سپوت بیٹا تہا۔ اوس نے براہ مراکو سپانیہ و فرانس کوہ الپس سے عبور کر کے اٹلی پر حملہ کیا۔ اس دشوار گذار پہاڑ کو ہنی بال کے سوا اب تک صرف نپولین فوج لیکر عبور کر سکا ہے۔ ۲۰۲ء قبل مسیح مین کارتیج کے فتح ہو جانے پر ہنی بال پہر ایشیا کو چلا گیا۔ وہان کے صوبہ اورمی تم پر شاہ شام اور بعد ازان شاہ بتھنیا کے پاس چلا گیا۔ رومن ناتہیم نے شاہ مذکور کے پاس سفیر بہیجکر ہنی بال کو مانگا۔ بادشاہ کو ایکطرف رومی طاقت کا خوف تہا۔ اور دوسری طرف وہان پر جہان سے غداری کرنیکی ذلت اوتہانا نہین چاہتا تہا۔ اس مخمصہ سے ہنی بال نے زہر کہا لینے سے جسے وہ ہمیشہ ساتہہ رکہتا تہا۔ بادشاہ کو تخلصی دلائی ۱۸۳ قبل مسیح مین پیدا ہوا۔ اور ۱۳۳ قبل مسیح مین فوت ہوا۔

ستونون کی موجودگی پر تو اعتبار کرتا ہون - لیکن کتبہ کی موجودگی پر مجھے شبہ ہے - اور اوس مین جو شجرہ منسب بنایا گیا ہے - اوسے تو بالکل غلط اور لغو سمجھتا ہون [1] لیکن مسٹر سل مین جنگی نگراتی مین تاریخ مذکور کا ایک اڈیشن تیار ہوا ہے - گبن کی تحریر کے متعلق حاشیہ مین لکھتے ہین یہ عام خیال ہے کہ پروکوپی اس ہی ایسا مورخ خرپانکم ادکم قدیم ترین مورخ ہے - جس نے اس عجیب کتبہ کا ذکر کیا ہے - چنانچہ اس سے بعض کو یہانتک گمان ہوگیا ہے کہ فی الحقیقت کوئی ایسا کتبہ موجود نہ تہا - صرف پروکوپی اس کی اپنی ایجاد ہے - لیکن اس کتبہ کا ذکر موسے ساکن خورینہ کی تاریخ آرمینیا مین بہی موجود ہے - جو پروکوپی اس سے ایک صدی سے زاید مدت پہلے گذرا - اور اس تاریخ کو لکہا - اس سے ظاہر ہورہا ہے کہ کتبہ خواہ فی الحقیقت موجود ہو یا نہو - اوسکی موجودگی کی روایت پروکوپی اس سے بہت عرصہ پہلے کی مشہور تہی - اسی کتبہ کا مورخ سوئی داس نے ذکر کیا ہے - مگر اوسکا ماخذ بلاشبہ پروکوپی اس تہا - اکثر عرب مؤرخین کو قول کے مطابق جنہون نے بہی ایک تقریبًا اسی مضمون کی روایت کو مرجح سمجہا ہے - شمالی افریقہ کے قدیم دیسی باشندے دراصل فلسطین کے رہنے والے تہے - جن کو داؤد نے ملک سے خارج کر دیا - اور وہ جالوت اپنے سردار کے ہمراہ افریقہ مین چلے آئے - سینٹ مارٹین اپنی کتاب کی جلد یازدہم کے صفحہ ۳۲۴ مین لکہتا ہے کہ جو روایتین ایسی افسانہ نما ہون - اونپر جین کرنا محال ہے - لیکن اگر میرا حافظہ خطا نہین کرتا - تو مین نے لائیٹ فوٹ کی کسی تصنیف مین اس مضمون مین کی ایک روایت جہودان ضرور پڑہی ہے - لیکن کس موقعہ پر - اب یہ یاد نہین رہ گیا مورخ سالوسٹ جو پروکوپی اس سے پانچسو برس پہلے گذرا ہے - اپنی کتاب ڈی بیلو جوگورتہ کے اکیسوین باب مین لکہتا ہے - کہ بربر اس اہالی مدائن ایرانیون اور ارمنون کی مخلوط و مشترک فوج کا بقیہ ہین - جس کے ساتہہ ہرقولیس نے ہسپانیہ پر حملہ کیا تہا - ممکن ہے - یہ دونون کہانیان ایک حد تک درست ہون - اسلامی جغرافیہ نویس یا قوت لکہتا ہے - کہ ایسے ہی ستون کارتہیج مین بہی تہے - اور اون دو ستونون کی نقل تہے - جو کسی زمانہ مین ٹائر و صور، مین موجود تہے -

بہرحال خواہ حقیقت کچہ ہو جیسا کہ اوپر لکہا گیا ہے - عرب مورخین نے بہی بربرون کو کنعانی الاصل

[1] دیکہو انگریزی ترجمہ تاریخ ابن عبدالحکیم - مترجمہ جرنز صفحہ ۴۵ - انگریزی ترجمہ ابن خلدون مترجمہ ڈی سلین جلد ۲ صفحہ ۱۱ نیز جلد ۱ حصہ اول و تخریر ابن جریر طبری تاریخ ابن خلدون مین جلد ۱ صفحہ ۴۵ اسکیلس ۱۲

لکھا ہے۔ البتہ اونکو اخراج کی تاریخ کتبہ کی تاریخ سے قریب تر بتلاتے ہین۔ داؤ دیوشع سے بعد ہوئے ہین۔ اس امر کی تحقیقات کرسکنا اب ناممکن ہے۔ کہ آیا ان عرب مورخین نے پروکوپی اس کی روایت ہی کو ایک اکمل پیرایہ مین دہرادیا ہے۔ یا کہ دونون کا ماخذ کوئی مقامی روایت تھی۔ قومیت کے مسئلہ پر مفصل بحث[۵] کے لیے یہ کتاب موزون نہین۔ اوپیرمین نے کتاب "اہل مغرب" مین مفصل تحریر کیا ہے۔ اس مسئلہ کا تعلق چونکہ ان روایات کی وجہ سے بائبل کے ساتھ ہوگیا ہے۔ اکثر لوگون کو اس سے دلچسپی ہوگئی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے متعلق خوب قیاس و دلیل بازی اور تک بندیون سے کام لیا گیا ہے۔ ایسے لوگون کو اس مسئلہ کا یہ مختصر تذکرہ ناپسند ہوگا۔ لیکن یہ کتاب اس کیلئے موزون نہ تھی۔ اس لیئے مجھے اختصار سے کام لینا پڑا۔

رومن زمانہ: رومن فتوحات کے وقت سے البتہ مراکو کے متعلق ہمین متحقق و صحیح تاریخ معلوم ہوجاتی شروع ہوجاتی ہے۔ لیکن یہ نقص پھر بھی باقی رہتا ہے۔ کہ مفصل حالات اور کافی توضیح و تفصیل رومن مورخون نے بھی قلم بند نہ کی۔ اس مغرب ترین افریقہ مقبوضہ کو اہالی روما نے ایسا وقیع نہ سمجھا کہ اس کے حالات تحریر کرنے مین مناسب غور و محنت سے کام لیتے۔ کارتھیج کے انہدام اور جلوا دیئے جانے سے چوسٹھ برس بعد روما الکبریٰ پر رومن حکومت موجود الوقت کے چار متفقہ (رومن، اعدار کا قبضہ ہوگیا مگر تھوڑا عرصہ بعد انین سے ایک مسمّی سرٹوری[۵۱] اس کی فوج کو رومن سلطنت کے ڈکٹیٹر

[۵] سید امیر علی اپنی تازہ تصنیف انگریزی تاریخ عرب مین دیسی باشندون کے حسب ولسب کے متعلق بصفحہ ۸ حسب ذیل لکھتے ہین "سحر البیلہ کے مغرب اور سوڈان کے شمال مین شمالی افریقہ مین سامی نسل لوگ آباد تھے جو قبایل اس علاقہ کے سیدانون اور پہاڑون مین رہتے تھے۔ اون مین سے اکثر عرب کے دو سب سے اہم قبایل کی اولاد ہونے کے مدعی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ خاندان حمیر کا ایک بادشاہ شمالی افریقہ مین بڑھا چلا گیا۔ اور وہان اوس نے محطانی نوآبادیان قایم کین۔ چنانچہ ان افریقی فتوحات کیوجہ سے اوسے افریقی کا ملقب دیا گیا۔

[۵۱] ایک مشہور رومن جرنیل جو رفتہ رفتہ جمہوری ریاست کا حاکم اعلیٰ بن گیا۔ مگر آخر خود ہی مستعفی ہوگیا۔ اور زندگی کا باقیماندہ ایک برس اپنی جاگیر مین جاکر بڑی عیاشی مین بسر کیا۔ ۱۳۰ قبل مسیح مین پیدا۔ اور ۷۳ قبل مسیح مین فوت ہوا۔ ۱۲

(حاکم اعلیٰ) ستولا[1] کے زور نے ہسپانیہ سے باہر دھکیل دیا۔ اور اس نے جزیرہ سسلی کے بحری قزاقوں کی مدد سے مراکو کے ساحل پر اترنے کی کوشش کی۔ لیکن وہاں کے جنگجو اور تند خو دیسی باشندوں نے اس کے پاؤں وہاں بھی نہ جمنے دیئے۔ اور وہ جزائر کناری کیطرف چلے جانے پر مجبور ہو گیا۔ اس واقعہ سے ایک برس پیشتر ٹائنجیر کے بادشاہ بوکس کے بیٹے یوگرتھ نے اپنے فرزند مسمی گانڈا کو فوج دیکر یہ باس نومیڈی والجزائر[2] کے برخلاف پامپی کی مدد کو بھیجا تھا۔ اور ہر طرح سے اہالی مراکو کو رومانی روز افزوں طاقت محسوس ہو چکی تھی۔ اور وہ جان گئے تھے کہ کارتھیج کی تسخیر کا نتیجہ کیا ہوگا۔ چنانچہ متذکرہ صدر یورش سے فوراً ہی بعد ۱۴۳ قبل مسیح مین جب مصطفیٰ[3] قزاقون کے ایک اور نئے گروہ نے اسکالیس کے زیر کمان ٹائنجیر کو فتح کر لیا۔ تو رومن افواج ٹائنجیر کی مدد کو بھیجی گئیں۔ لیکن بے سود۔ کامیاب صدٹوری اس اس فتح سے جرار لشکر جمع کرنے کے قابل ہو گیا۔ جس مین سات سو بربر بھی شامل تھے۔ اونکی مدد سے اس نے ۱۳۳ قبل مسیح مین ہسپانیہ پر حملہ کر کے اپنے سابقہ اقتدار کو پھر حاصل کر لیا۔

لیکن اس ساحل پر اہالی روما کو واقعی اقتدار قیصر آگسٹس کے عہد مین ہی جا کر حاصل ہوا۔ اور اسوقت بھی صرف ساحل پر خاص مراکو پر ان کی حکومت بالواسطہ ہی رہی۔ حضرت مسیح کی پیدائش کے زمانہ کے قریب قیصر مذکور نے نومیڈیا کا علاقہ بطور

---

[1] رومن جرنیل جسنے بہی ناموری جرمن قبائل کے مقابلہ مین حاصل کی۔ من بعد تین اور جرنیلون کو ساتھ ایکر روما مین داخل ہوا۔ اور ان چارون نے اپنے تمام اعدا اور رقیبون کا قتل عام کرایا۔ مگر ستولا یا سلا حاکم اعلےٰ نے جب اسے واجب القتل مجرم قرار دیا۔ تو ہسپانیہ کو بھاگ گیا۔ اور دیگر جلا وطنون کو ساتھ ملا کر وہانکا ایکطرح سے بادشاہ ہو گیا۔ اور رومن جرنیلان۔ پامپی و مٹلس کو کئی بار شکست دی۔ ایشیا کوچک کے یونانی بادشاہ متھری ڈیٹس سے رومن جمہوری سلطنت کے برخلاف اتحاد پیدا کیا۔ اور ہسپانیہ مین نئی رومن جمہوری سلطنت قائم کرنیکی کوشش کی۔ مگر ایک ماتحت جرنیل کے ہاتھون تکمیل سے پہلے ہلاک ہو گیا۔ ۷۳ قبل مسیح مین مرا۔

[2] البجزائر کو رومن نومیڈیا ٹونس کو کارتھیج۔ مراکو کو ماری ٹانیا اور لیبیا غازی کو سیرین پکارتے تھے۔ مترجم۔ ۱۲

[3] مسلی کو عرب صقلیہ پکارتے ہین۔ ۱۲

بطور جاگیر جو باخورد کو عطا کیا[1]۔ جو بیس برس بعد قیصر طبریاس نے نومیڈیا لیکر اوس کے عوض اوسے ماری ٹینیا کا علاقہ دیا۔ ماری ٹینیا کی حدود بین اسوقت ایجریا کے رقبہ سے کچھ ہی زیادہ علاقہ شامل تہا۔ اور اگرچہ قیصر آگسٹس نے اسے جو لیا۔ کنسٹان ٹیا کا نام یکبراول درجہ کا مقبوضہ قرار دیا۔ مگر اس کی اہمیت جلد ہی جاتی رہی۔ جوبا اور اسکے جانشینون کو کوہستانی بربرون نے کبھی بہی چین نہ لینے دیا۔ نہ کبھی اچھی طرح اونکی حکومت مانی۔ چنانچہ کئی دفعہ اپنی طاقت کو کافی نہ سمجھکر ان ازادی پسند کوہستانیون کو مطیع بنانے کے لیئے ان جاگیر داارون کو رومنہ الکبریٰ سے مدد کی التجا کرنی پڑی۔ ان فوجکشیون مین سب سے اہم وہ تہی۔ جو قیصر قلاڈی اس کے عہد کے پہلے برس ۴۱ء مین سوٹونی اس پالی نس کے زیر کمان بہیجی گئی۔ اسی سوٹونی اس نے دو برس بعد مغربی یورپ کو فتح و مسخر کرکے دور دراز برطانیہ کے بعید ترین وحشی قبایل مین رومن حکومت قایم کی تہی۔ مراکو مین اہالی روما نے اس سے بڑی کوئی مہم نہ بہیجی۔ سوٹونی اس سدا برف سے ڈہپنے رہنے والے کوہ طلس سے بہی دس منزلین پرے تک سرکش وضدی بربرون اور اون کے سردار ادیمیون کا تعاقب کرتا چلا گیا۔ اور جب تک سیاہ مٹی کے ریگستانون۔ اور دریا ریفر تک جس کا اوس وقت بہی یہی نام تہا۔ طافیلات کی جانب نہ پہونچ گیا۔ بس نہ کی۔ یہ مہم ۴۲ء مین ختم ہوئی۔ غالبًا وہ قدیم رومن کہنڈرات جن کا مورخ لیونے ذکر کیا ہے۔ اسی مہم کے دوران مین تعمیر کئے گئے تہے۔ میری رائے مین یہ کہنڈر قلعے کے ہین۔ لیکن مراکو اسوقت جسقدر کہنڈرات رومن یا رومی کے نام سے پکارے جاتے ہین۔ انمین

[1] بعض کا بیان ہے کہ نومیڈیا خاص جوبا ثانی کو کبہی جاگیر مین نہ دیا گیا تہا۔ بلکہ صرف کائی ٹومیا کے بعض حصے۔ جو بای بیوی مشہور رومن جنیل انٹونی اور ملکہ کلیوپٹرا کی بیٹی تہی۔ وہ ۲۵ء مین فوت ہوا ایکیس

[2] المقری کی تاریخ کے ترجمہ کی چہارم جلد باب اول کے سولہوین حاشیہ مین گیگوس لکہتا ہے: یہ لفظ رومی سے میری مراد قیصری سے ہے۔ جب سلطنت روما دو حصون مین شرقی و مغربی۔ یا بائین و بالا مین تقسیم ہوگئی۔ تو یہ لفظ پہلے پہل بائینی یعنی قسطنطنیہ کی رومن سلطنت کے اہالی روما اور اوس کے مقبوضات کے باشندون کے حق مین عربون نے استعمال کرنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ یہ لفظ عیسائی کے مرادف

سے ہر ایک اور سب کو اہالی روما کی طرف منسوب کرنا درست نہیں۔
رومن صوبہ سوئٹی نی اس شاہ مراکو سالا۔ وس کو مغلوب کرکے اوس کے تمام ملک کو رومن صوبہ بنا دیا۔ پر اس صوبہ کی حد ساحل کے کنارے کبھی سالی سے آگے نہ بڑھی۔ اہالی مراکو اسے سلا پکارتے ہین۔ اہالی رومانے بھی اسکا یہی نام رکھا ہوا تھا۔ اسٹونائین اپنے سفرنامہ مین اسے سالا کو نیا لکھتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ سالا کو لونیا دلوآبادی سالا، کا مخفف ہے۔ مگر مجھے اس سے اتفاق نہین۔ کیونکہ پلینی نے تمام کولونیون یا لوآبادیون کی فہرست مین اس مقام کو اس پیرایہ مین ذکر نہین کیا۔ اندرون ملک مین بھی رومن صوبہ کی حد و مقام دولیولیس سے کبھی آگے نہ بڑھین۔ جس کے کھنڈرات ایتک زرہون پہاڑی پر موجود ہین۔ آٹھ صدیان بعد مولائے ادریس نے یہین اپنا علم نصب کرکے جدید حکمران خاندان کی بنیاد قایم کی تھی۔ اس توضیح کے بعد نقشہ پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہو جائیگا کہ صلع ریف کے سوا، جس کے باشندے کبھی کامل طور پر مطیع نہ بنائے جاسکے۔ رومن صرف شمالی میدانون پر جو جنوب اور مشرق کیطرف پہاڑون سے گھرے ہوئے ہین قابض تھے۔ اگرچہ سالی کے جنوب مین اسوقت بھی اب کی طرح وسیع زرخیز

لہ مگر ایک جدید سیاح مارٹی نیز کے حالات سفر سے اس معاملہ کی نسبت شک پیدا ہو گیا ہے۔ اسنے علاقہ سوس کے مقام اگادیر مین بازنطینی طرز کی عمارتون کے کئی کھنڈر دیکھے جن سے یہ قیاس کرنیکے لیے کافی وجہ لگی ہے کہ شاید یہ بازنطینی حکومت ضرور مقام تک دست پا چکی ہو۔ بہرحال اس دریافت سے رومن صوبہ کی حدود اور رقبہ کے مسئلہ کے متعلق ایک نیا سوال پیدا ہو جائیگا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷) ہو گیا۔ کیونکہ یونانی عموماً عیسائی ہو گئے تھے۔ مگر ابن خلدون اپنی تاریخ بربران مین آخری حصون مین اس لفظ کے استعمال کو سخت معیوب بتاتا ہے۔ وہ کہتا ہے: "مجھے بالکل یاد نہین پڑتا کہ میرے کسی جگہ یہ پڑھا ہو کہ جب عربون نے افریقہ کو فتح کیا تو اس ملک کے رہنے والون مین سے کسی قوم یا نسل کو رومی کے لفظ سے پکارا گیا ہو۔ نہ مین نے ان واقعات کی پرانی تاریخون مین سے کسی مین اس لفظ کو پڑھا ہے۔ اس سے مین نتیجہ نکالتا ہون کہ یہ لوگ محض بتعارف رومی پکارے جاتے رہے۔ کیونکہ اس زمانہ کے عرب فرنگیون (فرنڈالون) سے ناآشنا تھے۔ اونکو معلوم نہ تھی کہ یہ بھی کوئی جدا قوم ہین۔ نہ اونکو شام مین کسی اور قوم سے ساتھ پڑا۔ نہ کسی اور سے اونکی لڑائی ہوئی۔ وہ سمجھتے تھے کہ تمام دوسری عیسائی قومین رومی سلطنت کے تابع ہین۔ اور رومن قیصر ہرقولیس تمام مسیحی دنیا کا فرمانروا ہے۔ بدین خیال اونھون نے کل مسیحی اقوام کا یہی رومی نام رکھدیا۔"

میدان موجود ہے پلینی انکو ویران اور بنجر اور ماتھیون کا گھر لکھتا ہے۔ اہالی ریف کی شورہ پشتی کا یہ عالم تھا۔ کہ ایکدفعہ باغی ہوکر وہ رومیون سے لڑتے لڑتے ہسپانیہ مین بھی داخل ہوگئے تھے۔

کوہستانی سرداروں اور اولوالعزم جوانمرد مشاہدہ ومعائنہ کی بنا پر اپنی افریقی ریاست کے حالات کئی جلدون کی ایک ضخیم کتاب مین تحریر کئے۔ یہ کتاب افسوس ناپید ہوگئی ہے۔ اسوقت کے مراکشی باشندون کی نسبت ہمارا ذریعہ علم صرف پلینی پر محدود ہوگیا ہے۔ گائی نوبی کی نسبت پلینی سوٹونی اسکو بطور سند پیش کرتا ہے۔ اکثر کی رائے مین موجودہ تحرم گزولی یا جزولی ہی کا پرانا نام گائی ٹولی تھا۔ مورخ گبن ان لوگون اور انکی ہم نسل دیگر ہمسایہ قومون کی نسبت لکھتا ہے۔ رومن طاقت کے زمانہ شباب وعروج مین یہ لوگ کارتھیج اور ساحل بحر سے بہت دور رہے۔ مگر جب رومیون کے بعد ونڈالون (وفرنگیون۔ جرمنون) کی کمزور حکومت متسلط ہوئی۔ تو وہ نومیڈیا کے شہرون پر حملہ آور ہوگئے۔ ٹانجیر سے لیکر قیصریہ (موجودہ شہر الجزائر) کے متصل تہا تک ساحل پر قابض ہوگئے۔ اور خود باٹی زیگی ام کے زرخیز میدانون مین بلاتردد اپنے خیام نصب کردیئے۔ اور مراکشی سردارون کی امنگین یہانتک بڑہ گئین کہ قیصر کی طرف سے بادشاہی کرنے اور نشان حکومت ملنے کی تمنا مین کرنے لگ گئے۔ خود جوبا بھی ایک ایسا ہی سردار یا فرمانروا تہا۔ اگرچہ مراکشی کی بجائے اوسے نومیڈی کہنا زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ لفظ ماری ٹینیا کا مفہوم ہمارے زمانہ کا لفظ مراکو کے مفہوم سے بہت زیادہ مہمل اور غیر متحقق تہا۔

ماری ٹینیا صوبہ بوٹیکا کے باشندون کو خوش کرنے کے لئے اوتھوسنٹ مین ٹنگی تانا مراکشی صوبہ ہسپانیہ کے ساتھ ملحق کردیا۔ اور بالآخر آنری نیصر نے ماری ٹینیا کے نصف مغربی حصہ کو ۹۰ء مین پہ وکیوریٹر فوجی وملکی گورنر کے ماتحت صوبہ بنا کر اس کے بڑے شہر ٹنگیس (موجودہ ٹانجیر) کے نام پہ اوس کا نام ماری ٹینیا ٹنگی ٹانا رکہا۔ مشرقی نصف کا نام قیصریہ سس رکہا گیا۔ اور اندرونی صوبون کو بعض کی جاگیر خاص مین داخل کیا گیا۔ اول اول وہان پہ وکیوریٹر کے

ماتحت دوم درجہ کی سپاہ بغرض حفاظت رکھی گئی۔ لیکن بعد مین گورنر اور سپاہ سالار کے عہدے جدا جدا کر دیئے گئے۔ کیونکہ ایک ہی شخص کے دونون منصبون پر ہونے سے اندیشہ ہو سکتا تھا کہ وہ کبھی بغاوت خود مختاری پر مایل نہ ہو جائے

قیصری ان کے زمانہ مین مراکشیون نے ایک بربری سردار کے تابع ہو کر ۱۱۷۰ء مین علم بغاوت بلند کیا۔ رومن مورخون نے اس سردار کا نام لوسی اس کو آئے ٹس لکھا ہے۔ اس نے رومیون کی قابل قدر خدمات کی تہین چنانچہ اپنی بربر افواج کو ہمراہ لیکر ٹراجان کی ایسی وفاداری سے مدد کی تھی کہ اس کے صلہ مین صوبہ فلسطین کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ یہ تحقیق نہین ہوا کہ وہ مراکو کا باشندہ تھا۔ یا کسی اور ملک کا۔ رومن قبضہ کے دوران مین سب سے خری مہم جسکا تاریخ مین ذکر ہے۔ قیصر انٹونی نس پائی اس کے عہد مین بربرون کے برخلاف بھیجی گئی۔ یہ کام ۱۳۸ء مین ایک رومن جرنیل کے سپرد کیا گیا۔ جس نے بربرون کو کوہسار کی وادیون مین ڈھکیل دیا۔ اسی زمانہ مین ایک اور رومی جرنیل برطانیہ کے رومن مقبوضہ کی حدود سے بارکشائر کے ولدلون کے ڈاکوؤن کو پرے ہٹانے کے کام مین مشغول تھا۔ مراکو سے رومن فاتحین نے کوئی بڑا فایدہ نہ اوٹھایا۔ البتہ اوس کے جنگلات سے انکو درخت لیمون کی بیش قیمت لکڑی وافر دستیاب ہوتی رہی۔ اس لکڑی سے رومی امرا نرچھوے کرسی جوڑ میز بنوایا کرتے تھے۔ جو نہایت قیمتی سمجھی جاتی تہین۔ یعنی ان درختون کے تنے اتنے بڑے بڑے ہوتے تھے۔ کہ ایک سالم ٹکڑے سے ایک ڈال سالم میز کا تختہ اور پائے باسانی بن جاتے تھے۔ میز کا کوئی حصہ جدا بنا کر نہ جوڑا

[1] مختلف پراے کتبون سے فرنچ مصنف ایم پالوڈی لیسرٹ نے صوبہ ناری ٹینیا ٹگلی ٹانا کے تیرہ رومن گھمندرون کی فہرست مرتب کی ہے جن مین سب سے پہلے کا زمانہ گورنری [6] مین لگلباے عہد حکومت سے خروع ہوتا ہے۔ اور سب سے آخری کا جو تہی صدی عیسوی کے آخری حصہ مین ختم ہوتا ہے۔ اولیو بی لیس کے کتبون سے ایک سیاح نے دریافت کیا ہے۔ یہ گورنر ناری ای ای اس کے عہد مین گذرا۔ اس کے علاوہ ایک اور یعنی پندرہواں گورنر بھی ایک کتبہ سے معلوم ہوا ہے

جاتا تھا۔ اس لکڑی کے علاوہ ایک خاص قسم کا نباتاتی اودا رنگ بھی اونکو یہان سے حاصل ہوتا رہا جو قدر و منزلت مین ٹائیر دھور کے اودے رنگ سے بھی فوقیت لیگیا اور عوام مین اوسکا عام رواج ہوگیا۔

زمانہ وینڈلان ۴۵۱ء سے رومیون کی طاقت کا زوال شروع ہوگیا۔ کیونکہ عیاشی ۴۶۸ء اور آرام طلبی اور اونکی ہمرکاب برائیون نے قوم کی قوت کو چوس لیا تھا۔ اون کے مقبوضات ایک ایک کرکے اون کے تصرف سے نکل گئے۔ ماری ٹینیا ٹنگی ٹانا کبھی بھی نہایت اہم اور عزیز مقبوضات مین سے نہ سمجھا گیا تھا۔ اوسکو بچانے کی اُن کو کب کوئی خاص فکر ہوسکتی تھی۔ تاریخ مین لکھا ہے کہ فرنگیون نے رومیون کے برخلاف مستعد ہوکر جب گال و فرانس، اور ہسپانیہ پر حملہ کیا تو اونہون نے مراکو پر بھی حملہ کرنے کی نیت سے ہسپانوی جہاز پکڑے تھے۔ لیکن اس مین اونکو کہان تک کامیابی ہوئی۔ اس کے متعلق کچھ مذکور نہین۔ بہرکیف جب وینڈال سوالیوی اور گوتھ قوم مین جن سیرک کے زیر کمان ہسپانیہ مین داخل ہوئین۔ تو وہ آگے افریقہ کو بھی گئین۔ یہ واقعہ ۴۲۹ء مین گذرا۔ رومن گورنر بونی فیس اور نیز ہپانوی نے نے جوان وحشی حملہ آورون کی روانگی کے لیئے دنرات خدا سے دعائین مانگتے تھے حملہ آورون کو افریقہ پر حملہ کرنے مین ہر قسم کی مدد دی۔ اور تمام ضروری سامان بخوشی اونکو بہم پہونچا دیئے۔ اونکی جمعیت اسی ہزار کی تھی۔ اون مین نصف سپاہی تھے۔ وہ افریقن ساحل پر پہونچکر مشرق رویہ ہوگئے۔ اونکی منزل مقصود کارتھیج تھا۔ اور اسکو دس بعد وہ حاصل کرنے مین کامیاب ہوگئے۔ اونہون نے مراکو پر قبضہ نہ کیا۔ البتہ سیوٹا اور ٹانجیر کو اپنا باجگذار بنا لیا۔ گوتھ قوم کی آمد تک یہی نقشہ قائم رہا۔ اس قوم نے ۴۱۸ء مین ادہر رُخ کیا۔ وینڈال قوم کے غلبہ کیوقت سے مارٹینا کے حالات و تواریخ پر پھر کامل تاریکی چھا جاتی ہے۔ اور ہم یقین کے ساتھ یہ بھی نہین کہہ سکتے کہ بیرونی دُنیا کا اس زمانہ مین برببر قبائل پر کیا اثر پڑا۔ مذہب عیسوی کا اثر اس ملک مین کہانتک پہلا۔ میرے خیال مین عیسوی مین مذہب ان حدود تک بھی کبھی نہ پہونچا۔ جو رومن مقبوضہ کی تھین۔ اگر میرا یہ خیال درست ہے تو مراکو مین عیسائی مذہب کی اشاعت کے متعلق عام گمان کو بہت

ہی مبالغہ آمیز کہنا پڑیگا۔ مین نے اس معاملہ پر پیندرہوین فصل مین مفصل بحث کی ہے۔ اوس زمانہ کی تاریخون کو پڑہتے وقت اسے کبھی فراموش نہ کیا جائے۔ کہ ان دنون الفاظ افریقہ۔ نومیڈیا۔ ماری ٹینیا۔ ماری۔ اور بربر کے معنے بہت ہی محدود دتھے۔ ان کا دایرہ اطلاق اب بہت ہی وسیع ہے۔ اس امر کو فروگذاشت کر دینے سے سخت غلط فہمیان پیدا ہونگی۔

رومن کھنڈرات مراکو مین قابل غور اور اہم رومی کھنڈرات صرف وہی ہین۔ جو ولیو بلیس مین ہین۔ یہ قصبہ مکنسہ سے ساڑہے تین گھنٹون کی زین سواری کی مسافت پر ہے۔ یہ امر کتبون سے بخوبی تحقیق ہوچکا ہے۔ کہ قدیم ولیو بلیس یہی مقام ہے۔ ان کتبون مین سے ایک فتح کی یادگار مین بنائی گئی۔ محراب پر لگا ہوا تہا یہ محراب گواب کھنڈر پڑی ہے۔ لیکن پھر بہی سابقہ عظمت وجلال کو بتائے ہوئے ہے۔ یہ کتبہ کاراکالا اور جولیا ڈومنا کی فتح کے متعلق ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ۲۱۳ء سے بعد کا ہے۔ اس امر کی تصدیق کیسی اس ڈومی ٹینس کی قبر کے کتبہ سے بہی ہورہی ہے۔ جسپر ساتھ ہی شہر کا نام بہی درج ہے۔ باشندگان ملک ان کھنڈرات کو قصر فراعون پکارتے ہین۔ ان کھنڈرات سے بارہا عمارتی مصالح حاصل کیا گیا۔ خاصکر مولائی سمعیل نے مکنسہ محل کی تعمیر کے وقت ان کھنڈرات سے بہت مصالح لیا۔ ونڈس سیاح نے ۱۷۲۱ء مین جب اونکو دیکہا۔ اور انکی

لہ ان کھنڈرات کو فرنچ سیاہ ایم ڈی لامارٹی نیرے بڑی محنت وغور سے تلاش ومعائنہ کیا ہے اوس نے جابجا ان کہدواکر بہی دیکہا۔ اس کی محنت کا نتیجہ نہایت بیش قیمت برآمد ہوا۔ ۱۸۸۶ و ۱۸۸۹ء مین اسے ۴۳ کتبے ملے۔ ان مین سے اکثر دوسری صدی عیسوی کے آخیر کے تھے۔ دو یا تین یونانی زبان مین ہین۔ مگر ایسے مٹ گئے ہین۔ کہ پڑہے نہین جاسکتے۔ الطینی کتبون مین سے ایک عربی کیطرح داہنین طرف سے بائین طرف کو لکہا ہوا ہے۔ انمین سے دو شاہی معاملات کے متعلق دو مذہبی تیرہ اعزازی اور ۲۶ مرقدی ہین۔ ایم ہیرون نے ان کی بجنسہ نقلین پیرس کے تاریخی رسالہ مین شایع کی ہین۔ ۱۲

تصویر اتاری - اس وقت ان عمارات کا کچھ کچھ حصہ ابھی سالم کھڑا تھا - اب اونکا کوئی قطعہ باہم پیوستہ نہین رہ گیا - اور انکی ہیئت بالکل ہی بدل گئی ہے - اس کامل بربادی کا باعث زیادہ تر زلزلے ہین - اور خاصکر ۱۷۵۵ء والا زلزلہ - جو لسبن مین بہت ہی سخت آیا تھا - ان کھنڈرات کی توضیح و تشریح علاوہ دیگر اشخاص ٹسوٹ - لیڈرد - اور مارٹی نیز نے بہت عمدہ کی ہے اور ساتھہ ہی تصویرین بھی دیگئین - کپتان مایڈجوا سیر ہو گیا تھا - ان کھنڈرات کی ایک تصویر چھوڑ گیا ہے - یہ بھی اوسی زمانہ مین لیگئی تھی - جبکہ فنڈس نے اوتاری تھی - مقام ٹوکولومیڈا کے کھنڈرات جو لسبن سڑک پر دوسرا رومن پڑاؤ تھا - بالکل ناپید ہو گئے ہین - آیا ان سے جدید عمارات مین فائدہ اوٹھایا گیا - یا وہ یون ہی منتشر و معدوم ہو گئے - اسپر یقین کے ساتھہ کچھہ نہین کہا جا سکتا -

قابل سند کتب کے ماری ٹینیا کے جغرافیہ اور تاریخ کے متعلق جو ناظرین مشرح حالات اور تحریرین پڑھنا چاہین وہ منرٹ - ڈوپارٹ - سینٹ مارٹین - لسٹوٹ کی تصانیف دیکھین - یہ تصانیف اسی ترتیب سے جس ترتیب سے اون کے مصنفون کے نام لکھے گئے ہین شائع ہوئین - سیرٹ نے اپنی کتابون مین جغرافیہ کی طرز کو اختیار کیا ہے اور ہر ایک ضلع کا جدا جدا بیان لکھا ہے - ڈوپارٹ نے تاریخی طرز کو پسند کیا ہے - اور ہر قوم و نسل کے حالات جو ملک پر متصرف ہوئین - بلحاظ قدامت سلسلہ وار تحریر کئے ہین - سینٹ مارٹین نے مدنظر رکھا ہے - اسنے ہر نویسندہ کے بیانات پر علیحدہ علیحدہ غور کیا ہے - اور تینون مین سے یہی طریق

۱؎ مین جب وہ بوبلیس گیا - تو وہان مارٹینز کو کھدائی کے کام مین مصروف پایا - مگر بعد مین اوس نے جو کتاب شائع کی - وہ بہت فیر تشفی بخش ہے - اوس مین اوس نے اپنی محنت کے حالات مفصل نہین لکھے - العریش کے قریب بمقام مکس بھی اوسنے قدیم کھنڈرات مین اسی طرح محنت کی - میکنس ۱۲

۲؎ ڈاکٹر والٹن نے بمقام مدرسہ سیوفہ کے کھنڈرات کو بھی رومی زمانہ کے سمجھکر اون کے حالات بالتفصیل لکھے ہین - یہ مقام ٹانجیر کے قریب طیطوان کی سڑک پر واقع ہے لسٹوٹ نے رومن زمانہ کے کئی کھنڈرات کے حالات لکھے ہین - میکنس - ۱۲

سب سے زیادہ فائدہ بخش اور کارآمد ہے۔ اور فرانس کی انجمن حامی علوم نے بالکل بجا طور پر اوس کے اختیار کرنے والے کو امتیاز و نشان عطا کیا ہے۔ مگر یہ خیال رہے کہ یہ سب کتابیں خارجی بنا پر مبنی نہیں۔ اونکے مصنفوں کو مجبوراً دوسروں کے بیانات پر انحصار کرنا پڑا۔ یہ کام سٹوٹ ہی نے کیا۔ کہ جب وہ ۱۸۷۳ء مین فرانس کیطرف سے دربار مراکو مین سفیر تھا۔ تو مین برسر موقعہ انجمن متذکرہ صدر کے لیئے ایک نہایت جامع اور عالمانہ رسالہ مرتب کیا۔ اور اس مین اپنی ذاتی تفتیش و تحقیقات کے نتائج کو بھی قلم بند کیا۔ اس علمی و قابل قدر رسالہ کی موجودگی مین شائقین علم کے لیے سوا وقتیکہ کوئی نئے نوشتے اور کتبے یا یادگارین زمین سے برآمد نہ ہون۔ جدید تھیوریان و نظریات قایم کرنے اور قیاسی گھوڑے دوڑانے کی کوشش محض فضول ہوگی۔ ماری مینیا کی بہترین سلسلہ وار تاریخ وہ ہے۔ جو مریے نے لکھی ہے۔

فصل دوم (۲)

اسلامی حملے سنہ ۶۹۰ء تا سنہ ۱۸۸۸ء

اسلامی سیلاب تیز رفتار ساحل بربری کے برابر برابر بڑھا۔ مکہ معظمہ سے حضرت محمدؐ کی ہجرت سے بیس برس کے اور اندر عرب جیوش دریا نیل کے ڈلٹا پر قابض ہوگئے تھے۔ اونہون نے جلد دیسی باشندون کو ملحق بنا لیا۔ جن مین سے اکثر مسیحی المذہب تھے۔ مگر بہت سے یہودی بھی ان مین ملے جلے تھے۔ فتح مصر سے دو تین برس مین ہی یہ فاتحانہ لہر سرنیکا دبارقہ یا بنغازی، کو طے کرتی ہوئی ۶۴۳ء مین طرابلس تک پہونچگئی۔ ۶۴۶ء مین افریقیہ (جس سے اسوقت وہ ملک مراد تھا جسکو اب ہم ٹیونس پکارتے ہین)

---

(۲) یہ لوگ اب بھی قبطی گبطی یا کاپٹ پکارے جاتے ہین اور گو انمین سے اکثر وقتاً فوقتاً اسلام کے حلقہ مین داخل ہوجاتے رہے ہین۔ لیکن بھی جو قبطی کہلاتے ہین اونکا مذہب برابر مسیحی ہی رہا ہے۔

مسخر ہوا۔ اور ۶۴۳ء مین عرب جرنیل ہرو و مغرب یعنے مغرب الاوسط (الجیریا) اور مغرب الاقصیٰ (مراکو) مین داخل ہو گئے۔

عرب مورخ الزیری (بقول النویری) لکھتا ہے کہ اسوقت ایک شہزادہ جسکی جرجس یا گرجس (یعنی پریفکٹ گریگوری اس) بایزنطینی قیصر ہرکولیس[۵۱] کے نایب کی حیثیت مین طرابلس سے ٹانجیر تک حکمران تہا۔ مگر یہ امر بہ تحقیق معلوم نہین کہ فی الواقعہ اس نایب کو کہان تک ان ملکون مین اقتدار حاصل تہا۔

بربرون کی[۵۲] غالبًا مراکو کے بعید ترین مین ونڈالون یا بربرون پر اوسے پیشتر حالت ۶۸۳ء[۵۳] سے زیادہ اقتدار حاصل نہ تہا۔ بربر اپنی حکومت سے بیزار تہے۔ وہ عربون کو اس جوئے سے مخلصی دلانے والا سمجہکر بطیب خاطر اون کے ساتہہ شامل ہو گئے۔ اور اسطرح عرب تسلط باسانی قایم ہو گیا۔ مگر جب بعد مین اونکو معلوم ہوا کہ اونکی حالت مین اوس کے سوا کچہہ تغیر نہین ہوا کہ صرف مالک بدل گئے ہین۔ تو عرب اطاعت تسلیم کرنے سے چالیس برس لیکر علم بغاوت بلند کرکے قصبہ قیروان مین جسے عربون نے ٹونس کے جنوب مین تعمیر کرکے اپنا دار الخلافہ بنایا تہا۔ اپنی خود مختار حکومت قایم کرلی اس شہر کو فتح کرنے کے لیئے اوس کے بانی و تعمیر کردہ اور عربون کے سپہ سالار اعظم عقبہ سے مدد چاہی گئی۔ یعنی اپنی دوسری دفعہ ۶۶۲ء اور تیسری دفعہ ۶۷۰ء مہمون مین بربر نو مسلمون کی مدد سے افریقہ کے باقیماندہ عیسائیون کا بہی نام و نشان مٹا دیا تہا۔ عقبہ اس وقت بہی عزامین مصروف تہا۔ اور سیوٹا و ٹانجیر بہی پہنچا ہوا تہا۔ اوس نے ۶۸۲ء مین بربرون اور یونانیون کی متفقہ فوج کو مقام تاہو۔۔ کی نہایت ہی مہیب اور خونریز لڑائی مین کامل شکست دی۔ مگر اوسے پیشتر قیروان مین داخل ہونا نصیب نہ ہوا۔ وہ اس کی مکرر فتح سے پہلے ہی شہید ہو گیا۔ اور بربرون نے ایک اور سپہ سالار کے زیر کمان ۶۸۸ء مین قیروان کو دوبارا فتح کرکے آزاد

---

۵۱ ہرکولیس قیصر قسطنطنیہ ۶۱۰ء تک حکمران رہا۔ خود قسطنطنیہ کا عربون نے دو دفعہ ۶۶۸ء و ۷۱۷ء مین محاصرہ کیا۔ میکنس پہلا محاصرہ۔ ۵۵ بریس رم۔

۵۲ اور کا مستقر حکومت طرابلس تہا۔ جہان وہ عربون سے لڑائی کرتا ہوا ہلاک ہوا۔ میکنس۔ ۱۲

بربرون کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے پامال کر دیا[۵۲]

عقبہ و مراکو عرب تواریخون کے مقتضا و بیانات اور رواییون کو باہم موازنہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب عقبہ بن نافع سیوٹا کی فصیل کے قریب پہونچا۔ تو وہان کا وہی گورنر قوم کا گورنر کونٹ جولئن شہر سے باہر عرب سپہ سالار کو تحایف و نذرانے لیکر آملا۔ اور خراج کے گورنر بھی یہی کیا۔ اور عقبہ نے بھی بحالات موجودہ اسے کافی سمجھا۔ بقول راشی اسقدر طویل محاربہ کے بعد اس کے پاس جو فوج باقی رہ گئی تھی۔ اس سے وہ اس سے زیادہ لڑنے کا دل فتح کا کام نہین لے سکتا تھا۔ اس نواح کو فتح مسخر کرنیکا کام قضا و قدر نے عقبہ کے جانشین موسیٰ کی قسمت مین مقدر کر رکھا تھا۔ یہ واقعہ اسی موقعہ پر گذر رہا تھا۔ بونانا یا شارف الاعقاب کے میدانون مین سے گذرتا ہوا۔ عقبہ جب بحر اوقیانوس کے ساحل پر پہونچا۔ تو اوس نے اپنے گھوڑے کو سمندر مین ڈال کر باواز بلند یہ فقرہ جسے تاریخ نے ہمیشہ کے لیے لوح زمانہ پر ثبت کر دیا ہے۔ زبان سے نکالا تھا "الہ العالمین اگر میرا راستہ یہ سمندر بند نہ کر دیتا تو مین تیرے پاک نام کی توحید کی اشاعت کرتا۔ اور اون بدبخت قومون کے جو تیرے سوا کسی اور خداؤن کی پرستش کرتی ہین۔ سر کاٹتا ہوا مغرب کی نامعلوم باد شاہیون کیطرف بڑھا چلا جاتا"

لیکن مراکو کا صل ملک ابھی غیر مفتوح تھا جس کی فتح مین یونانیون اور ٹونیسیا و الجیریا کے بربرون کے مقابلہ نے بیس برس مزید کا وقفہ ڈالدیا۔ یہ بربر

---

[۵۲] اس نام سے راوی تو بری ہے۔ مین نے اس کے اظہار کا ترجمہ گبن کے ترجمہ کے مطابق درج کیا ہے۔ مگر گبن نے آکثر دیگر مورخین کی طرح یہ سمجھنے مین غلطی کھائی ہے۔ کہ عقبہ سوس کے موجودہ صوبہ کے ساحل تک پہونچا تھا۔ وہ صرف اس صوبہ تک گیا تھا جسے عرب سوس الادنےٰ یا شمالی مراکو پکارتے تھے۔ اور جو موجودہ صوبہ سوس سے جسے عرب سوس الاقصیٰ پکارتے تھے۔ اور وہ اوّلی تقسیم علاقہ کے لحاظ سے مقام ام الربیع سے شروع ہوتا تھا۔ بالکل ممیز و جدا تھا۔ میکنس و مسٹر امیرعلی اپنی تاریخ فتوحات عرب مین عقبہ کے اظہار کا یہ ترجمہ کرتے ہین "خدا کی قدیر اگر یہ سمندر حایل نہ ہو جاتا تو مین تیرے نام کے جلال کو بڑھاتا اور تیرے اعدا کا سر کاٹتا ہوا بہ ممالک بعیدہ کو بڑھا جاتا۔ مترجم

[۵۳] دیکھو تاریخ الیبوبری باب پنجاہ صفحہ ۱۱ میکنس ۔

کاہنہ[1] نام ملکہ کے زیر فرمان عربوں سے لڑے۔ ۶۹۸ء مین جب کارتھیج مسخر ہوگیا۔ تو مسلمانون کو کافی طاقت کے ساتھہ مغرب کیطرف بڑھنے کی فرصت مل گئی۔

فتح مراکو ۷۰۰ء] موسیٰ بن نصیر کو ہر اول لشکر کا کمانڈر مقرر کرکے آگے بھیجا گیا۔ ۔ہ اون قبائل کو جو صحارا کے کنارے پر آباد تھے مطیع و منقاد بنانے کے بعد شمالی ساحل کے کنارہ کنارہ سوس۔ حزاعہ۔ اور تافیلات تک بڑھتا چلا گیا۔ اور وہان اپنے بیٹے عبدالعزیز کو دس ہزار اسپ سوار دیکر قیام حکومت کے لیئے مامور کیا۔ عبدالعزیز نے زناطہ مصمودا۔ سنھاجہ۔ قطامہ اور ہوارہ کے قدیم برقبائل کو یکے بعد دیگرے بزور شمشیر اور عقلمندی اور لطف آشتی سے مطیع و منقاد اور رفیق و ہوا خواہ بنا لیا۔ ادہر دوسری طرف اس کے بھائی مروان نے ۷۰۱ء مین ٹانجیر کو فتح کرکے طارق بن زید النفیسی کے زیر کمان وہان دس ہزار عرب و مصری فوج تعینات کردی۔ ٹانجیر طیطوان اور غزیلہ مین عرب ناتحین کو کثیر التعداد عیسائی ملے۔ جن مین سے اکثر ہسپانیہ کو بھاگ گئے۔ المقری لکھتا ہے کہ یہان کے لوگون کا بیان ہے کہ موسیٰ سے پہلے ٹانجیر کو کبھی کوئی دشمن بزور شمشیر فتح نہ کرسکا تھا جب اسپر مسلمانون کا قبضہ ہوگیا۔ تو وہ اون کے مضبوط ترین قلاع مین سے ایک ہوگیا۔ طارق نے بلطف و مدارات اپنی فوج مین ۱۹ ہزار بربر شامل کرلیئے۔ اور مذہب اسلام سکھانے کے لیئے اون کے واسطے عرب معلم مقرر کردیئے طارق کی فوج کا حصہ کثیر انصار مدینہ اور اونکے رفقاء و لواحقین مین سے تھا جنکو شامیون نے جنگ حرا مین نہایت سخت شکست دی تھی۔ اس فوج کی بدولت مغرب مین بھی اس نفاق و ناچاقی کی تم باشی ہوگئی۔ جس نے مشرق مین اسلامی طاقت کو بہت کمزور کردیا تھا۔ اور جسکی وجہ ہی سے آخر ہسپانیہ مین ایک بلجدہ خلافت قایم ہوگئی۔

اندرون ملک مین اشاعت اسلام کی اسوقت اسلام کی اشاعت کہانتک ہوئی۔ اس کے متعلق مفصل کیفیت معلوم نہین ہے

[1] کاہنہ کو مورخون نے یہودن کہا ہے۔ اس کے نام سے یہی اسکا مذہب ہونا پایا جاتا ہے۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ مین ادھر بھی وہی کارروائی ہوئی جو بلاد مشرق مین ہوئی تھی۔ تحقیقی امر صرف اس قدر ہے کہ جب آئندہ صدی کے خاتمہ کے قریب مولائی ادریس مراکو پہونچا۔ تو وہ لیو بولیس کے ایک مسلمان گورنر کے پاس مہمان ہوا اور کہ متصل قبائل مین اسلام یہانتک گھر چکا تھا کہ اون کے دلون مین خاندان نبوی کی وقعت قائم ہو چکی تھی۔ اور اس خاندان کے ایک رکن ہونیکی حیثیت سے اونہونے مولائی ادریس کا بہت ادب و احترام کیا۔ مراکو مین اشاعت اسلام کے معاملہ کے متعلق عرب مورخین نے اگرچہ بہت اجمال و اختصار سے کام لیا ہے۔ لیکن اس کے متعلق طومار در طومار دفترون سے حقیقت کو فسانہ سے تمیز کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ قیاس ہے کہ یہ زمانہ قبائل مراکو کو مطیع و منقاد بنانے اور نو بہرتی شدہ بربر فوج کو جو عنقریب فتوحات اسلامیہ مین نمایان حصہ لینے والی تھی آداب حرب و ضرب اور قواعد شریعت و ملت سکھانے مین صرف کیا گیا۔ میرے خیال مین اندلون مسلمانون کو ہسپانیہ پر حملہ کرنیکا شاید ہی کبھی سخت خیال ہوا ہو۔

سیوٹا ابھی تک گوتھون کے قبضہ مین تھا۔ جو اسوقت ہسپانیہ کے مالک تھے اور جولی ان کو ایک عرب مورخ (ابن خلدون جلد اول صفحات ۲۱۲ و ۲۸۲ جلد دوم صفحہ ۱۳۵۔ الناصری جلد ۱ صفحہ ۱۳۱۔ نے غسانا یعنی ریفی بربرون کا سردار لکھا ہے۔ ابن عبدالحکیم نے اسے الجیاس کا گورنر اور آبتائے کا حاکم بھی لکھا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ یہ بربر اسوقت تک ہسپانیہ کے ہی تابع فرمان رہے۔ اور عرب فاتحین اونکو ایک طرف چھوڑ کر اس قدرتی شاہراہ کے رستہ جیسے میدان اور گھاٹیان بنا رہی ہین۔ اون سے جنوبی علاقہ کو بڑھ گئے۔

ہسپانیہ پر حملہ[1] گو مسلمانون کو کئی برس تک ہسپانیہ کی فتح کیطرف کوئی بڑی توجہ نہ ہوئی۔ مگر یہ بے توجہی زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہی۔ ہسپانیہ کا زرخیز علاقہ آبنائے کے جنوبی ساحل سے صاف دکھائی دیتا ہے۔ اسکی کمال زرخیزی اور منظر کی دلفریبی کے مسلسل مشاہدہ سے آخر نو مسلم بربرون کے منہ مین پانی بھر آیا۔ چنانچہ گوتھون کے

[1] عرب مورخین نے نو مسلم کی بجائے انکو مستعرب (یعنی جو عرب بن گئے) لکھا ہے۔ اہالی ہسپانیہ

بادشاہ راڈرک[۱] کے جبر وستم اور غداری سے جب اوس کے اپنے امراء اور رعایا بھی تنگ گئی تو وہ سموقعہ خداداد سے فایدہ اوٹھانے پر کربستہ ہوگئے۔ بادشاہ کے دست بیداد سے ظلم وستم کشیدہ کونٹ جولی ان[۲] اور ٹانجیر کے ایک سربرآوردہ عیسائی کی ترغیب پر مسلمانون نے پہلی دفعہ ۷۱۰ء مین الجیراس سے ہسپانیہ پر تہمدی یورش کی۔ وہ چٹان جس کا نام ایک مسلمان جرنیل کے نام پر اس حملہ سے ایک برس بعد جبل طارق پڑ گیا۔ اسی شہر کے متصل ہے۔ اور جو چٹان ایک دوسرے جرنیل کے نام پر جبل موسیٰ پکارے جانے لگا وہ اوس کے بالمقابل آبنائے کے دوسرے (یعنی جنوبی) ساحل پر ہے۔ دوسرے برس یعنے ۷۱۱ء مین طارق نے اون کشتیون اور جہازون کو جن

[۱] وسی گوتھ قوم کے شاہان ہسپانیہ مین سے آخری بادشاہ۔ وہ مکینہ حسب نسب کا تھا۔ لیکن اپنی قابلیت اور جبٹاہ وتیزا معزول بنا گیا تو ۷۰۹ء مین تخت نشین ہوگیا۔ وتیزا کے بیٹون نے مدد وجاہی اور وہ ہسپانیہ پر حملہ کرنے تیار ہوگئے۔ ۷۱۱ء وہ طارف کے زیر کمان بمقام طوطی سوس (موجودہ طارفہ) پر اترے اور دوسرے برس زیادہ جمعیت کیساتھ طارق کے زیر کمان جبل کالپی کے دامن مین اس جائے نزول کا نام اوس وقت سے جبل طارق ہوگیا۔ جو بگڑ کر جبرالٹر بنگیا ہے۔ ساحل پر کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ اور عرب اندرون ملک مین دریائے فرونیرا تک بڑھتے چلے گئے۔ وہان راڈرک نے جرار مگر غیر منظم سپاہ سے انکا مقابلہ کیا۔ نو دن تک فریقین مین متعدد جانگداز معرکے ہوئے۔ آخر راڈرک کو شکست ملی۔ اور وہ معہ اپنے چیدہ امراء کے میدان جنگ مین کہیت ہوا۔ وہ ۷۱۱ء مین ہلاک ہوا۔ مترجم

[۲] اس واقعہ کے راوی النویری۔ طارق بن طارق ابن عبدالحکیم المذہبی الکوتیہ اور البطری ہین۔ الفونسو سوم والی آسٹریاس نے بھی اپنی تاریخ مین جو نویں صدی مین لکھی گئی اوسکا ذکر کیا ہے۔ سکینس

[۳] موسیٰ بن نصیر کو طارق کی فتحیابی پر ایسا حسد ہوا کہ اوسنے فتح ہسپانیہ کے بعد طارق کو غارت گر کی الزام مین قید کردیا۔ طارق نے خلیفہ کے پاس اپیل کی جنپر موسیٰ کے بیٹے کو بطور یرغمال نظر بند کرکے موسیٰ کو طارق کے رہا کردینے کا حکم بھیجدیا۔ اور کہا کہ اگر اوسنے کچھ ضرر پونچا تو تمہارا بیٹا قتل کردیا جاویگا۔ موسیٰ نے طارق کو خلیفہ کے پاس بھیجدیا۔ خلیفہ نے اوسکی تشفی لاسبریہ مین موسیٰ بن نصیر کے نام کا ایک سکہ موجود ہے جو ۹۸ھ ہجری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴) نے اسے بگاڑ کر مستارب بنالیا۔ مگر چونکہ عرب مورخون نے ہسپانیہ اور دیگر اقوام کے نومسلمین کے لیے بلا امتیاز مستعرب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مین تخصیص کے لیے اس جامع لفظ کی بجائے نومسلم پرتگالی نومسلم ہسپانوی وغیرہ کرکے لکھونگا۔ میکنس ۱۲۔

سوار ہو کر اس نے آبنائے کو عبور کیا تھا۔ جلا کر اندلس پر حقیقی حملہ کیا۔ اور اس جزیرہ نما میں ایسے مستحکام سے اسلامی جھنڈا گاڑ دیا کہ صدیوں تک اوسے عیسائیوں کی منفقہ کوششیں وہاں سے نہ اکھاڑ سکیں۔ اور اسلامی آثار و نشانات کو تو شاید روز قیامت تک کوئی طاقت اس زمین سے مٹا نہیں سکے گی۔ لیکن ہسپانیہ کی فتح اور طارق کی معرکہ آرائی کا تذکرہ اس کتاب کے دایرہ سے باہر ہے۔ یہ مراکو کی تاریخ ہے۔ نہ کہ ہسپانیہ کی تاہم مغربی سلطنت کی داستان کے بیان کے دوران میں ناظرین اوسکے مغربی نبائے پارکی سرزمین پر ایکٹ ہوتے ملاحظہ کریں گے۔ اہالی مراکو نے اپنے زمانہ فتوحات میں ہسپانیہ کو تین دفعہ فتح کیا ہے۔ ایک دفعہ کفار سے اور دو دفعہ اپنے ہم مذہب مسلمان بھائیوں[1] سے۔

[1] ۷۱۱ء میں چارلس مارٹل کے ہاتھ سے بمقام تورس شکست کھانے سے پیشتر عرب فتوحات کا سیلاب یورپ میں جس حد تک پہنچ گیا تھا۔ اوس کی وسعت پر عموماً بہت کم خیال کیا جاتا ہے۔ اور بہت کم لوگوں کو درست علم ہے۔ مسلمانوں نے نہ صرف کل جزیرہ نما (ہسپانیہ و پرتگال) کو فتح کر لیا۔ بلکہ فرانس پر بھی فوجکشی شروع کر دی۔ اور گوسلسلہ کوہ پری نیز کی نیچی سی جھوری یا راست انڈورا اپنے باشندوں کی شجاعت و پامردی کی طفیل محکومی سے بچی رہی۔ لیکن اس سے پرے کے دہنی شمالی علاقہ کا حصہ تقریباً مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ اور ٹولوز تک انکا سکہ و خطبہ جاری ہو گیا۔ جنوبی فرانس پر اسلامی قبضہ کی دیگر یادگاروں میں سے ایک یادگار اوس کے ایک قصبہ رامالو کا نام ہے جو رحمت اللہ کا بگاڑا ہوا ہے۔ میکنس مدمتذکرہ شکست کے مفصل حالات اور اوس کے مضر نتائج کی مفصل تشریح تاریخ خاندان عثمانیہ کے ایک حاشیہ میں درج ہے۔ یہ نادر الوجود اور بغایت دلچسپ واہم تاریخی کتاب حمیدیہ کتبخانہ امرتسر سے للہ پر مل سکتی ہے۔ مسلمانوں کا ارادہ تھا کہ یورپ کو مشرق و مغرب دونوں طرف سے حملہ آور ہو کر دو طرفہ اوسکی صف لپیٹتے جانے سے فتح کر لیں۔ اور وہ دونوں فوجیں ایک دوسرے کو جرمنی میں جا ملیں مگر منشا ایزدی یہ نہ تھا۔ مشرقی کیطرف سے سیح قسطنطنیہ کی عدم فتح اور دوسری طرف ٹورس کی شکست نے اس اولوالعزم مانہ متنا کو پورا نہ ہونے دیا۔ چارلس مارٹل مسمی بلپین ڈیوک آف اسٹریاس کا ولدالحرام بیٹا تھا۔ باپ کے بعد وہی ڈیوک ہوا۔ وہ دو شاہان فرانس کے محل شاہی کا منتظم رہا۔ اس منصب کیوجہ سے کل اختیارات گویا اسی کے ہاتھ میں تھا۔ اوس کا اصل نام چارلس ہے۔ مارٹل کے معنے ہتھوڑے کے ہیں یہ لقب

عرب مورخین] اس کے متعلق مین پہلے عرب مورخین کی روایت نقل کرتا ہون۔ ابن الحجاری کی روایت ہے کہ ابن حزان اور تمام دیگر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ یہ فاتحانہ نیت و ارادہ سے جو شخص سب سے اول سرزمین اندلس مین داخل ہوا۔ وہ موسیٰ بن نصیر کا آزاد غلام طارف بربری تھا۔ جزیرہ نما طارفہ کا نام جو اسی کے پروا قعہ ہے۔ اوسی کے نام پر پڑا تھا۔ اس مہم مین اسے یولیان (جولی ان) عیسائی حاکم سیوٹا نے جو لوڈرک راڈرک شاہ اندلس کا مخالف ہوگیا تھا بہت مدد دی۔ اس اولین مہم مین صرف ایک سو سوار اور ایک سو پیدل سپاہ تھی۔ اس دستہ نے چار جہازون پر ۹۱ھ ہجری (۷۱۰ء) مین آبنائے کو عبور کیا۔ اور دو روز تک اقطاع اندلس مین فاتحانہ تاخت و تاراج کرنے کے بعد وہ مال غنیمت سے لدا ہوا واپس لوٹا۔ مورخ ڈوزی لکھتا ہے "یہ یادری بخت سے مہرا دنے اعلےٰ کی خلاف توقع ایک معمولی سی یورش عظیم الشان فتح ہوگئی۔" ہسپانوی سلطنت کی حالت ایسی پوسیدہ ہو رہی تھی کہ جب اہل مراکو حملہ آور ہوئے۔ تو اونہون نے مخالفون کو بالکل بے سر پایا۔ جو بلا تمیز حاکم و محکوم و امراء و پوا در مظفر و منصور عربی دستہ کے مقابلہ سے حواس باختہ دیے اوسان ہوکر فرار و منتشر ہوگئے۔ عیسائیون کی بے حواسی کی نسبت ایک مسلمان واقع نگار لکھتا ہے "خداوند کریم نے کفار کے دلون کو خوف و رعب سے بھر دیا تھا۔" عیسائیون کی واقعی یہی کیفیت تھی۔

بربرون کی بغاوت] لیکن مراکو مین مطلع جلد تاریک ہوگیا۔ اور اس تاریکی نے ہسپانیہ کی سریع و آسان فتح کی بہت کچھ کر نکال دی۔ بربرون نے سابقہ حکمرانون کی سختیون سے نیچنے کے لیے عربون کا مذہب اور انکی حمایت و اطاعت قبول کی تھی۔ لیکن اونکو

---

[1] ہسپانوی وزیگاتھ حکمرانون کے متبنا مسیحی المذہب غلام آزادی حاصل کرنیکے لیے مسلمان ہوگئے تھے۔ سیکشنر (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) سے فتح ٹورس کے بعد ۷۳۲ء تا ۷۵۶ء مختصر کہ پرائی پیرنیز اور ٹورس کے مابین ہوا۔ مسلمانون کو فتح کے بعد لاپرواہی اور لوٹ مار کی بیجا طمع و حرص کی بدولت ایسی زک ملی جسنے اونکو یورپ کی فتح سے ہمیشکلیے محروم کر دیا۔ عرب جنرل عبدالرحمن (گورنر ہسپانیہ) اور اوس کے تقریباً کل غازی میدان مین کہیت رہے۔ ۷۳۷ء مین تہری چہارم شاہ فرانس کی وفات پر چارلس نے کسی کو بادشاہ نہ بنایا۔ اور بحیثیت ڈیوک فرنگیان خود ہی کاروبار سلطنت کا انصرام کرتا رہا۔ مرتے وقت فرانس کو اپنے دونون بیٹون مین تقسیم کر گیا۔ ۷۶۸ء مین پیپن اور ۷۷۴ء مین فوت ہوا۔

سابقہ پڑنے سے معلوم ہوگیا کہ نئے حکمرانون کا جوابھی کچھ ایسا ہلکا نہین۔ اس سے مراکو اور نیز افریقیہ کے بربرون مین عربون کی طرف سے رنجش و آزردگی پیدا ہونے لگ گئی۔ اور جب اونکو یہ معلوم ہوا کہ ہسپانیہ پر حملہ کرنیوالی سپاہ کے بربرون سے بھی عرب سردارون نے اچھا سلوک نہین کیا۔ تو اون کے وطن مالوفہ مین اور زیادہ ناراضگی بڑھگئی۔ ناراضگی و آزردگی کے اس مجتمع و آتش پذیر مواد کو آخر ایک گورنر کے جابرانہ حکم نے یکبارگی مشتعل کر دیا۔ خلیفہ عثمانی کے افریقن گورنر جنرل یزید کے فوت ہونے پر جو قیروان مین فوت ہوا۔ صوبہ ٹانجیر کے گورنر عمر المرادی نے ۱۱۰۲ء مین متصلہ خراج کو دگنا کرنے کی کوشش کی۔ اس حکم کے شائع ہوتے ہی قبایل مین جوش و غضب کا دریا موجزن ہوگیا۔ اور تیس ہزار سر منڈے بربر قرآنون کو نیزون پر لٹکائے ہوئے سیلاب بلا خیز کی طرح دریا ٹانجیر کے کنارہ پر پہونچ گئے۔ گورنر تاب مقاومت نہ لاسکا۔ باغیون نے شہر پر متصرف ہوکر گورنر اور تمام عربون کو جو اون کے ہاتھ لگے تہ تیغ کر دیا۔ دہان سے سوس پہونچا کیا۔ اور اس جگہ کے گورنر کا بھی یہی حشر ہوا۔ ان فتوحات سے بربرون کی امنگین بہت بڑھ گئین۔ اونہون نے عربون سے بالکل الگ اپنی علیحدہ خلافت قایم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور معصرہ کو جو کسی وقت قیروان مین سکہ گری کا کام کرتا تھا۔ اپنا پیشوا منتخب کیا۔ مگر جب عرب عمال کو سپاہ سے کمک پہونچ گئی۔ اور معصرہ کی طاقت پراگندہ ہوگئی تو اوسکا وہی انجام ہوا جو عموماً بدنصیب و شکست خوردہ قومی بہادرون اور جانبازون کا ہوا کرتا ہے۔ زمانہ ادبار مین اوسکا کوئی رفیق و ہمراہ نہ رہگیا۔ اور وہ گرفتار ہوکر ٹانجیر مین ہلاک کر دیا گیا۔ مگر اس شکست سے بربرون کے عزم و استقامت مین فرق نہ پڑا۔ معصرہ کی جگہ ایک اور شخص سردار منتخب کیا گیا۔ جو اپنے متقدم سے بدرجہا زیادہ خوش نصیب ثابت ہوا۔ اوسے ۱۱۰۲ء مین عرب فوج پر ایسی کامل فتح حاصل ہوئی اور عربون کو ایسی تباہی بخیش نک ملی کہ اس معرکہ کا نام ہی جنگ شر فا پڑگیا۔ کیونکہ عرب فوج کا کمانڈر خالد اور اوس کے تمام سردار و اعیان اس لڑائی مین ہلاک ہوئے انمین سے ایک متنفس جانبر نہ ہوا تھا۔ اس شکست کا انتقام لینے کے لیے مصر و شام مین تیس ہزار نئی فوج بھرتی کرکے کلثوم القشیری اور اوس کے برادر زادہ بلج کے

زیر کمان مغرب کو بھیجی گئی۔ چالیس ہزار فوج پہلے اسطرف کے قلعون مین موجود تھی۔ اس ستر ہزار فوج کو بھی شکست ملی۔ اور بقول ایک مورخ کے ایسی سخت شکست ملی کہ فوج کا تیسرا حصہ میدان جنگ مین کھیت رہا۔ اور ایک تہائی اسیر ہوگئی۔ تیسرا حصہ تانجیر کیطرف بھاگا۔ فاتحین بھی تعاقب کیے چلے گئے۔ تانجیر پہونچکر بھگوڑون نے شہر مین داخل ہونے کی بہت کوشش کی۔ مگر کچھ پیش نہ گئی۔ اہالی شہر نے صاف جواب دیدیا وہان سے وہ سیوٹا کو گئے۔ اور متعاقبین کے پانچ چھ حملون کو پسپا کرکے اس شہر پر متصرف ہونے مین کامیاب ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد شامیون کی دوسری فوج کمک کو پہونچ جانے پر بھی وہ سیوٹا مین ہی مقیم رہے۔ لیکن اس مرتبہ بربرون کو فاش زک دی درینو لایو رپ کی طرف بھی بربرون نے علم بغاوت بلند کردیا تھا۔ جہان اون کو پے درپے فتوحات حاصل ہوئین۔

ہسپانیہ مین بربرون کی بغاوت — ہسپانیہ کے صوبہ جات گالیسیا۔ ارسیا۔ کوریا وتالاویرا۔ اور دیگر حصص کے بربرون نے متفق و متحد ہوکر ایک جدا سردار یا امام منتخب کیا۔ اوس نے بربرون کو تین دستون مین تقسیم کرکے ایک کو ٹولیڈو کا محاصرہ کرنے۔ دوسرے کو کارڈووا دقرطبہ) پر حملہ کرنے اور تیسرے کو بڑھ جہانا پر قبضہ کرنے کے لیئے الجیراس کیطرف روانہ کیا۔ اونکا منشاء تھا کہ بڑھ پر قبضہ کرکے اوس کے ذریعہ آبنائے کو عبور کرین۔ اور ایک فریقہ جاکر سیوٹا مین شامیون کو بالکل نیست و نابود کرنے کے بعد اور بربرون کا جم غفیر ساتھ لیکر ہسپانیہ واپس لوٹین اسوقت ہسپانیہ پر مدنی جماعت یعنی انصار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت حکمران تھی۔ جو شامیون کے بربرون سے کم مخالف نہ تھے۔ چنانچہ جو شامی شکست کہانے کے بعد ابناء پار جاکر پناہ گزین ہوئے تھے۔ اون کے ساتھ کوئی لمبی چوڑی ہمدردی ظاہر نہ کی گئی تھی۔ لیکن ہسپانوی بربرون کی بغاوت سے نقشہ یکبارگی بدل گیا۔ اور گویا ہسپانوی عربون کو سخت ناگوار طبع اور آزردگی بخش تھا۔ مگر اون کے لیئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا تھا۔ کہ اپنے شامی (یعنی اموی) قبیلون سے صلح کرکے اون سے مدد کی التجاء کرین۔ چنانچہ بیشتر اس کے کہ بربر اپنے ارادہ مین کامیاب ہون شامیون کو لانے کے لیئے جہاز سیوٹا بھیجدیئے گئے۔ لیکن

ہسپانوی عربون نے یہ پیش بندی کر لی کہ اس امر کی ضمانت مین کہ وہ جب تک ہسپانیہ رہین گے کوئی شرارت نہ کرین گے۔ شامیون سے پہلے یہ غمال لے لیئے۔ شامیون کی مدد سے بربرون کے تینون دستے یکے بعد دیگرے منتشر و پامال کر دیئے گئے۔ اور تمام ملک مین جسقدر بربر موجود و موجود تھے۔ اونکو جنگلی درندون کی طرح چُن چُن کر شکار کیا گیا۔ مگر مراکو مین کہین سالہائے دراز کے بعد جاکر قطعی امن قایم ہوا۔ بربرون نے گو اسی قرن مین مولائے ادریس کے آنے پر اوسے ۷۸۸ء مین اپنا امام و پیشوا بنا لیا۔ لیکن یہ امر انہون نے محض اس کے سید النسل ہونے اور اوس کے روحانی پیشوائی کے استحقاق کیوجہ سے جس استحقاق کو بربر اب تک استحقاق ازلی و ابدی پکارتے ہین۔ قبول کیا تھا۔ اگر مولائے ممدوح پیغمبر کے خاندان سے نہ ہوتا۔ تو وہ اوسے اجنبی اور غیر قوم کا ہونے کی وجہ سے کبھی اپنا بادشاہ نہ بناتے۔ چنانچہ آج کے دن بھی مولائے ممدوح کے جانشین کو جو کچھ اقتدار اور قابو بربرون پر حاصل ہے۔ وہ اسی خوش اعتقادی اور نیز زور شمشیر پر منحصر ہے۔ ڈوزی لکھتا ہے کہ "مسلمان افریقہ کو کامل طور پر کہین ستر برس کی خونریز معرکہ آرائی کے بعد جاکر فتح کر سکے۔ اور اسپر اپنا پورا تسلط بٹھا سکے۔ اور پھر بھی بدین شرط کہ بربرون کے حقوق مین کسی طرح کے دست اندازی نہ کیجائے۔ اور اون کے ساتھ محکوم سمجھکر نہین۔ بلکہ بھائیون کی طرح سلوک کیا جائے۔ مگر بھائیون کی طرح اون سے کبھی سلوک نہوا۔ ہان برادران یوسف کا سا سلوک کہدو تو خیر مضایقہ نہین نہ صرف مراکو۔ بلکہ ہسپانیہ مین بھی جب تک وہان اسلامی حکومتین قایم رہین عربون اور بربربرون مین مسلسل عناصت عناد رہا۔ اول الذکر جماعت کی طاقت کو مشرق کے ارکان وطن سے اور بربربرون کی طاقت کو مراکو کے آنیوالون سے تقویت پہونچتی رہی۔ اس عناد کی طفیل عربون کو بہت تکلیفین اوٹھانی پڑین لیکن وہ اس کی شکایت نہین کر سکتے۔ اس کی بناء انہی کے ماتھون پڑی تھی

لہ ابن عبد الحکم لکھتا ہے کہ سنہ ۱۰۰ ہجری مطابق ۷۱۸ء مین افریقہ کے صوبجات مین ایک بربر ایسا نہ رہگیا۔ جس نے اسلام نہ قبول کر لیا تھا۔

اونہون نے بربرون کی طاقت کا کبھی درست وزن نہ کیا۔ نہ اوس کی حقیقی وسعت ومقدار کا صحیح اندازہ کیا۔ حالانکہ ہسپانیہ کو اونہون نے بربر سپاہیون کی قوت بازو سے ہی فتح کیا تھا۔ اونکا صرف پنکھ ہی پنکھ ہی تھا۔ وہ صرف سرداری وافسری کرنے والے یعنے معقولیت وسلیقہ کے ساتھہ اونکو لڑانے والے اور ان مین مذہبی جوش پیدا کرنے اور اونکو تعلیم وتربیت دینے والے تھے۔ بالفاظ دیگر وہ زیادہ تر صرف دماغی طاقت سے کام لینے والے تھے۔ اور جسمانی قوت کا کام بربرون ہی نے دیا تھا۔ لیکن اس سے دخاکسار مؤلف ومترجم کی رائے ہین، عربون کے استحقاق حکمرانی وجہانبانی اور مرجح حقوق کے مستحق ہونے مین کسی طرح کا فرق نہین پڑتا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ عقلمند ہمیشہ طاقتور اجڈ اشخاص کو بطور آلہ استعمال کرتے ہین۔ اور حاصل شدہ فوائد مین اون لوگون کا اس سے زیادہ کبھی کوئی استحقاق کہ کسی مکان یا سامان کا تعمیر وتیار کرانے والا اس مکان یا سامان مین تعمیر کنندہ کاریگر اور اوس کے آلات کا سمجھتا ہے۔ ہندوستان کو انگلستان نے زیادہ تر ہندوستانی افواج کے زور بازو سے اونکو یوروپین افسرون کی نگرانی مین تعلیم وتربیت دلاکر فتح کیا۔ آجکی تہذیب اسلامی مقبوضات کے زمانہ کی تہذیب سے بہت ترقی یافتہ سمجھی جاتی ہے۔ اور حقوق انسانی کا بھی آجکل نسبتاً بہت ہی زیادہ غلغلہ اور چرچا ہے۔ لیکن کیا انگریزون نے اس بنا پر ہندوستانیون کو اپنے مساوی تو کجا۔ اپنے خاص حقوق کا کچھہ حصہ ہی دینا کبھی منظور کیا ہے۔ ہمیشہ سے دماغ جسمانی طاقت پر حکومت کرتا رہا ہے۔ اور آخر الذکر کو مساوات کا حقدار نہین بلکہ ایک تابع فرمان وادنے محکوم خدمتگذار آلہ سمجھتا رہا ہے۔ اور سمجھتا رہیگا یہ انسانی فطرت ہے اور اس سے عربی ہو یا غربی یکسان بے بس ہے۔

ہسپانوی برگ ڈوزی نے اسپارہ مین عربون پر کہلم کہلا اعتراض کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے جو بربر جزیرہ نما مین مستقل طور پر آباد ہوگئے تھے۔ اگرچہ اون سے ایسا برتاؤ نہین کیا جاتا تھا جسے درست طور پر ظالمانہ کہا جاسکے تاہم اون عربون کے ساتھہ اپنے افریقی بھائیون سے حسد آمیز بغض وعناد نہ تھا۔ ملک کے حقیقی فاتح وہی تھے۔ موسیٰ اور اوس کے ہمراہی عربون نے اوس فتح کے ثمرون کو چھیننے کے سوا

جو طارق اور اس کے بارہ ہزار بربرون نے وسی گوتھ فوج پر پائی تھی۔ کوئی کام نہ کیا تھا جس وقت عرب ہسپانوی ساحل پر اوترے تھے۔ اسوقت اونکے سوار اور کوئی کام نہ رہگیا تھا کہ باقیماندہ معدودے چند شہرون پر جو پہلے ہی طلبی پر اطاعت مان لینے کو تیار رہتے تھے۔ قبضہ و تصرف کر لینے کی تکلیف اوٹھائین۔ لیکن جب غنائم کی تقسیم کا وقت آیا۔ تو بڑا حصہ عربون نے غالب کر لیا۔ غنیمت کا بہترین حصہ یعنی ملک کی حکومت اور اس کی زرخیز ترین زمینین اپنے لیے مخصوص کر لین۔ اندیسہ کا زرخیز وزرخیز اور دلفریب صوبہ خود لیکر طارق کے ہمراہیون کو لا مانشا اور استری مدورا کے چٹیل میدانون اور لیون۔ گالیسیا و آستوریاس کے کٹھن اور غیر آباد کوہساروں کی طرف دیا۔ جہان اونکو ہر وقت نیم مغلوب عیسائیون سے مشغول پیکار رہنا پڑا۔ شمالی ہسپانیہ مین صرف صوبہ سالاگوسا ایک صوبہ تہا جہان عرب بربرون سے زیادہ تھے۔ ایسی غیر منصفانہ تقسیم سے بالآخر کدورت کا پیدا ہو جانا طبعی امر تہا۔ نوین صدی کے اختتام تک بربر صوبجات۔ جین۔ الویرا۔ استری مدورا اور مرسیا جو کے خود مختار حاکم و قابض رہے۔ اور صوبا کارمونا مین وہ گیارہوین صدی تک حکمران رہے۔ اسوقت کے بعد ان کی حکومت کا دائرہ اور وسیع ہوگیا۔ اور گیارہوین صدی مین عرب اپنے جانی دشمنون کی اطاعت قبول کرنے پر جنکا پیشوا بادیس امیر غرناطہ تہا مجبور ہو گئے۔ من بعد سیول (اشبیلیہ) کے ایک (عرب) بادشاہ نے صوبجات روندا۔ موررون اور زیریس کے تینون بربر حکمرانون کو گرفتار کر کے ایک گرم حمام مین بند کر دیا۔ جس کے ابخرات سے اون کا دم رک گیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔

گیارہوین صدی کے شروع یعنی ۱۰۰۱ء مین جب ہسپانیہ کے اموی خلفاء نے غاصب المنصور کو مدد بہیجی۔ تو یوروپین بربرون کو یہ امر سخت ناگوار گذرا اور انہون نے بغاوت کر دی۔ لیکن دبا دیے گئے۔ اور بغاوت کی پاداش مین انکو بطور سزا، قرطبہ مین گہوڑے پر سوار ہو کر یا ہتیار باندہکر نکلنے کی ممانعت کر دی گئی۔ اور اون کے لیے ویسی ہی ذلت بخش اور خوار کرنیوالی پابندیان مقرر کر دی گیئن۔ جو ہیہو دیون کے لیے تہین۔ اور بالآخر اون کے قطعی اخراج کا حکم صادر ہو گیا۔ لیکن اون کی طاقت ایسی کمزور نہ تہی۔ کہ اس حکم کی تعمیل بآسانی

ہوسکتی۔ وہ ایک مدعی تاج وتخت سلیمان[1] المستعین باللہ کے ممد ومعاون ہوکے اس کے زیر کمان قرطبہ کو حکمران خلیفہ الہشام سے چھین لیا۔ اور خود خلیفہ کو قتل کردیا۔ لیکن اس بغض وعناد باہمی کے باوجود اکثر بربر امرا، اپنی قوم کو از راہ سبک، باغی ادنےٰ سمجھکر عربی النسل ہونے کی ادعا سے باز نہ رہے۔ غرناطہ کے ایک زیر بر، بادشاہ از راہ طفلانہ مزاجی یہ ثابت کرنیکی کوشش کی کہ اس کا قبیلہ موسومہ سنہاجہ بربر نہیں۔ بلکہ عربی النسل ہے۔ برعکس ازین مراکو مین ان بربر خاندانون نے جنہون نے بکرات ومرات یکے بعد دیگرے ہسپانیہ کو فتح کیا۔ اپنے اصلی حسب ونسب کو کبھی ذلیل نہ سمجھا۔ وہ اپنے بربر ہونے پر فخر کرتے۔ لیکن یورپین مسلم حکومت کی آب وہوا مین جاکر اون پر بھی ذات پات کی چھوٹائی بڑائی کا خبط مستولی ہوجاتا۔ اور وہ اپنی قوم کو چھپانے لگ جاتے یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے نقاد اور باریک نظر مؤرخون نے بھی ہسپانیہ کی اسلامی حکومت کو عرب حکومت ہی لکھا ہے۔ حالانکہ دراصل عربون کی نسبت بربر زیادہ تر حکمران رہے۔

مراکو مین عرب مراکو خاص کی تاریخ مین عربون کو نسبتاً کم دخل ہے۔ اون کی منزل گہ مقصود ہمیشہ زیادہ تر ہسپانیہ ہی رہا۔ بلاد مشرق سے اون کو اپنی طرف کھینچنے والا کوہ مقناطیس اندلس ہی تھا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہوین صدی کے وسط سے پہلے عربون نے مشرقی ممالک سے شمال مغربی افریقہ کیطرف بہ تعداد کثیر کبھی ہجرت نہ کی۔ مراکو مین ہوقت جسقدر عرب قبائل آباد ہین وہ زیادہ تر صدی مذکور کے وسط مین ہی آئے تھے۔ یہ امر اس طرح ظہور مین آیا کہ خلیفہ العزیز نے کمانۃ کی بغاوت کے بعد دسوین صدی کے خاتمہ پر نجد اور حجاز کے بیشمار عربون کو بالائی مصر (مصر الصاعد) کیطرف جلا وطن کردیا۔ یہ علاقہ انکو پسند نہ آیا۔ نہ وہ کبھی باطمینان اس مین آباد ہوئے۔ ۱۰۴۹ء مین فاطمی خلیفہ مصر نے مغرب کی سزا مین انہین پیش کی۔ اور ڈیڑھ لاکھ کے درمیان عرب ادہر چلدیئے۔ کچھ راستہ مین آباد ہوتے گئے۔ اور کچھ مراکو کی حدود مین داخل ہوکر

[1] ان واقعات کی تفصیل مین نے آگے ایک فصل کے تتمہ مین کردی ہے۔ مترجم۔

اُن میدانون پر آباد ہو گئے جن پر وہ آج کے دن تک متصرف ہین - بربرون مین سے اکثر اپنے دشوار گذار کوہستانی علاقون کی سکونت پر ہی قانع رہے - مرابطیون نے ٹھیک اسی زمانہ مین حملہ کرکے اون تمام چھوٹی چھوٹی ریاستون کو جن مین مراکو کا ملک تقسیم ہو رہا تھا - خاندان تاشفین کے زیر فرمان مجتمع کیا تھا - ان ہلالی عربون کی وجہ سے صوبہ کا قدیم نام سجلماسہ بدلگیا - بربرون نے اسے طے ہلالت یعنی قیام گاہ ہلالیان پکارنا شروع کر دیا - جو بگڑتے بگڑتے تافیلالت بنگیا - ممالک باربری مین جو عرب آباد ہین اونکی آبادی کا اندازہ مرسڑاپنی کتاب عربون کی بستیان کے صفحہ ۱۴۳ مین دو اور اڑھائی لاکھ کے درمیان کرتا ہے - الناصری نے ہجرت کنندہ عرب قبائل کے نام بنی ہاشم بنی معاویہ بنی بکر بنی ہلال بن عمر بن اور بنی سلیم بن منصور لکھے ہین - اس نقل مکانی کے بعد آئندہ صدی مین یعقوب المنصور نے یہی ٹونس سے لاکر بہت سے عرب قبایل مراکو مین آباد کئے -

فصل سوم (۳)

بنیاد سلطنت - ادریسی زمانہ ۷۸۸ء تا ۱۰۶۱ء

خاندان کی اصل کے عباسی خلفا ابوجعفر المنصور اور المہدی کی ناکام رقابت کی طفیل جب امام محمد بن عبداللہ کا خاندان جو حضرت سرور کائنات سے پانچوین پشت مین تھے منتشر ہو گیا - تو امام صاحب کے بھائیون مین سے ایک سید ادریس مصر کو بھاگے - اون کے فرار کا خبری اور قریب ترین باعث وہ ناکام بغاوت ہوئی - جو اون کے کنبہ نے مکہ و مدینہ مین کی تھی - سر ولیم میور اپنی کتاب خلافت مطبوعہ ۱۸۹۱ء کے صفحہ ۴۷۰ مین یہ

در عجیب امر یہ ہے کہ بغاوت مذکور حضرت علی کرم اللہ وجہ کے مقدس خاندان کے چند افراد کی بے اعتدالی اور بادہ خواری سے

لہ سید امیر علی صاحب اپنی نو تصنیف انگریزی تاریخ اسلام مین اس الزام کو غلط بتاتے ہین

برپا ہوئی۔ ان تشخاص کو میخواری کی سزا دین حربین کی گلیون مین گلون مین رسیان ڈال کر پھیرایا گیا۔ اسپر کل خاندان نے بگڑکر بغاوت کردی۔ جو سخت معرکہ آرائی کے بعد فرو کی جاسکی۔ شکست یاب ہونے پر خاندان علی رضہ کے جوافراد بہاگے۔ اون مین علی کا پرپوتہ ادریس بھی تہا۔ جسے ڈاک کی چوکیون اور گھوڑدون سے فراری مین بہت مدد ملی۔ اس اعانت کی سزا مین خلیفہ کے حکم سے مصر کے پوسماسٹر و منتظم ڈاک کا سر قلم کردیا گیا۔ ادریس کے ساتھ ایک وفادار ہمراہی رشید بھی مصر پر پہونچا۔ مگر خلیفہ کے قاصد نے یہان بھی اونہین دم نہ لینے دیا۔ اور دونون جان بچانے کے لیے شمالی افریقہ کو چل پڑے۔ اور ٹانجیر پہونچکر جا دم لیا۔ جو اسوقت مراکو کا سب سے بڑا شہر تہا۔

بقول روض القرطاس و ابن خلدون قدیم رومن شہر وولیو بلیس جو بندر طنجہ سے چہ دن کی مسافت پر ملک کے اندر تہا۔ اسوقت عوارہ قبیلہ کے ایک شخص عبدالمجید کے تابع فرمان تہا۔ یہ شخص معتزلی[1] یعنے شیعہ فریق کا ہم خیال تہا۔ ترکون اور دیگر سنیون کے برخلاف جو عباسی خلفا کو جائز خلفا سمجھتے ہین۔ اس فرقہ کا اعتقاد ہے۔ کہ خلافت کی درست مستحق صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد تہی۔ جو حضرت علی رضہ بن ابی طالب کی نسل اور حضرت فاطمہ کے بطن سے تہی۔

ادریس کا عبدالمجید کے مذہبی عقیدہ کی وجہ سے ادریس طنجہ سے اوسکے پاس بادشاہ بنایا جانا دولیو بلیس چلا گیا۔ جہان اوسے محفوظ مامن ہی نہ مل گیا۔ بلکہ بادشاہ بھی۔ مولائے ادریس کو وہان چلے گئے۔ چہ مہینے بہی نہ ہوئے تہے۔ کہ عبدالمجید

[1] معتزلہ یعنی جدا ہونیوالے یہ اعتقاد رکہتے ہین۔ کہ بارسیخانی کے مدامی اوصاف اس کی ذرات سے جدا نہین۔ یہ امر خدا کی توحید کے اصول کے نقیض ہے۔ اس فرقہ کا یہ نام ۱۰۰ھ مین رکہا گیا تہا شیعہ یعنی پیروان علی کا نام اس سے بہت پہلے وضع ہوا۔ پیروان اسلام مین یہ بڑی تفریق ۶۵ھ (۶۸۵ء) مین واقعہ ہوئی۔ معتزلہ و شیعہ اب ایک ہی سمجھے جاتے ہین۔ سکینس۔ ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴) کتاب مذکور کے صفحہ ۲۳ مین وہ حسب ذیل لکھتی ہین۔ بنا روسی بہائی الہادی کے زمانہ مین بخلافت مدینہ کے گورنر نے جو حسن کے چند افراد کیساتھ میخواری کا غلط الزام لگا کر بدسلوکی کی جسپر امام حسن رضہ کے پرپوتہ حسین نے بغاوت کردی اور اسمین اس خاندان کے کئی افراد ہلاک ہوئے یا قتل کردیئے گئے۔ حسین کا ایک عزیز ادہی ادریس مغرب کو بہاگ گیا۔ وہان کے بربرا دسکے رفیق ہوگئے۔ اور اونکی مدد سے اوسنے مشہور خاندان ادارسہ قایم کیا۔ اسوقت سے مغرب الاقصے خلافت عباسیہ سے جدا ہوگیا مترجم۔

نے اپنے قبیلہ اور نیز قبیلہ زناطہ اور دیگر ہمسایہ بربر قبائل کی مدد سے ۸۸۸ھ مین اوسے بادشاہ مشتہر کر دیا۔ ان ہمسایہ قبائل مین سے حقیقی مسلمان بہت تھوڑے تھے۔ انمین سے اکثر ابھی تک یہودی۔ عیسائی یا بت پرست تھے۔ جن قبائل نے سب سے اول ادریس کی اطاعت و بادشاہی قبول کی۔ وہ بقول ابن خلدون۔ نہ واغہ۔ لواطہ۔ سدراطہ۔ نفذہ۔ غاعیطہ۔ مکنا سا۔ اور غمارا تھے۔ ان مین سے آخری تینون ابتک اپنی نیم آزادی کو قایم رکھے ہوے ہین۔ بادشاہ بننے کے بعد جن قبائل پر سب سے اول اس نے فوجکشی کی۔ قبائل بہلولا اور مندیری اور ناہی اون مین شامل تھے۔ اول الذکر قبیلہ بھی تاحال موجود ہے۔

بادشاہی کے اعلان کے ساتھ ہی حسب معمول مذہبی جنگ یعنی جہاد شروع ہوگیا جس کی زد مین صوبجات تامستا۔ تادلہ۔ اور مشرقی مراکو یکے بعد دیگرے آتے گئے۔ قصبہ سالی یا شلا یعنی ان دونون مین سے جو کوئی اسوقت موجود تھا۔ وہ جلد فتح ہوگیا۔ اوس کے مسخر ہوجانے سے مولاے ادریس کو ایک ایسا مرکز مل گیا جس کے گرد خونخوار بربر قبائل بآسانی جمع ہوسکتے تھے۔ ہر نئے صوبہ کی فتح سے ادریس کی جماعت کے سیلاب امواج کی طاقت مین اضافہ ہوتا گیا۔ جو رفتہ رفتہ اسقدر طاقتور ہوگیا کہ اس کا مقابلہ ناممکن ہوگیا۔

ادریس اول کی وفات اگرچہ مولاے ادریس کی قسمت مین زیادہ عرصہ حکمرانی کرنا مقدر نہ تھا۔ بادشاہ بننے سے تین برس بعد ۹۱ھ مین وہ اچانک انتقال کر گیا۔ اور جبل زاہرون پر دفن کیا گیا۔ جہان اوس کے مزار کے گرد تھوڑے عرصہ مین ایک شہر آباد ہوگیا۔ یہ شہر بہت مقدس سمجھا جاتا ہے۔ اعیان مملکت نے ادریس کی موت کو بغداد کے خلیفہ اعظم ہارون الرشید کتاب الف لیلہ واللیل کے ہیرو کے رشک و حسد کیطرف منسوب کیا۔ اور اس کی نسبت یقین کیا گیا۔ کہ اوس نے ادریس کو خفیہ ہلاک کرنیکے لیئے قاصد بھیج رکھا تھا۔ روایت یہ ہے کہ اس عیار قاصد نے اپنے آپ کو عباسی خلفاء کے جور و بیداد کا مظلوم اور محب اہل بیت ظاہر کرکے ادریس کی نظرون مین اعتبار اور وقعت پیدا کر لی۔ اور اولین موقعہ ملتے ہی اپنا کام کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ادریس کو دانتون مین درد ہوا۔ اور اس شخص نے علاج کے بہانہ سے

ایک زہریلی بوٹی کا سفوف ملدیا۔ ممکن ہے کہ اس عطا حکیم کی نیت بد نہو۔ اور غلطی سے اوس نے یہ زہریلا سفوف استعمال کر دیا ہو۔ مگر ادریس کی وفات پر اوس کے رو پوش ہو جانے نے شبہ کو پختہ کر دیا۔ اور اس کی فراری کو گنہگار ہونے کا قطعی ثبوت سمجھ لیا گیا۔ ادریس کے وفادار ہمراہی رشید نے اوسی وقت اوسکا تعاقب کیا وہ گرفتار ہو گیا اور قتل کر دیا گیا۔

اور یسیون اور خلفاء عباسیہ کی رقابت۔ ہارون الرشید عباسی خلیفہ کے مدعا کو درست طور پر سمجھنے کے لیئے یہ مدنظر رکھہ لینا ضروری ہے کہ ادریس بحیثیت علوی یعنی فاطمۃ الزہرا۔ اور حضرت علی رضہ آخری خلیفہ راشد کی اولاد ہونے کے امیہ کے سابق حکمران اور عباسیون کے موجودہ حکمران بلا دمشرق خاندان دونونکا رقیب و حریف تہا۔ بنو عباسیہ کا ستارہ اقبال ادریس کی بادشاہی سے صرف چالیس برس پیشتر ہی طلوع ہوا تہا۔

ادریسی خاندان مصر کے خاندان فاطمیہ کی طرح شیعہ تہا۔ نہ کہ سنی۔ یہی مذہب مراکو کے آخری دو شریفی گھرانون کا تہا۔ اگرچہ تمام اعتقادی معاملات مین اہالی مراکو بالکل سنی ہین یعنی وہ قرآن شریف اور سنت نبوی دونون کو تسلیم کرتے ہین اور فی الحقیقت شیعہ مذہب کے معتقدین کا بہی یہی شعار ہے۔ مراکو مین اس مذہبی تفریق اور سنی شیعہ کی اصطلاحون کو جن دونون کی بنا۔ اہالی عجم نے ڈالی تہی کوئی نہین جانتا۔ بنابرین وہان ان بیہودگیون کا مطلقاً وجود نہین پایا جاتا۔ جنکی ایرانی یا رٹی ترکون سے نفرت و بغض رکھنے کی بدولت مرتکب ہوتی ہے۔ مراکو اس عظیم مذہبی تفرقہ سے بالکل آزاد ہے۔ جس تفرقہ کو مذہبی کی بجائے قومی کہنا زیادہ درست ہوگا۔ مراکشی برابرون نے جو سنی عربون کے سلوک سے بیرنگ آرہے تہے۔ بحیثیت مدعی خلافت ادریس کی بادشاہی کو قبول کیا تہا۔ اوس کی تخت نشینی کے وقت سے وہ تعصب اور مذہبی پرجوشی کا جواب مذہبی پرجوشی اور تعصب سے دینے کے قابل ہو گئے۔ ایسی صورت مین جبکہ حضرت سرور کائنات کی اولاد مین سے ایک شخص اونکا بادشاہ ہو۔ اور وہ اوس کے تابع فرمان ہون اور پنجسچے ایماندارون اور امیر المومنین کے برخلاف بغاوت کرنے کا اشتعال

انگیز الزام وارد نہین ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اسوقت سے بعد سچے ایماندار اور راستی کی تابعداری کرنے والے اگر کوئی تھے تو بزعم خود وہی تھے۔ اور بڑی بات یہ ہے۔ کہ اسوقت سے لیکر اب تک اونہون نے اپنی آزادی کو برابر قایم رکھا ہے۔

فتوحات مین ترقی اور بس کو بادشاہی قایم کرنے مین اس سے کچھ ہی زیادہ کام کرنا پڑا۔ جسقدر کہ اکثر مراکشی سلطانون کو اپنے جانشینون کی مزاحمت تخت نشینی کے انتظام کے متعلق کرنا پڑتا رہا ہے۔ اپنی وفات سے پہلے پہلے وہ تقریباً تمام ضروری مراحل طے کر گیا۔ اس کی بادشاہی چندان وسیع نہ تھی۔ اس کی حدود صوبہ سوس الادنے سے متجاوز نہ تھین۔ کیونکہ ام الربیع کے جنوب مین خونخوار مسمودہ بربر آباد تھے۔ جو مرنے کو آزادی پر ترجیح دیتے تھے۔ اونہون نے ادریس کی حکومت کو اپنی علاقہ کیطرف وسیع نہ ہونے دیا۔ ادریس کے وقت سے اس حکومت کا نام صوبہ فاس کی بادشاہی ہو گیا۔ شمالی علاقہ مین ادریس نے جو قبایل پیر کئے اون مین اب بھی بقول ابن خلدون کئی عیسائی۔ یہودی یا بت پرست قبایل مین سے چند زرتشتی تھے۔ اور اون کے آتش کدے برابر موجود تھے۔ مغرب کیطرف ادریس نے اپنی بادشاہی کو تلمسن تک بڑہایا۔ اور اس شہر مین ایک عالیشان جامع مسجد ۸۰۹ھ مین تعمیر کرائی اس مسجد کے منبر پر تاریخ بنا اور بانی کا نام کندہ تھا۔ یہ منبر موکتبہ ابن خلدون کیوقت تک موجود تھا۔ ادریس کی وفات پر یہ شہر پھر قبضہ سے نکل گیا۔ جسے اوس کے بیٹے نے دوبارہ فتح کر کے ۸۱۸ھ مین مسجد کو از سر نو تعمیر کرایا۔ ۸۲۵ھ تلمسن ادریس اول کے بھائی سلیمان کو جاگیر مین دیا گیا۔ وہ زناطہ قبیلہ مین رہائش پذیر ہو گیا۔ اور آخر وہان ایک خود مختار حکومت قایم کر لی۔ مگر اوس کے جانشین اس بادشاہی کو قایم نہ رکھ سکے۔ اور سوس کو ہجرت کر گئے۔ جہان اسوقت سے لیکر تا آیندہ اونکو بہت رسوخ حاصل رہا ہے۔ مقتدر ورسوخ یافتہ حسینی شرفاء جو فاس کے سلاطین کے لیئے ہمیشہ سے باعث تکلیف رہے ہین۔ اسی سلیمان کی اولاد ہین۔ تلمسن اگرچہ کئی دفعہ فتح ہوا۔ اور کچھ عرصہ سلطنت مراکو مین شامل بھی رہا لیکن وہ مراکو کا جزو بدن کبھی نہین ہوا۔

باقی دنیا۔ الغرض ادریس نے سلطنت کی بنیادین قایم کر دین۔ اور گو اوسپر بالائی

عمارت کی تعمیر دو صدیون کے بعد مرابطی خاندان نے شروع کی تاہم ادریس کی آمد تاریخ مراکش کا پہلا اہم تاریخی واقعہ ہے۔ مشرق کیطرح مغرب کے لیئے بھی وہ زمانہ خوب تحریک و ترقی و ہلچل کا تھا۔ اگر مشرق مین ہارون الرشید[1] عربون کو انصاف و عدالت کا سبق پڑھا رہا تھا تو ویسے ہی یورپ مین بھی ایک ویسا ہی مشہور و مقتدر فرمانروا شارل مین یا چارلس اعظم داد جہانبانی و کامرانی دے رہا تھا۔ ادہر جب کہ مولائے ادریس مراکو مین داخل ہوا۔ اوسی زمانہ کے قریب ۷۸۳ء مین دور دراز اور ننھے سے جزیرہ انگلستان کے میدانون پر حملہ آور اٹالی ڈنمارک کنارون کو دیکھا رہے تھے۔

بانی کی وفات کے وقت جدید القیام سلطنت کے آثار مستقبلہ چندان روشن و طمانیت بخش نہ تھے۔ ادریس لاولد فوت ہوا۔ لیکن اوس کی ایک حرم حاملہ تھی رشید نے تجویز کیا۔ کہ وضع حمل تک کسی کو بادشاہ نہ بنایا جاوے۔ شاید بیٹا ہی پیدا ہو جائے۔ ایسا ہی ہوا۔ اور اس لڑکے نے رشید کی شاگردی مین بقول عرب ضرب ایسی بے نظیر ترقی کی کہ بارہ برس کی عمر مین ہی ہر فن مین طاق ہو گیا۔ بڑے سے بڑے عالم و فاضل اوس کی لیاقت علمی اور سپہ سالار اوس کی قابلیت جنگی دیکھ کر دنگ رہ جاتے۔ اوس نے ۸۰۸ء مین جب عنان حکومت مین لی۔ اسوقت اسکی عمر بارہ برس سے زیادہ نہ تھی۔ وہ اکیس برس حکمران۔ ابتدائے عہد سے سکہ ادی

[1] ہارون الرشید ۷۶۵ء مین پیدا اور ۸۰۸ء مین فوت ہوا۔ مترجم [2] شاہ فرانس اور جرمن سلطنت کا جسے مغربی سلطنت بھی کہتے ہین بانی مبانی پولس ماٹرل کا پوتا اور پپن کا بیٹا تھا۔ باپ کے مرنے پر ۷۶۸ء مین اپنے بھائی کارلومن کے ساتھ تخت نشین ہوا۔ اور ۷۷۱ء مین کارلومن کے جانے پر واحد بادشاہ ہو گیا۔ اسکو عرب کا بڑا حصہ جنگ و جدال مین صرف ہوا ۷۷۴ء مین مسوبہ لومبارڈی کو فتح کر کے شامل سلطنت کیا۔ ۷۷۸ء مین ہسپانیہ مین بھی اسے چند فتوحات مسلمانون پر حاصل ہوئین۔ مگر بمقام رنسیول والیس آتے ہوئے راول کو سخت شکست ملی جسمین اوسکا ایک نامور جرنیل رولینڈ جسکے افسانے ابتک یورپ مین زبانزد عام و خاص ہین۔ ہلاک ہوا۔ اسکس قوم پر فتح پاکر اوس نے ۸۰۰ء مین پوپ لیو سوم کے ہاتھ سے مغربی سلطنت کا تاج قیصری پہنا۔ وہ بہادر سپہ سالار ہی نہین۔ قابل و قدردان متمدن بھی تھا۔ علم و ہنر کی اشاعت و ترقی مین حتی الوسع ساعی رہا۔ اور رفاہ عام کی ہزارون تعمیرین تیار کرائین۔ ہارون الرشید کا بڑا دوست تھا۔ دونون بادشاہ ایکدوسرے کو اکثر تحائف بھیجتے رہتے تھے۔ آکس لا چیپل کے گرجہ مین جو اوسنے تعمیر کرایا تھا دفن ہوا۔ ۷۴۲ء مین پیدا۔ اور ۸۱۴ء مین فوت

کے نام پر مضروب ہوتا رہا۔ وفادار رشید نے جو آسانی تاج وتخت پر متصرف ہوسکتا تھا کبھی ولی ونائب کی حیثیت سے بڑھکر ہونیکا ادعا نہ کیا۔ اور مرتے وقت تک اپنے مرحوم آقا کے بیٹے کی وفاداری پر ثابت قدم رہا۔ شہزادہ ابھی دس برس کا ہوا تھا کہ اوسکا اوستاد قاتل کے ہاتھ ۱۰۷۲ھ مین ہلاک ہوگیا۔ اپنے باپ کی قائم کردہ بادشاہی کو مضبوط و مستحکم کرنے اور فاس کو تعمیر کرانے کے سوائے ادریس دوم نے کوئی اور کام نہ کیا۔ جو اب صدیون کے بعد قابل تذکرہ ہو۔ اوس کے جانشینون کے متعلق تو ایسے مختصر تذکرہ کی بھی ضرورت نہین۔ ادریس ثانی نے فاس کو تعمیر کرکے اپنی سلطنت کا دارالخلافہ بنایا۔ شہر مذکور کا سب سے بڑا مزار اس کے بانی کی مرقد ہے۔ ادریس کے عہد کا ایک نقرئی سکہ لندن کے میوزیم مین موجود ہے۔ وہ ۸۱۲ھ مین بمقام دولیو بلیس مضروب ہوا تھا۔ لندن میوزیم مین سب سے قدیم مراکشی سکہ ۸۹۳ھ کا ہے۔

خاندان ادریس ثانی کے بیٹے محمد نے ۸۲۸ھ مین تخت نشین ہوکر سلطنت کو اپنے اور اپنے بھائیون اور اپنے دادا کے بھائی سلیمان کے ساتھ تقسیم کرلیا۔[1] اس غلطی کے بُرے اثر سے اوسکا خاندان پھر کبھی نہ سنبھلا۔ اسوقت سے خود سلطنت کے اجزا ہی ایک دوسرے کے برخلاف ومخالف ہوگئے۔ اور گھر کی پھوٹ نے ترقی کا دروازہ ہمیشہ کے لیئے بند کردیا۔ خاندان ادریس کا محمد اول آخری بادشاہ ہے۔ جس کے نام کے سکے اسوقت موجود ہین۔ وہ انگلستان کے بادشاہ الگبرٹ کا معاصر تھا ۱۳۵۲ء کے اوس کے فوت ہونے پر پہلے اوسکا ایک بیٹا علی اول تخت نشین ہوا اور اس کی وفات پر ۱۸۵۸ء مین دوسرا بیٹا یحییٰ اول۔ اوس کے بعد چودھوین صدی کے وسط مین فوت ہوا تین بادشاہ تخت پر بیٹھے۔ یحییٰ اول کا بیٹا یحییٰ ثانی یحییٰ کا عم زادہ علی ثانی۔ اور ایک اور چچازادہ یحییٰ سوم۔ ان تینون کی حکومت بہت گمنام رہی۔ حتے اکہ ان کے سنہ جلوس وسنہ وفات تک کا نام ونشان مفقود

[1] سید امیر علی لکھتے ہین کہ اوس نے اوسکو صرف گورنر مقرر کیا۔ اور یہ تدبیر نہایت مفید ثابت ہوئی دیکھو سید صاحب کی تحریر فصل کے خاتمہ پر مترجم۔

ہوگیا۔ دسویں صدی کے آغاز یعنی ۹۰۰ء میں جب کہ انگلستان پر ایڈورڈ اوّل حکمران تھا۔ البتہ ایک شخص حکمران ہوا۔ جو عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ہی قابل اور طاقتور بھی تھا۔ وہ علی ثانی کا بیٹا یحییٰ چہارم تھا۔ سے صوبہ الریف کی گورنری سے بلا کر تخت پر بٹھایا گیا۔ لیکن جیسا وہ علم و فضل اور تدبیر میں اپنے متقدمین سے بڑھا ہوا تھا۔ ویسے ہی بدنصیبی میں بھی اوپر فوقیت لیگیا۔ بلاد مشرق کے مسلمان حکمران ممالک باربری میں ایک آزاد شیعہ خلافت کی موجودگی۔ اور زیادہ عرصے کے لیئے گوارا نہ کرسکے۔ اونہوں نے ہر طرف نفاق کا مادہ پھیلا دیا۔ اور ایک مدعی مہدویت عبید بن عبداللہ کو کمک بھیجدی۔ یہ مہدی ۹۰۹ء میں کچھ دن طافیلالت میں نظر بند رہنے کے بعد بالآخر افریقیہ میں اپنی طاقت پکڑ گیا تھا۔ یہ کمک اوسے ۹۱۰ء میں پہونچی۔ اور متفقہ افواج نے کامیاب محاصرہ کے بعد فاس کو فتح کرکے اور یسی سلسلہ کے پہلے خاندان کو ختم کردیا۔ اس کے متعلق فصل پنجم کے خاتمہ پر ایک ٹوٹ میں مزید تشریح کردی گئی ہے۔

خاندان مکناسا اس کے چند دن ایک غاصب روحان الکتامی کی حکومت رہی۔ پھر حسن الحجام اول جو ایک دوسرے سلسلہ سے ادریس ثانی کا پڑپوتہ تھا صاحب تاج و تخت ہوا۔ اور اوسکا خاندان صدر مقام یعنے فاس سے باہر ایک صوبہ پر پچاس برس کے لیئے متصرف رہا۔ فاس حسن کے وقت ہی قبضہ سے نکل گیا۔ مکناسا بربر فاطمی خاندان کے طرفدار تھے۔ الحجام نے اونکو فاس اور تغزہ کے درمیان ایک محاربہ عظیم میں سخت شکست دی۔ لیکن اس شکست کے باوجود اہالی شہر کی سازش سے وہ فاس پر قابض ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ موسیٰ بن عبدالعافیہ مکناسا ۹۲۵ء میں ایک نئے خاندان کے اولین حکمران کی حیثیت میں مراکو کے پایہ تخت میں داخل ہوا۔ اوس نے خود مختار بادشاہ ہونے کا کبھی دعوے نہ کیا۔ بلکہ اپنے تئیں ہسپانیہ کے اموی بادشاہ کا باجگذار تسلیم کرتا رہا۔ موسیٰ نے اپنی حکومت تلمسن تک بڑھا لی۔ اور عام خیال ہوگیا کہ وہ ایک زبردست شاہی خاندان قائم کر جائیگا۔ لیکن ۹۳۰ء میں اوس کی وفات پر اس کے تینوں بیٹوں۔ الیسوی۔ یدین اور ابراہیم میں حصول تخت کے لیئے خانہ جنگی برپا ہوگئی۔ اور اسی اس کے کل

خاندان کی طاقت صرف ہوگئی۔ تینوں سے کوئی کام ایسا ظہور مین نہ آیا۔ جس کا تاریخ یاد رکھنا مین عزت کیساتھہ ذکر ہوتا۔ تاہم اونکا خاندان کرتا پڑتا ایک صدی کے قریب تک رہوگ کر معدوم ہوا۔

ادریسیونکا انجام] سطور مستذکرہ بالا سے واضح ہوگیا ہوگا۔ کہ گو ادریسیون کا دائرہ حکومت دن بدن کم ہوتا گیا۔ تاہم اون کی حکومت فاس کے ہاتھہ سے نکل جانے کے بعد بھی کچھہ دن سلطنت کے معقول حصّہ پر قایم رہی۔ فاس کے بعد اونھون نے ۹۲۹ء مین نصر کو جو موجودہ قصبہ لہوسیاس کے قریب تھا۔ اپنا دارالخلافہ بنایا۔ جہان انجام کار ایک بھائی القاسم المعروف بہ الکنون ۹۲۸ء تک ۲۲ برس حکمران رہا۔ القاسم کے عہد کا بڑا واقعہ فاس کے سامنے اس فاطمی فوج کی شکست یابی تھی۔ جو ٹونس سے قاسم کے برخلاف بھیجی گئی تھی۔ قاسم کے بعد اوسکا بیٹا ابو العیش احمد اوّل تخت نشین ہوا۔ احمد کے بعد اوسکا بھائی الحسن تخت پر بیٹھا۔ اسکے وقت تک بادشاہی کا رقبہ اور محدود رہگیا تھا۔ اوسکا دارالخلافہ مقام بصرہ تھا۔ جس کے کھنڈرات اب تک القصر اور وزان کے درمیان موجود ہین۔ ٹانجیر اور عصیلہ بھی ۹۷۲ء تک اوس کے قبضہ مین رہے۔ سن مذکور مین ہسپانوی امویون نے حملہ کرکے پہلے اون دونون شہرون کو فتح کیا۔ پھر الحسن ثانی کو معہ کنبہ گرفتار کرکے ۹۷۴ء مین اموی خلیفہ الحاکم کے پاس قرطبہ بھیجدیا۔ اموی فوج حاکم کے ایک نامور جرنیل غالب کے زیر کمان تھی۔ اس گرفتاری سے الحسن کے خاندان کی بہبود کے لیے بادشاہی جاتی رہی۔ اسوقت سے پیشتر بکر تا فاطمی خلیفہ کی شیعہ فوج نے جوہر[1]

[1] قایدالقوائد ابن الحسن جوہر بن عبداللہ جو کاتب الرومی کا خطاب رکھتا تھا۔ جزیرہ سسلی کا باشندہ تھا۔ وہ فاطمی خلیفہ المعز کا مشہور سپہ سالار گذرا ہے مغرب الاقصےٰ کو اوس نے اموی خلیفہ الناصر سے جبکہ وہ شمالی ہسپانیہ یعنی عیسائی باغیون سے مشغول پیکار رہتا تھا۔ فتح کیا۔ اور اسی کے حکم سے قبیلہ سنہاجہ کے سردار زیری بن مناد نے اورن اور سوگیا کو فتح کیا۔ مصر شام وحجاز کو اسی جوہر نے خلفاء عباسیہ سے ۳۵۸ھ ہجری مطابق ۹۶۸ء مین فتح کیا۔ اور قاہرہ کو بنا کیا جسے رمضان ۳۶۱ھ حسین المعز نے مہدویہ سے آکر اپنا دارالخلافہ بنایا۔ المعزبانی خاندان فاطمیہ عبیداللہ مہدی کا پوتا تھا جو ربیع ۲۰ ذیقعدہ ۳۲۲ھ ۲۹ جنوری ۹۹۲ء کو فوت ہوا۔ وہ بڑا فیاض وسخی تھا۔ ابن خلدون لکھتا ہے اوس کی فیاضی اوسکی موت کے ساتھہ ہی جاکر ختم ہوئی۔ مترجم۔

کے زیر کمان حملہ آور ہو کر محاصرہ کے بعد فاس کو مسخر کر لیا۔ اور وہان کے حاکم موسےٰ کو جو الحاکم کا باجگذار تھا۔ قتل کر دیا تھا۔ غالب نے الحسن سے فارغ ہو کر ۹۱۰ھ مین فاس کو بھی مصریون سے چھڑا لیا۔ اور ایک ہی محاربہ مین امویون کے اقتدار کو پھر مراکو مین قایم کر دیا۔

دوسرے برس الحاکم نے الحسن کو مصر کیطرف جلاوطن کر دیا جہان سے مراکو واپس آکر اوس نے پھر ایک مرتبہ بصرہ مین اپنا خاندانی علم برپا کیا۔ لیکن اس کی کامیابی عارضی ثابت ہوئی۔ المنصور[1] ایک زبردست اموی جرنیل نے زناطہ معزاوا۔ بنی وفران اور دیگر بربر قبائل سے فوج مرتب کر کے الحسن کی طاقت کو باطل کر دیا۔ اور ساتھ ہی تمنا سا حکمران کا خاتمہ بالخیر کر دیا۔ الحسن اس معرکہ سے جس نے ۹۸۹ء مین خاندان ادریسیہ کے آخری بادشاہ کو آغوش لحد مین سلایا جانبر نہ ہوا۔ اور اوس کے ساتھ ہی اوس کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ واقعہ شارلیمن کے خاندان کے آخری بادشاہ کی ہلاکت و تباہی سے دو برس پیشتر گذرا۔ اسوقت نگلستان مین ایتھلریڈ۔ روس کے پایہ تخت کیف مین ولیڈیمیر اعظم۔ اور فرانس مین ہف کے[2] پٹ کا قبل نشین حکمران تھا۔ ادریسیہ خاندان تقریباً دو سو برس برسر حکومت رہا۔ قلیل العمر خاندان مکناسا ہی ایک طرح سے اس کے ساتھ ہی برباد ہو گیا۔ کیونکہ البوری کا جانشین القاسم جو اس کے بھتیجے کا پوتا تھا۔ اگرچہ ۱۰۱۸ھ حکمران رہا۔ لیکن اسکا علاقہ ایک چھوٹے سے ضلع سے بڑا نہ تھا۔

---

[1] اس روسی بادشاہ کے حالات تاریخ خاندان ثمانیہ مین مفصل درج ہین [2] شخص عالی نسل بادری تھا۔ دو مقفل و موقوت یا دو سے آخر ایک علاقہ کا حکمران اور ایک خاندان کا بانی ہو گیا۔ اموی خلیفہ ہسپانیہ عبدالرحمن ثالث الناصر باللہ نے اوسکے متواتر خطابات دین [3] سید امیر علی اوسے زیری بن مناد لکھتے ہین۔ وہ فاطمی خلیفہ المعز کا بڑا بھائی تھا۔ اس کے بیٹے بلوقین کو المعز نے ڈنس سے روانہ ہونے سے پیشتر سیف الدولہ کا خطاب عطا کر کے افریقہ کا گورنر مقرر کیا۔ خلیفہ المعز بلوقین کے کرخت نام کی جگہ اوسے ہمیشہ یوسف ابوالفتح پکارا کرتا تھا۔ یوقین سے ہوقین خاندان زیدی المشہور بنی بادی کا بانی ہوا۔ جو اور اوان کے غلبہ تک بڑی شان و شوکت سے افریقہ پر حکمران رہا۔ مترجم [4] اس نامور وزیر کا حال آگے درج ہے۔ مترجم۔

سکے] فرانس کی نیشنل لائبریری مین ادریسی بادشاہون کے سکون کا ایک نادر مجموعہ مرجود ہے۔ ادریس اول نے اپنے عہد کے دینارون پر قرآن شریف کی آیت جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا نقش کرائی۔ اوس کی ٹکسالین دولیو بلیس دولیلی، اور تو غامین تہین۔ اوس کے فرزند کی ٹکسالین دولیو بلیس ٹانجیر فاس اوجدا ور مستغارا مین تہین۔ محمد کے بھائیون کے جو سکے اسوقت پائے جاتے ہین۔ وہ مقامات تاجارجرا۔ ورزلیغا ورغہ دآتل۔ بجرباتل۔ وازیکورا ور اوتیت مین مضروب ہوئے تھے۔ اب ان مقامات مین سے ایک بھی آباد نہین نہین۔ لندن کے عجائب خانہ مین بھی اس عہد کے کئی سکے موجود ہین۔

خاندان مغراوا] مکناسا اور ادریسی خاندانون کے بعد مغراوا خاندان صاحب تاج و تخت ہوا۔ لیکن اوس نے بھی کوئی کارنمایان نہ کیا۔ نہ اوسکی حکومت نے کچھ طول پکڑا۔ بنا بریں اکثر مورخون نے اوسے حکمران خاندان ہی نہین مانا۔ اپنے ایک سردار زیری بن عطیہ کے زیر کمان ۹۷۰ء مین طائفیلالت پر جسے اسوقت سجلماسا پکارتے تھے۔ قابض ہونے کے بعد یہ قبیلہ سلطنت فاس کے مختلف حصص پر متسلط ہوگیا۔ بنی ومزان کے ہمراہ جن کا ایک سردار یا علہ بن یا علہ ۹۹۳ء مین بکامیابی فاس مین داخل ہوا تھا۔ زیری بھی شہر سے باہر نکالدیا گیا۔ اور بعد ازان قتل کردیا گیا۔ فاس مین اوسکا جانشین المعز اس کا بیٹا ۱۰۰۱ء مین ہوا۔ المعز کے بعد بہامہ۔ دوناس اور فتوح یکے بعد دیگرے ۱۰۲۶ء ۱۰۳۹ء اور ۱۰۵۹ء مین حکمران ہوئے۔ مگر بجز ناموں کے اون کے متعلق اور بہت کم معلوم ہوسکا ہے۔ المونفر اور تمیم بشیک دوا ور فرمانروا بھی اس خاندان سے گذرے ہین۔ جو ۱۰۶۵ء اور ۱۰۶۸ء مین تخت نشین ہوئے۔ لیکن اون کے قلیل المیعاد عہد حکومت مرابطیون کے ٹڈی دل لشکر کے مقابلہ و مزاحمت مین ہی صرف ہوگئے۔ اس کے سوا ان دونون کو اور کوئی کام نہ رہا۔ مصر سے عربون کی جماعت کثیر نے اسی زمانہ مین مراکو کی طرف ہجرت کی تھی۔ یہ عرب نجد کی شستہ و پیداغ عربی بولی کی نمونہ

لہ اس نام اور زیر کا نام آگے درج ہے۔ مترجم۔

واحسانمند ہے۔ فرانس کی نیشنل لائبریری مین ایک سکہ الخیر بن محمد المستنصر باللہ کا موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرمانروا رومغرا وا قبیلہ مین سے تہا۔ اور ۹۶۱ء سے ۹۷۱ء تک حکمران رہا۔

چھوٹی چھوٹی معاصر ریاستین } کل ادریسی عہد مین ملک مین کم ازکم تین بادشاہیان
اوّل۔ الہوسیماس } ایک دوسرے کے دوش بدوش برابر موجود رہین

مراکشی سلطنت ان تینون کے اجتماع سے قایم ہوئی۔ ان مین سب سے پرانی جو ناس کی حکومت سے بہی دوسو برس پہلے کی تہی۔ حجرات نغلور کی بادشاہی تہی۔ یہ شہر قصبہ الہوسیماس کے قریب واقعہ تہا۔ یہ بادشاہی گو قدیم ترین تہی۔ لیکن اوس نے سلطنت کے قیام وبنا رین کوئی نمایان حصّہ نہ لیا۔ ۷۸۶ء مین خلیفہ نے برنانہ موسیٰ وطارق صالح بن منصور یمنی کو حجرات کا متصلہ ضلع بتان جاگیر مین عطا کیا۔ اوس کے جانشین بنی عمر کے نام سے پکارے جاتے تہے۔ اونہون نے ۸۵۰ء مین حجرات نغلور کو تعمیر کیا۔ اوس کی عمارت مکمل ہوئی ہی تہی کہ ۸۶۱ء مین نارمن فرنگیون نے جنکو عرب مورخین نے مجوسین لکہا ہے دہا وا کرکے اوسے فتح کرلیا۔ مگر جلد نکالدیئے گئے۔ چارون طرف سے بلند دشوار گذار پہاڑون سے محفوظ ہونیکی وجہ سے بنی عمر مشرقی خاندانون کے معمولی انقلابات سے تین سو برس تک بچے رہے۔ آخر کار اونکی بہی نوبت آگئی۔ قبیلہ ازداجہ کے سردار یا علہ بن فتوح فاتحہ اورن نے ۱۰۱۵ء مین پہلے ان کے صدر مقام حجرات نغلور کو برباد کیا۔ اور پہر ۱۰۶۵ء مین اس خاندان کو معدوم کرکے اون کے علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ جس پر وہ یوسف بن تاشفین کے وقت تک متصرف رہا۔

دوسری ریاست سیوٹا کی تہی۔ اس شہر کو بربرون نے اپنی بغاوت عظیم کے وقت محصورہ کے زیر کمان کی تہی۔ برباد کردیا تہا۔ ۸۰۰ء مین اوسے ایک شخص مجاکیس نے ازسر نو تعمیر کرا کر ایک چہوٹی سی ریاست کا پایۂ تخت بنالیا۔ اوس کے نام پر شہر کا نام مجاک ہوگیا۔ مجاکیس کی اولاد اس ریاست پر ادریسیون کے زوال اور بکنا سا خاندان کے عروج پکڑنے کے وقت تک خود مختار حکومت کرتی رہی اسوقت ۹۳۱ء مین عبد الرحمن والیٔ قرطبہ نے اوسے فتح کرلیا۔ بعد

ازان یہ ایک مسمودہ قبیلہ مسلی برا غرمہ کے قبضہ مین چلی گئی۔ جو سالی سے لیکر سفی تک وسط مراکو کے میدانون پر قابض تہا۔ اس قبیلہ کی حکومت اس علاقہ پر معصرہ کے ایک جرنیل صالح بن طارف نے ۱۱۴۰ء مین قایم کی تہی۔ اور یہ تیسری خود مختار بادشاہی تہی۔

صالح نے مہدی ہونیکا دعوی کیا۔ اور اس مین اسے نمایان کامیابی ہوئی لاکہون خرش اعتقاد اس کے مرید ہوگئے۔ اوس کے ورثا نے بادشاہی کا لقب اختیار کر لیا۔ اور مرابطی حملہ کے وقت تک وسط مراکو پر حکمران رہے۔ مسمودہ صالح کے وقت تک بت پرست رہا تہا۔ اوس نے اسلام کو بنیاد قرار دیکر اپنا جدا مذہب وضع کیا۔ اور یہ لوگ اوس کے معتقد ہوگئے۔ صالح کی نسبت روایت ہے کہ وہ ہسپانیہ کا یہودی النسل باشندہ تہا۔ غالبًا وہ ان یہودی المذہب بربر خاندانون مین سے تہا۔ جنہون نے اسلام قبول کر لیا تہا۔ فرانس کی نیشنل لائبریری مین سیوٹا کے ایک حکمران سا قوت بن محمد ابو غوطی کا سکہ جو ۱۰۶۹-۱۰۶۳ء کا سن نقش ہے موجود ہے۔ سا قوت کی حکومت یوسف بن تاشفین نے برباد کی تہی۔ صالح کے موضوع قرآن کا خلاصہ ابن خلدون کی تاریخ کی دوسری جلد کے ۱۸۱ صفحہ مین درج ہے۔ مین نے بہی اسی کتاب "اہالی مغرب" مین درج کر دیا ہے۔

جنوبی مراکو مین ایک اور آزاد خاندان وادی اطلس مین بمقام اغمات حکمران رہا تہا۔ اسی اغمات کو مرابطیون نے اول اول اپنا پایہ تخت بنایا۔ اور یہین سے اونکی طاقت نے حیرت انگیز ترقی کی۔ اس ریاست کی نسبت ہم تک بہت کم حالات پہونچے ہین۔ صرف یہی معلوم نہین کہ اس مین کیا کیا واقعات گذرے بلکہ یہ بہی کہ کون کون بادشاہ ہوا۔ وہان کے آخری امیر کو امیر ۱۰۵۵ء سے لیکر ۱۰۶۷ء تک متواتر حملے کرتے رہنے کے بعد مرابطی حملہ آورون نے قتل کر دیا اور اس کی ریاست کو فتح کر لیا۔ مقتول امیر کی بیوہ زینب پہلے ابوبکر کی اور پہر اوس کے عمزاد بہائی یوسف بن تاشفین کی بیوی بنی۔ اور عام خیال ہے کہ اسی عقلمند خاتون کے صلاح و مشورہ کی بدولت یوسف کو متواتر اور عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئین۔

اس چوتھی ریاست کے قدیم دارالخلافہ اغمات کا اس کے سوائے کوئی نشان باقی نہین رہ گیا۔ کہ اس کے قایم مقام قصبہ مراکش کے ایک دروازہ کا نام اغماتی دروازہ ہے۔ وہ مراکش سے تین گھنٹون کی زین سواری کے فاصلہ پر بجانب جنوب کوہ اطلس عظیم کے دامن مین پر ریکا وادی کے دہانہ پر آباد تھا۔ مرابطیون کے عہد مین اکر بڑی رونق ملی۔ اسوقت وہ ٹمبکٹو سے تجارت کرنے والون کا بڑا مرکز تھا۔ بومیر تاریخ۔ وض القرطاس کے ترجمہ کے ایک نوٹ مین لکھتا ہے۔ کہ "اس مین اب بھی ساڑھے پانچہزار باشندے آباد ہین۔ جن مین سے ایک ہزار یہودی ہین" لیکن میرے خیال مین وہ شہر کی بجائے ضلع اغمات سے مراد لے رہا ہے۔ ورنہ وہ یہ نہ لکھتا۔ کہ وہ مراکش سے ایک دن کی مسافت پر بجانب جنوب طافیلالت کی سڑک پر واقع ہے۔ ڈیوڈسن اپنی کتاب کے صفحہ ۵۰ مین لکھتا ہے کہ اغمات کے کھنڈر مقام تاسموت مین مراکش سے ایک دن کے فاصلہ پر واقع ہین۔ اونکا محیط تین میل ہے اور شہر کی فصیل۔ دروازے۔ حمام اور محراب ہین جو ان تراشے وکھروے پتھرون کی ہین اب تک کھڑی ہین۔ ادریسی کا بیان ہے کہ اغمات سے چھ میل بجانب مشرق ایک شہر اغمات عیلان موجود تھا۔ اوس مین فقط یہودی آباد تھے۔ جن کو خاص پایہ تخت مین رہنے کی اجازت نہ تھی۔ اور اپنے شہر کی چار دیواری سے باہر مل جانے پر اونکو جو شخص چاہے بلاخوف سزا و اندیشہ قتل کرسکتا تھا۔

ادریس اول کا جو نقرئی سکہ درہم پیہ، لندن میوزیم مین رکھا ہے اوسکی دونون جانب یہ عبارت نقش ہے۔

لا الہ الا اللہ۔ لا شریک لہ۔ بسم اللہ۔ یہ درہم بمقام بیضا ۱۷۵ھ ہجری مطابق ۷۹۱ء مین ضرب ہوا۔

محمد الرسول اللہ۔ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ادریس بن عبداللہ

جاء الحق وزہق الباطل۔ ان الباطل کان زہوقا (سورہ ۱۷، آیت ۸۳)

یہ روپیہ یا درہم شکل و بناوٹ مین نانک شاہی یا دیگر پرانے روپیون ایسا ہو

ضمیمہ فصل سوم] سید امیر علی صاحب نے اپنی تاریخ فتوحات عرب مین ادریسی فرمانروا کے متعلق ایسے ریمارک تحریر کئے ہین۔ جو مسٹر میکنس کی تحریر سے بالکل مختلف بلکہ بعض موقعون پر عین متضاد ہین۔ بنا برین مین مسٹر موصوف کے بیان کردہ حالات زمانہ اوائل سے کے خاتمہ پر سید صاحب کی تحریر کا ترجمہ درج کردینا مناسب تصور کرتا ہون۔ وہ حسب ذیل ہے:۔

خاندان عباسیہ کے تیسرے خلیفہ مہدی کے وقت تک تمام افریقی مقبوضات عباسیہ حکومت کے تابع رہے۔ ہادی کے عہد مین امام حسن اول کا ایک نبیرہ ادریس بچکر مغربی مراکو کو بھاگ گیا۔ اور وہان بربر قبایل کی مدد سے جنھون نے اسکو اپنا سردار اور امام تسلیم کر لیا۔ ایک زبردست اسلامی ریاست قایم کرلی۔ جو عرصہ دراز تک شمالی افریقہ مین خوب رونق پر رہی ہے۔ اس نے شہر فاس تعمیر کراکر اوسے اپنا پایہ تخت بنایا۔ یہ شہر اوسکی مہذب و منور حکومت و انتظام کی بدولت جلد علم و فضل کا مشہور مخزن و معدن بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اوسے عباسیون کے ایک قاصد نے زہر دیدیا۔ جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔ اوس کے بعد تخت پر اوسکا شیر خوار بیٹا بیٹھا۔ اور اسکا نام بھی ادریس تھا۔ زمانہ نابالغی مین اوسکی والدہ اور وزیر غالب کاروبار سلطنت کو انصرام دیتے رہے۔ ادریس الاصغر قابل سپہ سالار نکلا۔ اور جنوب کی طرف اوس نے بڑے بڑے علاقے فتح کئے۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ "عباسیون کی حکومت یا دعوت اسوقت مراکو مین سوس الاقصیٰ سے لیکر شلف دشلویز تک بالکل معدوم ہوگئی۔ وہ ۲۱۳ھ مطابق ۸۲۵ء مین فوت ہوا۔ اور اوسکا بیٹا محمد خلیفہ بنا۔ اوس نے صوبون کی گورنری پر اپنے خاندان کے ارکان کو مامور کیا۔ اوسکی یہ اعتبار کرنے کی پالیسی بہت کامیاب ثابت ہوئی۔ کیونکہ ایک کے سوا اوس کے تمام بھائی جن کو اوس نے گورنر بنا دیا تھا۔ آخر وقت تک اپنے دل سے وفادار رہے

---

۵۱ مسٹر میکنس فاس کا بانی ادریس دوم کو لکھتے ہین۔

۵۲ مسٹر میکنس اسکے برعکس لکھتے ہین۔ اور خاندان کی بربادی کا باعث ہی اس پالیسی کو بتاتے ہین۔

محمد ۲۲۱ھ ہجری (۸۳۵ء) مین فوت ہوا۔ اور اوس کا بیٹا علی جس کی عمر صرف نو برس کی تھی مسند نشین ہوا۔ تمام رعایا نے اس کی حکومت کو بڑی خوشی کے ساتھ منظور کیا۔ اور حکومت کا انصرام اوس کے والدکے نمک حلال ملازمون نے ایسی عمدگی سے کیا کہ کل مؤرخین کا بیان ہے کہ اوسکا عہد حکومت نہایت ہی سپارک و فرخندہ فال تھا۔ اوس کے ۲۲ برس کی عمر مین اندفوت ہونے پر اوس کے دوسرے بھائی یحییٰ بن محمد کو ۲۳۴ھ ہجری (۸۴۸ء) مین تخت پر بٹھایا گیا۔ اوس نے اپنے طویل عہد مین سلطنت کی حدود کو چار و نطرف بہت وسعت دی۔ اور سلطنت نے تمول و خوشحالی مین حیرت انگیز ترقی کی۔ اوس نے فاس کو بھی بہت بڑھایا۔ اور اوسے خوب رونق و زینت بخشی۔ اور چارون طرف سے جوق در جوق خلقت آکر اوس مین آباد ہوگئی۔

یحییٰ ۲۶۴ھ ہجری (۸۷۸ء) مین فوت ہوا۔ اور یحییٰ ثانی اوس کا بیٹا تخت پر بیٹھا۔ نئے بادشاہ کے جور و ظلم سے تنگ آکر رعایا نے بغاوت کردی۔ اور اوسے ملک سے نکال دیا۔ وہ ہسپانیہ کو بھاگ گیا۔ اور وہین فوت ہوا۔ یحییٰ ثانی کی معزولی پر اوس کا چچازاد بھائی علی ابن عمر مالک تاج و تخت ہوا۔ مگر اسکے پایہ تخت پر زیادہ عرصہ رہنا نصیب نہ ہوا۔ خارجیون نے بغاوت کرکے اوسے بھی ہسپانیہ کیطرف بھاگ جانے پر مجبور کردیا۔ اوس کی فراری پر باشندگان فاس نے ادریس ثانی کے ایک پوتے یحییٰ ابن قاسم کو اپنا امام و خلیفہ بنایا۔ اور وہ کچھ عرصہ کے لیے تمام ادریسی مقبوضات کو زیر فرمان کرلینے مین کامیاب ہوگیا۔ مگر ۳۰۵ھ ہجری مین فاطمی خلیفہ کے گورنر مکناسا نے اچانک حملہ آور ہوکر اوس کی حکومت کا خاتمہ اور اوسے ملک سے خارج کردیا۔ وہ مراکو سے نکل کر مہدویہ کر جسے عبید اللہ مہدی نے قیروان کے قریب برلب سمندر بسایا تھا چلا گیا۔ اور تا انتقال جو ۳۳۱ھ ہجری مین ہوا۔ وہین زندگی کے باقی دن گوشہ تنہائی مین بسر کیے یحییٰ ثالث کے اخراج پر ادریسی خلافت کا دور ختم ہوگیا۔ گو

۱؎ عمر یحییٰ اول کا بھائی تھا۔ ۱۲

اوس کے بعد بھی اس خاندان کے کئی شہزادے بادشاہی کا لقب اختیار کرکے سلطنت کے بعیدی صوبون پر متصرف رہے۔ ۱۳۱۰ھ ہجری مین عبدالرحمن ثالث الملقب بہ الناصر شاہ ہسپانیہ نے افریقہ پر زبردست مہم بھیجدی۔ مراکو کا حصہ کثیر ہسپانیہ سے ملحق کرلیا گیا اور خاندان ادریسیہ کے اکثر شہزادے قرطبہ بھیجدیئے گئے۔ اس فتح سے مغربی مراکو ہسپانوی خلفا کے تصرف مین چلا گیا۔ اور مشرقی حصہ بنی فاطمیہ کے زیر حکومت رہا۔

فصل چہارم

انتظام و اجتماع سلطنت۔ زمانہ مرابطیہ ۱۰۶۱ء تا ۱۱۴۹ء

جس زمانہ مین نامن قوم نے اپنے ایک سردار راجرس کے زیر کمان، جزیرہ سسلی کو

لہ عبدالرحمن ثالث بن محمد مقتول بن عبداللہ۔ عبداللہ کی وفات کے بعد اوسکا پوتہ عبدالرحمن بن محمد مقتول جانشین ہوا اپنے دادا کا ہمنام۔ یہ اپنے خاندان کا فخر گذرا ہے۔ اوس کی محنت و نیک چلنی و نیک اطواری و فیاضی و ملنساری نے لوگون کو مائل و گرویدہ کر رکھا تھا۔ اس کی تخت نشینی سے سب کی مراد بر آئی۔ سب سے اوّل اس نے مفسد و بحی سرکرنی کو مقدم جانا اور دادا کے وقت کے جسقدر مفسد رہتے سب کو اس نے زیر کیا۔ اور بڑا دشمن اس خاندان کا گرک کہن کلیب تھا۔ جس نے عیسائی بادشاہون کے ساتھہ مل کر بڑے بڑے علاقے اور اپنے چھے ضلاع ہسپانیہ کے دبا رکھے تھے۔ اس بادشاہ نے بکمال سرگرمی اس کے استیصال پر کمر باندھی۔ اور یہ نوبت پہونچائی کہ شکست پر شکست کھاکر وہ قلعہ بہا گیا۔ پھر اسکا آخر بہیس بدلکر بہاڑون مین گھس گیا۔ اوس کا ملک و مال سب اس بادشاہ نے لے لیا۔ جسقدر علاقے اوس نے دبائے ہوئے تھے سب اپنی سلطنت سے متعلق ہوگئے۔ اس بادشاہ کی خوش قسمتی سے اسوقت عیسائی بادشاہون کی آپس مین کمال عداوت برپا ہوئی۔ اور آپس مین مدت تک لڑائیان ہوتی رہین۔ اس نے ایسا موقعہ غنیمت جانا۔ اور جسقدر علاقے اس کے باپ دادا کے وقت نصارا نے لے لیئے تھے سب سے واپس کرلیئے۔ بلکہ موریطانیہ کا ملک بھی جو کاذار الخلافہ شہر فاس ہے ملک اندلس کے شامل ہوگیا۔ اس بادشاہ نے اپنا خطاب۔ الناصر الدین اللہ امیرالمومنین عبدالرحمن مقرر کرکے

عربون سے فتح کیا۔ اور اینگلو سکسن قوم نے جرمنی سے آکر انگلستان کے جنوب مشرقی حصہ پر[۵۱] قبضہ کیا۔ اوسی زمانہ مین مغربی سلطنت نے جس کی حال صرف بنیاد دین قایم ہوئی تہین۔ ابھرنا اور ترقی کرنا شروع کیا۔ اسوقت مراکو جن چھوٹی چھوٹی بربر ریاستون مین منقسم تہا۔ اون مین سے ایک بہی اس قابل نہ تہی کہ سرغنہ بن کر یا دو سریون کو زبردست

۵۱ یعنی ۶۶۱ء - ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰ نمبر ۱) خطبہ وسکہ خاص اپنے نام کا جاری کیا۔ اور خلافت کا دعوی کرکے اپنے آپ کو خلیفہ مشہور کیا۔ شہر قرطبہ کی جامع مسجد کی اس نے رونق بڑہائی۔ اور ایک قصر عالیشان تعمیر کرکے اوس کا نام قصرہ الزائر رکہا۔ بہت سی مسجدین اور مدرسے بناکر علم کو ترقی دی اور اپنے گہر ایک کتب خانہ جمع کیا۔ ایسا کہ اسوقت اوس کے ساتہہ کا کتب خانہ روئے زمین پر نہ تہا۔ جا بجا نہرین جاری کرکے ملک کو سرسبز کردیا۔ علماء وفضلاء کو اور ملکون سے طلب کرکے اپنے دربار کو علم وفضل کا مجمع بنا دیا۔ اس بادشاہ کے وقت مین اندلس مین علم کا وہ عالم ہوگیا۔ جو منصور اور مامون کے وقت کیوقت بغداد مین تہا۔ سلطنت کے انتظام مین یہ بادشاہ بدل وجان دنرات مصروف رہتا۔ انصاف وعدالت کی آئین کی کتابین اسنے تصنیف کین۔ چونکہ اپنی مین حیات اصلح اپنے بڑے بیٹے حکم کو ولی عہد مقرر کیا تہا۔ یہ بات چھوٹے بیٹے عبداللہ کو ناگوار گذری، اور اوسکے قتل کے درپے ہوا۔ بعد فاش ہوجانے اس ارادہ کے بادشاہ نے چھوٹے بیٹے کے قتل کا حکم نافذ کیا۔ اگرچہ حکم بڑے بہائی نے بر سر دربار چھوٹے بہائی کا قصور معاف کیا۔ مگر بادشاہ انصاف سے گذرا اور عبداللہ کو قتل کرا دیا۔ اس بادشاہ نے تہتر برس کی عمر پائی پچاس برس سلطنت کی ۳۰۶ھ مین مرگیا۔ (از گلزار شاہی) سید امیر علی صاحب نے اس کے حالات نہایت عمدگی سے تحریر فرمائے ہین۔ جن کے لیے دیکہو کتاب (فتوحات وتمدن وتہذیب مسلمانان عرب)۔ جو ملے روپیہ قیمت پر جسمین یہ ایجنسی سٹیم پریس لاہور سے مل سکتی ہے +

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰ نمبر ۲) انمین سے ایک کی نسل مین سے ایک نے ہسپانیہ کے جنوبی حصہ مین ایک چھوٹی سی ریاست خاندان امیہ کی بربادی اور خلافت الملوکی کیوقت قائم کرلی۔ جو چند منلون تک قایم رہی۔ اوسکے حالات فصل چہارم کے ضمیمہ مین درج ہین + (بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰ نمبر ۳) بنو فاطمی کے عروج وانتہائی زمانہ کے حالات تاریخ خاندان عثمانیہ جلد اول کے ایک نوٹ مین بحالات سلطان سلیم اول درج ہین اور مکمل مفصل تاریخ کے لیے دیکہو کتاب دنیا کے محسنین یعنی مسلمانان عرب کی فتوحات وبنی النسان کی خدمات دربارہ تمدن و تہذیب (بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰ نمبر ۴) یعنی ۱۹۰۶ء۔

شمشیر مطیع و منقاد بنا کر ایک متحد سلطنت قایم کر سکے - یہ امر صرف اسی طرح ممکن تہا کہ کوئی ہم جنس و ہم مشرب طاقت باہر سے آکر اون مین آٹ سا اور مواج سیلاب کی طرح یکبارگی بڑہکر تمام قبائلی لکاوٹون اور رکاوٹون کو توڑ پھوڑ دینے سے سب کو ایک بنا دی ایسی طاقت خاندان تافضین تہا - جو بعد مین مرابطیہ کے خاندان کے نام سے مشہور ہوا - یہ لوگ

[1] مصنف روض القرطاس قدیم مورخون کی سند پر مرابطیہ کی وجہ تسمیہ جو اہل یورپ نے بگاڑ کر المراوی بنا لیا ہے حسب ذیل بتاتا ہے - قبیلہ کے سردار دین مین سے ایک مسمی یحیی بن ابراہیم نے حج بیت اللہ کے عزم سے اپنی ریاست کو خیرباد کہا مکہ معظمہ سے واپس آتے وقت قیروان مین اسکی ایک عالم سے جو فاس سے آیا تہا ملاقات ہوئی - اس عالم فقیہ نے یحیی سے سنہاجہ قبیلہ کی جہالت و اخلاقی پستی کے حالات سنکر اپنے شاگردون کو کہا کہ انمین سے کوئی جاکر اس قبیلہ کی ہدایت و تعلیم کا ثواب حاصل کرے - مگر کسی کو جرأت نہ پڑی تاہم عالم موصوف یحیی کے دل مین اسلامی خدمت کا سچا جوش پیدا کرنے مین کامیاب ہو گیا - اور یحیی نے اس کام کا بیڑہ اٹہا لیا جس مین اُسے جبل نفیسہ کے ایک معلم و فقیہ کے شاگردون مین سے ایک مستعد ہمراہی و رفیق مل گیا - اس رفیق نے لمتونہ قبیلہ کو نہ صرف اپنی باتون کے سننے پر ہی راغب کر لیا اور منجملہ دیگر اصلاحات کثرت ازواج کے رواج بد کی بہی ایسی اصلاح کی - کہ سب چار سے زیادہ بیویان کہنچ سے تائب ہو گئے - بلکہ انپر ایسا اقتدار حاصل کیا کہ اوس کے درسگاہ مین ہر وقت ایکہزار مقتدر سنہاجہ درس و تدریس و اکتساب فیض مین مشغول اسکی خدمت مین حاضر رہتے - انکو وہ ہر روز دیتا اور اذکا نام مربوطین یعنی رشتہ مذہبی مین خود اسکی باط یا درسگاہ سے وابستگان ہو گیا - جب وہ بخوبی تیار و باخبر ہو گئے تو انہون نے اپنے لامذہب ہم جنسون کے برخلاف جہاد شروع کر دیا - اور علانیہ ظاہر کر دیا کہ اگر اون کے والدین کافر یا مشرک ہون تو انکو بہی تہ تیغ کرنے سے دریغ نہین کرین گے - بخوف شمشیر لاکہون ہم ملن اون کیساتہہ شامل ہو گئے - جن سب نے یحیی کو اپنا بادشاہ بنا لیا - اور مغربی سوڈان اور صحرا کے متصل علاقہ کو فتح کر کے مراکو کیطرف متوجہ ہوئے - بنگلیس -

ملثمین ملتثمہ - مربوطین - مراد دین اور سنہاجا سے ایک ہی ایک ہی قوم مراد ہے - مفتی غلام سرور اپنی کتاب گلزار شاہی مین مربوطین کا حسب نسب اور ابو بکر یوسف کے ابتدائی حالات و باہمی تعلقات مسٹر مینگلس کی تحریر مندرجہ متن و حاشیہ سے بہت مختلف تحریر کرتے ہین - سید امیر علی نے بہی کسیقدر اختلاف کیا ہے جنکی تحریر کا اندراج کہیں اور مناسب موقع کے لیئے ملتوی کر کے مفتی صاحب کی تحریر ذیل مین درج کیجاتی ہے :-

دراصل صحرا کے خانہ بدوش باشندے تھے۔ سنہاجا بربر اگرچہ اوسی نسل سے ہین جو تواریخ بربر ونکی ہے۔ لیکن وہ بعض اوقات اپنی طرز معاشرت کیوجہ سے غلطی سے عرب بیان کئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲) مرادی یکہ عرب کے قبیلہ کا نام تہا۔ اور یہ لوگ علاقہ جیبح کے رہنے والے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضہ خلیفہ اول کیوقت یہ لوگ عرب اوٹہکر شام کے علاقہ مین سکونت پذیر ہوئے چندی وہان رہے۔ وہان بہی ان کے باون نیچے۔ پہر وہان سے جلاوطن ہوکر مصر کے علاقہ مین سکونت پذیر ہوئے۔ پہر وہان سے اوٹہکر ملک افریقہ کے مغربی علاقہ تین عین جنگل کے اندر اوہون نے رہائش کی صحرانشینی کی حالت مین اکثر گذارا اسکا شکار پر ہونا تہا اس سبب سے اچہے اچہے ہتہیار رکہنے کے یہ عادی ہوگئے۔ اور شجاعت اور علو ہمتی تو گویا انکا ذاتی جوہر تہا۔ ابتدا مین یہ قوم عیسائی نہی۔ مگر جب مصر و افریقہ مین دین اسلام نے ترقی پکڑی۔ تو یہ قوم بہی مسلمان ہوگئی۔ مگر بعد مسلمان ہونیکے مسلمانی بہی انہین برائے نام ہی تہی سوائے کلمہ شہادت کے اور مسلمانی احکام اونکو یاد نہ تہے۔ جب اونکو کسی سے لڑنے کا اتفاق ہوتا تہا تو عورتین اونکی بہی گہوڑون پر سوار ہوکر اور سر پر برقعہ ڈالکر دشمنون سے لڑتی تہین۔ چونکہ پردہ پوش کو عربی مین ملثام کہتے ہین۔ اسواسطے اس قوم کا خطاب ملثمین مقرر ہوا۔ اساس قبیلہ مین سے ایک شخص یحیی بن ابراہیم نام بوقت ضعف سلطنت آل مران کے جو اندلس مین حاکم تہے شہر فاس مین جو دارالخلافہ مراکش تہا گیا۔ اس شہر مین کسی ابوعمران فقیہہ سے اسکی ملاقات ہوئی۔ اوسنے فقیہہ کی خدمت مین التماس کی کہ ہماری قوم بالکل جاہل ہے۔ مگر ہر ایک کا مادہ قابل ہے اگر اونکو اخلاق اور مذہب کی تعلیم آپ دین یا اپنے کسی شاگرد کو وہان بہیجین تو سب لوگ دین کے احکام ہی سے سیکہین تو فایدہ سے خالی نہ ہوگا۔ قوم کو تو دینی دنیاوی فایدہ ہوگا۔ اور معلم کو تعظیم بہی قوم قرار واقعی کریگی۔ فقیہہ نے ہر ایک شاگرد کے آگے یہ حال ظاہر کیا۔ کسی نے سب سفر دور دراز کے سبب وہان جانا منظور نہ کیا۔ آخر ایک شخص جسکا نام عبداللہ یتیم تہا وہان جانے پر راضی ہوا۔ اور وہ ہمراہ یحیی بن ابراہیم کے افریقہ کو گیا۔ جب وہان پہونچا تمام صحرائی قوم اس کے مطیع ہوگئی۔ اور اس تعظیم اور تکریم سے لوگ پیش آئے۔ کہ اس کے حکم سے کسی کو انکار نہ تہا۔ سب کو اس نے دین اسلام کے احکام سکہلائے اور مرابطین قوم کا خطاب مقرر کیا یعنی اس قوم کو خاص رابطہ خدا سے ہے اور یہ لوگ صرف خدا سے مربوط ہین۔ دوسرے سے اونکو لگاؤ نہین۔ جب عبداللہ نے سب کو مطیع کرلیا۔ تو حکومت کا نقشہ بنایا اور دین اسلام کی دعوت عام اس علاقہ مین شروع کی بہت سے قبایل پر عند المقابلہ غالب آیا۔ آخر ایک مقابلہ مین جو ۴۵۰ھ ہجری مین وقوع مین آیا تہا۔ خود بہی مارا گیا۔ اس کے مارے جانے کے بعد ابوبکر

جاتے ہین صحرا کے باشندے سواری کے وقت چہرون پہ نقاب ڈال لیتے ہین۔ یہی اونکی عادت تھی جس کی وجہ سے عربون نے الکا نام ملثمین یا نقاب پوش رکھدیا ہے۔ مگر بالعموم

بن عمر ملتونی بوعبداللہ کے خاص شاگردون مین تہا۔ جانشین ہوا۔ اوس نے جمعیت کافی بہم پہونچاکر ملک مغرب پر حملہ کیا۔ اور شہر اغمات کو دارالسلطنت بنایا۔ اوچند مدت مین بہ کمال جوانمردی وشجاعت علاقہ تلمسان سے لیکر دریائے محیط کے کنارہ تک اپنی مستقل سلطنت اوس نے قایم کرلی۔ جب اتنی سلطنت کا فرمانفرما بنگیا۔ تو شہر مراکش کو اوس نے پایۂ تخت قایم کیا۔ سوائے قبیلہ گدالہ کے کوئی شخص اوسکا منحرف نہ ہوا۔ اسواسطے اُس نے اُنپر فوج کشی کی۔ اور دشمنون کو سخت سزادی۔ ایک مرتبہ یہ شہر مدن کے علاقہ مین سوار چلا جاتا تہا۔ دیکہا کہ ایک بڑہیا کمال سوز وگداز سے رو رہی ہے۔ اور کہتی جاتی ہے کہ اے ابوبکر تو نے ہمکو برباد کردیا ہے۔ اسکا انصاف حشر کے روز زمین خدا سے مانگونگی۔ اسبات کی تاثیر ابوبکر کے دل پر ایسی ہوئی کہ سلطنت سے دست بردار ہوگیا۔ اور خزانہ ولشکر وسلطنت اپنے ایک رشتہ دار کو جسکا نام یوسف بن تاشفین بربری تہا حوالہ کرکے خود وطن کو چلا گیا۔ اوس نے تمام ملک بربر اور فاس کا فتح کیا۔ اور مراکو شہر کی بنیاد مستحکم کی۔ اور اپنے حسن اخلاق ونیک خلقی وملنساری وشجاعت وجوانمردی سے سب کو مطیع کرلیا۔ چونکہ ابوبکر نے ملثمونی کی بہن سمات زینب نہایت خوبصورت اور حسینہ وجمیلہ تہی۔ یوسف نے اس کے ساتہہ نکاح کیا۔ ان شہر ونکی رعایا یوسف سے بہت خوش تہی۔ اور سب لوگ اوس کے حکم پر جانفشانی کسیفقد رمدت کے بعد ابوبکر پھر اپنے وطن سے سطرف کو آیا۔ اور دیکہا کہ یوسف بڑا بادشاہ وامیر کبیر ہوگیا ہے۔ یہ حالت دیکہکر اوسکو کمال حسد ہوا۔ اور ملک کی سپردگی اور ترک سلطنت پر کمال افسوس کیا۔ اور چاہا کہ دوبارا سلطنت پائے یوسف کو معزول کرکے خود بادشاہ بنجاوے۔ اس ارادہ پر اس نے کچہ جمعیت بہم پہونچائی اور شہر اغمات پر حملہ کیا مگر کچہ نہ کرسکا۔ اور لوگون نے درمیان آکر صلح کرادی۔ اور ابوبکر کچہ نقد وجنس لیکر وطن کو چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد یوسف نے امیر المؤمنین کا خطاب لیا۔ اور چاہا کہ اپنا ملک دور تک بڑہائے۔ اسوقت ولائت اندلس مین جو چند فرمان فرما بطور ملوک الطوائف حاکم تھے۔ اور آپسمین اونکی کمال عداوت تہی۔ ایک نے امین سو یوسف کے نام خط لکہا کہ آپس کی عداوت نے اہل اسلام کو اس مین تنگ کر رکہا ہے۔ اور الونزو شتم حاکم ولائت قرنگ نے اوس کے علاوہ ہمکو تنگ کر رکہا ہے۔ بادشاہ اسلام ہماری امداد کرے۔ یہ تحریر سنکر یوسف خوش ہوگیا۔ اور جواب مین لکہا کہ مقام الجزیرہ جو فریقہ مین واقع ہے۔ مجہکو

وہ لقمہ تا پکارے جاتے۔ کیونکہ اونکی ڈھالین ملتا۔ یعنی بھینسے کی کھال کی ہوتی ہیں تواریخ قبائل قبائل اب بھی الجیریا کے جنوب مین آباد ہین۔

پناہ لینے کے لئے ٹھکانا رہے۔ اونہون نے امر منظور نہ کیا۔ جب شاہ اندلس کا زور اندلس پر بہت پڑا تو ایک اور حاکم اندلس نے یوسف سے امداد چاہی۔ اور یوسف کو مع فوج وہان بلوا بھیجا۔ اور یوسف ۷۹۳ھ مین بڑی بہاری فوج لیکر براہ دریا اندلس کے کنارے جا پہونچا۔ اور صوبہ استرامادورا کیطرف کوچ کیا۔ اور اسی مقام سے الونزو شاہ فرنگ کے نام خط لکھا کہ مینے سنا ہے کہ تم میرے ملک کیطرف آنیکا ارادہ رکھتے ہو۔ اس لیئے مین خود ہی اسطرف آگیا ہون۔ تاکہ آپکو سفر کی تکلیف نہ ہو۔ اب تم جزیہ دینا قبول کرو یا مسلمان ہوکر میری تلوار سے امان پاؤ۔ جب یوسف کا وکیل یہ مراسلہ لیکر الونزو کے پاس گیا۔ خط کا مضمون سُنکر وہ غضب مین آیا اور خط کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اسکو پاؤن کے نیچے مل ڈالا۔ اور وکیل کو کہا کہ یہی جواب تمہارے بادشاہ کے خطوط کا ہے۔ جو کچھ تم نے آنکھہ سے دیکھا ہے اوس کے آگے بیان کرنا اور کہنا کہ اب ہمارے درمیان جواب وسوال زبان شمشیر سے میدان جنگ مین ہونگے مگر تم بہاگ جانا۔ مرد ہو تو میدان مین قایم رہنا۔ وکیل کی واپسی کے بعد الونزو بھی اپنا خونخوار لشکر لیکر ٹاحیا راکون سے جلد تر مقابلہ کرنے کو میدان مین آموجود ہوا۔ اور زنگار کے میدان مین سخت لڑائی ہوئی۔ دونون فریق سے ہزارون آدمی کام آئے۔ آخر الونزو شکست خوردہ ہوکر شب میدان سے بہاگ گیا۔ اور لشکر اسلام نے فتح حاصل کی۔ غنیمت کا بہت سا مال مسلمانون کو حاصل ہوا۔ اس فتح کے بعد یوسف پھر افریقہ کو چلا گیا۔ پھر دو برس کے بعد سیرین بن ابوبکر نے یوسف کے حکم سے اندلس پر فوجکشی کی۔ اور مسلمان حکام کو شکست دیکر قابض ہوا۔ یہ تمام بالله قابض اندلس کا مقید ہوا۔ تاریخ یا فعی مین لکھا ہے کہ اس عہد مین یوسف ابن تاشفین کے برابر کوئی بادشاہ جلیل الشان نہ تہا۔ اور وہ بہائیت با مروت رحیم وکریم تہا۔ عفو اس کے غضب پر غالب تہا۔ اور سخ تمام اپنی زبان سے کسی کی نسبت قتل کا حکم نافذ نہ کیا۔ آخر ۵۰۰ھ ہجری مین تانوین برس کی عمر مین فوت ہوا۔ تیس برس بادشاہت کی۔ قبیلہ المرادی سے یہ پہلا بادشاہ شمار ہوتا ہے۔ اور سلطنت اسکی جبل طارق سے لیکر سرا تامور یتا تک جو اسپین مین واقعہ ہے قائم ہوچکی تہی۔ اندلس کا دار السلطنت شہر قرطبہ اس کے وقت مین بدستور مقرر رہا۔

(از گلزار شاہی)

مراکو کی ابتر حالت اور اس کی تقسیم در تقسیم نے اوسے ایسا آسان شکار بنا رکھا تھا کہ مرابطین کے لئے زیادہ ضبط کرنا محال ہو گیا۔ گیارھویں صدی آدھی گذری تھی کہ انہوں نے فتح کی کارروائی شروع کر دی۔ سب سے اول طافیلالت جو اون سے مراکو کا قریب ترین صوبہ تھا ۱۰۵۵ء مین مطیع بنایا گیا۔ دوسرے برس ۱۰۵۶ء مین سوس بھی اون کے قدم چوم رہا تھا۔ اوسکے بعد وہ کوہ اطلس سے عبور کر گئے۔ اور ۱۰۶۰ء مین اغمات کو تاراداکے بنی وغزان سے فتح کیا۔ اگلے برس ۱۰۶۱ء مین ہسپانیا مصمودا بربر جن پر معزاوا حکمران تھا اور نیز تاکہ فتح گئے۔ اور ابوبکر سردار ملثمو مین نے ہزیمت خوردہ بادشاہ کی بیوہ زینب ساحرہ سے شادی کر لی۔ زینب کا یہ لقب اوسکی حیرت انگیز عقلمندی اور دانائی کیوجہ سے پڑ گیا تھا۔

یوسف بن تاشفین اسوقت تک تمام کام حسب مراد ہوتے رہے۔ مگر تادلہ کی فتح پر ۱۰۶۱ء تا ۱۰۷۱ء ابوبکر کو پیچھے سے خبر پہونچی کہ وطن مین بغاوت ہو گئی ہے اور اس کا واپس آنا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ ابوبکر اپنی جگہ یوسف بن تاشفین کو جو اس کا عمزاد بھائی تھا۔ فوج کا سپہ سالار بنا کر اپنے صحرائی وطن کو واپس چلا گیا وہ زینب کو بھی طلاق دیکر یوسف کے پاس چھوڑ گیا۔ وجہ یہ بتائی کہ مجھے اس سے اسقدر محبت ہے کہ میرا دل گوارا نہین کرتا کہ اگر مین بغاوت مین مارا جاؤن تو وہ بیوہ رہے چنانچہ وہ اپنے بھائی کو حکم دیتا گیا۔ کہ ایام عدت کے منقضی ہونے پر زینب سے نکاح پڑھ لے۔ یوسف نے سپہ سالار بننے کے ساتھ ہی اپنی حکومت کو دونون مین اسقدر وسیع بنا لیا۔ اور اپنے اقتدار کو اسقدر مستحکم کر لیا۔ کہ ابوبکر جسے راستہ مین ہی وطن پہونچ کر سے بغاوت کے فرو ہو جانے کی خبر پہونچ گئی تھی۔ اسنے پاؤن روز افزون ترقی پذیر نئی سلطنت کی عنان حکومت پھر ہاتھ مین لینے کے لئے واپس لوٹا۔ لیکن یوسف مطلق العنانی کا مزہ چکھ چکا تھا۔ جو ایسا نہ تھا کہ وہ اوسے باسانی چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتا۔ اوس نے حکومت نہ چھوڑنے کا عزم بالجزم کر کے مناسب تدابیر سوچ لین جب سردار جیوش لشکر گاہ کے قریب پہونچا تو نائب دیوسف، گھوڑے پر سوار اس

لہ مسٹر سلام سرور کی روایت جو اس سے مختلف ہے پہلے درج ہو چکی ہے۔ مترجم

کے استقبال کو گیا اور جیسا کہ ہاکستون کا شعار ہے گھوڑے سے اُتر کر ملاقات کرنے کی بجائے سوار رکھ ہم تبہ شخص کی حیثیت مین ہی سے ملاقات کی - مزید براں وہ اپنے ساتھ جرار لشکر اور تحفہ تحائف کا ایک عظیم کارواں لیتا گیا - اور آخر الذکر کے لالچ کا مدعا یہ بتایا کہ وہ برق و دق وغیرآباد صحرا مین اونٹ کے بہترین کے کام آئین - ابو بکر سمجھ گیا - کہ اوسکا مطلب یہ ہے کہ مین چپ چاپ صحرار کو واپس چلا جاؤن - اوسے اس سرزنش سے رنج تو سخت پہونچا - مگر تہا عقلمند - غصہ کو کڑوے گھونٹ کی طرح پی گیا - اور تحائف قبول کرکے واپس ہوگیا - کہا جاتا ہے کہ یہ تدبیر یوسف کو زینب نے بتائی تہی - ابو بکر وطن واپس جاکر صحرا کے مشترک قبایل سے لڑتا ہوا - ایک لڑائی مین زہر دار تیر سے زخمی ہوکر ۱۰۷۰ء مین شہید ہوگیا -

لندن کے میوزیم مین ایک طلائی دینار امیر ابراہیم بن ابو بکر کے نام کا موجود ہے - یہ شرقی مدور شکل کی ہے - اور اوس کے الفاظ موجودہ زمانہ کے سکون کی طرح خوب واضح اور نمایان ہین - ایک طرف متن مین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ - اور اوس کے نیچے امیر ابراہیم بن ابو بکر نقش ہے - اور حاشیہ پر ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو من الخاسرین - دوسری طرف متن مین لا الٰہ الا اللہ عبداللہ الامام امیر المؤمنین اور حاشیہ پر ضرب باسمہ تعالے ہذا الدنیا فی سجل مسا فی ۴۶۳ ہجری" (مطابق ۱۰۶۹ء) کندہ تہا - عبداللہ جیسا کہ بعض مبصرین مغروبات قدیمہ کا خیال ہے علم نہ تہا - بلکہ عموماً خدا کے بندہ کے عام معنون مین استعمال کیا جاتا تہا - اس سکہ مین عبداللہ سے بغداد یا کسی اور جگہ کے کسی خاص خلیفہ سے مراد نہ تہی کیونکہ خاندان سعدی کے سکون مین بہی یہ لفظ درج ہے - ۱۰۶۹ء اور ۱۰۷۰ء کے مطابق ہجری سنین کے سکون پر امیر ابراہیم بن ابو بکر کا نام نقش ہے - مگر اوسکا ذکر کسی مؤرخ نے نہین کیا - اس سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ غالباً طرف صویہ سجل مسا پر حکمران رہا - ابو بکر نے بہی اپنے نام پر سکہ مضروب کرایا تہا - اوس کے ایک سکہ کی نقل لین پول صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۳ پر دی ہے - لیکن اوس مین ۴۶۲ ہجری (مطابق ۱۰۶۹ء) کی تاریخ ہے جو ۴۶۳ ہجری کی بجائے غلطی سے درج ہوگئی ہے میرا گمان صحیح ہے - تو اس امر کی شہادت ہے کہ ابو بکر صحرا مین خود مختار حاکم رہا - یوسف نے وہان کی سلطنت مین کچہہ دخل نہ دیا -

ابو بکر کی واپسی پر یوسف اول بن تاشفین مغرب کا باضابطہ امیر و حکمران ہوگیا -

تاریخ ابن خلدون و روض القرطاس مین اوس کا حلیہ و اوصاف یہ لکھے ہین- وہ میانہ قد دبلا پتلا- قوی البنیان- جفاکش کاروبار سلطنت اور رعایا کی خیر و فلاح مین ہر وقت منہمک رہنے والا- فیاض- اپنی ذات پر سختی کرنیوالا- مگر دوسرون کے لیئے نہایت رحمدل تھا- اوسکی معاشرت نہایت مرتاضانہ تھی- ہمیشہ تمام کپڑے اون کے پہنتا- اور مدت العمر فقط جو گوشت اور اونٹ کے دودھ پر گذارا کیا- ۱۰۶۰ء مین ابوبکر نے جب اوسے اپنا نایب بنایا ہو وقت اسکی ۵۶ برس کی عمر تھی- دوسرے برس خود مختار بادشاہ ہوا- اور ۴۷ برس بادشاہی کرکے قمری سنین کے حساب سے ایک سو چار اور شمسی حساب سے ایک سو برس کی عمر مین جوار رحمت مین جا لیٹا-

تعمیر مراکش } خود مختار فرمانروا ہونے سے دوسرے برس ۱۰۶۲ء مین اوس نے وہ زمین خرید کر جسپر مراکش آباد ہے- اپنا خیمہ وہان نصب کیا- اور اوس کے متصل اپنے خزانہ کی حفاظت کے لیئے ایک چھوٹا سا قلعہ تعمیر کرایا- قلعہ سے فارغ ہوکر اسکے قرب ایک مسجد بنوائی- جس کی تعمیر کے دوران مین وہ خود بہی عام مزدورون کی طرح کام کرتا تھا- جس جگہ پر یہ مسجد تعمیر ہوئی- اس کا ہو وقت سے سور الخیر" یعنی فصیل خوشحالی نام پڑگیا- اندونون عمارتون کے دوش بدوش اسی موقعہ پر چاہات اور خندقین بہی تیار ہوگئین- اور تہوڑے دنون مین گرد و نواح سے خلقت آکر یوسف کے قلعہ کے گرد آباد ہوگئی- اور اچہی خاصی بستی قایم ہوگئی- مگر یوسف نے اس نئے شہر کی حفاظت کے لیئے خود کوئی فصیل نہ بنوائی- یہ کام ستر برس بعد ۱۱۳۲ء مین اُس کے بیٹے نے سرانجام دیا- ضلع مراکش کی مٹی کا رنگ نہایت سُرخ ہے- اور اس رنگت کیوجہ سے اوسے غرناطہ کے مشہور محل کیطرح الحمرا (سُرخ) پکارا جاتا ہے- مٹی کی کچی دیوارین دور سے شعلہ جوالہ معلوم ہوتی ہین-

فاس کو طوائف الملوکی کے باوصف فاس برابر دارالخلافہ سمجہا جاتا تہا- اور جو شخص رونق ملتا } وہان حکمران ہوا اوس کی نسبت عام خیال تہا کہ اوسے کافی طاقت ہوجانیکی صورت مین شہنشاہی اختیارات و اقتدار کو سنبھال لینے کا ایک طرح سے حق شفع حاصل ہے- بنابرین اس شہر کو فتح کرنا یوسف نے سب سے مقدم سمجہا- اس مدعا مین وہ کامیاب ہوگیا- صفرای فتح کے بعد فاس پر بہی اوسکا تصرف ہوگیا- لیکن جبکہ وہ کسی اور مہم پر گیا ہوا تہا فاس کو اس کے حکمرانون نے پھر چھین لیا- اور چند برس اوس پر قابض

رہے۔ یوسف نے مہم سے فارغ ہو کر ۱۰۶۹ء مین فاس کو بکر فتح کر کے بجرم غداری و بغاوت وہان کے باشندون کو بیدریغ تہ تیغ کرایا۔ صرف قرویین اور اندلیسہ مسجدون مین تین ہزار سے زیادہ آدمی قتل کئے گئے۔ اور تمام کوچہ و بازار لاشون سے پٹ گئے۔

ایک دفعہ خوب سیر ہو کر غصہ نکالنے کے بعد یوسف نے فوراً ہی فاس کی رونق بڑھانے کا کام شروع کر دیا۔ اور قحط عام کے وقت سے بربادی و ویرانی کے عوض شہر کی خوشحالی و تمول کا زمانہ شروع ہو گیا۔ نئے امیر نے جیسا کہ عموماً فاتح و منصور بانیان سلطنت کا شعار ہے۔ پایۂ تخت کی اصلاح و رونق اور زیب و آرائش مین کوشش محنت اور صرف کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ شہر مین دو بڑے فریق اندلیسہ و قرو مین آباد تھے۔ اور دونون کی آبادیون کے درمیان ایک فصیل حایل تہی۔ یوسف نے اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی سنمرہ پالیسی پر عمل کر کے جس کی تعمیل اوس نے اپنی سلطنت کے ہر حصہ و گوشہ مین کی اس دیوار کو گرا کر شہر کو ایک کر دیا۔ دونون مین چارون طرف شہر کے ہر حصہ و محلہ مین مسجدین۔ حمام۔ فنادق دکاروانسرائین، کارخانے اور دیگر پبلک و رفاہ عام کی عمارات تیار ہو گئین۔ اور عمارات و زیبائش شہر کا شوق ایسا عالمگیر ہو گیا کہ جس محلہ مین اپنی مسجد نہ ہو۔ اس محلہ کے باشندون پر علانیہ طعن و تشنیع ہوتی۔

سلطنت کا پھیلانا۔ یوسف اس کام مین مصروف تہا۔ اور درمیولا اوس کی افواج سلطنت کی حدود بڑہانے مین مشغول تہین یکے بعد دیگر تمام مقابل و مزاحم طاقتون کو مغلوب کرتے ہوئے اونہون نے ۱۰۸۰ء مین ٹانجیر کو بہی فتح کر لیا۔ اس فتح سے سیوٹا کے سوا جو چند برس بعد ۱۰۸۳ء مین مطیع ہوا۔ یوسف مراکو کے تمام ملک کا فرمانروا ہو گیا۔ مراکو کا اولین شہنشاہ یا امیر اطور کہلانیکا وہی مستحق ہے۔ ٹانجیر کو فتح کرتے ہی اس نے الجیریا کو فتح کرنے کی کارروائی شروع کی۔ بسم اللہ تلمسان کے قصبہ سے ہوئی۔ جہان اوس نے اپنی نگرانی مین نیا شہر ۱۰۷۰ء مین تعمیر کرایا۔ اور بغرض تجارت وطن آکر آباد ہونیوالے اجنبیون کے لیئے بڑی بڑی رعائتین مقرر کین۔ چنانچہ نیا شہر جلد ہی بہت بڑہ گیا۔ اور خوب رونق پکڑ گیا۔ تلمسان کے بعد صلع آرون فتح ہوا۔ اور مراکشی سلطنت کی حدود قریباً الجیرز دالجزائر تک وسیع ہو گئین۔

مسلمانان ہسپانیہ کا تردد۔ ان سریع و متواتر فتوحات سے ہسپانیہ مین بہی فاتح کے نام کا غلغلہ

پڑگیا۔ اور جب اوس کے ساتھ ہی اہالی ہسپانیہ کو مبالغہ پسند راویون کی معرفت فاتح کے ہمراہیون اور لشکریون کی کامل شجاعت و بے نظیر سپاہگری کی روایتین پہونچین۔ تو اون کے دلون مین اوس کی اور دھاک بیٹھ گئی۔ روض القرطاس کا مصنف لکھتا ہے۔ خبرین سنانے والون نے اہالی ہسپانیہ کے سامنے یوسف کے لشکریون کی بالفاظ ذیل تعریف کی "وہ تلوار کے ایسی دھنی ہین کہ سوار کو معہ مرکب ایک وار مین دو ٹکڑے کر دیتے ہین۔ اور نیزہ لگانے مین ایسے مشتاق ہین کہ سوار و توسن دونون کو ایک ضرب مین چھید ڈالتے ہین" جب باشندگان اندلس نے سنا کہ یہ بہادر اونکی ملک پہ حملہ کرنیکا ارادہ کر رہے ہین۔ تو اون کے کلیجے دہک سے رہگئے۔ اور سب کے ہوش و حواس پرّان ہوگئے۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے ہسپانیہ کی عظیم الشان و قوی الشوکت اموی سلطنت معدوم و برباد ہوکر طوائف الملوکی مین تقسیم ہوچکی تھی۔ جن مین سب سے زبردست سیول (اشبیلیہ) کا بادشاہ تھا۔ اس کے مشورہ پر کاربند ہوکر ہسپانیہ کی ان چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستون کے تمام حکمرانون نے بالفاظ ذیل ایک خط سب کی طرف سے یوسف کی خدمت مین روانہ کیا:۔

"اگر تو اپنے ارادہ سے باز آکر ہم پر حملہ نہ کریگا۔ تو تیرا یہ فعل نہایت کریہانہ ہوگا۔ اور تیرے نام کے ساتھ ایک خاصیانہ اور ناجائز فعل کبھی ہرگز نہ ہوگا۔ دوسری طرف اگر ہم تیری دعوت کے جواب مین تجھ کو اپنا آقا تسلیم کر لین گے۔ تو ہم ایک عقلمندی اور دانائی کا فعل کرنے والے ہونگے۔ بس ہم یقین رکھتے ہین کہ تو اوسی جگہہ رہیگا۔ جہان اب ہے۔ اور ہم غریب خیر نشینان کو جن کی سلامتی یہ ہی ایک حد تک تیری سلطنت کا قیام و استحکام منحصر ہے۔ اس حالت مین رہنے دیگا۔ جس حالت مین کہ ہم ہین"

یہ الفاظ خط بھیجنے والون کی عقلمندی پر صاف دلالت کرتے ہین۔ مگر جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ اون کے لکھنے والے مسلمانان ہسپانیہ اور مکتوب الیہم بربر تھے۔ تو شان خدا یاد آجاتی ہے۔ اللہ اکبر زمانہ کی نیرنگیان بھی عجب حیرت انگیز ہین۔ لیکن اگر وہ عاجزی کا پہلو چھوڑ دیتے۔ تو اون کا ٹھکانہ ہی کہان تھا۔ زمانہ کا رُخ بدل کر اب نیا ہی نقشہ قایم ہوچکا تھا۔ یوسف عربی نہ جانتا تھا۔ جب اوسے خط کا مطلب سُنایا گیا۔ تو اوس نے جواب مین صرف بسم اللہ کہا۔ اس سے اوس کی مراد تھی۔ کہ اوس نے دا ایمان ہسپانیہ

کی التجا قبول کرلی ہے۔ اوس نے صرف اونکی درخواست ہی قبول نہ کی۔ بلکہ اوسکے قاصدون کے ہاتھہ بیش قیمت تحائف بہیجکر اپنی طرف سے بہی چند قاصد روانہ کئے۔ ان تحائف مین یوسف کے قبیلہ کی ایک ڈال بہی تہی۔ جولت کی کہال سے منڈہی ہوئی تہی۔ یہ جانور ہسپانیہ مین نہین ہوتا تہا۔ مگر یوسف کے اصل وطن دصحرا، مین با فراط پایا جاتا تہا مورخ ابن ہوکل لکہتا ہے کہ ان ڈھالون کا یہ نام جانور کی کہال کیوجہ سے نہین تہا۔ بلکہ لمتہ شہر کے نام پر تہا جو سوس الاقصیٰ مین واقعہ ہے۔ ممکن ہے بعینہ کا نام بہی اسی شہر کے نام سے اونکی زبان مین لمتہ پڑگیا ہو۔ اس شہر کو نول لمتہ بہی لکہا ہے۔

ہسپانیہ پر فوجکشی کے اس طرح سے ہسپانیہ کے مسلمانون نے روز بازی آمد کو کچہہ عرصہ کے لیئے ٹالدیا۔ لیکن الفونسو ششم الملقب بہ بہادر والئے ریاست لیون کی روزافزون طاقت سے مخوف ہوکر ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہان طوائیف الملوک جلدہی یوسف بن تاشفین کی خدمت مین جسے وہ ابہی بطور دشمن آنے سے باز رکہنے مین کامیاب ہوئے تہے۔ تین قاضی اور ایک وزیر یہ استمداد عاکرنے کے لیئے بہیجنے پر مجبور ہوگئے کہ وہ اون کی مدد کے لیئے ہسپانیہ آئے۔ گرگ کہن بریرنے بہانہ کیا۔ کہ اوسے افریقیہ مین بہت سے کام کرنے ہین۔ وہ ہسپانیہ نہین جاسکتا۔ آخر امیر سیول (اشبیلیہ) بذات خود التجا کرآیا۔ اور ساتہہ ہی بندرالبجیرا اس کی کنجیان یوسف کے پاس بہیجدین۔ اوسوقت یوسف مدد دینے پر رضامند ہوا۔ اہالی اندلس نے البتہ بقدر عقلمندی ضرور دکہائی کہ اس سے وعدہ لے لیاکہ وہ کسی اندلسوی امیر کو اپنی ریاست سے برطرف نہین کریگا۔ یوسف نے اوسی وقت سے تیاریان شروع کردین۔ جو دو برس مین مکمل ہوئین۔ اس عرصہ مین اوس نے اپنی فوج کو سمندر پار لے جانے کے لیئے بہت سے جہاز بہی تیار کرلیئے یوسف بمقام البجیرا اس ہسپانیہ کی ساحل پر اُترا۔ اور وہان سے سیول کو روانہ ہوگیا۔ الفونسو اسوقت پرتگال کی سرحد پر مقام باڈاجوز مین مقیم تہا۔ دونون فرمانرواؤن کا مقابلہ سکرالیاس کے متصل ہوا۔ اس مقام کو جس کا اب کوئی نام ونشان باقی نہین رہ گیا۔ عربون نے زلاقہ لکہا ہے۔

المقری لکہتا ہے کہ یوسف نے ایک طویل مراسلہ مین جس کی عبارت خوب مسجع ومقفہ تہی۔ الفونسو کو حسب معمول مسلمان فاتحین۔ اسلام۔ جزیہ یا لڑائی مین سے

جو منظور ہوا وسے منظور کرنے کے لیئے لکھا۔ اس خط کو پڑھکر مکتوب الیہ کے کانون سینہ مین اتش غضب بڑی تیزی کے ساتھ مشتعل ہوگئی۔ جو مشتعل مزاجی اوس کی نیچر اور دماغی سفاہت کی بیّن شہادت تہی۔ ادہر عیسائی بشپون اور راہبون نے صلیبون کو سرون پر بلند کرکے اور انجیلون کو ہاتھون مین لے کر اپنے دین کے لیئے جانین قربان کر دینے کی حلف اوٹھائی۔ عیسائیون کی تمنا پوری ہوئی۔ بربری شیرون نے جو سامنے آیا اوسے فرش پر سلا دیا۔ اور الفونسو کی فوج مین کشتون کے پشتے لگا دیئے۔ خود عیسائی سپاہ لوی مورخ تسلیم کرتے ہین۔ کہ عیسائیون کے ۲۴ ہزار سوار اور دو لاکھ پیدل کہیت رہے۔ عرب مورخون کا بیان ہے کہ الفونسو فقط ایک سو سوار لیکر جانبر ہوا۔ اوس کے اسی ہزار سوار اور دو لاکھ پیدل کام آئے انہی مورخون کا قول ہے کہ الفونسو نے تیاری کے لیئے وقت و مہلت حاصل کرنے کی غرض سے تجویز پیش کی تہی کہ فریقین کی افواج جمعہ اور اتوار کے دن جو ہر دو کے نزدیک متبرک ہین آرام کرین۔ اور لڑائی فقط شنبہ کے دن ہو۔ لیکن یوسف اپنے دشمن کے حیلہ کو تاڑ گیا تہا۔ اوس نے فی الفور حملہ کرنیکا حکم دیدیا۔ اور میدان مار لیا دوسرے دن سپاہ نوی مقتول افسرون کے سرون کے بڑے بڑے ڈہیر لگائے گئے۔ اور مؤذنون نے فاتحین کو نماز کی طرف بلانے کے لیئے اون ڈہیرون کی چوٹیون پر کھڑے ہو کر اذانین دین۔ چالیس سرفاتحین مراکو ساتھ لے گئے۔ جن سے وہاں کے شہرون کے پہاٹکون کو آراستہ کیا گیا۔ یہ معرکہ کارن ۱۰۸۶ء مین ہوا۔ اسلامی لشکر سے صرف تین ہزار جانباز شہید ہوئے۔

یوسف عیسائیون کی سرکوبی سے فارغ ہوکر بایفائے وعدہ ۱۰۸۸ء مین فاتح ومنصور اپنے ملک کو مراجعت کر گیا۔ لیکن وہ اندلیسہ کے ذرخیز میدانون اور طلائی دیو کو بچشم خود دیکھہ چکا تہا۔ اوس کے بارونق اور دلفریب شہرون پر اوس کی نظر پڑ چکی تہی۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ انصار اکا خون جس کی لذت مسلمان مجاہدین ہی کی زبان و دل سے پوچہنی چاہیئے۔ اوس کے منہ لگ چکا تہا۔ یوسف آخر انسان تہا۔ اسقدر موجبات ترغیب پر غالب نہ آسکا۔ اوس نے دوسرے ہی برس عیسائیون کی تاخت و تاراج کے لیئے ۱۰۸۸ء مین پھر سپانیہ پر فوج کشی کی۔ لیکن تہوڑی

فوج ساتھ لیجانے کی وجہ سے اپنے مدعا مین کامیاب نہ ہوا۔ تاہم ہسپانیہ پر متمکن ہونے کی خواہش اس کمدیو رش سے اور تیز ہوگئی۔ اور اس نے عزم کر لیا کہ اب جب کبھی وہ ہسپانیہ آیا۔ کسی وعدہ کا پابند ہو کر نہ آئیگا۔ اور ہر قسم کی شرط ضرائط سے آزاد ہو کر خود طالع آزمائی کرنے کو آئیگا۔

فتح ہسپانیہ کے چنانچہ مراکو واپس آتے ہی وہ تیاریون مین مشغول ہوگیا۔ اور دو برس مین اون سے فارغ ہو کر اب تیسری دفعہ محض اپنے لیئے اپنا رعب قائم کرنے کے لئے ۱۰۹۰ء مین ہسپانیہ پر حملہ کر دیا۔ جب قومی کی بہی اس مین کچھہ نہ کچھہ شریک شامل تہی۔ وہ اگرچہ عرب بربر اور ہسپانوی سب کو اپنے زیر فرمان کرنا چاہتا تہا۔ لیکن ساتھہ ہی اوس کی یہ بہی تمنا تہی کہ عربون نے اوس کی ہم قومون یعنے بربرون پر جو سختیان کی ہین۔ اون کا انتقام لے۔ اور عربون کی سلطنت کو ملیا میٹ کر کے اپنی حکومت قایم کرے۔ مسلمان طوائف الملوک کے دن مین کسی طرح کا شبہ نہ پیدا ہونے دینے کے اوس نے حسب معمول شروع شروع مین عیسائیون کے برخلاف کارروائی کی۔ ساحل پر اتر کر طارفہ پر قابض ہونے کے بعد سب سے اول مسیحی طاقت کے دار الخلافہ ٹولیڈو طلیطلہ، پر حملہ کیا۔ اور اوسکا محاصرہ کر لیا۔ مگر چونکہ اس کا اصل مدعا یہ نہ تہا۔ محاصرہ کی کارروائی مناسب احتیاط کو توجہہ سے نہ کی۔ اور نہ بنا برین اوس مین کامیاب ہوا۔ وہ محاصرہ اوٹہا کر واپس مراکو کو روانہ ہوگیا۔ اور واپسی کے وقت اپنے اصل مقصد کی تکمیل کی۔ یہ حجت پیش کر کے کہ امیر غرناطہ عیسائیون کے برخلاف اوس کی مدد کو نہ آیا تہا۔ غرناطہ پر حملہ آور ہوا۔ اور اوسے فتح کر لیا۔ پھر اپنے ایک جرنیل کو مرسیا۔ المیرا۔ اور باڈاجوز کی تسخیر پر امور کر کے خود مراکو چلا گیا۔ اس جرنیل کو حکم دیا گیا کہ اگر ان ریاستون کے مسلمان امیر اطاعت نہ مانین تو اون کو بزور شمشیر معزول کر دے۔ امیر مسیحیون کی طاقت نسبتاً زیادہ مضبوط تہی۔ اور اوس وجہ سے اسکو اس حکم نے مستثنیٰ رکہہ کر اوس کی فتح کو یوسف نے کسی اور وقت پر ملتوی رکہا تہا۔ لیکن بہادر جرنیل نے کارسفوضہ سے فارغ ہو کر سیلون پر بہی حملہ کر دیا۔ شاہ اشبیلیہ نے جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ لیکن آخر اوسکا دار الخلافہ مسخر ہوا۔ اور وہ خود مع اپنی نصرانی ملکہ مسماۃ رومیکا کے گرفتار ہوگیا۔ وہ اغمات کو جلا وطن کر دیا گیا۔ اور وہین پانچ برس کی جلا وطنی کے بعد فوت ہوا۔ یوسف نے جبرو غضب

کے الزام سے بچنے کیلئے علماء سے یہ فتوے حاصل کر لیا تھا کہ امیر سیبول کا عیسائیون سے مدد طلب کرنا اوس کی معزولی کے لیئے کافی وجہ ہے۔ ان فتوحات سے ایک ہی برس مین طوائف الملوکی کا خاتمہ ہوگیا۔ جو قرطبہ کی اموی خلافت کی بربادی پر قایم ہوگئی تھی۔ یوسف اس فتح کو ایسا اہم سمجھتا تھا کہ ۱۰۹۱ء مین اپنے جانشین کو نامزد کرتے وقت اوس نے بالصراحت یہ شرط بھی قایم کر دی کہ آیندہ قرطبہ کی بجائے سیبول دارالخلافہ ہوگا۔ اور اس کیساتھ ہی اپنے دربار شاہی کو وہان منتقل کر دیا۔

خلافت بغداد اگرچہ پرتگال کا بڑا حصہ آیندہ چند برسون مین صدی کے خاتمہ سے دو مرابطین۔ پہلے پہلے ۱۰۹۵ء تک اوس زمانہ مین جب کہ ہنری اول ولایت پرتگال کا بادشاہ تھا۔ اور یہی صلیبی لڑائی کے نصرانی مجاہدین یروشلم کے سامنے پہونچ گئے تھے مسلمانون کے تصرف سے نکل کر عیسائیون کے قبضہ مین چلا گیا تاہم کل ہسپانیہ مرابطین کے ہی قبضہ و تصرف مین رہا تاکہ اس مجادلہ و مقابلہ و مقاتلہ مین جو اندلسی مسلمانون اور مرابطین مین ہوتا رہا تھا۔ خلیفہ بغداد کچھ نہین تو کم از کم خاموش ہی رہے اور کسی فریق کی حمایت نہ کرے۔ مرابطی فرمانروا ون نے ازراہ دانشمندی خلافت عباسیہ کے اعلیٰ اقتدار کو تسلیم کرتے رہنا قرین مصلحت سمجھا۔ یوسف بن تاشفین نے ایک سفارت کی معرفت بیش بہا تحائف خلیفہ کی خدمت مین بھیجکر اوس کی خلافت و شہنشاہت کا باضابطہ اعتراف کیا۔ علی خامس خلیفہ عباسی پر اپنا لقب صرف امیر المومنین ثبت کراتا رہا۔ تاہم وہ

لے مدن کے عجائب خانہ مین مرابطی سکے تعداد مین ۱۱۴ موجود ہین۔ عجائب خانہ مین بہت کم خاندانون کے اسیقدر مکمل سٹ موجود ہین۔ اس سٹ مین ابراہیم بن تاشفین کے سوا جو ایک کم عمر بچہ تھا۔ مرابطی خاندان کے سب فرمانروا ئیون کے سکے ہین۔ یہ عموماً طلائی ہین۔ اوسکے حروف خوب نمایان ہین۔ سونا اعلیٰ قسم کا ہے۔ اوسط وزن فی دینار ۱۰ گرام ہے۔ یہ مقامات ضرب فاس۔ مراکش۔ سجلماسہ۔ طلیطلہ۔ اور طلمسان اور نیز وراشیا مرسیا۔ الیریا۔ اور سیبول مین مضروب ہوئے ہین۔ یہ سکے مرابطی پکارے جاتے تھے۔ مرابطی سے بگڑکر مراودی ہوگیا۔ مرابطی سکون کا سونا ایسا خالص تھا کہ اس زمانہ مین اونکا مغربی یورپ مین بھی عام چلن ہوگیا۔ وہ قدر و قیمت مین قسطنطنیہ کی بزنطی موسومہ بیسنٹ کے مساوی سمجھے جاتے تھے۔ مگر ان کے متعلق سب سے عجیب امر یہ ہے کہ عیسائی بادشاہ الفونسو ششم کو اپنے سکہ کے اعتبار کے لیئے اوسکی

درحقیقت بالکل آزاد اور مطلق العنان فرمانروا تھا۔ باجگزار شہزادے اوسے بلا تکلف امیر المومنین ہی پکارا کرتے تھے۔ جو صرف خلفا کا لقب ہے۔

یوسف کا نظم ونسق

یوسف کا عہد صرف سلطنت مراکو کے استحکام و توسیع کے لیئے ہی نہین۔ بلکہ مدّت نظم ونسق اور حسن انتظام کے لیئے بھی خاص امتیاز رکھتا ہے۔ وہ ہر سال اپنی سلطنت کے حصّہ کثیر کا دورہ کرتا۔ جس سے وہ تمام طاقتین جو بصورت دیگر سرکش ہو کر اس کے تخت کو الٹ دیتین۔ خوب قابو مین رہکر اپنے اپنے کام مین مشغول رہتین۔ کسی اپنے جائز اور درست منصب سے تجاوز کرنے کا حوصلہ نہ پڑتا۔ ایسا خیال کرنے کے لیئے وقت و فرصت ہی ملتی۔ اوس نے اپنے دربار مین عقلمند و فرزانہ مشیر اور عالم و فاضل صاحب تدبیر جمع کئے۔ اور ہر وقت یہی لوگ اوس کی مجلس مین جمع رہے۔ اس نے محاصل سلطنت کے لیئے اگرچہ انہی سکون پر اکتفا کیا۔ جن کی قرآن کریم اجازت دیتا ہے۔ لیکن تاہم اوس کے پاس اسقدر زر و دولت جمع ہو گیا۔ کہ اسقدر ثروت اوس کے کسی متقدم بادشاہ کو نصیب نہ ہوئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴) ہوئے ہم نقل تیار کرائی پڑی۔ اور عربی نقش اپنے سکہ پر ثبت کرانے پڑے اگر وہ ایسا نہ کرتا تو مرابطی سکہ کے مقابلہ پر جس کے خالص العیار ہونے پر کل دُنیا کو کامل اعتبار تھا۔ الفونسو کے سکہ کو کوئی پوچھتا بھی نہ۔ البتہ اوس نے یہ ترمیم کر دی کہ عربی عبارت کو مسیحی مذہب کے مطابق بنا لیا۔ عربی سکہ پر ہوتا تھا۔ امیر المسلمین" اُسنے لکھوایا "امیر الکفار لوکین" اور خلیفہ کی بجائے پوپ کو امام کلیسا لکھوایا۔ بسم اللہ اور کلمہ شہادت کی بجائے "باسم اب وابن وروح القدس لا الہ الا اللہ" کا کلمہ تراشا۔ اور "من یتبع غیر الاسلام دینًا الخ" کی جگہ "من آمن بالمسیح واطیع فقد نجا" کی عبارت گھڑی۔ یہ سکہ فی الواقعہ دُنیا کے سکوّن مین ایک نادر شے ہے۔ روض القرطاس کا مصنف لکھتا ہے کہ "من یتبع غیر الاسلام دینًا" والی آیت نذالت کے بعد سکون پر ابھاری گئی تھی۔ اس کا یہ بیان غلط ہے کیونکہ یہ آیت المعزبن باذیس اور ابو بکر بن عمر کے سکوّن پر بھی جو ۱۰۸۵ء مین مضروب ہوئے تھے۔ برابر موجود ہے۔

مرابطی مدوّر سکوّن کی بجائے موحدین نے مربع درہم رائج کئے۔ جن کا چلن کہین ۱۲۶۷ء مین جاکر موجودہ مدوّر سکوّن نے موقوف کیا یا سکیا۔

تھی۔ مراکو میں اوس کی سلطنت کی حدود دلقبول مورخین کوہ طلاء تک پہنچی ہوئی نہیں۔ یہ پہاڑ مغربی سوڈان میں بتایا جاتا ہے۔ لیکن اوس کا درست موقعہ کوئی نہیں بتا سکتا۔ درصل اُسی کا عہد ہی اوس کے خاندان کا زمانہ حکومت تھا۔ خاندان کی شان و شوکت اوسی کے ساتھ رخصت ہوگئی۔ اور یہ اوسی جوانمردی بے نظیر کیرکٹر تھا۔ جس نے ایک معمولی سی یورش کو ایک وسیع سلطنت کی صورت میں بدل دیا۔ مراکو اور ہسپانیہ کے بادشاہ اگرچہ ہمیشہ اس سے لڑائی کرتے رہے۔ اور بعض اوقات اپنی فوج کی مدد سے اوس کی پیشقدمی کو کچھ عرصہ کے لیئے روکنے میں بھی کامیاب ہوتے رہے۔ لیکن واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ مراکو اور ہسپانوی بادشاہیاں جس بڑے لیڈر اور سردار کی آمد کی منتظر بیٹھی تھیں۔ وہ سردار اعظم یوسف تھا۔ اون کی عام رعایا اپنے اپنے بادشاہوں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر کسی زبردست اور عقلمند فرمانروا کی سخت متمنی ہو رہی تھیں۔ چنانچہ جب ایک ایسا مرد میدان ظاہر ہوگیا۔ جو ان ظالم سلطنتوں کے ملیا میٹ کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔ تو ہو نے بڑی خوشی سے اوسے اپنا سردار مان لیا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص آج فاتح کی صورت میں نمودار ہوا تھا۔ وہ دوسرے ہی دن قوم ملت کا ہر دلعزیز ہیرو بن گیا۔ اور ہر فرد بشر اوس کے حکم و منشا پر بطیب خاطر جان قربان کرنے کو تیار ہوگیا +

علی ابن یوسف
یوسف کے فرزند و جانشین علی کے عہد حکومت کی داستان کوئی ایسی لمبی چوڑی نہیں۔ اوس کی طبیعت حکمرانوں ایسی نہیں۔ بلکہ متقی و مرتاض بندگان خدا کی طبائع سے ملتی جلتی تھی۔ چنانچہ اوس کے عہد میں عنان حکومت در اصل مذہبی علما کے ہاتھ میں رہی۔ اس کے باوصف اوس کے عہد میں جو ۳۰ برس رہا۔ ہسپانیہ پر تین مرتبہ فوجکشی کی گئی سب سے پہلی ۱۱۰۹ء میں ہوئی۔ اور سب سے اہم و نتیجہ خیز بھی وہی تھی۔ اس میں اگرچہ علی ٹولیڈو کے فتح کرنے میں کامیاب نہ ہوا

لہ ایک مورخ لکھتا ہے کہ وہ ابتدائے سلطنت میں چندان پابند شریعت نہ تھا۔ آخر کو ایسا پابند اور متعصب ہوگیا کہ امام محمد غزالی کے کمال کا بھی اسکو اعتقاد نہ رہا۔ چنانچہ جو کتاب امام غزالی کی تصنیف اسکو ملتی آگ میں جلا دیتا۔ ۳۰ سال قمری بادشاہی کرکے ۵۰۰ھ ہجری میں فوت ہوا۔

تاہم میڈرڈ۔ اپورٹو۔ اور لزبن کو عیسائیون سے فتح کر لیا۔ اور بقول المقری یہ ان مغربی صوبون (الغرب یا العزوز) کو تمام تر کفار کی آلودگی سے پاک وصاف کر دیا۔ اس مہم کے بعد جزر شروع ہو گیا۔ اراگان کے عیسائیون نے فرانسیسیون کی مدد اور توپون[1] کو اب اولین مرتبہ استعمال کرنے سے ۱۱۱۰ھ مین سارا گوزا فتح کر لیا۔ اس جنگ سے پہنچنے پر امیر علی نے ۱۱۱۹ھ مین دوسری فوجکشی کی۔ اور فاس الحرام واپس لوٹا۔ دو برس بعد ۱۱۲۱ھ مین کفار اندلسیہ پر اوس نے تیسری چڑھائی کی۔

تیسری مہم سے علی کو مراکو مین ایک نئی طاقت کے ابھر آنیکی خبر بدہیو پہنچ جانے کی وجہ سے تکمیل مدعا سے پہلے واپس آجانا پڑا۔ یہ نئی طاقت محمد بن تومرت تھا۔ جس کے معتقدین نے

[1] اس زمانہ مین عربون نے توپون کا نام ارا عدات گرجنے والیان رکھا۔ سیکنس [2] محمد بن تومرت کی مفصل سوانح عمری میرے مکرم و دوست قاضی محمد سلیمان صاحب وکیل سرکار پٹیالہ نے نہایت دلچسپ پیرایہ مین تحریر کی ہے جسے میں اس موقعہ پر ناظرین کی آگاہی و دلچسپی کے لیے بجنسہ درج کر دینا مناسب خیال کرتا ہون:-

ابن تومرت۔ مہدی ہرمگ کا مال[2] ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ تومرت مغرب الاقصیٰ کے جبل سوس مین پیدا ہوا۔ اور طلب علم کیلیے شام عراق کا سفر کیا۔ امام غزالی۔ کیا ہراسی۔ طرطوسی وغیرہ مشہور فاضلون سے استفادہ حاصل کیا۔ اور جب علم شریعت حدیث و فقہ واصول مین دستگاہ کامل حاصل ہو گئی۔ تو مکہ شریف کو ہوتا ہوا افریقہ لوٹ گیا۔ نہایت پرہیزگار عابد عربی و مغربی زبان کا فصیح۔ چہرہ ہر وقت متبسم ریش۔ شجاع و دلیر تھا جب کوئی امر خلاف شرع دیکھ لیتا۔ فوراً اُسپر انکار کرتا۔ اور اس بارہ مین خواہ اوسے کتنی ہی تکلیف برداشت کرنی پڑتی اوسے عرشی خوشی گوارا کر لیتا۔ مکہ شریف مین بھی اوسے اسی نیک عادت کیوجہ سے اذیت اوٹھانی پڑی۔ یہان سے نکلکر وہ مصر چلا گیا اور خلاف شرع امور کا برابر انکار کرتا رہا۔ جہان اوسے یقین ہو جاتا کہ مار پیٹ کا سامنا ہے۔ وہان دیوانہ بن جاتا۔ اور دیوانہ کی بڑ کیطرح اصل مطلب (ہدایت) کے ساتھ بے ربط مہمل جملے بھی زبان سے نکالنے لگتا۔ مصر سے وہ اسکندریہ پہونچا۔ اور اسکندریہ سے بھری راستہ سے افریقہ کو چلا گیا۔ جہاز پر جتنے آدمی تھے۔ سب کو نماز کا پابند کر دیا۔ جہاز سے وہ شہر مہدویہ مین اترا۔ جہان کا بادشاہ یحییٰ بن تمیم تھا۔ یہان پر راہ ایک مسجد تھی۔ اور سین

موحدی خاندان قائم کرکے مرابطی خاندان کی جگہ لی۔ علی نور مراکو کو واپس آگیا۔ مگر ساتھ ہی
سید امیر علی صاحب جج ہائیکورٹ کلکتہ نے خاندان تاشفین۔ اور اس کی ابتدا سے پیشتر ہسپانیہ
مین طوائف الملوکی ہو جانے۔ اور خاندان موحدین کے متعلق جو حالات اپنی کتاب مین تحریر کیے
ہین۔ اونکا خلاصہ مین اس فصل کے اخیر مین بطور تتمہ ایزاد کرونگا۔ ہسپانیہ مین بھی مرابطین
کے بعد موحدین کی حکومت ہوگئی۔ جسکے کچھ عرصہ بعد زوال پذیر ہو جانے پر ملوک طوائف
اور ہسپانیہ کی عیسوی ریاستون نے متفق ہوکر یکے بعد دیگرے ان سب کو نیست و نابود کرکے
سب سے آخر سلطان بایزید ثانی سلطان روم کے عہد مین غرناطہ کے بادشاہ ابو عبداللہ
کو ۱۴۹۲ء مین بیدخل کرکے مسلمانون کو اس جزیرہ نما سے چند آئندہ برسون مین خروفنا
مظالم سے مجبور کرکے ہمیشہ کے لیے خارج کر دیا۔ یا عیسائی بنا لیا۔ اس واقعہ اور عیسائیون
کے ناقابل بیان جور و ستم کا کچھ شمہ سلطان بایزید کے حالات مین تاریخ خاندان عثمانیہ مؤلفہ
مترجم مین درج کر دیا گیا ہے۔ دوسری طوائف الملوکی اور ہسپانیہ کی اسلامی حکومت کی
معدومیت اور مسلمانان باشندگان کی مظلومیت و بیکسی کے مفصل حالات آنریبل سید صاحب
کی کتاب کے اردو ترجمہ مین جو حمیدیہ ایجنسی لاہور سے مل سکتا ہے۔ درج ہین۔ وہ ہر
کتاب کے موضوع سے خارج تھے۔ اس لیے سید صاحب کی محولہ بالا تحریر کے خلاصہ سے اسمین
کچھ اور زیادہ درج کرنا مناسب نہین سمجھا۔ البتہ موحدین کا چونکہ اس کتاب سے پورا پورا تعلق
ہے۔ ناظرین کو ان کے متعلق مزید معلومات و حالات سے آگاہ کرنے کے لیے مین ایک اور سرخ
کی تحریر بھی اسمو قعہ پر درج کر دیتا ہون۔ (دیکھو صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷) مسجد کی فصیل پر بازار کی جانب منہ کرکے بیٹھ جاتا۔ جو کوئی شخص سادو
طنبورہ۔ یا شراب وغیرہ کا سامان لیے جاتا نظر آجاتا ہے۔ فوراً مسجد سے اُترتا اور انہین
توڑ ڈالتا۔ لوگون مین شور پڑ گیا۔ سینکڑون اوسے دیکھنے کے لیے آیا کرتے جب
معلوم ہوا کہ اہل علم ہے تو طلبہ بھی جمع ہوگئے اور مسجد مین درس شروع ہوگیا۔
بادشاہ کو خبر ہوئی۔ فقہا کو دربار مین بلایا۔ اور ابن تومرت کو اون کے ساتھ
طلب کیا۔ جب اوسکا شستہ و رفتہ کلام سنا۔ تو بادشاہ نے تعظیم و اکرام کیا۔
اور التماس دعا بھی کی۔ ابن تومرت نے صلحک اللہ لرعیتک پر اکتفا کیا۔ یعنی خدا
تمکو رعایا کے حق مین اچھا حاکم بنائے۔ اسکے بعد ابن تومرت (دیکھو صفحہ ۷۹)

ہسپانیہ مین اپنی حکومت کے استحکام و سلامتی کے لیئے اوس نے یہ تدبیر کی کہ کئی ہزار باجگذار

(متعلق حاشیہ صفحہ گذشتہ) مفتی غلام سرور صاحب خاندان موحدین کی ابتدا و محمد بن تومرت کے سوانح اور اس خاندان کے چند اولین فرمانروائیون کے حالات حسب ذیل لکھتے ہین:-

اس خاندان کی ابتدا کا حال اسطرح پر درج تواریخ ہے۔ کہ محمد بن عبداللہ ایک شخص ملک افریقہ کے شہر ہرگا کا رہنے والا ایک غریب مسکین آدمی کا بیٹا تھا۔ اسکا باپ عبداللہ شہر کی ایک مسجد مین چراغ جلانے پر مقرر تھا۔ جب محمد اوسکا بیٹا ہشیار ہوا۔ تو شہر قرطبہ دارالحکومت انڈلس مین گیا۔ اور وہان ہی علم پڑھا۔ جب تحصیل سے فارغ ہوا۔ تو اپنا علم بڑھانے کیلئے شہر قاہرہ و بغداد مین گیا۔ اور مدرسہ ابو حمید غزالی مین داخل ہوا۔ وہان کے فاضل امام محمد امام غزالی نے ایک کتاب سیاست و حکومت کے قانون مین تصنیف کرکے علماء و فضلاء کی مشاورت کیلئے شہر قرطبہ کو بھیجی تھی۔ قرطبہ کے علما نے اس کتاب کو مردود کر دیا تھا کیونکہ اوس کی مطالعہ سے چند اعتراض اسلام پر عاید ہوتے تھے۔ چونکہ اسوقت بادشاہ انڈلس کا علی بن تاشفین مرادوی تھا۔ اوس نے بزعم کمال تعصب و کتاب آگ مین جلادی تھی۔ بحال اس محمد بن عبداللہ کو خوب معلوم تھا۔ امام محمد غزالی نے ایک مسافر مغرب کی زمین سے آیا ہوا تصور کرکر پوچھا کہ تم شہر قرطبہ مین بھی کبھی گئے ہو۔ اور اگر گئے ہو تو تم نے کچھ حال میری کتاب کا سنا ہے۔ کہ علماء و فضلا نے اوسپر کیا رائے دی۔ محمد بن عبداللہ نے مفصل حال بیان کر دیا۔ اور کہا کہ علی بادشاہ نے اُس کتاب کو آگ مین جلاکر خاکستر کر دیا (باقی صفحہ ۸۰ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸) بجایا اور وہان سے للارہو پہونچا یہان سکو عبدالمومن ملگیا۔ عبدالمومن کون تھا۔ یہ ناظرین کو آگے چلکر معلوم ہو جائیگا۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ جب ابن تومرت عراق مین پڑھ رہا تھا۔ اوس نے دو دفعہ خواب مین دیکھا کہ تمام سمندرون کا پانی مین پی گیا ہون۔ اس خواب کی تعبیر اوس نے سمجھی کہ دُنیا پر وہ ایک بڑی شان سے ظاہر ہوگا۔ انہی ایام مین اسے ایک جفر کی کتاب مل گئی۔ جس مین یہ لکھا ہوا تھا۔ کہ پانچوین صدی کے بعد مسجد الاقصے کی پہاڑیون مین ایک شخص پیدا ہوگا۔ وہ دعوت الی اللہ کریگا۔ اور اس کا قیام و مدفن ایسی جگہ ہوگا۔ جسکے نام مین ث۔ ی۔ ن۔ م۔ ل حروف آتے ہین۔ اس شخص کو ایک ایسے شخص سے جس کے نام مین ع۔ ب۔ د۔ م۔ و۔ م حروف ہونگے بمکمن و استقامت حاصل ہوگی (دیکھو صفحہ ۸۰ حاشیہ دوم)

عیسائیون کو جو ریاست غرناطہ مین آیا دتھے اور ہسپانوی عیسائیون کو ہمیشہ مدد پہونچاتے

(حاشیہ اول متعلق صفحہ ۷۹) یہ سنتے ہی امام غزالی دنگ گہیا۔ اور غصہ کی آگ اسکے سینہ مین مشتعل ہوئی چونکہ امام مرد مقبول خدا پرست عابد و زاہد ولی اللہ تہا۔ فی الفور اوس نے خدا کی جناب مین ہاتھہ اوٹھائے۔ اور دعا کی کہ الہی جسطرح علی نے میری کتاب کو جس مین میری نیت محض تیرے بندون کو فایدہ پہونچانے کی تہی۔ پہاڑ ڈالا۔ اور جلا دیا ہے۔ اوسی طرح تو اوس کی سلطنت کو پارہ پارہ کردے۔ اوسکی نسل زمانہ سے قطع کردے کہ پہر کوئی نام لیوا اردی نہ مین پہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ محمد بن عبداللہ بہی اوس دعا مین شامل ہوا اور کہا کہ الہی اس انتقام لینے کا آلہ تو مجہکو بنا چنانچہ وہ دعا مقبول ہوئی۔ اور اس واقعہ کے بعد محمد بن عبداللہ تین سال تک امام غزالی کے پاس رہا۔ اور علوم شریعت و طریقت کی تعلیم پائی پہر شہر ماوا ابتا نیہ کو گیا۔ وہان جہ کسیقدر مدت تک نہایت افلاس اور عسرت کی حالت مین گذارہ کرتا رہا۔ پہر جا بجا شہر بشہر پہرنے لگا۔ اور جہان جاتا علی بن یوسف کی بدچلنی اور بدعتون کی شکایت وعظ مین کرتا۔ ایک روز ایک وعظ مین گیا۔ وہان ایک نوجوان عبدالمومن اُسکو ملا۔ چونکہ عبدالمومن اسکو ملا۔ چونکہ عبدالمومن اپنے چچا کے ساتہہ تحصیل علم کے لیئے مشرق کو جانیوالا تہا۔ محمد بن عبداللہ نے اوسکو کہا کہ جو علم تمکو پڑہنا ہو مجہسے پڑہو سفر کی تکلیف کیون اپنے اوپر گوارا کرتے ہو۔ مین تمہارا شوق پورا کردونگا۔ عبدالمومن نے اس کا کہنا مان لیا۔ ایک دن مہدی نے عبدالمومن کو کہا کہ ایک پیشن گوئی مین تمکو سناتا ہون۔ وہ یہ ہے کہ حکومت فقہہ کی تمہارے وقت سے شروع ہوگی۔ اور تم حاکم و فقیہہ بن جاؤگے۔ چنانچہ ایسے ایسے خیالات اس کے دلمین جہلاتا رہا۔ (دیکہو صفحہ ۸۱ حاشیہ اوّل)

(باقی حاشیہ دوم) ابن تومرت کا زمانہ پانچوین صدی کے بعد ہی تہا اور خود جبل ہوس کا پیدا شدہ تہا۔ اور دعوت الی اللہ پر جو شوق و شغف اوسے تہا۔ وہ ظاہر ہی تہا۔ اس لیے اوسنے خیال کیا کہ یہ بشارت میرے حق مین ہی ہونی چاہیئے۔ مگر اب ان حروف کے شخص اور مقام کو تلاش کرنا چاہیئے کتاب جفر مین ع ب د م قوم کا حلیہ یہی درج تہا۔ ابن تومرت نے حلیہ نقل کرلیا تہا۔ اور اسی تلاش مین مشرق سے مغرب الاقصیٰ پہونچا تہا۔

ملالہ کے بازار مین یہ چلا جارہا تہا کہ عبدالمومن یہی برابر سے گذر گیا۔ ابن تومرت کو دیکہتے ہی حلیہ یاد آگیا۔ آواز دیکر اوسے ٹہہرایا۔ جب نام دریافت کیا تو (دیکہو صفحہ ۸۱ حاشیہ دوم

رہنے کیوجہ سے نہایت خوفناک رہا یا تھے۔ مراکو کے قصبات کمسہ اور سالی کو جلا وطن کر دیا

حاشیہ اول متعلقہ صفحہ ۸۰) پھر اسکو اپنا وزیر و مددگار بنایا پھر دونون شہر فاس مین آئے۔ اور وہان سے مراکو کیطرف گئے۔ اور محواس شہر کی جامع مسجد مین جہان بادشاہ وقت بیٹھتا تہا۔ جا بیٹھا۔ مسجد کے خدام مین سے ایک نے کہا کہ یہ مقام بادشاہ کے بیٹھنے کا ہے۔ یہان سے اوٹھہ بیٹھو تو بہتر ہے۔ اوس نے جواب دیا کہ ان المساجد للہ یعنے مسجدین خدا کے واسطے ہین۔ من بعد شاہ آیا اور نماز شروع ہوئی۔ جب نماز ختم ہو چکی تو محمد بن عبداللہ کھڑا ہو گیا اور علی بن یوسف بادشاہ کیطرف مخاطب ہو کر آواز بلند کہا کہ ظلم و بدعت و جور و جفا تمہارے عہد حکومت و علاقہ مین بہت ہوتا ہے۔ اسکو بہت جلد دفع کرو۔ ورنہ خدا تعالے جو احکم الحاکمین ہے تم سے حساب لیگا۔ اور حشر تمہا را قیامت کے دن ظالمون مین ہوگا۔ یہ تقریر بادشاہ کے دل پر سخت ناگوار گذری۔ اور اسی وقت مجلس سے اوسکو اٹھانا چاہا۔ مگر محمد نے یہ چالاکی کی کہ وعظ کہنا شروع کر دیا۔ اور عام و خاص کو اپنی طرف رجوع کر لیا۔ دوسرے روز بادشاہ نے علما کو جمع کیا۔ اور اون سے فتوی چاہا۔ کہ ایسے بے ادب کے لیے کیا سزا تجویز کرنی چاہیئے۔ سب کی یہ تجویز ہوئی کہ اسکو شہر سے نکالدینا چاہیئے۔ چنانچہ فی الفور نکالا گیا۔ شہر سے نکلکر محمد نے قبرستان مین قیام کیا۔ اور اسی مقام پر وعظ کہنا شروع کیا۔ شہر کے لوگ جوق جوق وعظ سننے کو وہان جاتے اور ہر ایک وعظ کے بعد یہ دعوی کرتا کہ مین علی المرتضی کی اولاد سے بارہوان امام ہون۔ لوگون کو نجات کا رستہ دکہلانے آیا ہون اب ظلم کا زمانہ ختم ہونیوالا ہے۔ تمام دنیا مین خوشی و نکوئی پیدا ہوگئی۔ من بعد سلاطین معہ راویونکی بیان۔ (باقی صفحہ آیندہ)

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۰ نمبر ۲) تو اوس نے عبدالمومن بتلایا جس مین تمام حروف موجود تھے۔ اوسے اپنے ساتھ لیگیا۔ علیہ کے ساتھ مطابقت کی گئی۔ تو ہو بہو ویسا ہی نکلا۔ ابن تومرت نے کہا کہ مین تو تیری تلاش مین ہی ہزارون میل کا سفر کر رہا ہون۔ اوس نے کہا مین تو طلب علم کیلئے عراق جاتا ہون۔ ابن تومرت بولا۔ کہ جو علم یہ پڑہنا ہو مین پڑہا دونگا۔ لیکن اب تم کو جانے نہ دونگا پھر اوس کے سامنے اپنا سارا راز ظاہر کر دیا اور اُسے متفق بنا لیا۔ ایک اور شخص عبداللہ ابو شعیب یسی نامی ابن تومرت کے پاس آیا جایا کرتا تہا۔ یہ شخص بھی (باقی حاشیہ صفحہ ۸۲ پر نمبر ۲)

یہ واقعہ ۱۱۲۶ھ مین گذرا۔ جس سے چار برس بعد محمد بن تومرت سنہ ۱۱۳۰ء مین مرگیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱ نمبر ۱) اور عیب اور ظلم گون کو سنتا۔ اور اپنے تابعین کے حق مین بڑے بڑے مدارت ملنے کے دعوے کرتا۔ بادشاہ نے یہ تقریرین جب اوس کی سنین۔ اس نئی گرفتاری اور قتل کا حکم نافذ کیا۔ یہ خبر سنکر وہ علاقہ شمال کیطرف جو سوس شہر کے پاس ہے۔ بھاگ گیا۔ وہان جاکر اوس نے عبدالمومن اپنے خلیفہ کو کہا کہ اہل مین مہدی آخرالزمان تم ہو اور مین تمہارے ظہور و عروج کے لیئے آیا ہون۔ چنانچہ اوسی وقت پچاس آدمی ایمان لائے۔ اور عبدالمومن کے مہدی ہونیکا اونہون نے اقرار کیا۔ من بعد ستر آدمی اور ایمان لائے۔ اور اسکے مطیع ہوگئے۔ اسوقت محمد بن عبداللہ نے دو مجلسین اہل شورے کی مقرر کین ایک مجلس مین وہ لوگ رکن مقرر ہوئے۔ جو سب سے اول ایمان لائے۔ اونکو مہمات جہاد اور بڑے بڑے کام سپرد کیے۔ دوسری مجلس مین وہ داخل ہوئے جنہون نے پیچھے بیعت کی۔ اونکی سپرد حکومت کے چھوٹے کام ہوئے۔ اور مقدمات کا فیصلہ کرنا بھی انہی کے سپرد ہوا۔ بعد ازان محمد کوہستان کی طرف گیا۔ اور رضاکی وعدانیت پر اوس نے گاؤن گاؤن اور شہر شہر محفوظ کیئے۔ یہان تک کہ بیس ہزار فوج جرار اوس کے ماتحت ہوگئی اور بڑے عروج پر پہنچ گیا۔ اپنی قوم کا نام اوس نے فرقہ موحدین رکھا۔ اور اپنی نسبت الحادی کا خطاب لیا۔ سپہ سالاری و حکومت تمام فوج و قوم کی محمد بن عبداللہ کے متعلق تھی۔ امام کا خطاب عبدالمومن کو حاصل تھا۔ اگرچہ کل مالک اس کام کا محمد بن عبداللہ تھا مگر وہ اپنے آپ کو عبدالمومن کا خلیفہ و نائب مشہور کرتا۔ اور امام المہدی والحادی اسکے حق مین کہا کرتا (باقی صفحہ ۸۳ پر نمبر ۱)

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۱ نمبر ۲) مبین و جمیل و فصیح و بلیغ تھا۔ ملکی زبان اور عربی پر مہارت تامہ رکھتا تھا۔ یہ بھی اوسکے ساتھ شامل ہوگیا۔ اور پھر قرار دیا گیا کہ عبداللہ بالکل جاہل ہے اور اس کے علم و فضیلت۔ فصاحت و صداقت سے کسی موقعہ ضرورت پر بطور اعجاز کے کام لیا جائے۔ اس کے بعد جسے شخص آہنین بازو۔ شیر پنجہ اور شامل کریئے۔ اور یہ جماعت مراکش پہنچی مراکش (مراکو) مین ابن تومرت نے اپنی حادثے (باقی صفحہ ۸۳ نمبر ۲ پر)

مگر اوس کے متقدمین نے متوفی کے شاگرد رشید عبدالمومن کو گدی پر بٹھا کر علی کے برخلاف

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۲ نمبر ۱) محمد بن عبداللہ کی فصاحت و بلاغت و حسن تقریر کا یہ حال تھا کہ عوام قبائل کے دل بیوقت اوس کی طرف مائل تھے۔ اسوقت ابو اسحاق ابراہیم علی بن یوسف بادشاہ کے بھائی نے موحدین کا یہ عروج دیکھا تو اوس نے اطلاع اس حال کی علی بادشاہ کو کی اور وہاں سے موحدین کی سرکوبی کے لیے حکم نافذ ہوا۔ چنانچہ ابو اسحاق بڑی بھاری فوج لیکر موحدین پر چڑھ آیا۔ اور آپس میں سخت لڑائی ہوئی۔ ابو اسحاق نے شکست فاش کھائی۔ تمام فوج اس کی تفرق ہوئی۔ اور خود وہ جان بچا کر میدان سے بھاگ گیا۔ بڑی دولت اور جنگ کا سامان موحدین کو ملا۔ اس کے بعد اور تین قبیلے موحدین کیساتھ شامل ہوگئے۔ اور پہلے سے جمعیت دوچند ان ہوگئی۔ یہ حال سنکر علی بن یوسف نے اپنے دوسرے بھائی کو ہسپانیہ سے بلایا۔ اور بے شمار فوج دیکر موحدین کے مقابلہ پر بھیجا۔ جیسے یہ فوج پہاڑ پر پہونچی۔ موحدین بڑی چستی سے اوس کے مقابل ہوئے۔ اور روز آپس میں لڑائی ہوتی رہی۔ اگرچہ یتیم موحدین کے ساتھ بہت لڑا۔ اور ہزاروں آدمی انکے قتل کر ڈالے۔ مگر اونکو شکست نہ دے سکا۔ مقام تمنال میں موحدین نے ایک قلعہ بنایا۔ اور سامان جنگ وہاں جمع کر کر ضبوطی حاصل کی۔ اور شہروں پر لوٹ شروع کیں چنانچہ فاس وغیرہ چند بڑے بڑے شہر فتح کر لیے۔ تین برس کے بعد عبدالمومن نے تیس ہزار سوار لیکر خود سلطنت مراد ویون پر چڑھائی کی۔ اور بہت سی خونریزی اونکو دین۔ اور قتال کو مراجعت کی۔ اوس کی واپسی کیوقت محمد بن عبداللہ قلعہ سے (باقی صفحہ ۸۴ نمبر ۱)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱ نمبر ۲) مطابق خلافت شریعت اور پر نافذ و اعتراض و انکار شروع کیا۔ اور خاص بادشاہ کے بیٹے پر بھی کہکر کھلا اعتراضات کرنے لگا۔ یہاں کا بادشاہ ابو الحسن علی جو امیر تاشفین کا پوتہ تھا۔ نہایت عادل و متواضع تھا۔ بادشاہ نے دربار میں اوسے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اور علمائے شہر کو مباحثہ کے لیے مقرر فرمایا۔

قاضی شہر نے اس طرح چہ گفتگو شروع کی۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ ہمارے عادل و حلیم بادشاہ کی نسبت جو مطیع حق ہے۔ اور طاعت الٰہی کو اپنے نفس پر (باقی صفحہ ۸۴ نمبر ۲)

اپنی کارروائی کو جاری رکھا اور علی تیرہ برس تک حتی الوسع مقابلہ کرتا رہا مگر ۱۱۴۳ھ

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۳ نمبر ۱) اوس کے استقبال کو نکلا اور بڑی تعظیم کے ساتھ قلعہ میں داخل کیا۔ دوسرے روز محمد بن عبداللہ نے پانچ آدمیوں کو جو خاص مشیر یا تدبیر تھے مسجد میں بلایا اور چند ساعت تک اونکو وصیتیں کرتا رہا۔ پھر اونکو رخصت کیا۔ اور صرف عبدالمومن کو اپنے پاس رکھا اور امام غزالی کی کتاب اوسکو دی۔ اور کہا کہ اس کے بموجب کاربند رہنا بعد انصرام اس کلام کے محمد بن عبداللہ جان بحق تسلیم ہوا۔ یہ واقعہ ۵۴۱ھ ہجری میں واقع ہوا۔ بعد اوس کی فات کے فرقہ موحدین نے عبدالمومن کو امام بنایا۔ اور امیرالمومنین مہدی الہادی کا اسکو خطاب دیا۔ امیرالمومنین عبدالمومن الہادی کے بعد وفات محمد بن عبداللہ کے عبدالمومن تخت نشین ہوا۔ اور نہایت سرگرمی کے ساتھ جہاد ملک گیری میں مشغول ہوا۔ اس نے تین سال کے عرصہ میں مراد دیو کی دیکھو صفحہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳ نمبر ۲) بھی مقدم رکھتا ہے نا شائستہ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے اور یہ جو کہا تک صحیح ہے۔ ابن تومرت نے کہا کہ جو اقوال میری جانب منسوب کئے جاتے ہیں۔ وہ بیشک میں نے کہے ہیں۔ اور اون کے علاوہ اور بھی کہتا چاہتا ہوں۔ لیکن تم بتلاؤ کہ تمنے جو ابھی بادشاہ کی صفت میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں "وہ مطیع حق ہے۔ اور اطاعت الٰہی کو اپنے نفس پر مقدم رکھتا ہے" یہ کہا تک صحیح ہیں۔ میں تو جانتا ہوں کہ تم لوگ ایسے الفاظ سے ہی بادشاہ کو مغرور بناتے اور غلطی میں ڈالتے رہتے ہو۔ حالانکہ تمام بار گناہ بادشاہ کے سر پر رکھا جائیگا۔ قاضی صاحب کیا آپکو معلوم نہیں۔ کہ شراب کی دوکانیں کہلی ہوئی ہیں۔ اور خنزیر مسلمانوں کے گھروں میں جا گھستے ہیں۔ یتیموں کا مال چھین لیا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ بادشاہ نے جب یہ تقریر سُنی تو اوس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ اور ندامت و حیا سے گردن کو جھکا لیا۔

حاضرین دربار اگرچہ ابن تومرت کے اوضاع و اطوار کو دیکھ کر یہ فتویٰ لگا چکے تھے کہ یہ شخص اپنے لیئے سلطنت و حکومت کا خواستگار ہے۔ لیکن جب اونھوں نے بادشاہ پر اوس کی جادو کلامی کا اثر دیکھا تو سب خاموش رہ گئے۔ مالک بن وہب نامی بادشاہ کا منہ چڑھا مصاحب تھا۔ اوس نے بادشاہ سے کہا کہ میں (باقی صفحہ ۸۵ نمبر ۲ پر)

بین رہگیا اے عالم جاودانی ہوگیا۔ وہ مراکش مین فوت ہوا۔ جہان تاوقتیکہ تاشفین

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۴ نمبر اول) سلطنت کو برباد کردیا بلکہ اس سلطنت کو بیخ سے اوکھاڑ دیا۔ پہلے کئی شہر افریقہ مین فتح کئے۔ پھر شہر مراکو جو دارالسلطنت مراوینکا تھا محاصرہ مین بذات خود آیا اور ابوعمران نام ایک رئیس کو لشکر دیکر اندلوسیا کی فتح کیلئے مامور کیا۔ اس عرصہ مین بہت سے امیر ولایت سپانیہ کے عبدالمومن کے ساتھ مل گئے۔ اور سب نے اطاعت قبول کرلی۔ مراکو کے رہنے والے عبدالمومن سے بیزار تھے۔ اور نہین چاہتے تھے کہ اس کے مطیع ہون۔ مدت تک لڑتے رہے۔ عبدالمومن نے قسم کہائی کہ جب تک یہ شہر فتح نہ ہو محاصرہ نہ اوٹھائینگا۔ ایک سال کے محاصرہ کے بعد شہر مین قحط پڑگیا۔ تین حصے باشندگان شہر کے بھوکے کے عذاب سے مرگئے۔ اور ایک حصہ باقیماندہ مقابلہ موحدین کا نہ کرسکا۔ آخر ۵۴۱ھ مین شہر فتح ہوا۔ ابراہیم آخری بادشاہ مرابطون کا گرفتار ہوکر قتل ہوا۔ اور موحدین نے شہر کے رہنے والون مین سے (باقی صفحہ ۸۶ پر)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۴ نمبر دوم) حضور کو اسوقت ایک نصیحت کی بات کہنا چاہتا ہون۔ آپنے اوسے مان لیا تو انجام کار اوسکی عمدگی ظاہر ہوجاویگی۔ اور اگر منظور نہ فرمایا تو اوس کے برے نتائج بھی تھوڑی دیر مین نظر آجائینگے۔ بادشاہ نے کہا بتلاؤ۔ کہا مجھے اس شخص مین آثار بغاوت نظر آتے ہین۔ بہتر ہے کہ اسکا ایک دینار روزینہ مقرر کردیا جائے۔ اور اس جماعت کو زیر نگرانی رکھا جائے۔ اگر آپ ایسا نہ کرینگے تو ایک وقت سارا خزانہ بھی صرف کرنے کے بعد انتظام نہ ہوسکیگا۔ بادشاہ نے اس رائے کو پسند کرلیا۔ لیکن وزیر نے اوسکا خلاف کیا۔ کہا یہ مناسب نہین کہ ابھی آپ جس کے وعظ پر آنسو بہا رہے تھے اوسکو اسیر بنانے کا حکم دین۔ اور ذرا خیال تو فرماوین کہ یہ شخص حضور کی اتنی بڑی سلطنت کا کر ہی کیا سکتا ہے۔ بادشاہ اس تقریر سے بدگیا۔ اور ابن تومرت کو واپس جانے کی اجازت دیگئی۔

ابن تومرت وہان سے نکلا۔ تو جہان تک بادشاہ نظر آتا رہا۔ اوسکی جانب پیٹھ نہین کی۔ ہمراہیون پوچھا۔ کہ کیا آپ اسکی تعظیم کرتے ہین۔ کہا نہین۔ مین نے چاہا کہ آخر وقت تک حق باطل کو تاڑتا رہے۔ واپس آکر ابن تومرت نے ہمراہیون سے کہا کہ جب تک دربار مین ابن وہب موجود ہے۔ ہم خاص مراکو مین کچھ نہین کرسکینگے۔ یہان سے وہ شہر

اس کا بیٹا نہ پہونچ گیا۔ اس واقعہ کو مخفی رکھا گیا تاشفین ایک عیسائی کنیز کے بطن سے تھا

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۵ نمبر اول) ایک تنفس بھی نہ چھوڑا سب کو بگال بیرحمی سے مار دیا اور گھروں کو آگ لگا کر جلا دیا چند سال کے بعد اس اجڑے ہوئے شہر کو پھر عبدالمومن نے آباد کیا اور صحائی ۰۰۰ لوگوں کو لاکر اس میں بسایا اس فتح کے بعد کل ملک سپاہ موحدین کے تصرف میں آگیا۔ مگر اوسپر بھی قانع نہوئے۔ اور ۵۵۸ھ ہجری کو ایک لاکھ سوار اور تین لاکھ پیادہ ہمراہ لیکر عبدالمومن جہاد پر مستعد ہوا مگر یہ مراد اس کی پوری نہ ہوئی۔ اور اچانک ۵۵۸ھ ہجری میں مرگیا۔

یوسف ابو یعقوب المنصور یوسف ابو یعقوب چھوٹا بیٹا عبدالمومن کا باپ کے مرنے کے بعد تخت نشین ہوا۔ بلند حوصلگی و جوانمردی و شجاعت اس کی ذات میں کم تھی

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۵ نمبر دوم) مراغات میں پہونچا۔ اور وہاں سے ایک شخص عبدالحق بن ابراہیم کو ہمراہ لیا۔ اس نے مشورہ دیا کہ یہاں سے ایک دن کی مسافت پر تینمل پہاڑ ہے۔ وہاں جاکر تم خوب قدم جما سکتے ہو۔ اور محفوظ بھی رہ سکتے ہو۔ ابن تومرت کے دلمیں وہی حروف ت ی ن م ل خوب نقش ہو رہے تھے۔ تینمل پہاڑ کا نام سنکر اچھل پڑا۔ اور اگلے روز وہاں جا پہونچا۔ لوگوں نے طالبعلمانہ حیثیت دیکھ کر سر آنکھوں پر بٹھلایا اور مسجد میں مقیم کر دیا۔ ابن تومرت نے بہت سے حیلے نکالے اور تدبیریں بنائیں لیکن حایا کو اطاعت شاہی سے منحرف نہ کر سکا۔ قریب تھا کہ وہ اپنی ناکامیابی کے تصور میں گھل کر مر جاتا کہ اوس کی نگاہ پہاڑی لوگوں کی اولاد پر پڑی۔ دیکھا کہ پہاڑی گوسالے اور گندم گوں سیہ چشم ہیں مگر اون کے پٹھے بہت اچھے خوب سرخ و سفید اور گربہ چشم ہیں۔ پوچھا اس کا سبب کیا ہے۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ تو ابن تومرت نے سمجھا کہ اس پر زور دینا چاہیئے۔ جب اصرار حد درجہ کو پہونچ گیا۔ تو لوگوں نے بتلایا کہ شاہی عہدہ دار جو خراج لینے کے لیے آتے ہیں۔ رات کو ہمارے گھروں میں رہتے ہیں اور عورتوں کو اکو دہ کر دیتے ہیں ہمکو اپنے گھروں میں بھی اس شب ٹھہرنا نہیں ملتا۔ یہ ساری خرابی اس ظلم کی ہے۔ ابن تومرت نے اوسپر سخت لعنت ملامت شروع کی۔ اور اونکی عمارت حیثیت

اسے تخت پر بیٹھے ایک برس ہی ہوا تھا کہ عبدالمومن نے تلمسان کے قریب فیصلہ کن فتح پائی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹ نمبر ۱ دل بلیست بہت مائل تھی۔ خونریزی سے ڈرتا تھا۔ اس نے رعایا میں امن قائم کیا اور فوج کم کر دی۔ ایک دفعہ اوس نے سپانیہ پر چڑھائی کی۔ اور کلیسیل کے بادشاہ سے لڑکر اسکو شکست دی۔ دشمن کے طرف کے جو لوگ قید میں آئے۔ انپر رحم کھاکر اونکو رہا کر دیا۔ اسقدر رحم دشمن پر اسوقت تک کسی بادشاہ نے نہیں کیا تھا۔ شہر میڈرڈ دارالسلطنت ہسپانیا پر اوس نے قبضہ پایا اور وہیں بہت سے شہر فتح کئے۔ آخر اپنی مرگ سے ۵۹۵ ہجری میں مرگیا۔

ابو محمد عبداللہ ناصر الدین اللہ بن یوسف ابو یعقوب۔ بعد وفات پانے یوسف کے اوسکا بیٹا محمد بادشاہ ہوا۔ اگرچہ وہ کم قوت و کم حوصلہ بادشاہ تھا۔ پھر بھی اوس نے اسقدر فوج جمع کی کہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار اوس کی فوج کا پانچوان حصہ تھا۔ یہ حال دیکھکر

دبقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰ نمبر ۱ کو اکسانے لگا۔ لوگوں نے کہا اگر کوئی ہمارا حامی و مددگار پیدا ہو تو ہم اوسکا ساتھ دے سکتے ہیں۔ لیکن بربر خود کچھ نہیں کر سکتے۔ بولا میں تمہارا ساتھ دونگا اور تمہارے پیچھے اپنی جان قربان کر دونگا۔ اور تم دیکھ لوگے۔ کہ شاہی فوج تمہارا کچھ نہ کر سکے گی۔ اب تو ابن تومرت کے سب لوگ مطیع و منقاد ہو گئے۔ اور یہ تجویز قرار پائی کہ جب شاہی سپاہی آجاویں تو اونکو عورتیں خوب شراب پلاویں۔ اور جب وہ نشہ میں چور بدمست ہو کر گر پڑیں۔ تو ابن تومرت کو اطلاع دی جاوے۔ اسی تجویز پر عمل کیا گیا۔ اور سب سپاہی قتل کر دیئے گئے صرف ایک فوج نکلا جس نے مراکو جاکر اطلاع دی۔ اسوقت بادشاہ سمجھا کہ ابن و ہے جو شورہ اس روز دیا تھا۔ وہ صحیح تھا۔ آخر فوج اگرچہ بہت تھی۔ لیکن پہاڑی راستے ایسے دشوار گذار کٹھن اور تنگ تھے کہ ایک آدمی سے زیادہ نہ چل سکتا تھا۔ ابن تومرت کو پہلے سے توقع تھی۔ کہ شاہی فوج انتقام کے لیے آئیگی۔ اس نے ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ جب فوج نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا۔ اوپر سے پہاڑ والوں نے پتھروں کی بارش برسا دی۔ صبح سے شام تک فوج نے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ اور بارہا دھکیلنے اور ٹھیلنے کے بھی کچھ کارگر نہ ہوئی۔ آخر محاصرہ اوٹھا لیا گیا۔ اور ابن تومرت ہی اس پہاڑ کا حاکم مطلق ٹھہر گیا۔ اور تمام پہاڑی علاقہ میں تسلط قائم ہو گیا۔ اب ابن تومرت سمجھا کہ اب وقت ہے کہ علم و فضل کو بطور معجزہ ظاہر کر دینے کا یہی وقت ہے۔

مرابطی خاندان کا خاتمہ کر دیا تاشفین اور ان کو بھاگ گیا۔ اور جب عبدالمومن نے ۱۱۴۵ء میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷ نمبر ۱) یورپ کے بادشاہان نصاریٰ کو خوف پیدا ہوا۔ اور تمام عیسائی بانوائے یورپ کی امداد سے مذہبی جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور فوج عیسائی شہر کٹیل جدید اور اندولیسیا کے پہاڑوں پر آکر خیمہ زن ہوئی۔ تاکہ ہی اپنی جمعیت کثیر لیکر اون کے مقابلہ کو گیا۔ اور فریقین کی آپس میں بڑی خونریزی ہوئی۔ اور ہزاروں آدمی مارے گئے۔ مدت تک لڑائی رہی۔ آخر عیسائی حکام تک کر واپس چلے گئے۔ اور ناصر نے مراکو مراجعت کی دار الخلافت میں پہونچکر یوسف ثانی اپنے بیٹے کو اس نے تجربگیارہ برس کے تخت نشین کر دیا۔ اور آپ عیش و عشرت میں مصروف ہو گیا۔ اور اسی شہر میں ناگہان درحالیکہ وہ بیمار نہ تھا۔ مر گیا۔ غالباً کسی نے اسکو زہر دیدیا۔ یہ واقعہ ۱۱۹۱ ہجری میں وقوع میں آیا۔

یوسف ثانی بن یہ بادشاہ گیارہ برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ اس کے وقت انتظام ملک ابو محمد عبداللہ ناصر ولی عہد کا اچھا نہ رہا۔ اور یہ اپنی بادشاہت کیوقت بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کرتا رہا۔ آخر ۱۲۱۸ ہجری میں جان بحق تسلیم ہوا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷ نمبر ۲) قرار داد کے مطابق نماز صبح کے بعد جبکہ تمام اشخاص مسجد میں ہی موجود تھے۔ ابو تشریسی آگے بڑھا۔ اور جاہلانہ لہجہ اور ٹوٹے پھوٹے لکنت لیئے الفاظ میں (جیسی کہ اسکی عادت کر رکھی تھی) بیان کرنا شروع کیا۔ کہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے آسمان سے اترے۔ انہوں نے میرے دل کو نکال کر چیر ڈالا۔ پھر دھو دھا کر علم و حکمت و قرآن اس میں بھر دیا۔ اب میں اپنے اندر تمام علوم کو موجود پاتا ہوں یہاں پہونچکر اوس کی تقریر نہایت فصیح و بلیغ و دلنشین مردم فریب ہو گئی ابن تومرت خوشی خوشی اٹھا۔ اوس کے پاس آکر کہا کہ آپ ہمکو جلد بشارت دیں کہ آیا ہم ٹھیک راہ پر ہیں۔ یا غلطی پر پڑے ہوئے ہیں۔ سعید ہیں یا شقی ہیں کہا اے ابن تومرت آپکا بھلا ہو تمام بامراللہ ہیں۔ آپکے تابعدار اہل سعادت اور آپ کے مخالف اہل شقاوت ہیں۔ تم مجھے اپنے رفیق ایک ایک کر کے دکھلاؤ۔ میں بتلا دونگا کہ انمیں بہشتی کون ہے۔ اور دوزخی کون۔ اس بہانہ سے ایک ایک آدمی کو طلب کیا گیا۔ جو اشخاص ابن تومرت سے مخالفانہ رائے رکھتے تھے یا مخل انتظام خیال ہو سکتے تھے۔ وہ قتل کر دیئے۔ اس کے بعد دس ہزار پیادہ سوار کا لشکر جرار تیار کیا گیا۔ اور

اس شہر کو بھی فتح کر لیا۔ تو وہاں سے بھی بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ رات کیوقت یہ بدقسمت امیر

ابو ملک عبدالواحد کے بعد مرنے یوسف ثانی کے ابو مالک تخت و تاج کا ہوا۔ اس کیوقت کئی طرح کے فتور برپا ہوئے۔ اور سلطنت کا انتظام بگڑ گیا۔ آخر ایک سال چند ماہ کی سلطنت کے بعد عبداللہ ابو محمد کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ اور یہ واقع ابتدائے ۶۲۴ھ ہجری میں وقوع میں آیا۔

المامون ابو علی ابو ملک عبدالواحد کے قتل کے بعد المامون ابو علی ولیعہد کے ہاتھ سے بادشاہ ہوا۔ جو بادشاہ مقتول کا بھتیجا تھا۔ اوس نے برخلاف عقاید محمد بن عبداللہ مہدی کے ایک کتاب تصنیف کی اور چاہا کہ لوگ اوسکے تابع باطل سے باز آئیں۔ اس بات سے سب فرقے کے لوگ برافروختہ ہو گئے۔ اور سب نے مل کر المامون کو تخت سے اوتار دیا۔ اور یحیی ابن ناصر الدین کو بادشاہ بنایا۔ المامون نے سلطنت سے معزول ہو کر اپنے مددگاروں کی فوج جمع کی۔ اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸ نمبر ۲) عبدالمومن اور ابو تشریبی کی ماتحتی میں مراکش پر حملہ کرنیکے لیے بھیجا گیا ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد اس فوج کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ عبدالمومن بچ رہا۔ ابو تشریبی مارا گیا۔ جسوقت ابن تومرت کو اس شکست کی بپہونچی۔ وہ بستر مرگ پر پڑا ہوا تھا۔ اسوقت بھی اسکے استقلال میں ذرہ فرق نہ آیا۔ بلکہ سب کو جمع کیا۔ اور آیندہ کے لیے تدابیر کے متعلق وصیت کرتا رہا۔ اور ہر روز حتی الفاظ میں کہتا رہا کہ تم ضرور کامیاب ہوگے۔ تمہاری حکومت وسیع اور تعداد کثیر ہوجاویگی تمکو ذرا گھبرانا نہیں چاہیئے۔ ایسی ہی وصیت کرتا ہوا دنیا سے چل بسا۔ اور اوس کے بعد عبدالمومن جانشین ہوا۔

ابن تومرت میں قابل تعریف جو وصف تھا۔ وہ زہد فی الدنیا تھا۔ جس تنگی کے ساتھ طالب علمی میں گذران کرتا تھا۔ وہی حال آخر تک چلی۔ کہتے ہیں کہ بہن کا ہاتھ پیستی تھی۔ اسی پر دونوں گذارہ کرتے تھے۔ درویشی کے ساتھ کبھی سرکہ ہوتا۔ کبھی زیتون کا روغن۔ ایکدفعہ مال غنیمت بہت آیا۔ اور لوگوں نے تقسیم کے لیے ابن تومرت کو تنگ کرنا شروع کیا۔ اس نے سبکو گالی دی۔ اور بلند آواز سے کہدیا کہ جو شخص محض دنیا کمانے کی غرض سے میرے ساتھ ہوا ہے۔ اوسی بہتیہ کے لیے مایوس ہو جاتا ہے۔ اس شخص کے تمام واقعات میں اگر کوئی واقعہ کھٹکتا ہے تو ابو تشریبی والی چال اور دعوی مہدویت ہے۔ کل حالات پر غور کرنیسے ہر ایک شخص صحیح نتیجہ نکال سکتا ہے۔

ایک بادیپا گھوڑے پر سوار ہوکر بھاگا۔ رات سخت اندھیری تھی۔ سوار سے مرکب دوڑتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹ نمبر اول) یحییٰ کے ساتھ لڑائی کرکے اسکو شکست دی۔ ہزارون آدمی اس معرکہ مین کام آئے پھر شہر مراکو مین پہونچکر صدر اکس کو جو یحییٰ کے معاون تھے قتل کیا۔ ادہر تو المامون نے یہ بندوبست کیا۔ ادہر سپانیہ مین سو قعہ یہ ہوا کہ ابن حوت حاکم سپانیہ کا اس سے یا غی ہوکر خود سر ہوگیا۔ اور موحدین کی حکومت سے آزادی حاصل کی۔ چند سال المامون اسطرح نہایت بے رونقی کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ آخر ۶۲۹ھ ہجری مین مرگیا۔ اوس کی جگہ محمد بن عمر جانشین ہوا۔ اب یہ سلطنت نہایت تزلزل مین آئی۔ محمد بن عمر نے حصول سلطنت و انتظام ملک کے لیے بہت کوشش کی۔ مگر اپنی مراد کو نہ پہونچا۔ ابن حوت جو اسوقت ارا کان اور اندولیشیا کا حاکم تھا۔ اور محمد بن عمر غرناطہ کا فرمان فرما تھا۔ ان دونون کے آپس مین بڑے بڑے فساد اور لڑائیان ہوتی رہین۔ اور وہ اس قابل نہ رہے کہ باہر کے دشمن کا حملہ روکتے۔ عیسائیون نے اسوقت موقعہ وقت غنیمت جانکر سراوٹھایا۔ اور شہر کارڈوا جو اسلام کا مقام عروج و دارالسلطنت تھا اپنے قبضہ مین کرلیا۔ اوس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے شہر اہل فرنگ نے لے لیے۔ اور نوبت یہان تک پہونچی کہ محمد بن عمر غرناطہ کا بادشاہ ۶۴۶ھ مین زیر حکم و اطاعت شاہان عیسائی ہوگیا۔ شہر سیول بھی عیسائیون نے فتح کرلیا۔ اور محمد بن عمر بقضائے الٰہی ۶۷۲ھ ہجری مین مرگیا۔

محمد ثانی کے محمد بن عمر کی مرگ کے بعد اسکا بیٹا محمد ثانی باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد مین پھر مسلمانون نے عزم کیا کہ سپانیہ مین اپنی حکومت بڑھائین۔ چنانچہ ۶۷۴ھ مین فاس اور مراکو کے حاکم ابو یوسف نے بڑی فوج جمع کی۔ اور سپانیہ مین جا اترا۔ اور عیسائیون کے ساتھ جنگ شروع کی۔ اول تو کچھ کچھ فتح پائی۔ آخر مایوس ہوکر اپنے ملک کو واپس چلا آیا۔ ۶۸۵ھ کا بھی یہ ارادہ بیشک تھا۔ کہ جو ملک اس کے باپ کیوقت قبضہ سے نکل گیا تھا۔ وہ پھر فتح کرے۔ اس ارادہ پر وہ انتیس برس تک عیسائیون سے لڑتا رہا۔ مگر کچھ نہو سکا۔ آخر ۱۳۰۱ء مین مرگیا۔

محمد ثالث ابو عبداللہ کے محمد ثانی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد ثالث بادشاہ بنا۔ یہ شخص نہایت بدقسمت تھا۔ اول تو رعایا اوس کی جو علاقہ بالمیرہ اور کاوس مین رہتے تھے۔ اس سے پھر

ہوا۔ ایک چٹان سے گہائی ہین جا گرا اور دونون کی ہڈیان تک چور چور ہوگئین۔ یہ موقعہ اب تک ہسپانوی زبان مین "سالٹو ڈل کابلو" یعنی "حسب اسپ" کے نام سے مشہور رہے۔ وہ اورن سے دو میل کے فاصلہ پر موضع بنیس ڈی لارین کے متصل واقعہ ہے۔

سکے۔ امیر علی کے دینار اور سب باتون مین یوسف کی اشرفی کے مشابہ ہین۔ فرق صرف یہ ہے کہ علی نے امیر المسلمین کا لقب اپنے نام کے ساتھ بڑھا دیا تھا۔ یہ لقب پہلی مرتبہ ۱۱۰۷ء مین پڑھا گیا۔ اور اس لقب کیساتھ اولین سکے اغمات مین ضرب ہوئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰) گئی۔ دوسرے جب اس نے عیسائیون سے جنگ کی تو پہلا علاقہ لیتے لیتے ملک جبل الطارق ہی ہاتھ سے دے بیٹھا۔ جب وہان سے واپس آیا تو اس نے کل اسکاین دربار کو اپنے آپ سے ناراض پایا۔ سو بسبب اوس کے سلطنت کو ترک کیا۔ اور حکومت سے دست بردار ہوگیا۔ اور اپنے بھائی ناصر کو تخت پر دکر دیا۔

ناصر بن محمد شانی] تخت نشینی کے بعد ناصر کا ستارہ اقبال چمکا۔ اس نے بالیرہ کا محاصرہ کیا اور سونا وغیرہ کر فتح کر لیا مگر وہی لوگ جنہون نے اول رضامند ہو کر اسکو تخت نشین کیا تھا۔ پھر اس سے ناراض ہوگئے۔ اور ۱۲۱۷ھ مین انہون نے ناصر کو معزول کر کر اسمٰعیل بن فرج کو بادشاہ کیا۔ ناصر نے اون کے برخلاف بہت کوشش کی اور تخت کے حاصل کرنے کے لیے بہت لڑائیان لڑا۔ مگر کچھ نہو سکا۔

اسمٰعیل بن فرج] اس بادشاہ کی کنیت ابو الولید تھی۔ جنگی اور ملکی کامہین لیاقت تامہ حکمہ حاصل تھی۔ ۱۲۱۸ھ مین یہ سخت لڑائیان نصارا بادشاہون کے ساتھہ لڑا۔ اور فتوحات پے در پے حاصل کین۔ اگرچہ جبل طارق تو یہ نصارے سے نہ لے سکا مگر ۱۲۲۸ھ مین اوس نے علاقہ جات مارش وبا نس لے لیے۔ اور شرقی کیطرف جاکر مرسیا کا علاقہ فتح کر لیا اور مرسیا کی بادشاہت اپنے قبضہ مین کر لی۔ اگرچہ یہ فتوحات سکو پے در پے حاصل ہوتی رہین۔ مگر اندرونی فسادون مین یہ ہمیشہ گرفتار رہا۔ اور محمد نام ایک شہزادہ جو غرناطہ کا حاکم تھا اوسکا دشمن بنا اور ایک روز موقعہ پاکر جبکہ اسمٰعیل اپنے وزیر کیساتھہ دار الضیافت کے صحن مین ٹہل رہا تھا۔ اور غلام نوکر چاکر کوئی پاس نہ تھا۔ ناگہان محمد جا آیا۔ اور اپنے ہمراہیون کیساتھہ تلوارین علم کر کے بادشاہ کے روبرو پہنچ آمد ہوا۔ اور دونون کو قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۱۲۷۵ھ مین وقوع مین آیا۔ اسی روز سے گویا سلاطین غرناطہ کی حکومت خوبی ہوئی۔

۱۱۳۶ء سے ۱۱۴۴ء تک اس خاندان کے سکے مقام نول لمتا میں مضروب ہوتے رہے۔ اس سے غالباً مقام نون یا گلیمین مراد ہیں۔ جو سوس میں واقعہ ہیں۔ یہ سکے ڈوزی کی فہرس لائسر مریی میں موجود ہیں مصنف روض القرطاس نے غلط لکھا ہے کہ تاشفین ۵۳۹ھ ۱۱۴۴ء میں فوت ہوا۔ کیونکہ اوس کے نام کا ایک سکہ جو ۵۴۰ھ (۱۱۴۵ء) میں بمقام سبتہ مضروب ہوا۔ لندن کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔ دیگر عرب مؤرخین نے بھی تاشفین کا سن وفات ۵۴۲ھ (۱۱۴۷ء) لکھا ہے۔

ہسپانیہ میں بھی معاملات کی صورت دن بدن زیادہ تاریک ہوتی جارہی تھی ۱۱۳۹ء میں الفونسو اول امیر پرتگال نے بمقام اوریق علی کی افواج کو کامل شکست دی۔ جس کے بعد وہ شاہ پرتگال ہوگیا۔ اس سے ایک برس پیشتر الفونسو ہشتم والی لیئون۔ مرروں کو سخت شکست دے چکا تھا۔ ان دونوں فتوحات سے عیسائیوں کی طاقت جزیرہ نما میں بہت زور پکڑ گئی تھی۔ یہ امر عبدالمومن ایسے جوشیلے مسلمان کو کبھی گوارا نہیں ہوسکتا تھا۔ اوس نے تلمسان کی لڑائی سے فارغ ہوتے ہی ایک جرار فوج فی الفور ہسپانیہ کو بھیجدی کہ عیسائیوں کو اسلامی علاقوں سے پیچھے ہٹادے۔ اور ہسپانیہ سلطنت کو موحدی خاندان کے مطیع و منقاد بنائے۔ مگر اس سے تھوڑے ہی عرصہ بعد ۱۱۴۶ء میں مسلمانوں کے برخلاف یورپین نصاریٰ کا دوسرا صلیبی جہاد شروع ہوگیا۔ اور مجاہدین کی مدد سے پرتگیزی عیسائیوں نے ۱۱۴۷ء میں لزبن پھر مسلمانوں سے فتح کر لیا۔

تاشفین کے بعد اوسکا ایک کمزور اور نالائق بیٹا ابراہیم اول مرابطی تخت پر بیٹھا عبدالمومن نے پہلے سال ۱۱۴۶ء میں اس سے مکنسہ اور دوسرے برس ۱۱۴۷ء میں فاس اور سالی کو فتح کرکے ابراہیم کو قتل کر دیا۔ ابراہیم کے بعد اوسکا بیٹا اسحاق مرابطی کی باقی ماندہ ریاست کا وارث ہوا۔ مگر دو برسوں کے مزید ناکام مقابلہ کے بعد ۱۱۴۹ء میں اوس کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اور عبدالمومن کی حکومت تمام مراکو اور کل مسلم ہسپانیہ پر بالاستحکام قائم ہوگئی۔ بقیۃ السیف مرابطی پہلے جزائر بلیارک و سفر کا۔ اور پھر کریٹ اور وہاں سے ٹیونس کو چلے گئے۔ جہاں اونہوں نے اپنے خاندان کے اقتدار کو قایم کرنیکی پھر ایک دفعہ ناکام کوشش کی۔ نوے برس کی حکومت کے بعد ۵۴۷ھ ہجری (۱۱۵۲ء) میں اونکا ستارہ اقبال ہمیشہ کے لیئے غروب ہوگیا۔

تتمہ فصل چہارم

"ہسپانیہ کی فتح کی داستان بالاختصار اوپر لکھی جا چکی ہے۔ اشروع شروع مین مسلمانون نے نہ فقط کل جزیرہ نما بلکہ فرانس کے جنوبی حصہ کو بھی فتح کر لیا۔ مگر بعد ازان عربون اور بربرون کے باہمی نفاق اور تو مسلم ہسپانویون کی تنگ خیالی کی طفیل جو فقیہون اور علماء کی ترغیب و اشتعالک سے عربون کی وسیع الخیالی اور بے تعصبی سے ناراض ہو کر عموماً فساد کرتے رہتے تھے۔ مسلمانون کی طاقت ہسپانیہ کی فتح کی پہلی صدی مین ہی متہدرکزور ہو گئی کہ عیسائیون نے شمالی ہسپانیہ کا بہت سا علاقہ فتح کر لیا۔ یہ ملک خلفاء اُمیّہ کے زمانہ مین فتح ہوا اور اونکی خلافت کے خاتمہ تک برابر دمشق کی مرکزی حکومت کے تابع رہا۔ ہسپانیہ کے گورنر کے ماتحت چار صوبے تھے۔ اور گورنر مذکور افریقہ کے وائسرائے کے تحت ہوتا تھا۔ باہمی حسد و نفاق سے مسلمانون کی طاقت کو اگرچہ بہت ضعف پہونچتا رہا۔ مگر ہسپانیہ کے مسلمانون نے خلفاء بنی اُمیّہ کی سرپرستی سے کبھی انکار نہ کیا۔ اور خواہ وہ گورنرون کی فرمانبرداری و وفاداری سے کرین یا نہ کرین۔ گورنر خلیفہ یہ اور اسکے افریقی وائسرائے کی طرف سے ہی جس کا صدر مقام قیروان تھا مامور ہو کر آتے رہے۔

سنہ ۱۳۲ھ مین بمقام زاب عباسیون کے ہاتھ سے مروان کے شکست کھا کر ہلاک ہونے پر اموی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ خلافت پر متمکن ہو کر عباسیون نے کل صوبون پر اپنے عامل مامور کئے۔ چنانچہ ایک گورنر ہسپانیہ کو بھی بھیجا گیا۔ جسے وہان کے اموی گورنر نے چارج دینا منظور نہ کیا۔ ادہر ایک بربری سردار نے بہ تمنائے بادشاہی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنانی شروع کر دی۔ ابھی کسی کے حق مین فیصلہ نہ ہوا تھا۔ کہ خاندان امیّہ کا ایک شہزادہ عبدالرحمن نام ۱۳۸ھ ہجری (مطابق ۷۵۶ء) مین ہسپانیہ پہونچ گیا۔ وہ نہایت خوشرو اور قابل نوجوان تھا۔ ایک تو اوس کی وجاہت دیکھکر اور دوسرے بدین سبب کے رعایا ان خانہ جنگیون سے سخت تنگ آگئی ہوئی تھی۔ اور مزید برآن اوسے خاندان امیّہ سے ایک طرح کا دلی تعلق بھی ہو گیا ہوا تھا۔ اسنے خلافت عباسیہ کو مسترد کر کے باتفاق رائے اوسے اپنا بادشاہ اور خلیفہ بنا لیا۔ اور

اس طرح اسلام کی پولیٹیکل طاقت مین پہلا عظیم تفرقہ پڑگیا۔ عبدالرحمن کا خاندان پوری شان و شوکت سے ۱۱۳۱ء تک اور قطعی بربادی کی تاریخ کے لحاظ سے ۱۱۵۱ء تک جزیرہ نماہسپانیہ مین حکمران رہا۔ اور اس مین کئی ایسے نامور فرمانروا گذرے۔ جو نہ صرف اسلام بلکہ کل دنیا کے لیئے ہمیشہ مایہ ناز و افتخار سمجھے جاتے رہین گے۔ زوال خاندان سے صرف نصف صدی پیشتر عبدالرحمن ثالث اور الحکم دو ایسے جلیل القدر بادشاہ ہوئے کہ زمانہ مین اونکا نام قیامت تک عزت و ادب کے ساتھہ لیا جائیگا۔ حکم ۹۷۶ء مین سلطنت کے کمال عروج کی حالت مین مرا۔ مگر اس کے نابالغ فرزند کے ایک وزیر طمع و حرص اور بلند پروازی نے گو اسکی قابلیتون نے اوس کی حین حیات سلطنت کو پہلے سے بھی مضبوط کردیا تہا۔ رشک و نفاق کا ایسا بیج بو دیا کہ اوس کے زہریلے اثر نے چند برسون ہی مین صدیون کی بادشاہی کو بیخ و بن سے ہلاکر طوائف الملوکی کا دور دورہ قایم کردیا۔ جسے گو مرابطی اور موحدی خاندان نے کچھہ کچھہ عرصہ کے لیئے مجتمع سلطنت کی صورت مین بدل دیا۔ لیکن اس کی بیخکنی نہ کرسکے۔ اور یہ طوائف الملوکی آخر اوسی وقت دور ہوئی جبکہ عیسائی ظالمون کے ہاتھہ سے نہ فقط اسلامی حکومت بلکہ اسلام کے حلق پر بھی ہسپانیہ کی سرزمین مین خنجر بھر گیا۔

عبدالرحمن الناصر لدین اللہ کے حالات پہلے کسی حاشیہ مین درج ہوچکے ہین اُسکے بعد اوسکا فرزند رشید حکم ثالث المستنصر باللہ تخت نشین ہوا۔ وہ اپنے باپ کا سپوت بیٹا تہا۔ اوس کی نیک نیتی عدل و انصاف۔ فیاضی و سخاوت اور رعیت پروری کی تاثیر سے اوسکا عہد حکومت کمال آرام و عافیت کے ساتھہ گذرا جس عیسائی بادشاہ نے بساط جنگ بچھائی۔ موند کی کہائی۔ قلاع وامین ایسا تہا۔ کہ ذاتی گذارہ کے لیئے جو زمین اس کے باپ نے مقرر کی ہوئی تہی۔ اوسی کی آمدنی پر یہ بھی گذارہ کرتا رہا۔ ایک بالشت زمین اوسپر نہ بڑہائی۔ نہ بیت المال سے کبھی ذاتی مصارف کے لیئے ایک حبہ لیا۔ دینرات علوم و فنون کی ترقی کی تدابیر مین منہمک رہتا۔ اور ترویج علوم پر کروڑون روپیہ صرف کئے۔ مؤرخین نے اوس کے زمانہ کو عصر الذہبی للعلم والادب (علم و ادب کے لیئے طلائی یعنے انتہائی ترقی کا زمانہ) لکہا ہے۔ مدرسون کے لئے وہ اُمّی وقف مقرر کئے۔ اور والد کے عہد کے کتب خانہ کو دوچند بڑہایا۔ جس کی فہرست ۴۴ موٹی موٹی

جلدون مین ختم ہوتی تہی - پندرہ برس چھہ ماہ بادشاہی کرکے ۳۶۶ھ ہجری مین فوت ہوا - اس سے آگے مین جسٹس سید امیر علی کی تحریر خاندان موحدین کے حالات تک بجنسہ درج کرتا ہون -

حکم ایک گیارہ سالہ لڑکا چھوڑ کر مرا جسکا نام ہشام تہا - اوس نے اپنی زندگی مین اس امر کے لیے ہر ممکن کوشش سے کام لیا کہ اوسکا بیٹا یامن وامان تخت کا وارث ہو سکے - گو کئی فتنہ و فساد پیدا ہوے وفات سے چند ماہ پیشتر اوس نے کل اعیان و امرا کی مجلس مرتب کی - اور اون سب نے ہشام کی بیعت کرکے وفاداری و اطاعت کی حلف اوٹھائی - اور حکم کی وصیت پر حسب کے روسے اوس نے اپنے بیٹے کو وارث خلافت مقرر کیا - دستخط کیے - حکم کے پیرانہ سالی مین یہ بیٹا کئی بیٹون کے مرجانے کے بعد پیدا ہوا تہا - اور اوسے اوس سے از حد محبت تہی نزع کے وقت اوس نے بچہ کی نگرانی حاجب مشعفی اور مہتر خشی محمد بن ابی عامر کے سپرد کی - اور اوس کی ماں ملکہ صبح کو جو نہایت قابل عورت تہی اوس کی ولیہ مقرر کیا - باپ کی وفات پر ہشام المرید باللہ کے لقب سے خلیفہ بنایا گیا اور کسی طرح کا فساد نہ ہوا - لیکن متوفی خلیفہ نے میر منشی کی نمک حلالی یا امنگون کا درست اندازہ نہ کیا - تہوڑی ہی مدت مین اوس نے حاجب مشعفی اور دیگر امرا کو جو اوسکی ترقی کے راستہ مین حائل تہے - برطرف کرایا اور اکثر اعیان و ارکین دولت کو قتل کرا کر کل اختیار اپنے ہاتہہ مین لے لیا اور نوعمر خلیفہ کو ایک طرح محل شاہی مین نظر بند کر دیا - عیدین ایسے موقعون کے سوا اہلکاران سلطنت مین سے کبھی کوئی شخص خلیفہ کے پاس نہ جا سکتا تہا - اور ایسے موقعہ پر بہی صرف بقدر اجازت تہی - کہ سلام کرکے فوراً واپس چلے جائین - حجابت لینے وزارت پر متصرف ہونے کے بعد ابن ابی عامر نے حاجب المنصور کا لقب اختیار کرکے اپنے لیے ایک عالیشان محل زاہرہ نام تیار کرایا - سکہ و خطبہ مین خلیفہ کے ساتہہ اسکا نام بہی درج ہوتا - اور کل احکام و فرامین اوسی کی مہر سے جاری ہوتے - مقیمون سے فارغ ہو کر اوس نے فوج کی درستی پر توجہ کی - اور اُس مین سے عربون کو نکال کر بربرون کو جن کی وفاداری پر وہ نسبتاً زیادہ اعتبار کر سکتا تہا - بہ تعداد کثیر بھرتی کیا - اس کارروائی سے اُس نے عربون کو ایک طرح سے دوسرے درجہ پر کرکے پہلے نمبر پر بربرون کو کر دیا - ابن خلدون لکہتا ہے یہ وہ باون لڑائیان لڑا - اور ہر معرکہ مین غالب رہا - ایک اور مؤرخ

۵۶ معرکے لکھتا ہے۔ کسی معرکہ میں کبھی اسکا جھنڈا سرنگوں نہ ہوا۔ نہ کبھی دشمن اس کے کسی دستہ فوج کو تہ تیغ کر سکا۔ حکم کے مرتے ہی گا لیشیا اور باسق کے نصاریٰ نے عربوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے یورشیں شروع کر دی تھیں۔ منصور نے حیرت انگیز شجاعت و قابلیت سے سلسلہ وار حملہ پر حملہ ہوتے رہ کر چند ہی معرکوں میں بیون اور ناوار کی عیسائی ریاستوں کو یا جگدار بنا لیا۔ اور اون کے دارالخلافوں میں اپنی فوجیں مامور کر دیں۔ ان سے فارغ ہو کر صوبہ کاٹالونیا کی طرف متوجہ ہوا۔ اور بارسلونا کو تاخت و تاراج کر کے فرنچ امراء کو کل علاقہ سے خارج کر دیا۔ ان فتوحات سے سلطنت کی حدود دور دور وسیع ہو گئیں۔ اری ٹینیا میں بھی اسے ایسی ہی فتح نصیب ہوئی۔ مغربی افریقہ کے حصہ کثیر کو اوس کے جرنیلوں نے مطیع و منقاد بنا لیا۔ ۹۹۱ء میں اوسے حاجبی کے منصب کو اپنے خاندان میں موروثی بنانے کا خیال سوجھا۔ عملاً تو وہ بادشاہ تھا ہی۔ بنظر امکان وہ اپنے مرتی کے بیٹے کو تخت سے ہٹا کر باضابطہ بادشاہ بننے سے بھی دریغ نہ کرتا۔ لیکن قوم کے دل میں موروثی استحقاق کا خیال ایسی پختگی سے جما ہوا تھا۔ کہ وہ ایسے بڑے انقلاب کی جرأت نہ کر سکا امراء تو شاید اس تبدیلی خاندان پر ناخوش نہ ہوتے۔ لیکن عام رعایا بالخصوص عیسائی فی الاصل مسلمان اسے کبھی منظور نہ کرتے۔ مذہبی پرجوشی کی طرح شاہی خاندان کی محبت بھی اُن کی زندگی اور جسم و جان کی جزو اہم ہو گئی ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اگرچہ حاجب کی بدولت ملک کو بے نظیر ترقی و خوش حالی اور شان و شوکت حاصل ہو گئی تھی۔ لیکن جمہور اوس سے محض اس لیئے خوش نہ تھے کہ اوس نے اون کے بادشاہ کو کاٹھ کا پتلا بنا رکھا ہے اس قومی احساس کا اوسے بخوبی علم تھا۔ تاہم باین توقع کہ شاید آہستہ آہستہ یہ احساس بدل جائے۔ سردست اوس نے صرف اپنے بیٹے عبدالملک کو وزارت میں اپنا جانشین بنانے پر قناعت کی۔ اور یہ کارروائی بظاہر خلیفہ کے حکم و نثار کیطرف منسوب کی یعنی ظاہر کیا کہ خلیفہ کی اجازت سے ایسا کیا گیا ہے ۹۹۶ء میں اوس نے سید و صاحب و مالک، اور ملک کریم دفیاض بادشاہ کہ لقب اختیار کئے۔ یہ حیرت انگیز قابلیت رکھنے والا شخص ۱۰۰۲ء میں فوت ہوا۔ اور مدینہ سالم (مدینہ سیلی) میں دفن کیا گیا۔ شمال کے عیسائیوں کو کسی اندلسوی مسلمان بادشاہ کا اتنا خوف نہ تھا جتنا کہ صاحب المنصور کا۔ اوس کی فوجی مہارت اور تحیر افزا قوت انتظام و تربیت کی

طفیل کا کل سپاہ اس کی معاش شیدا ہو رہی تھی۔ اوسے یہی اون کی بہتری و خوش سلیقگی و نظام کا ہر وقت فکر رہتا تھا۔ اوس نے یہ شاندار فوج تیار و مرتب کرنے سے ہسپانیہ کو ایسا طاقتور بنا دیا کہ ویسی طاقت اوسے عبدالرحمن ثالث کے زمانہ مین بھی نصیب نہ ہوئی تھی۔ اوس نے اپنے ملک اور قوم پر یہی احسان نہ کیا اگرچہ ملکی اغراض سے مجبور ہو کر اوسے اپنے تئین آزاد خیال علماء اور فلاسفرون کا دشمن ظاہر کرنا پڑتا تھا۔ لیکن جب کبھی فقیہون اور دینی علماء کو آزردہ کئے بغیر ممکن ہوتا۔ وہ انکی حفاظت و امداد سے مطلق دریغ نہ کرتا جنگی فتوحات کے دوش بدوش علم و ہنر اور زراعت و صنعت کی ترقی مین بھی اوس نے کچھ کوشش نہ کی۔ مورخ رینالڈ لکھتا ہے۔ اسلامی ہسپانیہ جیسی اوس کے زمانہ مین خوشحال تھی۔ ویسی کبھی نہ ہوئی تھی۔ وہ علم کا سچا مربی۔ اور علماء کا فیاض محسن تھا۔ اگرچہ وہ وسائل جن کو اوس نے حصول اقتدار کے لیئے استعمال کیا سخت نفرین کے مستوجب ہین۔ لیکن حق الامر ہے کہ اقتدار حاصل کر لینے پر اوس نے اُسے نہایت شریفانہ طور پر استعمال کیا۔ وہ فیاض منصف اور بات کا پکا تھا حتےٰ کہ اسکی عقل مندی اور انصاف پر وہی ضرب المثل بن گئی +

اوس کے بعد اوس کا بیٹا عبدالملک ملقب المظفر حاجب یعنی وزیر ہوا۔ انتظام سلطنت مین وہ اپنے باپ کے قدم بقدم چلا۔ عیسائی قبایل پر کئی فتوحات پائین۔ اور اوس کے عہد مین خوشحالی مین اور بھی ترقی کی چنانچہ ایک قدیم مورخ لکھتا ہے "وہ خوشی و شادمانی کے دن تھے" باین ہمہ بنو عامر ہر دلعزیز نہ تھے۔ وہ بادشاہ کے نام سے حکمرانی کرتے رہتے تو تمامتر اونکی تولیت کچھ عرصہ اور قایم رہتی مگر اونکی انتہگیں تمام مناسب حدود سے تجاوز کر گئین۔ وہ واقعی طاقت سے آگے بڑھکر جو اونہین تخت شاہی کے زیر سایہ حاصل تھی ہتھ دھصول تخت کے بھی درپے ہو گئے۔ اونہون نے شاہی خاندان کے شاہزادون اور تمام قبیلہ بنی امیہ کو اپنا جانی دشمن اور مٹھا ور رعایا کو اپنے سے متنفر بنا دیا۔ مزید برآن الناصر کی تخت نشینی کے وقت سے جو تغیر جزیرہ نما مین پیدا ہو گیا تھا۔ اس نے اس موقعہ پر بغاوت کے اُکسانے مین بڑی مدد دی۔ وتغیر یہ تھا کہ قدیم عرب سوسائٹی جس مین عیوب اور خوبیان دونو چیزین تھین ملک سے معدوم ہو گئی تھی۔ مختلف اقوام کو باہم ملا کر ایک قوم بنا دینے

کی کوششون مین جو الناصر اور حاجب المنصور کا دلی مدعا تہا کامیابی تو ہوئی۔ مگر قدیم امرا کے طبقہ کو نقصان پہونچا کر جو تباہ و قلاش ہو کر سرعت تمام معدوم ہوتا جارہا تہا اور قدیم خاندانون کی بربادی کے دوش بدوش پرانے نامورون کے نام اور کارنامے لوگون کے اذہان سے بتدریج فراموش ہوتے جارہے تھے۔ جن امرا کا ذکر سے تعلق تہا۔ وہ تو خاندان امیہ سے قدیمی تعلق دیگانگت ہونے کی وجہ سے بیشک اس قصادم و صدمہ سے محفوظ رہی۔ اور انکی اقتدار و تمول مین کوئی فرق نہ پڑا۔ مگر باقی امرا، تقریباً معدوم ہوگئے۔ اور انکی جگہ اسوقت سب سے مقتدر لوگ بربر اور سلیوی لنسل جرنیل تھے۔ جنہون نے حاجب المنصور کے زمانہ مین دولت و عروج حاصل کیا تہا۔ صنعت و حرفت اور زراعت و تجارت کی ترقی سے ایک اور طبقہ کو سائیٹی مین نمایان امتیاز حاصل ہوگیا تہا۔ یہ طبقہ اون متمولین کا تہا۔ جو سوسائیٹی کے درمیانی درجہ کے لوگ تھے۔ اور ان متمول تاجرون۔ سوداگرون۔ اور اہل حرفہ نے ملک کے کاروبار اور معاملات مین معقول حصہ لینا اور دخل دینا شروع کردیا تہا۔ اور اس سے نئی مشکلات پیدا ہوگئی تہین۔ کیونکہ دولت کی کثرت اور ایک طبقہ کے عروج کے ہم ردیف سوسائیٹی کے مختلف طبقون مین ترقی و اقتدار کے لیے جیسا کہ تمدن کی اس صورت کا لازمی نتیجہ ہے۔ باہمی رقابت اور مجاہدہ شروع ہوگیا یعنی اسوقت بہی ہوبہو وہی نقشہ سوشل حالت اور تعلقات کا تہا۔ جو اسوقت دنیا کے پیش نظر ہے۔ ملکی فوجی سے بیزار۔ قومی ملکی سے متنفر۔ مزدور سرمایہ دار سے کبیدہ خاطر۔ سرمایہ دار مزدوروں سے ناراض۔ عوام اعلا طبقہ والون کے حاسد اور امرا عوام سے نفور۔ دارالخلافہ مین یہ باہمی بغض و کدورت اس درجہ ترقی پکڑ گیا ہوا تہا کہ ادنے سے فساد پر متمولین اور غربا مین سخت خونریزی اور جدال و قتال کا برپا ہوجانا یقینی امر تہا۔ قرطبہ ایک ورکشاپ کارخانہ بنا ہوا تہا جس مین ہزارون کاری گر بھرے ہوئے تھے۔ اور یہ لوگ کسی ایسے فساد یا بلوہ مین جس سے لوٹ مار کے عمدہ موقع ملنے کی توقع ہو ذرہ سے اشارے پر شامل ہونے کو تیار بیٹھے تھے۔ لیکن متمول جماعتین بنو عامر سے ایسی متنفر ہورہی تہین۔ کہ انہون نے اس خطرہ کو بالکل نظر انداز کردیا۔

اکتوبر ۱۰۰۸ء میں مظفر کے عین عالم شباب میں فوت ہو جانے سے وہ مصیبت نازل ہوگئی جس کی سب توقع کر رہے تھے۔ اور ایسے بہت تھوڑے تھے۔ جن کو اوس کا خوف تھا۔ بنو عامر کا خاتمہ تو ہوا۔ لیکن اندیشہ ہے کہ سنچول کیطرح وہ سلطنت کی بھی تمام عمارت کو ساتھ لے ڈوبے۔ مظفر کا جانشین اوس کا بھائی عبدالرحمن سنچول ہوا تمام رعایا اس کی سخت بدچلنی سے نہایت ناراض تھی۔ اور باین بدرویش آپ کو خلیفہ بننے کا خبط چرایا ہوا تھا۔ اس نے ہشام ثانی کو مجبور کیا کہ اوسے اپنا ولی عہد بنائے۔ اوس کی اس گستاخی و بیباکی سے اہالی قرطبہ کا پیمانہ صبر و تحمل لبریز ہوگیا۔ سنچول فوج لیکر ایک مہم پر شمالی کیطرف روانہ ہوا ہی تھا۔ کہ قرطبہ میں شاہی خاندان کے ایک رکن مسمی محمد کے زیر لواء بغاوت برپا ہوگئی۔ بلوائیوں نے بنو عامر کے محل الزاہرہ پر حملہ کرکے اوسے تودۂ خاک بنا دیا۔ ہشام نے اپنے ہاتھ سے دست برداری لکھکر محمد کو تاج و تخت سونپ دیا جس نے مہدی کا لقب اختیار کیا۔ تخت نشین ہوتے ہی اوس نے سنچول کے واجب القتل ہونے کا اعلان کر دیا۔ دارالخلافہ والوں کی یہ جوشی دنوں میں ہی مضافات کے رہنے والوں میں بھی پھیل گئی۔ اور ایک قلیل عرصہ میں لاکھوں مہدی کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔ اس جرار لشکر کے افسر ہی ۱۰۰۹ء کی بغاوت باشندگان فرانس کی طرح درمیانی طبقہ کے لوگ یعنی ڈاکٹر۔ قصاب۔ زین سانہ اور تاجر وغیرہ وغیرہ تھے مگر مہدی نے عوام کے جوش کو تحریک دلانے سے ایک ایسا طوفان بے تمیزی برپا کر دیا جسے وہ قابو نہ کر سکا۔ اور فی الحقیقت یہی طوفان ہسپانیہ کی اموی سلطنت کی بربادی کا باعث ہوا۔ سنچول[1] کے ہمراہی تتر بتر ہوگئے۔ اور وہ گرفتار ہو کر مروا ڈالا گیا۔ لیکن نئے خلیفہ کو بھی زیادہ عرصہ حکومت کرنا نصیب ہوا۔ اوس کے طریق عمل سے کل فریق جلد اس سے برگشتہ خاطر ہوگئے۔ خونخوار بربروں نے اس سے الگ ہو کر خاندان اُمیہ کے ایک اور شہزادہ سلیمان نامی کو تاج و تخت کے لیے پیش کیا۔ اور قرطبہ کو پھر مہیب فتنہ و فساد کا ایک خوفناک دنگل بن گیا۔ کوئی جبر و سیہ کاری ایسی نہیں جس کے

[1] سنچول کے ساتھ لام تصغیری ہے۔ یعنی چھوٹا سنچو۔ عرب اُسے اس نام سے اس لیے پکارتے تھے کہ اوسکی ماں سنچو عیسائی بادشاہ ناوار کی لڑکی تھی۔

فریقین مرتکب نہ ہوئے ہون۔ اوسپر مہدی نے گھبراکر پھر ہشام کو تخت پر بٹھادیا۔ مگر سلیمان اپنے دعوی سے باز نہ آیا۔ اوس نے کیسٹل اور لیون کے عیسائیون سے اور مہدی نے کٹالونیا کے نصارا سے مدد مانگی۔ ان تالائفقون نے منظفر کی وفات سے چند مہینون ہی کے اندر یہانتک قوت پہونچادی کہ انہی نصارا سے جنکو پہلے حکماً لکھا جاتا تھا۔ اب مدد کی التجا کیجاتی تھی۔ ہوشیار عیسائی ایسے موقعہ سے فایدہ اوٹھانے سے کب چوکنے والے تھے۔ انہون نے شرط پیش کی کہ پہلے الناصر اور حاجب المنصور کے وقت کا تمام مفتوحہ علاقہ واپس کیا جائے۔ بے غیرتون نے اسے منظور کرلیا۔ اور دو سو قلعے اور شہر عیسائیون کے حوالہ کردیئے گئے۔ قرطبہ پر کبھی مہدی کے رفقاء اور کبھی سلیمان کے حمائتیون کا کئی بار قبضہ ہوا۔ اور ہر موقعہ پر اہالی شہر سے اسطرح سلوک کیا جاتا رہا کہ گویا کسی سخت دشمن شہر کو فتح کیا گیا ہے۔ عبدالرحمن ثالث کا تعمیر کردہ دلفریب محل الزاہرا لوٹ لیا۔ اور جزوی طور پر توڑ پھوڑ دیا گیا۔ بالآخر مہدی قتل کردیا گیا اور سلیمان نے جولائی ۱۰۱۰ء مین غریب ہشام کو بھی گرفتار کرکے یا تو قتل کرادیا۔ یا کہ کو بھیجدیا۔ لیکن غاصب کو جس نے المستعین باللہ کا لقب اختیار کیا۔ اپنی ناجائز فتح مندی سے زیادہ عرصہ پھلنا نہ اٹھانا ملا۔ جلد ہی ایک اور بغاوت برپا ہوگئی جس کے دوران مین وہ معزول ہوکر ہلاک کردیا گیا۔ اور اوس کے ساتھ کئی صدیون کے بعد اموی خاندان کی حکومت کا سلسلہ چند برسون کے لیئے ٹوٹ کر جلد ہی ہمیشہ کے لیئے منقطع ہوگیا۔ سلیمان کے بعد ادریسی خاندان کا ایک رکن علی بن حمود تخت پر متمکن ہوا۔ چند دن بعد وہ بھی ہلاک ہوگیا اور ۱۰۱۸ء مین قاسم اوس کا بھائی خلیفہ ہوا۔ لیکن بربرون نے اوس کی رفاقت بھی جلد چھوڑ دی۔ اور اوس کے برادرزادہ نے سرکش ہوکر اوسے قرطبہ سے نکال دیا۔ اوس کے اخراج پر اہالی قرطبہ نے پھر ایک اموی کو تخت پر بٹھایا۔ اوسے بھی زیادہ عرصہ حکمرانی کرنا نصیب نہ ہوا۔ بعد ازان تین اور اموی عبدالرحمن المستظہر باللہ اور محمد المستکفی باللہ و ہشام ثالث المستعین باللہ تھوڑے تھوڑے زمانہ کے لیئے بادشاہ ہوئے۔ ان برائے نام بادشاہون مین سے آخری کے ساتھ اموی خاندان کا ہمیشہ مین خاتمہ بالخیر ہوگیا۔ اہالی قرطبہ نے کچھ عرصہ علی بن حمود کے بیٹے یحییٰ الملقب بہ المتعالی کی متابعت کی ۱۰۳۵ء مین اس کے ایک قاتل کے ہاتھ سے ہلاک ہوجانے پر

انھون نے اپنے شہر مین جمہوری حکومت قایم کرلی - جو چالیس برس قائم رہی - بعد ازان قرطبہ کو بادشاہ سیول نے فتح کر لیا - محمد المکفی باللہ مشہور عرب شاعرہ ولادہ کا والد تھا - وہ اپنے زمانہ کی فصیح ترین عورت تھی - اور علم وفضل مین اپنے بادشاہ کے دربار کے بہترین شاعرون کی ہمپلہ تھی - اس عہد کی تاریخین اس شہزادی کے قصون افسانون سے بھری پڑی ہین - وہ شرافت وعفت اور حسن وملاحت مین بھی ایسی مشہور تھی - بڑی عمر تک زندہ رہی - ساری عمر مجرد رہی - اور ۴۸۰ ہجری مین ۸ مئی ۱۰۸۷ء کو بحالت تجرید فوت ہوئی - ہشام ثالث کی نسبت المقری لکھتا ہے :-
وہ نرم مزاج اور روشن خیال حکمران تھا اور کئی خوبیان رکھتا تھا - لیکن ان کے باوصف اس کے دارالخلافہ مین داخل ہونے سے بعد جلد ہی قرطبہ کے متلون المزاج اور ناقابل باشندے اس کی حکومت سے ناراض ہوگئے - اور فوج نے ۴۲۲ ہجری (۱۰۳۱ء) مین اوسے تخت سے اُتار دیا -

طوائف الملوکی) دارالخلافہ کے ان پولیٹکل فسادون اور بادشاہ گردیون سے صوبہ کے گورنرون اور امراء کو آزاد ومطلق العنان بننے کا موقعہ مل گیا - ملاگا الجیراس اور متصلہ اضلاع پر بنی حمود نے متصرف ہوکر امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا - وہ ادریس مراکو کی نسل سے تھے - اور حمود بن میمون بن احمد بن علی عبیداللہ بن عمر بن ادریس کی اولاد تھے - حمود حاجب المنصور کے زمانہ مین افریقہ سے بھاگ کر قرطبہ مین پناہ گزین ہوا تھا - جہان حاجب اُس سے بشفقت پیش آیا - اور اوسے خلیفہ ہشام کی افواج مین ایک دستہ کی کمان سپنبدی - بنو حمودان اضلاع مین ۱۰۵۷ء تک عمران رہے - جہان سے سن مذکور مین شاہ غرناطہ نے ان کو بیدخل کیا - غرناطہ پر اس طوفان بے تمیزی مین بربر سردار زادی نے تصرف کرلیا - اور اس کا خاندان اس ریاست پر ۱۰۹۰ء تک قابض رہا - سیول اور مغربی اضلاع جن مین الغرب بھی شامل تھا - بنو دعباد کے تصرف مین ہوگئے - اس خاندان کا بانی سیول کا قاضی القضات ابوالقاسم محمد ابن عباد تھا - عباد قاضی مذکور کے ایک جد کا نام تھا - محمد کے بعد اوسکا بیٹا ابوعمر عباد الملقب بہ معتضد باللہ مالک ریاست ہوا - بنو عباد کا آخری بادشاہ

معتمد تھا۔ جسے یوسف بن تاشفین نے افریقہ کو حملا وطن کر دیا۔ ٹولیڈو پر بنو ذوالنون نے قبضہ کر لیا۔ بن کا خاندان مسرفانہ شان و شوکت کے لیے بڑا مشہور ہوا۔ اس خاندان کے آخری حکمران قادر نے ٹولیڈو کا شہر ۱۰۸۵ء / ۴۷۸ھ مین الفونسو ششم کے حوالہ کر دیا۔ سارا گوزا پر بنو ہود جو عبدالرحمن ثالث کے عہد کے ایک مشہور جرنیل محمد بن ہاشم انتا جیسی گورنر سارا گوزا کی اولاد تھے۔ ۱۱۱۸ء تک حکمران رہے۔ اس سال عیسائیون کے سردار رامیر نے اسے مسلمانون سے فتح کر لیا۔ صوبجات باڈاجوز۔ والنشیا مرسیا۔ اور آلیرا پر بھی اسی طرح خود مختار امیر حکمران تھے۔ بحیرہ روم کے جزائر مع ڈینیا۔ ابوالجیوس مجاہد بن عبداللہ عامری کے تصرف مین تھے جو حاجب المنصور کا ایک آزاد شدہ غلام یا مولا تھا۔ وہ ایک کمال دلیر اور نبرد آزما اور کامل تجربہ کار ناخدا تھا۔ وہ ہر وقت جنگی جہازون کا ایک جرار بیڑہ تیار رکھتا تھا۔ اور اسے فرانس یا اٹلی کے سواحل پر متواتر یورشین کرتا رہتا۔ جب وہ زندہ رہا۔ کسی عیسائی جہاز کو بحیرہ روم مین داخل ہونے کی جرأت نہ پڑی۔ اسی سے کچھ کم عیسائی مورخ ڈوزی اوس کی شان مین لکھتا ہے کہ مجاہد اپنے زمانہ کا سب سے بڑا بحری قزاق تھا۔ یہ چھوٹے چھوٹے والیان ملک جو من حیث المجموع ملوک الطوائف کہلاتے تھے۔ سب کے سب بلا استثنا علوم و فنون کے فیاض دل مربی تھے۔ بلکہ ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی تھی۔ کہ علم کی قدر دانی مین اپنے معاصرین سے کسی طرح گوئے سبقت لے جائے۔ ادن مین سے اکثر اعلیٰ پایہ کے ادیب اور شاعر تھے۔ معتمد سیول کا آخری بادشاہ اپنی نظم کی لطافت اور نثر و انشاء کی پاکیزگی کے لیے خاص امتیاز رکھتا تھا۔ مظفر بن افتاس شاہ باڈاجوز نے پچاس جلدون مین ایک بے نظیر تاریخ کتاب المظفری کے نام سے لکھی۔ ہسپانیہ کے عرب مؤرخون نے ان ملوک الطوائف کی نسبت یہ ریمارک بالکل صحیح کیا ہے کہ جب ہار کے ٹوٹ جانے اور اس کے موتیون کے بکھرنے کے بعد چھوٹے چھوٹے بادشاہون نے بنی امیہ کے ترکہ کو آپس مین بانٹا۔ تو علم و ادب کو اس تقسیم سے نقصان پہونچنے کی بجائے بے اندازہ فایدہ ہوا۔

اس زمانہ مین مسیحی ہسپانویون کے علون کا بہ نسبت سابق زیادہ شدید

اور تیز ہو جانا طبعی امر تھا۔ لیکن اگر یہ بادشاہ آپس مین متحد رہتے۔ یا مشترک اغراض کو بخوبی مدنظر رکھتے۔ تو عیسائیون کو ان کے برخلاف بہ مشکل کوئی کامیابی ہوتی۔ مگر افسوس۔ اس کے برعکس باہمی پھوٹ اور رشک و حسد نے ان کی تباہی و بربادی کا راستہ صاف کر دیا۔ بعض کی عقل پر تو یہانتک پردہ پڑ گیا کہ وہ اپنے مسلمان حریفون کے برخلاف عیسائیون سے متحد ہو گئے۔ ۱۰۸۵ء مین کیسٹل اور لیون کے بادشاہ فرڈی نینڈ اول نے اپنی کل طاقت سے عربون پر حملہ آور ہو کر جو باہمی بغض و نفاق کا شکار ہو رہے تھے۔ انکو اکثر اہم مقامات سے خارج کر دیا۔ اور اب حسب معمول ہر مفتوحہ شہر یا قصبہ مین عیسائیون نے ابلیسانہ مظالم توڑنے مین کوئی کسر نہ اوٹھا رکھی۔ اون کے ایک سردار بو باسٹرو نے بالخصوص جو جو ظلم و ستم کئے۔ قلم ان کو بیان کرنے کی طاقت نہین رکھتا۔ معتضد شادسیون نے لیونی بادشاہ کو خراج دینا قبول کر کے اپنی ریاست بچائی۔ وہ ۱۰۶۹ء مین فوت ہوا۔ اور اوسکا بیٹا معتمد تخت پر بیٹھا۔ ۱۰۷۵ء مین معتمد نے قرطبہ کو عیسائیون سے خالی کر کے دریائے گوادلکور وادی الکبیر سے لیکر دریائے گوادی آنا دوادی آنا تک کل ملک کو مطیع و منقاد بنا لیا۔ فرڈیننڈ اول کے ۱۰۶۵ء مین فوت ہو جانے پر اوس کا بیٹا الفونسو چہارم کیسٹل کا بادشاہ ہوا تھا۔ وہ بڑا خود غرض۔ بے اصول۔ اپنے مفاد کے سامنے ایمان و اخلاق کی کچھ پرواہ نہ کرنیوالا اور بڑا جاہ طلب تھا۔ اس نے اپنے کل بھائیون کو اون کی ریاستون سے بیدخل کر کے بہ لقب شہنشاہی لیون۔ کیسٹل۔ گالیشیا۔ اور نوار پر قبضہ کر لیا۔ اور اس خراج سے مطمئن نہ ہو کر جو عرب ملوک البطوائیف دیا کرتے تھے۔ کل جزیرہ نما پر قابض ہونیکا عزم بالجزم کر لیا۔ اوس کے پاس فوج نہایت شاندار تھی۔ جس مین یورپ کے تمام حصون سے آزمودہ کار نبرد آزما آکر جمع ہو گئے ہوئے تھے۔ اس کے گھمنڈ پر وہ فرعون ثانی بن گیا ہوا تھا۔ اور اکثر یہ کہا کرتا تھا۔ کہ جن بھوت ہون یا آسمان کے فرشتے مین ان کے مقابلہ کو بھی تیار ہون۔ ۱۰۸۵ء مین جب خاندان ذوالنون کے آخری بادشاہ قادر نے ٹولیڈو اوس کے حوالہ کر دیا۔ تو اوس کے کبر و نخوت کی کچھ انتہا نہ رہی۔ غرناطہ۔ باڈاجوز۔ سیول اور چند دیگر شہرون کے حکمرانون کو جو مسلمانون کے قبضہ مین باقی رہ گئے تھے۔ اب اپنا عشر بھی صاف دکھائی دینے لگ گیا۔ اور وہ اس خطرہ

عظیم سے بچنے کے لئے مدد و اعانت کے لئے چارون طرف نظر دوڑانے لگ گئے لیکن خود جزیرہ نما کے اندر خانہ جنگیون اور اندرونی تنازعات و مناقشات باہمی نے مشترک دشمن کے برخلاف ایک عام جتھا بنانا محال بنا دیا ہوا تھا۔ دہر سے مایوس ہو کر انہون نے ملک سے باہر نظر دوڑائی۔

المرابطین کے ہسپانیہ مین جبکہ اسلامی سلطنت پارہ پارہ ہو رہی تھی۔ مغربی افریقہ مین ایک نئی طاقت پیدا ہو گئی تھی سحرا کے بربر موسومہ بہ ملثمین[1] تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے۔ اپنے مذہبی مقتداؤن کے زیر لواء جو مرابوط یعنی اویار کہلاتے تھے۔ اونہون نے وسیع علاقے فتح کر لیے تھے۔ اور زمانہ زیر بحث مین اونکی سلطنت سنی گال سے الجیریا تک پھیلی ہوئی تھی۔ اون کے فرمانروا، المرابطہ کہلاتے تھے۔ جو لفظ بگڑتے بگڑتے المراد وہ بن گیا۔ مرابوط کا لفظ قدیمی کے معنون مین ہو قت بھی الجزائر مین عام مستعمل ہے۔ شہور یوسف بن تاشفین جسنے تھوڑا ہی عرصہ پیشتر خلیفہ بغداد نے امیر المسلمین ممتاز خطاب مطا کیا تھا۔ اون کا بادشاہ تھا۔ مذہبی علماء کی تحریک و ترغیب پر ہسپانیہ کے مسلم بادشاہون نے مدد کے لیے اسی یوسف کے پاس التجا کی۔ وہ اس التجا کو قبول کر کے اکتوبر ۱۰۸۵ء مین مراکو سے ہسپانیہ مین داخل ہوا۔ سیول کے قریب معتمد و دیگر اندلسوی مسلمان امیر ان کی فوجین اوسے آملین اور وہان سے یہ متفقہ فوج باڈاجوز دبازی اوس یا باتی اوس کیطرف بڑھی۔ الفونسو باڈاجوز سے بارہ میل بجانب جنوب بمقام زلاقہ[2] اسکے

[1] یعنی نقاب پوش۔ بنام نقاب کو کہتے ہین۔ اونکا یہ نام اسواسطے رکھا گیا۔ کہ اس قبیلے کے مرد صحرا کی سوزندہ ریگ سے بچاؤ کرنیکے لیے ہمیشہ نقاب چہرون پر رکھا کرتے تھے۔ ملثمین کی عورتون کو بہت آزادی حاصل تھی۔ اور وہ بلا تکلف و بے نقاب مردون مین چلا پھرا کرتی تھین۔ اور چونکہ وہ پردہ شون اور لڑائیون مین شریک نہ ہوتی تھین بنا برین ریت سے چہرون کے بچانے کے لیے انکو نقاب کی ضرورت پڑتی تھی اور نہ وہ عموماً اوسے پہنتین۔ امیر علی۔

[2] عیسائی اوسے سلرالیاس پکارتے ہین۔ امیر علی ۱۲

مقابل ہوا۔ مسلمان فوج کی جمعیت کل ہم صرف بیس ہزار آدمیون کی تھی۔ اور عیسائی فوج ساٹھ ہزار سے زیادہ مردان آزمودہ کار اور تجربہ کار سپاہیون پر مشتمل تھی۔ فریقین مین بروز جمعہ ۲۳۔ اکتوبر ۱۲۱۲ء کو خوفناک و خونریز مڈبھیڑ ہوئی۔ ابن الاثیر اپنی تاریخ کی جلد دہم صفحہ ۱۰ پر لکھتا ہے۔ الفونسو صرف تین سو سوار کے ساتھ میدان جنگ سے مفرور ہو کر جانبر ہوا۔ اس کی باقی تمام فوج وہین کھیت رہی۔ ذالقہ ل مسلم فوج نے کچھ عرصہ کے لیے لیون کی بھی بادشاہت کو بیدست و پا کر دیا۔ اس وقعہ پر یوسف بن تاشفین سے پانچ مہینہ مین زیادہ دن نہ ٹھہرا۔ مگر دوسرے برس دوبارہ آکر اس نے تمام مسلمان لوک الطوائف کو بیدخل کر کے اُن کے مقبوضات المرابطی سلطنت مین شامل کر لیے۔ اور دریائے ٹیگس تک کل اندلس اسپر طوائف کے زیر فرمان ہو گئی۔ مرابطی بادشاہون کے عہد مین فقیہون کو جن کی تحریک پر یوسف کو بلایا گیا تھا۔ اور اون سے اون کی مدد سے اپنے مدعا مین کامیابی حاصل ہوئی تھی بہت اقتدار حاصل ہو گیا۔ ڈوزی لکھتا ہے کہ جیسا اقتدار مسلمانون کے مذہبی علماء کو مرابطیون کے زمانہ مین حاصل رہا۔ اس کی نظیر روس یونہ قوم کے بادشاہ کے اور کسی زمانہ مین نہین مل سکتی۔ جن کے زمانہ مین عیسائی پادریون کو ایسا ہی غلبہ حاصل رہا تھا۔ ان فقیہون نے اپنی تنگ خیالی کی جہان بہان تک چسپت کر دی کہ امام الغزالی کی کتاب احیاء العلوم و ابن رشد کی مروجہ و مقررہ کتابین جو ازسرتاپا بمطابق شریعت کے مطابق ہے۔ اور آزاد خیالی کو اس مین مطلقاً دخل نہین دیا گیا۔

جب تک یوسف زندہ رہا۔ عیسائی اوس کے خوف سے دم نہ مار سکے۔ وہ ۱۱۰۶ء مین فوت ہوا۔ اور اوس کا بیٹا علی جس کی کنیت ابوالحسن تھی۔ وارث تاج و تخت ہوا۔ وہ اپنے قابل باپ کے قدم بقدم چلا۔ مگر بقول مقدسی چند باتون مین وہ اس کی برابری نہین کر سکتا تھا۔ اس نے عیسائی قبیلون کو کئی مرتبہ شکست دی۔ اور

۱؎ ستمبر بادشاہ سیول مراکو جلاوطن کر دیا گیا۔ جہان وہ ۱۲۱۴ء مین فوت ہوا۔ اوس کے زوال و تنزل کی داستان بہت ہی رقت انگیز ہے۔ ایڈیٹر علی

۲؎ ابن خلکان اسکی نسبت لکھتا ہے۔ وہ ایک دانشمند و حلیم الطبع شخص تھا۔ اور ہمارے زمانہ مین ۔۔۔ بادشاہ تھا۔

اُن سے مقامات تالاویرا میڈرڈ (مجریت) گواڈل کسار (وادی الحجارہ) اور بہت سے اور قلعے اور شہر فتح کر لیئے۔ دوسری طرف اوس کے جرنیل سیر بن ابی بکر نے قصبات سنتاریم (شنترم) باڈاجوز۔ اپورٹوڈبورتوگال، ایوورہ (طبورہ) اور لزبن۔ (لیشبونا) عیسائیوں سے پھر چھین لیئے۔ مگر ان فتوحات کے بالمقابل ویسے ہی اراگان کٹالونیا اور کوہ پرنیز پار کے فرنج علاقہ کے عیسائیوں کی متفقہ فوج نے مسلمانوں سے سارا گوزا (سراگسطہ) کلاٹایود (قلعہ ایوب) اور دریا ٹگس سے پرے کے دیگر اہم مقامات فتح کر کے دونوں پلڑے یکساں کر دیئے جب کہ مراد دین بدین سوال اندلس میں مشغول تھے سافریقہ میں ایک نئی تحریک جراون کے حق میں سم قاتل ثابت ہوئی طاقتی پکڑ رہی تھی۔

الموحدین[1] ۵۱۵ھ ہجری مطابق ۱۱۲۱ء میں ایک شخص مسمی محمد ابن تومرت[2] مغربی افریقہ کے شہر سوس کا باشندہ ماری ٹینیا کے وسیع سلسلہ کوہستان کے بربر باشندوں کے پاس پہونچا۔ وہ نسلاً عرب تھا۔ لیکن بذریعہ تبنیت ایک بربر قبیلہ سے اوس کا تعلق ہوگیا تھا جوانی میں بلاد مشرق کی سیاحت کر کے اوس نے فلسفہ اور فقہ کو الغزالی ابوبکر الطرطوشی اور دیگر آئمہ وقت سے تحصیل کیا۔ وطن واپس آکر ہر طبقہ و درجہ کے لوگوں میں بداخلاقی و عیاشی کا عام رواج اور عوام کو پیر پرستی میں غرق دیکھنے سے اوس کی طبیعت میں سخت جوش پیدا ہوگیا۔ اور اس نے اپنے تئیں مہدی موعود بنا کر کوہستان اٹلس کے وحشی باشندوں میں اصلاح و پاکیزگی کا وعظ شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک جم غفیر اس کا معتقد بن گیا۔ اور اوس نے انہیں سے ایک نوجوان مسمی عبدالمومن کو جو ایک متمول تاجر کا بیٹا تھا اپنا نائب و خلیفہ مقرر کیا۔ اوس کے معتقدین اور سربرہ دن نے موحدین کا خطاب کی طاقت زور پکڑ گئی۔ اور چند برسوں ہی میں المرابطی سلطنت کے بعض حصص پر قابض ہو کر انہوں نے ایک وسیع بادشاہت قائم کر لی۔ علی بن یوسف کی زندگی

[1] اوسکا پرانا نام محمد ریم تھا۔ [2] اس کے لفظی معنے ہیں پتھروں والا دریا۔ دریا کے نام پر شہر کا بھی یہی نام ہوگیا [3] ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن تومرت امام حسن اول کی اولاد سے علوی النسل تھا

مین اونکو زیادہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ وہ ۱۱۴۱ھ مین فوت ہوا۔ اور اُس کا بیٹا تاشفین جو الموحدین کے مقابلہ کی بالکل قابلیت نہ رکھتا تھا تخت نشین ہوا۔ وہ ۱۱۴۵ھ مین مارا ہوگیا۔ اور مراکو کی سلطنت عبدالمومن کو مستقل ہوگئی۔ المرابطین والموحدین کے باہمی جنگ وجدال سے اندلسوی عیسائیون کو اسلامی علاقون کو دل کھول کر تاخت وتاراج کرنے اور مسلمانون پر ناگفتہ بہ مظالم توڑنے کا خوب موقع مل گیا۔ اسوقت الفونسو ہفتم حکمران تھا جس نے اپنے دادا الفونسو چہارم کیطرح لقب امپراطوری اختیار کیا ہوا تھا۔ وہ قرطبہ بیول اور کرمونا کی دیوارون تک تمام اسلامی سرزمین کو تباہ وبرباد اور مسلمانون کو تہ تیغ کرتا ہوا بڑھتا چلا گیا۔ شہر اکسیریس کو تاراج کے بعد جلا کر تو وہ خاکستر بنا دیا۔ اور گواڈکس دوادی آش تک بڑھ گیا۔ پانچ برس بعد اوس نے جین۔ بائیزا۔ عبیدہ۔ اور اندوجار کے زرخیز اضلاع کو ویران و برباد کیا۔ ان مسلسل تباہیون سے لاچار ہوکر اندلسوی مسلمانون نے پھر اپنے یار کے بھائیون سے مدد کی التجا کی۔ ۱۱۴۷ء مین عبدالمومن نے ایک فوج بیڑہ جنگی جہازات اُن کی مدد کو روانہ کی۔ اوس کے جرنیلون نے عیسائیون کو اسلامی علاقو سے مار بھگایا۔ اور جین المرابطی گورنرون نے اپنے اپنے علاقہ مین خود مختار حکومت قایم کرلی تھی۔ اونکو بیدخل کرکے یا مطیع بناکر اندلسیہ کو اپنے فرمانروا کے تابع کردیا۔ اس سے چار برس بعد عبدالمومن نے اپنی وسیع سلطنت کو صوبون مین تقسیم کرکے اپنے بیٹون کو ان پر گورنر مقرر کیا۔ ۵۵۲ھ ہجری (۱۱۶۰ء) مین اُس نے فرنگیون سے شہر مہدیہ فتح کرکے امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا۔ اس اہم شہر کی فتح سے وہ صحاری بارقہ سے لیکر بحر اوقیانوس تک کل شمالی افریقہ کا مالک و متصرف ہوگیا۔

۱؎ عیسائی لگارڈکر اوسے الموہیڈ پکارتے۔ ۲؎ محمد بن تومرت عبدالمومن کو جانشین بنا کر ۵۲۴ھ مصدقہ ۱۱۳۰ء مین فوت ہوا۔ ۳؎ مثلاً ابومحمد عبداللہ جو باپ کے بعد بادشاہ ہوا صوبہ بلوگیا اور اس کے ملحقات کا ابوالحسن علی فاس کا۔ اور ابوسعید یعقوب وسیط، الجزیرہ الخضراء طلاگہ وغیرہ کا گورنر تھا۔ اسی طرح دیگر صوبون پر باقی بیٹے۔

سید امیر علی صاحب کی تحریر کو یہاں پر ختم کرکے میں نئی فصل سے پھر مسٹر میکنس کی کتاب کی طرف رجوع کرتا ہوں خاندان الموحدین کے باقی فرمانروایوں کے حالات سید صاحب کے کتاب سے نئے فصل میں اپنا ذکر کرونگا۔ چونکہ ان چند فصلوں میں زیادہ تر ہسپانیہ کا ذکر ہے جزیرہ نما کا نقشہ مع صوبوں شہریں کے اس موقعہ پر دیدیا گیا ہے۔

فصل پنجم

توسیع سلطنت بزمانہ موحدین از سنہ ۱۱۴۹ء تا سنہ ۱۲۶۹ء

ابن تومرت مہدی کی مرابطی حملہ کا نتیجہ اگرچہ بہت بڑا اور عظیم الشان ہوا تھا۔ اور مرابطین کے زیر فرمان کرایسی طرح سے سلطنت کے بانی سبانی ہی وہی ہوئے تھے سلطنت مراکو کی حد و وسعت وسیع ہوگئی تھی۔ تاہم کچھ عرصہ سے کوہستان اٹلس میں ایک نئی مذہبی طاقت قوت پکڑ رہی تھی جس کی وجہ سے مغربی سلطنت کو بہت قدر وسعت بخشنا مقدر تھا۔ یہ یوسف بن تاشفین کے وہم و گمان میں بھی کبھی بھی نہ آیا تھا۔ اس نئی طاقت کا صدر اعظم محمد ابن تومرت تھا مراکو کی تاریخ کے ٹیبل پر جسقدر سنہ ۱۱۴۹ء میں جلوہ گر ہوئی ہیں۔ ان سب میں یہ شخص ایک خاص امتیاز اور ایسے اوصاف کثیر کی وجہ سے غالباً ان سب پر خاص فوقیت رکھتا ہے۔ دوسرے کا ہمسر تھا اور اگرچہ موحدہ بربروں کے قبیلہ حرغہ کا ایک فرد تھا۔ اس نے فقط مرابطین ہی بلکہ بعثت سرور کائنات کی نسل سے ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے تئیں ایک عرب خاندان میں سے جو موسیٰ کے ساتھ مراکو آیا تھا۔ اور بقول

لہ اس قبیلہ کا تاہنوز تمام و نشان گم ہوگیا ہے۔ اس کا کچھ نہیں چلتا۔ ۲ یہ دعویٰ اوس نے ایک قدیم نسب نامہ کے ذریعہ سے کیا تھا جسے ابن خلدون اپنی تاریخ کی جلد اول صفحہ ۴۵۱ میں بھی بتاتا ہے۔ ابن خلکان لکھتا ہے کہ پہلے موحدی فرمانروا عباسیہ خلافت کو انتر

دیگر اور میں کے بھائی سلیمان کی اولاد سے بتایا جس کا خاندان جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ بربر قبائل کے علاقہ میں رہائش گزین ہو گیا تھا۔ جہانی میں وہ بغرض تحصیل علوم بلاد مشرق کو گیا۔ اور زہد و اتقاء میں عام مشہور ہو گیا۔ وہ کمال بیباکی سے دوروں کے عیوب پر معترض ہوتا۔ اور خلاف شرع امور کا ارتکاب دیکھ کر غصہ سے ایسا بے بس ہو جاتا کہ عیاشوں کے شراب کے خم اور آلات موسیقی فوراً توڑ پھوڑ دیتا۔ ابن خلکان لکھتا ہے۔ وہ کامل متقی و پرہیزگار رہتا سخت قلاشی و افلاس سے بسر اوقات کرتا۔ درید و یار جیات اوس کی پوشاک تھے۔ اور اس کی غذا نہایت سادہ ہوتی تھی۔ تاہم ہمیشہ بشاش اور خوش رہتا۔ اور ہر وقت ریاضت و نفس کشی پر مائل۔ اس کے پاس ایک عصا اور چرمی مشکیزہ کے سوا رکوئی دنیاوی متاع نہ تھا۔ شجاعت میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ عربی اور مغربی دونوں زبانوں پر بڑی فصاحت کیساتھ بولتا تھا۔ جو احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتے اون کے اعمال پر بڑی سختی سے لعن طعن کرتا۔ اور ہر طریق پر عمل سے جو سختیاں اوپر وارد ہوتیں ان کو صبر و تحمل سے برداشت کرتا۔ مرابطین کی ستورات کا بے نقاب چلنا پھرنا اسے سخت ناگوار گذرتا تھا۔

ایسے لوگوں کے ساتھ ابنائے دنیا کا جو سلوک ہوتا ہے۔ وہی اس سے ہوا کہ سے بعزت ہو کر نکالا گیا۔ مصر گیا تو وہاں بھی تمولین سے چیرہ دہ ہمیشہ لعنت و ملامت کیا کرتا تھا۔ اسکو چین نہ لینے دیا۔ یہی گت ٹونس میں ہوئی۔ ان جگہوں سے جواب ملنے پر اس نے بالآخر کو ہستان اٹلس کے بربر وں میں بسیرا جا کیا۔ ہوا گرچہ توہمات پرستی میں تمام ممالک صدر کے باشندوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن آلہو، مزاجی اور عیاشی میں اون سے نسبتاً بہت کم ہے۔ بربروں نے اسکو موضع تن آلات (سفید کوہ) میں جو دریائے نفیس کے منبع کے قریب اغمات سے ایکدن کی مسافت پر آگے کر کے آباد تھا۔ اور پھر بعد میں معدوم ہو گیا۔ پناہ دی اور حق میزبانی ایسی عمدگی سے ادا کیا کہ اس کی خود اپنے امیر سے بھی جسے نیز اس نے اپنی صاف گوئی سے ناراض کر دیا تھا حفاظت کرتے رہے۔ وہ اس نواح میں ۵۱۲ھ میں پہونچا۔

---

(۱) امیر مذکور نے مہدی کی آمد اور اس کے دعوے کی خبر سنکر اسے اپنے سامنے بلایا دیکھو صفحہ ۱۱۰

اسوقت اس کی عمر ۲۸ برس کی تھی - ابن خلکان اس کا حلیہ یہ لکھتا ہے :- قد میانہ جسم پتلا سر بڑا - رنگ گندم گون اور آنکھیں نہایت روشن و تیز " کتاب المعارف کا مصنف اس کے کیریکٹر اور جبلی خصائل کا لب لباب ان مختصر فقرات میں قلم بند کرتا ہے :- " وہ چہرہ کو پانی یعنی شرم و ندامت کے آنسو بہانے پر اپنے آب زندگی (جسم کے خون) کے بہانے کو ترجیح دیتا تھا - اوس کا ہر وقت کا مقولہ یہ تھا - جو کوئی میری متابعت اس دنیا کے متاع کے لیئے کرتا ہے - اوسے مجھ سے سوا ، اس چیز کے جو وہ یہاں میرے پاس دیکھتا ہے - یعنی فقر و فاقہ کے اور کچھ نہیں ملے گا - لیکن جو دوسرے جہان کے اجر کے لیئے میرے ساتھ ہوتا ہے - وہ اپنا صلہ خدا سے پائیگا -

مورخین کے عقائد مہدی راستہ میں ایک جگہ ایک نوجوان بنام عبدالمومن سے دوچار ہوا - جسکو اوس نے نہایت قابل اور مستعد شخص دیکھ کر اپنے ساتھ لے لیا - مورخین کا اس امر پر بہت اختلاف ہے - کہ عبدالمومن کس مقام پر تومرت کو ملا تھا - ابن تومرت کے عالم شباب میں فوت ہو جانے پر اس کے شاگرد رشید نے اپنے مرشد کی اون امیدوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹) اور اس کی گدایانہ حالت دیکھ کر بڑا تعجب ظاہر کیا - ابن تومرت نے جوابدیا مجھے اس دنیا کی خواہش نہیں - بلکہ عالم ثانی کی بہبودی میرا صرف یہ کام ہے کہ لوگوں کو نیکی کرنے اور بدی کے ترک کی نصیحت کروں - پھر حسب معمول امیر کو کھلم کھلا الفاظ میں وعظ و پند شروع کر دیا - اس موعظہ ثانی کو خرد و جوابدہی سے عاجز ہو کر امیر نے زمانہ قدیم کے مصری فرعون کی طرح اپنی ریاست کے تمام عقلمندوں کو اس کے مناظرہ کے لیئے جمع کیا - مگر جب اون سب کے ایک ساتھ بولنے سے ایسا شور و غل برپا ہو گیا - کہ بحث کرنا مشکل ہو گیا - تو اون علماء میں سے دو آدمی تومرت کے مقابلہ کے لیئے منتخب کیئے گئے - جو ابھی کچھ سوال کرنے پائے تھے - کہ مہدی نے پیش دستی کر کے اون سے سوال کیا - بتاؤ - کیا علم کے ذرایع اور راستے محدود ہیں ؟ علماء نے جوابدیا - ہاں - وہ قرآن اسی کی تفاسیر اور احادیث پر محدود ہیں - مہدی نے اپر کہا کہ تم لوگ جیسا کہ مناظرہ کا قاعدہ ہے صرف میرے سوال کا جوابدہ ہو - اس سے تجاوز نہ کرو - یہ سنکر علماء ساکت ہو گئے - اور جب کچھ عرصہ تک وہ کوئی جواب نہ دے سکے تو مہدی نے کہا - آؤ میں تمکو بتاتا ہوں نیکی اور بدی کے منبع چار ہیں - علم نیکی کا پہلا زینہ ہے - اور جہالت - شک اور قیاس بدی کے (روض القرطاس)

کو جو اوسے دنیاوی بادشاہت کے حصول کے متعلق تھین - برابر مدنظر رکھا - اور اون کو پورا کرکے چھوڑا - ایک اور تیسرے شخص کو ساتھ ملاکر جسے الہام کے ظاہر کرنے کے مناسب وقت کے پہونچ جانے تک احمق یا مجذوب بنا رہنے کی نصیحت کی گئی - ابن تومرت نے دس جاہل مگر خوب مضبوط بربر بطور محافظ ساتھ لے لیئے - اس طرح اپنا جتھا قایم کرکے اس نے جلد ہی کافی طاقت بہم پہونچائی - اور ۱۱۳۱ء مین اپنے تئین مہدی موعود کی حیثیت مین ظاہر کردیا

اس نے اپنے مریدون کو موحدین کا خطاب دیا - کیونکہ اس کی تعلیم کا خاص مدعا خدا کی کامل توحید کو آشکارا کرنا تھا - وہ خدا کی صفات کو اس کی ذات سے جدا نہین سمجھتا تھا - اس کے ثابت کرنے کے لیے قرآن کی متشابہ آیات کی اپنے مطلب کے موافق تفسیر و توضیح کی مرابطین چونکہ ان آیات کے لفظی معنے کرتے ہین - اون سے خدا کی ذات معین - اور ایسی قرار پاتی ہے - جو چھوئی اور دیکھی جا سکے - اور اسطرح اونہون نے خدا کا ایک جسم قرار دیا ہے - اوس نے بنیاد حیرت انگیز حیلون[1] اور فریبون سے گرد نواح کے ممد و

[1] مہدی کے لفظی معنے ہدایت کردہ کے گئے ہین - مگر اس لفظ سے اوسی کو متصف کیا جاتا ہے - جس نے حضرت کائنات کی پیشگوئی کے مطابق مہدی موعود ہونیکا دعویٰ کیا ہو بخاری وغیرہ کتب احادیث مین مہدی کے متعلق جو . . . احادیث درج ہین - اون سے پایا جاتا ہے کہ حضرت سرور عالم کے ذہن مین ہر پیشینگوئی کے وقت ایک ہی طرح کی تصویر جلوہ گر نہ تھی - ورنہ مختلف احادیث مین مہدی موعود کے مختلف اوصاف نہ درج ہوتے - تاہم یہ اوصاف سب احادیث مین بالصراحت درج ہین - کہ مہدی حضرت کی نسل سے ہوگا - اوس کا چہرہ کشادہ اور پیشانی بلند و بالا ہوگی - وہ زمین کو جو ظلم و ستم سے معمور ہوگی - عدل و انصاف سے بھر دیگا - اور سات برس حکمرانی کریگا - اور ایسے زمانہ خوشحالی مین فوت ہوگا - کہ لوگ تمنا کرین گے - کہ کاش مردگان بھی زندہ ہوکر اس عالم فیضان سے حصہ لین - اہل شیعہ کا اعتقاد ہے کہ مہدی آخری امام ہوگا - اور کل مذاہب پر غالب ہوکر بدون کی بیخکنی کردیگا - منکینس -

[2] بطور مثال مین ایک فریب کی کیفیت روض القرطاس اور ابن خلدون سے یہان درج کرتا ہون - ملتونا قبیلہ سے اس نے ایک معرکہ مین سخت نقصان کے ساتھ (دیکھو صفحہ ۱۱۲)

مسعودہ قبائل کے دلون مین اپنے زہد اور خدارسی کا۔ اور اون کی زبان مین متعدد رسالے بالخصوص مسائل[1] موسومہ مرشدہ و توحید تصنیف کرکے اپنے علم و فضل کا بڑی بیگی سی جما دیا۔

[1] ابن خلکان نے اُس کے رسالون کی اپنی تاریخ مین بہت تعریف کی ہے۔ اس تعریف کی تصدیق تاریخ ابن خلکان کا فرنچ مترجم ڈی سلین ایک حاشیہ مین بالفاظ ذیل کرتا ہے: "مین اس امر کی تصدیق کرتا ہون کہ ابن خلکان نے ابن تومرت کی قابلیت و لیاقت کی جو صفت و ثنا کی ہے۔ وہ بالکل درست ہے۔ یہ رسالے ایک باریک خط سے لکھی ہوئی چھوٹی سی کتاب کی صورت مین منضبط ہین جو مصنف کی وفات سے ۲۰ برس بعد لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب پیرس کے قومی کتب خانہ مین ہے۔" ابن تومرت کے ایک اور رسالہ کا نام اعزا یطلب ہے۔" جس مین وہ شیعہ لوگون کے مطابق امام کی معصومیت کا عقیدہ سکھاتا ہے۔ مصنف روض القرطاس لکھتا ہے۔ فصاحت اور کمال علوم مین اسکا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ یکنس۔ ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱) شکست اٹھائی۔ جس سے مہدی کے رفقا کے حوصلے بہت پست ہوگئے۔ سات کے سوا وہ باقیماندہ ہمراہیون سمیت سب کو ساتھ لیکر قبرستان کو گیا۔ اور انکو زندہ دفن کرکے انکی قبرون مین ایک ایک سوراخ ہوا کی آمد رفت کے لیئے رہنے دیا۔ تاکہ وہ زندہ رہین۔ دفن کرنے سے پہلے انکو سکھا دیا۔ کہ اگر کوئی اُنسے سوال کرے تو جواب دین کہ وہ کفار کے مقابلہ مین شہید ہونے کے صلہ مین اسوقت بہشت برین کی نعمتون سے پورا پورا متمتع اٹھا رہے ہین۔ ان لوگون کو دفن ہونے پر رضامند۔ اس وعدہ سے بنایا گیا کہ دوسرے دن اُن کو قبرون سے نکال کر بڑے بڑے عہدون پر مامور کر دیا جائیگا۔ اس کارروائی سے فارغ ہوکر وہ اپنے باقیماندہ شکستہ دل رفقا کے پاس واپس آیا۔ اور کہا کہ جو شہید ہوگئے ہین وہ اسوقت جنت مین ہین۔ تم کیون کیون ہوتے ہو۔ اگر کسی کو میری دعوی کی صداقت مین شبہ پیدا ہوگیا ہو تو مقتولین سے جاکر پوچھے۔ رفقا نے ایسا ہی کیا۔ اور قبرون کے پاس جاکر پکارا "اے مردہ رفیقو! بتاؤ تمہین قادر ذوالجلال سے کیا ملا؟" قبرون سے مردون نے نہایت بشاش لہجہ مین جواب دیا کہ ہمکو ہر ایک طرح کی نعمت حاصل ہے۔ تو سوال کرنیوالون کی حیرت کی کیا انتہا اور اعتقاد کی مضبوطی کی کوئی پایان نہ رہگئی۔ انکو کسی مزید ثبوت کی احتیاج نہ رہی۔ اور ابن تومرت کا اجتماعیہ قومی ہوگیا۔ ابن تومرت احمق نہ تھا۔ کہ ایفائے وعدہ کرکے اس راز کے فاش ہوجانیکے مدامی خطرہ مین مبتلا ہونا منظور کرلیتا۔ اُسنے ان بیچارہ قبرون کی زیر و زبر پہلے آگ روشن کی۔ دھوان اندر جا کر انکو دم گھونٹ اور پھر تلوار سے انکو ہلاک کر دیا۔ کہ انکی ساتھ ہی یہ راز جی ہمیشہ کے لیئے زیر زمین دفن رہے۔ یکنس۔

آخر کار اس کے متقدمین کا مقابلہ بادشاہی افواج سے بھی ہو پڑا۔ اور اگرچہ انہوں نے سلطانی سپاہیوں کے ایک دستہ کو جو اونکو علاقہ مین محاصل وصول کرنیکے لیئے گیا تھا۔ تہ تیغ کر دیا۔ مگر اکثر کی فصیل کے متصل اونکو سخت شکست ملی۔ اور ابن تومرت کے دس رفقاء سے ایک اس معرکہ مین ہلاک ہوا۔ اس پر کل بربرون نے عام بغاوت کر دی۔ ساتون سرغنہ مسمودہ قبائل ابن تومرت کے ساتھہ مل گئے۔ اور اونکے اتفاق سے اوس کی طاقت بے اندازہ قوت پکڑ گئی۔ اس نے اونکی مدد سے باقی ماندہ بربرون کو مطیع و منقاد بنا لیا۔ جو سوقت سے اس کے ہمراہی ہو گئے۔ ہر ایک قبیلے کے سردارون سے منتخب کر کے لشکر کی درستی و ترتیب کے لیئے پچاس اعیان کی مجلس کی ماتحتی سے مستثنیٰ رکھا گیا عبدالمومن کو کل معاملات کی عنان سپرد کیگئی۔ اور ابن تومرت پہلے سے زیادہ ریاضت و عبادت مین منہمک ہو گیا اس تدبیر سے وسطی اٹلس کے مسمودہ قبائل جو پہلے ایک دوسرے سے لڑنے بھڑنے مین مشغول رہا کرتے تھے۔ اپنے قدیم اعدا الملتونا سہاجیون کے برخلاف متحد و متفق ہو گئے۔

اس موقعہ پر ابن تومرت کے فوت ہو جانے سے اوس کے شاگرد عبدالمومن کو جو ذہنت بجائے سپاہگری کیطرف زیادہ مائل تھا۔ بالکل کھلا میدان مل گیا۔ اور وہ ایک ایسی زبردست حکومت اور عظیم الشان خاندان کا بانی ہوا۔ جس کے برابر مراکو مین کوئی خاندان نہین گذرا۔

عبدالمومن از شاگرد ہی استاد سے کچھہ کم عیار نہ تھا۔ مہدی کی وفات پر خلیفہ کے انتخاب مین ۵۳۷ھ تا ۵۴۱ھ منازعہ و مقابلہ ہونے کے امکانی اندیشہ روک تھام کے لیئے اوس نے ایک عجیب پیش بندی کی اور اس مین اُسے کامیابی بھی پوری پوری ہوئی۔ اوس نے ایک شریر کو اپنے ساتھہ ایسا ملایا۔ کہ وہ کہتے کیطرح اس کے پیچھے پیچھے چلتا اور ایک پرندہ کو یہ فقرہ سکھایا کہ فتح و قوت خلیفہ عبدالمومن کی ملک ہین۔ ابن تومرت کے مرنے پر مجلس

۱؎ یہ سات قبیلے حسب ذیل ہین۔ حنطاط۔ دعدمیوا جو سوقت تک موحد ہین۔ غرفیہ وقلوا جو بعد کی لڑائیون مین معدوم یا منتشر ہو گئے۔ قومیہ۔ غمرفیہ۔ اور ہزرجہ۔ ابن تومرت کی قبر کو اپنا مسکن و مرکز بنا لیا تھا۔ اور موحدین کے زوال کے بعد بھی انکا یہ اعتقاد رہا کہ ابن تومرت ایکدفعہ پھر آکر موحدین کی سلطنت کو قائم کریگا۔ ایک قبیلہ کی شاخ موسومہ سکسا و اعصہ دراز تک نحو و مختار ہکر اپنے جدا امیر مقرر کرتی رہی

امیان جب جانشین کے انتخاب کے لیئے جمع ہوئی۔ تو ایک شیر بے تحاشا جنگل سے دوڑتا ہوا اندر آگھسا۔ جسے دیکھتے ہی اور تو سب جان کے خوف سے بھاگ گئے۔ مگر عبدالمومن بدستور بیٹھا رہا۔ اور شیر بجائے اس کے اس کے حملہ کرے۔ آکر اوس کے قدموں پر لوٹنے پوٹنے لگ گیا۔ اوسیوقت ایک پرندہ نے جو پہلے نظر وں سے غایب تہا۔ اس بلحل مین اپنا سکہا ہوا فقرہ بلند آواز سے پکار دیا۔ ان دونون امور کا اثر جادو سے بڑھکر ہوا۔ تمام مخالفین بہی عبدالمومن کا نقرئی سکہ جو پہلی نانک شاہی یا مغلی زمانہ کے نصف روپیہ کے برابر تہا۔ اس کے ایک طرف الحمد للہ رب العالمین۔ اور دوسری طرف ابو محمد عبدالمومن امیر المومنین۔ نقش ہے۔ ایک ایسا سکہ جو قصبہ جین واقعہ ہسپانیہ مین ضرب ہوا۔ لندن کے عجایب گھر مین رکھا ہے۔

جب عبدالمومن منتخب ہوا۔ اسوقت علی بن یوسف مین تاشفین حکمران تھا۔ موحدین نے اگرچہ آئندہ برسون مین ۱۱۴۰ء تک درعہ کا کل علاقہ اور وسطی مراکو فتح کر لیا۔ لیکن سلطنت کا قبضہ کہین بہی ایک برس کے بعد جا کر منتقل ہوا۔ اسوقت تک اونہون نے سات برس کی مسلسل معرکہ آرائی کے دوران مین اپنی جنگی کارروائیون کو ہسپانیہ تک وسیع کر دیا۔ اس ملک مین اونہون نے پہلے کیڈز کو اور پھر ۱۱۴۴ء مین قصبہ اکسیلبس کو فتح کیا۔ دو برس بعد اون کے بربر معاونون نے قاضی کی مدد سے مرابطین کو قدیم پایہ تخت قرطبہ سے خارج کر دیا۔ موحدی قبضہ سے پہلے اس شہر پر عیسایون نے مسلمانون کی باہمی خانہ جنگیون سے فایدہ اوٹھاکر خطہ کیا تہا۔ اور اس مین داخل ہو کر تمام شہر کو لوٹ لیا۔ اور جامع مسجد مین اپنے گہوڑے باندھے تہے۔ مگر وہ قبضہ کرنے کی نیت سے نہین۔ بلکہ محض تاخت وتاراج کے لیئے آئے تھے۔ شہر کو لوٹ کہسوٹ کر چلدیئے ۱۱۴۵ء مین ملاگہ فتح ہوا۔ اور اسی سال عبدالمومن نے بمقام سیبول اپنے تئین شاہ اندلسیہ مشتہر کیا۔ گو غرناطہ پر اس کا قبضہ اس سے دس برس بعد ۱۱۵۵ء مین ہوا۔

افریقہ مین بہی اس دوران مین موحدین کو پے در پے فتوحات حاصل ہوئین سب سے پہلے ۱۱۴۳ء مین آدرن اور تلمسان۔ پھر فاس۔ سالی اور سیوٹا مصحت سخر ہوئے۔ ۱۱۴۷ء مین مراکش گیارہ مہینون کے بعد فتح ہوا۔ بقول ابن اثیر مراکش مرابطیون کے ہاتہہ سے اون کے سپاہی تنخواہدار سپاہیون کے جلیدہ

ہوجانے کی وجہ سے نکلا ہین بعد اغمات اور ٹانجیر فتح ہوئے - اور بالآخر مکناسہ سات برس کے محاصرہ کے بعد ۱۱۵۵ء مین مسخر ہوا - سالی مین عبدالمومن کے پاس اسلامی سپاہ کے تقریباً تمام حکمرانون نے حاضر ہوکر اطاعت کی حلف اوٹھائی - اس جزیرہ نما مین پرانے یعنی مرابطی خاندان کی معدومیت اور نئے خاندان کے قیام کے درمیانی زمانہ مین بجز چند چھوٹی چھوٹی ریاستین قایم ہوگئی تھین - المقری لکھتا ہے کہ جس طرح بنی امیہ کے زوال پر اون کے جرنیلون اور گورنرون نے اس وسیع سلطنت کے صوبون کو آپس مین بانٹ لیا تھا - اوسی طرح اب بڑے بڑے صوبون کے گورنر تو بجائے خود رہے چھوٹے چھوٹے گورنرون - رئیسون اور ایسے مقتدر آدمیون مین سے ہر ایک نے جن کے پاس چند ہمراہی اور ضرورت کیوقت پناہ لینے کے لیے کوئی چھوٹا موٹا قلعہ تھا - اپنے آپ کو سلطان کے لقب سے ملقب کرکے بادشاہی کے دیگر لوازمات بھی اختیار کرلیے - مورخ ابن خلدون کا یہ قول بالکل درست ہے کہ اسوقت اندلسیہ یہ عجیب و غریب نظارہ دنیا کو دکھلا رہی تھی - کہ جتنے اس مین شہر اور قصبے تھے اتنے ہی بادشاہ موجود تھے" ان چھوٹے چھوٹے بادشاہون کے مطیع ہوجانے کے وقت سے موحدون کا اقتدار کل اسلامی اندلسیہ پر غالب ہوگیا - اس سے دو برس بعد ۱۱۵۲ء مین عبدالمومن نے اپنے مشرقی ہمسایون کی طرف عنان توجہ منعطف کی - اور الجیریا پر حملہ کردیا - الجزیرہ قسطنطین اور بونہ ۱۱۵۳ء تک فتح ہوگئے - اور چند سال بعد ۱۱۵۹ء مین - بوجہ ٹونس - قیروان - سوسا - کابیس - سفکس - مہدیہ - طرابلس اور بارقہ بھی مطیع و منقاد ہوگئے - اور مغربی سلطنت اپنی انتہائی وسعت کو پہنچ گئی - مہدیہ جزیرہ سسلی کے مسیحی نارمن لوگون سے فتح کیا گیا تھا - جو ۱۱۴۸ء سے اُسپر قابض چلے آتے تھے -

عبدالمومن الکومی سلطنت - ایک گلگو کے فرزند کے عہد کی فتوحات کی یہ ہے مختصر فہرست جو اوپر درج ہوئی - ہے - اس اولین موحدی امیر نے ۱۱۶۳ء مین امیرالمومنین کا خطاب اختیار کیا - موحدی امراء نے خلافت کا ہی دعویٰ نہ کیا - بلکہ خلفاء راشدین کا لقب پسند کیا جو عموماً صرف حضرت سرور کائنات کے پہلے چار جانشینون تک محدود رکھا جاتا ہے - زمانہ وسطیٰ کے عیسائی نویسندے امیرالمومنین کو بگاڑ کر اپنی زبانون مین میرامولین لکھا کرتے تھے - اسلامی تاریخ کے جاننے والون سے مخفی نہیں

۵ یعنی منصوبہ کو یا ایک قبیلہ تھا - جو الجیریا مین قصبہ تلمسان (تلمسین) کے قریب ساحل بحر پر آباد تھا (مترجم)

کہ یہ خطاب اوّل اوّل حضرت عمر فاروق نے خلیفہ رسول اللہ کی بجائے وضع کیا تھا۔

عبدالمومن کا حلیہ اور اوصاف عبدالمومن کے مزنی ابن تومرت نے ایکدفعہ اوسے مخاطب کر کے بھری مجلس مین کہا تھا۔ تجھ مین جسقدر اوصاف موجود ہین وہ سب درجہ کمال کو پہونچے ہوئے ہین۔ اور یہ امر ہم سب کے لیئے خوشی و مسرت کا باعث نہایت ہوگا۔ تیرا چہرہ کشادہ۔ منہ متبسم ہر وقت۔ اور تیری روح خالص شریفانہ ہے۔ اسکا رنگ نکھرا ہوا۔ رخسار سرخ۔ آنکھین سیاہ بیکین لمبی۔ ناک بلند و بالا۔ ڈاڑھی خوب بھری ہوئی۔ قد بلند۔ شہسواری مین طاق۔ اور شجاعت مین فرد تھا۔ اور اس شکل و شمائل اور اوصاف کیوجہ سے اوس کی سپاہ اوسے اپنی جان سے عزیز تر رکھتی۔ اور اوسکی شجاعت کا مجسم خوف بھی سزید برآن وہ دینی طلباء سے بڑھکر متقی اور عابد و زاہد تھا۔ اور ساتھ ہی رطب اللسان شاعر بھی۔ ہمدردی اوس کے وجود مین کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور اس کی آواز تسخیر قلوب مین سحر تاثیر تھی۔ ان اوصاف کی بدولت سخت سے سخت متعصب اور تنگ خیال علماء کی جماعت بھی اوس کی مداح اور طرفدار ہوگئی تھی۔ اوس نے اپنے انصاف و عدالت اور انتھک مستعدی سے ہر گروہ کو اپنا والہ و شیدا اور مداح و ثناخوان بنا لیا تھا۔ ہمیشہ مظفر و منصور رہا۔ اور کوئی بغاوت یا سازش اوسے کبھی گزند نہ پہونچا سکی وہ ۶۳ برس کی عمر مین فوت ہوا۔ مگر اس عمر مین بھی بقول ایک ہمعصر مورخ کے اس کا قد تیر کی طرح سیدھا۔ آنکھین بدستور روشن اور دانت موتیون سے زیادہ سفید تھے۔ اس کا سر بڑا۔ اور دہانہ رخسارہ پر ایک مسا تھا۔ ہاتھ سخت ڈاڑھی گھنی۔ اور بیٹھے ہوئے بھی وہ بہت اونچا معلوم ہوتا تھا

۱۱۶۳ء مین اوس نے سالہ سے باہر سپین پر حملہ کرنے کے لیے اپنے تمام شائقہ لشکرون سے زیادہ جرار لشکر جمع کیا۔ اور روانہ ہونے ہی والا تھا۔ کہ ناگہان پیام اجل پہونچ گیا۔ اور موت نے اُس شخص کو مغلوب کر دیا۔ جس کے تند و سخت حملون اور فریبات سے چھوٹے بڑے کسی کو مفر نہ ملتا تھا۔ المقری کا بیان ہے کہ اوس نے اس مہم کے لیئے اپنے الجزایری اور تونسوی صوبون سے تین لاکھ عرب اور زناطہ اور مراکو سے ایک لاکھ اسی ہزار مورچ جمع کئے تھے۔

عبدالمومن کے عہد کے بیشمار نقاش و آثار اب تک موجود ہیں۔ جبل طارق کا عہد حکومت کا شہر اسی نے تعمیر کیا۔ جس کا پرتگالی نام بدل کر اوس نے نیا نام جبل الفتح رکھا مگر وہ پرانے نام کے مقابل فروغ نہ پکڑ سکا۔ موجودہ قلعہ جو اب فوجی قید خانہ کا کام دیتا ہے۔ اوسی کے انجینیرون نے ۱۱۶۱ء مین بنا کیا تہا۔ اور نیز وہ پون چکی جو اب تک موجود ہے۔ اس پہاڑی کا ایک اہم و نمایان حصہ اوس کے نام سے موسوم ہے[1]۔ افریقہ مین اُس نے پرانے شہر کے متصل تلمسان کا نیا قصبہ آباد کیا۔ اور مکناسہ کو از سر نو تعمیر کرایا۔ اُسکی عمارت ۱۱۴۵ء مین شروع ہو کر ۱۱۵۴ء مین ختم ہوئی۔ تمام سلطنت کی جامع مساجد قلعے اور فصیلین اوس کے حکم سے مرمت کی گئین۔ اور قصبہ سالی کو پانی پہونچانے کے لیئے سقف نہر تیار کی گئی۔ البتہ قصبہ سبطہ سیوٹا کی فصیلین گرا دین کیونکہ وہان کے باشندے ایکدفعہ اُس سے سرکش ہو گئے تھے۔ وہ پہلا فرمانروا تہا۔ جس نے بارقہ سے لیکر دا دونون تک تشخیص خراج و عشر کے لیئے ملک کی مکمل طور پر پیمائش کرائی۔ اوس کے عہد مین اندرونون منتہائی قطعات کے درمیان سڑکین اور راستے بھی بالکل محفوظ ہو گئے۔ سونا اُچہالتے چلے جاؤ۔ کسی کو معترض ہونے کا یارا نہ رہگیا تہا۔ ایکدفعہ کسی دشمن نے بنیت قتل اُسپر حملہ کیا۔ ایک وفادار غلام نے آگے بڑھکر وار کو اپنے جسم پر روکا اور اپنے آقا پر قربان ہو گیا۔ اسوقت سے اوس نے خاص اپنے قبیلہ سے چالیس ہزار آدمیون کی محافظ شاہی فوج تیار کی۔ عبدالمومن کا وزیر ایسا خوش نصیب نہ نکلا۔ بدخواہون نے اوسے دودہ مین ملا کر زہر دیا۔ اور وہ اس کے اثر سے ہلاک ہو گیا۔

ہسپانیہ اور پرتگال پر فوجکشان کرتے رہنے کے لیئے اوس نے بہت بڑا بیڑہ جہازات تیار و آراستہ کیا۔ اپنی سلطنت کے بنا در طنجیر سیوٹا۔ اوران اور ساحل ریف کے بندرگاہون سے اوسے فی الفور چار سو جہاز تیار مل گئے۔ اور اسی جہاز ہسپانیہ سے آگئے۔ جس امر نے اوسے اپنی رعایا مین فاصکر بہت ہر دلعزیز بنا دیا۔ وہ یہ تہا کہ وہ غربت و گمنامی مین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جن لوگون نے اُسکی یا اوس کے مربی کی مدد کی تہی۔ اُس نے اُن مین سے ہر ایک کو خود بلا بلا کر کافی صلہ دیا۔ اوسکی

---

[1] دیکھو تاریخ اسپین جلد ۲ صفحہ ۳۱۵۔

خاندان کی دیرپا یادگار رو فقرہ ہے۔ جسے وہ بالتزام اپنے تمام مراسلوں کے عنوان پر لکھایا کرتا تھا۔ یہ فقرہ الحمد للہ وحدہ ہے جو مراکو میں ابتک عام مستعمل ہے۔

یوسف ثانی وفات سے کچھ عرصہ پہلے عبدالمومن نے اپنے بیٹے محمد کو جانشین مقرر ۱۱۸۴ء و ۱۱۶۳ء کیا۔ مگر باپ کے فوت ہونے پر دوسرے بیٹے یوسف نے بھائی کو بیدخل کرکے بادشاہی تراہ تاج و تخت پر تصرف کرلیا کیونکہ محمد شراب کا عادی اور ایک نہایت ہی مکروہ[1] بیماری میں مبتلا تھا۔ یوسف نے ہسپانیہ کا انتظام اپنے ایک اور بھائی عمر کو تفویض کیا۔ اور خود مغرب کے نظم ونسق کی اصلاح وتکمیل شروع کی۔ اس سے فارغ ہوکر ۱۱۷۵ء میں یورپ گیا۔ اور اپنے دربار کو مراکو سے ہسپانیہ کے شہر سیول (شبیلیہ) کو منتقل کردیا۔ اور وہاں کی مشہور جامع مسجد اور مسقف نہر کی تعمیر کا حکم دیا۔ جو کارتونا سے لائی گئی ہے۔ لٹریڈو کے سوا اوس نے وہ تمام علاقے جو فرنگیوں نے مسلمانوں سے چھین لیئے تھے۔ پھر فتح کرلیے۔ دس برس بعد ۱۱۸۰ء میں اوس نے ٹونس پر فوجکشی کرکے اپنی سلطنت کو اور وسیع کیا۔ اس مہم میں اوس نے مقام گابیس کو جو باغی ہوگیا تھا فتح کیا۔ مہم مذکور سے چار برس بعد ۱۱۸۲ء میں جبکہ وہ پرتگال کے قصبہ سنٹارم کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ لڑائی میں شہید ہوگیا۔ اور فوج نے اسی وقت اسکے بیٹے یعقوب اول کو جسکی عمر ۲۲ برس کی تھی اپنا بادشاہ بنالیا۔

یوسف ثانی قابلترین اور کمال عقلمند مغربی سلاطین میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ نہایت ہی شریف الطبع۔ فیاض اور علم کا سچا شیدائی تھا۔ طب اور فلسفہ میں بالخصوص اسے کمال دسترس تھی۔ قرآن شریف اور صحیح بخاری اوسے حفظ تھی۔ اور کتابوں کے جمع کرنے کا بھی اوسے بے اندازہ شوق تھا۔ افلاطون اور ارسطو کی کتابوں کو بڑے شوق سے مطالعہ کیا کرتا تھا۔ مشہور زمان علامہ اجل قاضی قرطبہ محمد ابن رشد جسے یورپین "ابو رروس" لکھتے ہیں۔ اسی علم دوست فرمانروا کے دربار یوں میں سے تھا۔ جسکو زمانہ کے دیگر مشہور فضلا کی طرح اس نے اپنے پاس بلالیا تھا۔ ابن رشد اپنے مربی کے فرزند یعقوب المنصور کے عہد میں ۱۱۹۹ء میں فوت ہوا۔

[1] یہ برص کی مرض تھی۔ مترجم۔ ۱۲

یعقوب نے اوسے وفات سے چند برس پہلے ایک عبارت کو جس مین زہرہ کو یہودی بتایا گیا تھا بجرفہانا ترجمہ کرنے کے الزام مین کچھ دن قید بھی کر دیا تھا۔ مشہور الطبا اون زہر (ابن زہرہ) داون بیس (ابن باجا) بھی یعقوب کے عہد مین گذرے۔ یوسف کے طریق حکمرانی کے متعلق ایک نمایان امر یہ تھا کہ اوس نے صوبہ داون کے گورنرون کو اگرچہ کامل اختیار دے رکھے تھے۔ لیکن کسی کو کبھی سرکشی یا نافرمانی کا یارا نہ ہوا۔ اس کی بڑی وجہ تھی کہ اوسے قابل اور صادق آدمیون کے پہچاننے کا خاص بلکہ خداوند کریم نے عطا کر رکھا تھا۔ صرف افریقیہ سے اوسے سالانہ خراج مین اس قدر اشرفیان آتی تھین کہ وہ ایک سو پچاس خچرون پر لادی ہوتی تھین۔ سیبول یعنی علاقہ ہسپانیہ سے بھی اوسے اسیقدر آمدنی ہوتی۔ بوجہ تلمسان۔ اور مراکو کی آمدنیان۔ ان سے علاوہ تھین۔ اوس نے گو اپنے بھائی کو بیدخل کر دیا تھا۔ مگر اوس کے عہد مین جسقدر طلائی سکے مضروب ہوئے اوپر اوس کے بڑے بھائی محمد کا ہی نام منقوش ہوتا تھا۔

ترکون کی آمد افریقہ مین ترکی قوم پہلے پہل اوسی کے عہد مین ممالک باربری مین پہونچی یہ ۱۱۸۷ء کا واقعہ ہے۔ اسوقت کسی کے خواب و خیال مین بھی نہین تھا کہ یہ قوم صدیون تک شمالی افریقہ کے حصہ کثیر کی مالک رہیگی۔ مگر اس کے باوصف اوسے مراکو یا ہسپانیہ مین کبھی اپنے قدم جمانیکا موقعہ نہ ملا۔ گو مراکشی فوج ملیشیا مین ہسپانیون یونانیون۔ اور دیگر اجنبیون کی طرح ترک بھی کئی دفعہ نوکر رکھے جاتے رہے۔

یعقوب المنصور ۱۱۹۹-۱۱۸۴ء اٹالی یورپ مین مولائی ادریس اور مولائی اسمٰعیل کے سوا اور کسی مغربی فرمانروا کا نام اسقدر مشہور نہین۔ جسقدر کہ اس شہزادہ کا جسے ۱۱۸۴ء مین سنٹارم کے سامنے اٹالی مغرب کا بادشاہ مشہر کیا گیا اور المنصور کا لقب دیا گیا۔ اوسے اپنے باپ کے قابل تعریف نظم و نسق کو دیکھنے کا ہی موقعہ نہ ملا تھا۔ بلکہ یوسف نے اکثر خود مختار بادشاہون کے برعکس جنکو اپنی ولی عہدی پر عموماً بہت کم اعتبار ہوتا ہے۔ اوسے قابل تعریف اعتماد و عقلمندی سے کام لیکر اپنا ایک طرح سے وزیر بناکر اصول جہانبانی مین خوب ماہر کر دیا ہوا تھا۔ اس اعلیٰ

تربیت و تلقین نے اپنا اثر فی الفور محسوس کرا دیا۔ یعقوب دراز قامت اور خوش شکل نوجوان تھا۔ رنگ گورا آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی۔ ہاتھ پاؤں خوب مضبوط۔ دہن چوڑا۔ اور آواز بلند تھی۔ اور متقی اور سادگی پسند ایسا تھا کہ تا دم مرگ سیدھی اون کی پوشاک کے سوا کبھی پر تکلف لباس نہ پہنا۔ عبدالوہاب اور ابن خلدون لکھتے ہیں کہ اس کی زبان نہایت شستہ اور گفتگو کمال مہذب تھی۔ اور وہ اپنے زمانہ کا نہایت ہی صادق القول اور راست باز شخص تھا۔ اور خواہ اس کی اپنی ذات یا خاندان کو کیسا ہی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ وہ سچائی کو کبھی ہاتھ سے نہ دیتا تھا۔ اس کا اصول "علی اللہ توکلت" کہ یعنی یہ تھا کہ میرا کل بھروسہ خدا پر ہے۔ اکثر مراکشی سلاطین کی طرح اس کی والدہ بھی ایک عیسائی کنیز تھی۔

ملکی رسم و آئین کے مطابق اوس کے تخت نشین ہونے پر اس کے دو بھائی اور ایک چچا قتل کروا دیئے گئے کہ کہیں سلطنت کے مدعی بنکر فتنہ و شر کا باعث نہ ہوں۔ مگر اس کی سلطنت کو استحکام کی شہادت پہلے ہی دن دنیا کو اس تدبیر سے بدرجہا زیادہ موثر تدابیر سے مل گئی تھی۔ کہ خزانہ شاہی سے ایک لاکھ اشرفیاں محتاجوں اور غربا میں تقسیم کیگئیں۔ تمام زندانوں کے دروازے کھولدیئے گئے۔ کل نا انصافیوں کی عام دادرسی کی گئی۔ اور دعویداروں کے دعوی بیباق کر دیئے گئے۔ ان تدابیر سے ایسا عمدہ طریق حکومت رائج ہو گیا کہ بقول مقتدر روض القرطاس جب تک یعقوب المنصور زندہ رہا۔ اکیلی عورت بلا خوف و خطر ان زونوں سے بارہ ماہ تک سفر کر سکتی تھی۔ اسی مورخ کا قول ہے کہ "موحدی سلاطین میں وہ عظیم ترین فرمانروا اور ہر پہلو و لحاظ سے نہایت ہی بلند حوصلہ اور عالی ظرف تھا۔ اوس کی حکومت اعلے درجہ کی تھی۔ اس نے خزانہ کو معمور کر دیا۔ اپنی طاقت کو بہت بڑھا لیا۔ اوس کے اقوال جمیل بقدر بادشاہ کے شایان حال تھے۔ مذہب میں بڑا راسخ الاعتقاد تھا۔ مسلمانوں کیساتھ بڑی بھلائی کی خدا و مذکریم اپنے فضل و کرم سے جو بڑا رحیم و غفور ہے۔ اسپر رحم فرمائے۔ وہ بیشک ہی نیک مرد تھا اوسکا انصاف کا دلدادہ اور ہمیشہ خود حمایت کیا کرتا تھا۔ (گو بعض اوقات وہ ایسی لوگوں کو جو خفیف شبہات قوین پکڑا اوسکے سامنے لاتے کوڑے سے بھی پٹوا دیا کرتا تھا) بلکہ وہ احکام شریعت کا بھی از حد پابند تھا۔ پانچوں وقت کی نماز با جماعت جامع مسجد

● آخرکار اس کے معتقدین کا مقابلہ بادشاہی افواج سے بھی ہو پڑا۔ اور اگرچہ انہوں نے سلطانی سپاہیوں کے ایک دستہ کو جو اونکو علاقہ مین محاصل وصول کرنیکے لیے گیا تہا، تہ تیغ کر دیا۔ مگر اکش کی فصیل کے متصل اونکو سخت شکست ملی۔ اور ابن تومرت کے دس رفقاء سے ایک اس معرکہ مین ہلاک ہوا۔ اس پر کل بربرون نے عام بغاوت کر دی۔ ساتون سرغنہ مسمّوّدہ قبایل ابن تومرت کے ساتھہ مل گئے۔ اور اونکے اتفاق سے اوس کی طاقت بے اندازہ قوت پکڑ گئی۔ اس نے اونکی مدد سے باقی ماندہ بربرون کو مطیع و منقاد بنا لیا۔ جو اسوقت سے اس کے ہمراہی ہوگئے۔ ہر ایک قبیلے کے سردارون سے منتخب کرکے عشکر کی ذمّہ وتر تیب کے لیے پچاس اعیان کی مجلس کی ماتحتی سے مستثنیٰ رکہا گیا۔ عبدالمومن کو کل معاملات کی عنان سپرد کیگئی۔ اور ابن تومرت پہلے سے زیادہ ریاضت و عبادت مین منہمک ہوگیا اس تدبیر سے وسطی اٹلس کے مسمّوّدہ قبائل جو پہلے ایک دوسرے سے لڑنے بھڑنے مین مشغول رہا کرتے تھے۔ اپنے قدیم اور المتوا نسہنا جیتون کے برخلاف متحد و متفق ہوگئے۔

اس موقعہ پر ابن تومرت کے فوت ہوجانے سے اوس کے شاگرد عبدالمومن کو جو زینت بجائے سپاہگری کیطرف زیادہ مایل نتہا۔ بالکل کھلا میدان مل گیا۔ اور وہ ایک ایسی زبردست حکومت اور عظیم الشان خاندان کا بانی ہوا۔ جس کے برابر مراکو مین کوئی خاندان نہین گذرا۔

عبدالمومن از شاگرد ہی استاد سے کچہہ کم عیار نہ تہا۔ مہدی کی وفات پر خلیفہ کے انتخاب مین ۵۳۷ھ تا ۵۴۱ھ (۱۱۴۲ء تا ۱۱۴۶ء) منازعہ و مقابلہ ہونے کے امکانی اندیشہ روک تہام کے لیے اوس نے ایک عجیب پیش بندی کی اور اس مین اُسے کامیابی بہی پوری پوری ہوئی۔ اوس نے ایک شریر کو اپنے ساتھہ ایسا ہلایا۔ کہ وہ کسیطرح اس کے پیچھے پیچھے چلتا اور ایک پرندہ کو یہ فقرہ سکھایا کہ فتح و قوت خلیفہ عبدالمومن کی ملک ہین۔ ابن تومرت کے مرنے پر مجلس

۱؎ یہ سات قبیلے حسب ذیل تہے۔ حنطاطہ۔ وعدمیوا جو اسوقت تک موجود ہین۔ غرفیہ وتومالت جو بعد کی لڑائیون مین صدوم یا منتشر ہوگئے۔ تومیہ۔ غرفیہ۔ اور ہزرجہ۔ تن مالل نے ابن تومرت کی قبر کو اپنا مرکز بنا لیا تہا۔ اور موحدین کے زوال کے بعد بہی اُنکا یہ اعتقاد رہا کہ ابن تومرت ایکدن قبر سے اٹہکر موحدین کی سلطنت کو قایم کریگا۔ ایک قبیلہ کی شاخ موسومہ سنسا واعصہ دراز تک شوکت و اقتدار سے اپنے جدا امجد کی قبر کی

اعیان جب جانشین کے انتخاب کے لیئے جمع ہوئی۔ تو ایک شیر بے تحاشا جنگل سے دوڑتا ہوا اندر آگھسا۔ جسے دیکھتے ہی اور تو سب جان کے خوف سے بھاگ گئے۔ مگر عبدالمومن بدستور بیٹھا رہا۔ اور شیر بجائے اس کے اس کے حملہ کرے۔ آکر اوس کے قدموں پر لوٹنے پوٹنے لگ گیا۔ اوسیوقت ایک پرندنے جو پہلے نظروں سے غایب تہا۔ اس ہنگامہ مین اپنا سہما ہوا فقرہ بلند آواز سے پکار دیا۔ ان دونون امور کا اثر جادو سے بڑہکر ہوا۔ تمام حاضرین ہی عبدالمومن کا نقرئی سکہ جو پہلی نانک شاہی یا مغلی زمانہ کے نصف روپیہ کے برابر تہا۔ اس کے ایک طرف الحمد للہ رب العالمین۔ اور دوسری طرف ابو محمد عبدالمومن امیر المومنین۔ نقش ہے۔ ایک ایسا سکہ جو قصبہ جین واقعہ ہسپانیہ مین ضرب ہوا۔ لندن کے عجایب گھر مین رکھا ہے۔

جب عبدالمومن منتخب ہوا۔ اسوقت علی بن یوسف مین تاشفین حکمران تھا۔ موحدین نے اگرچہ آیندہ برسون مین ۱۱۴۱ء تک درعہ کا کل علاقہ اور وسطی مراکو فتح کر لیا۔ لیکن سلطنت کا قبضہ کہین بیس ایک برس کے بعد جا کر مستقل ہوا۔ اسوقت تک اونہون نے سات برس کی مسلسل معرکہ آرائی کے دوران مین اپنی جنگی کارروائیون کو ہسپانیہ تک وسیع کر دیا۔ اس ملک مین اونہون نے پہلے کیڈز کو اور پھر ۱۱۴۶ء مین قصبہ اکسیلس کو فتح کیا۔ دو برس بعد اون کے بربر معاونون نے قاضی کی مدد سے مرابطین کو قدیم پایہ تخت قرطبہ سے خارج کر دیا۔ موحدی قبضہ سے پہلے اس شہر پر عیسائیون نے مسلمانون کی باہمی خانہ جنگیون سے فایدہ اوٹھاکر حملہ کیا تہا۔ اور اس مین داخل ہوکر تمام شہر کو لوٹ لیا۔ اور جامع مسجد مین اپنے گہوڑے باندھے تہے۔ مگر وہ قبضہ کرنے کی نیت سے نہین۔ بلکہ محض تاخت وتاراج کے لیئے آئے تھے۔ شہر کو لوٹ کہسوٹ کر چلدیئے ۱۱۲۵ء مین ملاگہ فتح ہوا۔ اور اسی سال عبدالمومن نے بمقام سیبول اپنے تین شاہ اندلسیہ شہر کیا۔ گو خرناطہ پر اس کا قبضہ اس سے دس برس بعد ۱۱۵۵ء مین ہوا۔

افریقہ مین بہی اس دوران مین موحدین کو پے درپے فتوحات حاصل ہوئین سب سے پہلے ۱۱۴۳ء مین آوران اور تلمسان۔ پھر فاس۔ سالی اور سیوٹا مصالحت سخر ہوئے۔ ۱۱۴۶ء مین مراکش گیارہ مہینون کے بعد فتح ہوا۔ بقول ابن اثیر مراکش مرابطیون کے ہاتہہ سے اون کے سپاہی تنخواہدار سپاہیون کے علیحدہ

ہو جانے کی وجہ سے نکلا مین بعد اغماث اور ٹاشفین فتح ہوئے - اور بالآخر تقریباً ساڑھے سات برس کے محاصرہ کے بعد ۱۱۵۹ء مین مستخر ہوا - سالی مین عبدالمومن کے پاس اسلامی سپاہ کے تقریباً تمام حکمرانون نے حاضر ہو کر اطاعت کی حلف اوٹھائی - اس جزیرہ نما مین پرانے یعنی مرابطی خاندان کی معدومیت اور نئے خاندان کے قیام کے درمیانی زمانہ مین پھر شیاخ چھوٹی چھوٹی ریاستین قایم ہو گئی تھین - المقری لکھتا ہے "جس طرح بنی امیہ کے زوال پر اون کے جرنیلون اور گورنرون نے اس وسیع سلطنت کے صوبون کو آپس مین بانٹ لیا تھا - اوسی طرح اب بڑے بڑے صوبون کے گورنر تو بجائے خود رہے چھوٹے چھوٹے گورنرون - رئیسون اور ایسے مقتدر آدمیون مین سے ہر ایک نے جن کے پاس چند ہراہی اور ضرورت کیوقت پناہ لینے کے لیئے کوئی چھوٹا موٹا قلعہ تھا - اپنے آپ کو سلطان کے لقب سے ملقب کر کے بادشاہی کے دیگر لوازمات بھی اختیار کر لیئے - مؤرخ ابن خلدون کا یہ قول بالکل درست ہے کہ سوقت اندلسیہ یہ عجیب و غریب نظارہ دنیا کو دکھلا رہی تھی - کہ جتنے اس مین شہر اور قصبے تھے اتنے ہی بادشاہ موجود تھے" ان چھوٹے چھوٹے بادشاہون کے مطیع ہو جانے کے وقت سے موحدین کا اقتدار کل اسلامی اندلسیہ پر غالب ہو گیا - اس سے دو برس بعد ۱۱۵۲ء مین عبدالمومن نے اپنے مشرقی ہمسایون کی طرف عنان توجہ منعطف کی - اور الجیریا پر حملہ کر دیا - الجیہ قسطنطین اور بونہ ۱۱۵۳ء تک فتح ہو گئے - اور چند سال بعد ۱۱۵۸ء مین بوجہ ٹونس - قیروان - سوسا - کابیس - طرابلس اور بارقہ بھی مطیع و منقاد ہو گئے - اور مغربی سلطنت اپنی انتہائی وسعت کو پہنچ گئی - مہدویہ جزیرہ سسلی کے مسیحی زمین لوگون سے خالی کیا گیا تھا - جو ۱۱۴۸ء سے اُسپر قابض چلے آتے تھے -

عبدالمومن الکومی - ایک گلگو کے فرزند کے عہد کی فتوحات کی یہ ہے مختصر فہرست جو اوپر درج ہوئی - ہے - اس اولین موحدی امیر نے ۱۱۶۷ء مین امیرالمومنین کا خطاب اختیار کیا - موحدی امراء نے خلافت کا ہی دعویٰ نہ کیا - بلکہ خلفاء راشدین کا لقب پسند کیا جو عموماً صرف حضرت سرور کائنات کے پہلے چار جانشینون تک محدود رکھا جاتا ہے - زمانہ وسطیٰ کے عیسائی نویسندے امیرالمومنین کو بگاڑ کر اپنی زبانون مین میرامولین لکھا کرتے تھے - اسلامی تاریخ کے جاننے والون سے مخفی نہیں

لہ یعنی منسوبہ کو یہ ایک قبیلہ تھا جو الجیریا مین قصبہ تمیرس (تاوہرت) کے قریب ساحل تھریا یا تھا (ایڈیٹر)

کہ یہ خطاب اوّل اوّل حضرت عمر فاروق نے خلیفہ رسول اللہ کی بجائے وضع کیا تھا۔

عبدالمومن کا حلیہ اور اسکے اوصاف

عبدالمومن کے مزنی ابن تومرت نے ایکدفعہ اوسے مخاطب کر کے بھری مجلس مین کہا تھا۔ تجھ مین جسقدر اوصاف موجود ہین وہ سب درجہ کمال کو پہونچے ہوئے ہین۔ اور یہ امر ہم سب کے لیئے خوشی و مسرت کا باعث نہایت ہوگا۔ تیرا چہرہ کشادہ۔ منہ متبسم سرخ۔ اور تیری روح خالص شریفانہ ہے۔ اسکا رنگ نکھرا ہوا۔ رخسار سرخ۔ آنکھین سیاہ پلکین لمبی۔ ناک بلند و بالا۔ ڈاڑھی خوب بھری ہوئی۔ قد بلند۔ شہسواری مین طاق۔ اور شجاعت مین فرد تھا۔ اور اس شکل و شمائل اور اوصاف کیوجہ سے اوس کی سپاہ اوسے اپنی جان سے عزیز تر رکھتی۔ اور امارت اور شجاعت کا مجسمہ نمونہ سمجھتی تھی مزید براں وہ دینی طلباء سے بڑھکر متقی اور عابد و زاہد تھا۔ اور ساتھ ہی رطب اللسان شاعر بھی۔ ہمدردی اوس کے وجود مین کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور اس کی آواز تسخیر قلوب مین سحر تاثیر تھی۔ ان اوصاف کی بدولت سخت سے سخت متعصب اور تنگ خیال علماء کی جماعت بھی اوس کی مداح اور طرفدار ہوگئی تھی۔ اوس نے اپنے انصاف و عدالت اور انتھک مستعدی سے ہر گروہ کو اپنا والہ و شیدا اور مداح و ثناخوان بنا لیا تھا۔ ہمیشہ مظفر و منصور رہا۔ اور کوئی بغاوت یا سازش اوسے کبھی گزند نہ پہونچا سکی وہ ۶۳ برس کی عمر مین فوت ہوا۔ مگر اس عمر مین بھی بقول ایک معاصر مورخ کے اس کا قد تیر کی طرح سیدھا۔ آنکھین بدستور روشن اور دانت موتیون سے زیادہ سفید تھے۔ اس کا سر بڑا۔ اور دائین رخسارہ پر ایک مسا تھا۔ ہاتھ سخت ڈاڑھی گھنی۔ اور بیٹھے ہوئے بھی وہ بہت اونچا معلوم ہوتا تھا

۱۱۶۳ء مین اوس نے سالی سے باہر سپین پر حملہ کرنے کے لیے اپنے تمام شاہی لشکرون سے زیادہ جرار لشکر جمع کیا۔ اور روانہ ہونے ہی والا تھا۔ کہ ناگہان پیام اجل پہونچ گیا۔ اور موت نے اُس شخص کو مغلوب کر دیا۔ جس کے متمد و سخت حکمون اور فرمانون سے بڑے بڑے کسی کو مفر نہ ملتا تھا۔ المقری کا بیان ہے کہ اوس نے اس مہم کے لیئے اپنے الجزایری اور تونسوی صوبون سے تین لاکھ عرب اور زناطہ اور مراکو سے ایک لاکھ اسی ہزار موحد جمع کیے تھے۔

عبدالمومن عبدالمومن کے عہد کے بنیاد نشان و آثار اب تک موجود ہیں۔ جس طارق کا عہد حکومت کا شہر اسی نے تعمیر کیا۔ جس کا پہلا نام بدل کر اوس نے نیا نام جبل النفع رکھا مگر وہ پہلے نام کے مقابل فروغ نہ پکڑ سکا۔ موجودہ قلعہ جواب فوجی قید خانہ کا کام دیتا ہے۔ اوسی کے انجنیر دن نے ۱۱۶۱ء میں بنا کیا تھا۔ اور نیز وہ پون پکی جو اب تک موجود ہے۔ اس پہاڑی کا ایک اہم و نمایاں حصہ اوس کے نام سے موسوم ہے[1]۔ افریقہ میں اُس نے پرانے شہر کے متصل تلمسان کا نیا قصبہ آباد کیا۔ اور مکناسہ کو از سر نو تعمیر کرایا جس کی عمارت ۱۱۴۳ء میں شروع ہو کر ۱۱۴۷ء میں ختم ہوئی۔ تمام لغنت کی جامع مساجد قلعے اور فصیلیں اوس کے حکم سے مرمت کی گئیں۔ اور قصبہ سائی کو پانی پہونچانے کے لیئے سقف نہر تیار کی گئی۔ البتہ قصبہ سبطہ سیوٹا کی فصیلیں گرا دیں کیونکہ وہاں کے باشندے ایکدفعہ اُس سے سرکش ہو گئے تھے۔ وہ پہلا فرمانروا تھا جس نے بارقہ سے بیکر دادنون تک تشخیص خراج و عشر کے لیئے ملک کی مکمل طور پر پیمائش کرائی۔ اوس کے عہد میں اندرونِ منتہائی قطعات کے درمیان سڑکیں اور راستے بھی بالکل محفوظ ہو گئے۔ سونا اُچھالتے چلے جاؤ۔ کسی کو معترض ہونے کا یارا نہ رہگیا تھا۔ ایکدفعہ کسی دشمن نے بنیت قتل اُس پر حملہ کیا۔ ایک وفادار غلام نے آگے بڑھکر وار کو اپنے جسم پر روکا اور اپنے آقا پر قربان ہو گیا۔ اسوقت سے اوس نے خاص اپنے تقید سے چالیس ہزار آدمیوں کی محافظ شاہی فوج قائم کی۔ عبدالمومن کا عہد ایسا خوش نصیب نکلا۔ [illegible] نے اوسے دودھ میں مکھن ہر دیا۔ اور وہ اس کے اثر سے ہلاک ہو گیا۔

ہسپانیہ اور پرتگال پر فوجکشیاں کرتے رہنے کے لیئے اوس نے بہت بڑا بیڑہ جہازات تیار و آراستہ کیا۔ اپنی سلطنت کے بنادر طنجیر، سیلوٹا، اور ان اور ساحل ریف کے بندرگاہوں سے اوسنے فی الفور چار سو جہاز تیار مل گئے۔ اور اسی جہاز ہسپانیہ سے آگئے۔ جس امر نے اوسے اپنی رعایا میں خاصکر بہت ہر دلعزیز بنا دیا۔ وہ یہ تھا کہ زمانہ غربت و گمنامی میں ..... جن لوگوں نے اسکی یا اوس کے مربی کی مدد کی تھی۔ اُس نے اُن میں سے ہر ایک کو خود بُلا بُلا کر کافی صلہ دیا۔ اوسکی

[1] دیکھو تاریخ المقری جلد ۲ صفحہ ۳۱۵۔

خاندان کی دیرپا یادگار رہے فقرہ ہے۔ جسے وہ بالتزام اپنے تمام مراسلوں کے عنوان پر لکھا یا کرتا تھا۔ یہ فقرہ الحمد للہ وحدہٗ ہے جو مراکو میں اب تک عام مستعمل ہے۔

یوسف ثانی وفات سے کچھ عرصہ پہلے عبدالمومن نے اپنے بیٹے محمد کو جانشین مقرر کیا۔ مگر باپ کے فوت ہونے پر دوسرے بیٹے یوسف نے بہائی کو بیدخل کرکے بآسانی تراہتا تخت پر تصرف کرلیا کیونکہ محمد شراب کا عادی اور ایک نہایت ہی مکروہ بیماری میں مبتلا تھا۔ یوسف نے ہسپانیہ کا انتظام اپنے ایک اور بھائی عمر کو تفویض کیا۔ اور خود مغرب کے نظم ونسق کی اصلاح وتکمیل شروع کی۔ اس سے فارغ ہوکر وہ ۱۱۸۴ء میں یورپ گیا۔ اور اپنے دربار کو مراکو سے ہسپانیہ کے شہر سیول وشبیلیہ کو منتقل کردیا۔ اور وہاں کی مشہور جامع مسجد اور مسقف نہر کی تعمیر کا حکم دیا۔ یہ نہر کارمونا سے لائی گئی ہے۔ ٹولیڈو کے سوا اوس نے وہ تمام علاقے جو فرنگیوں نے مسلمانوں سے چھین لیئے تھے۔ پھر فتح کرلیئے۔ دس برس بعد ۱۱۸۸ء میں اوس نے ٹونس پر فوجکشی کرکے اپنی سلطنت کو اور وسیع کیا۔ اس مہم میں اوس نے مقام گابیس کو جو باغی ہوگیا تھا فتح کیا۔ مہم مذکور سے چار برس بعد ۱۱۹۲ء میں جبکہ وہ پرتگال کے قصبہ سنٹارم کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ لڑائی میں شہید ہوگیا۔ اور فوج نے اسی وقت اسکے بیٹے یعقوب اول کو جبکی عمر ۲۱ برس کی تھی اپنا بادشاہ بنالیا۔

یوسف ثانی قابلترین اور کمال عقلمند مغربی سلاطین میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ نہایت ہی شریف الطبع۔ فیاض اور علم کا سچا شیدائی تھا۔ طب اور فلسفہ میں بالخصوص اسے کمال دسترس تھی۔ قرآن شریف اور صحیح بخاری اوسے حفظ تھی۔ اور کتابوں کے جمع کرنے کا بھی اوسے بے انداز شوق تھا۔ افلاطون اور ارسطو کی کتابوں کو بڑے شوق سے مطالعہ کیا کرتا تھا۔ مشہور زمان علامہ اجل قاضی قرطبہ محمد ابن رشد جسے یورپین "ایورروس" لکھتے ہیں۔ اسی علم دوست فرمانروا کے درباریوں میں سے تھا۔ جسکو زمانہ کے دیگر مشہور فضلاء کی طرح اس نے اپنے پاس بلالیا تھا۔ ابن رشد اپنے مربی کے فرزند یعقوب المنصور کے عہد میں ۱۱۹۹ء میں فوت ہوا۔

لہ یہ برص کی مرض تھی۔ مترجم۔ ۱۲

یعقوب نے اوسے وفات سے چند برس پہلے ایک عبارت کو جس مین زہرہ کو بھی بتایا گیا تھا۔ بحر فہا ترجمہ کرنے کے الزام مین کچھ دن قید بھی کر دیا تھا۔ مشہور اطبا اوزن و دابن زہرہ) داون بیس دابن باجا) بھی یعقوب کے عہد مین گذرے۔ یوسف کے طریق حکمرانی کے متعلق ایک نمایان امر یہ تھا کہ اوس نے صلیبیون کے گرنرون کو اگرچہ کامل اختیار دے رکھے تھے۔ لیکن کسی کو کبھی سرکشی یا نافرمانی کا یارانہ ہوا۔ اس کی بڑی وجہ تھی کہ اوسے قابل اور صادق آدمیون کے پہچاننے کا خاص بلکہ خداوند کریم نے عطا کر رکھا تھا۔ صرف افریقیہ سے اوسے سالانہ خراج مین اس قدر اشرفیان آتی تھین۔ کہ وہ ایک سو پچاس خچرون پر بار ہوتی تھین۔ سیبول یعنی علاقہ ہسپانیہ سے بھی اوسے اسیقدر آمدنی ہوتی تھی۔ بوجہ اسلام۔ اور مراکو کی آمدنیان۔ ان سے علاوہ تھین۔ اوس نے گو اپنے بھائی کو بیدخل کر دیا تھا۔ مگر اوس کے عہد مین جسقدر طلائی سکے مضروب ہوئے اوپر اوس کے بڑے بھائی محمد کا ہی نام منقوش ہوتا تھا۔

ترکون کی آمد افریقہ مین | ترکی قوم پہلے پہل اوسی کے عہد مین ممالک باربری مین پہونچی یہ ۱۱۷۰ء کا واقعہ ہے۔ اسوقت کسی کے خواب و خیال مین بھی نہین تھا کہ یہ قوم صدیون تک شمالی افریقہ کے حصہ کثیر کی مالک رہیگی۔ مگر اس کے باوجود اوسے مراکو یا ہسپانیہ مین کبھی اپنے قدم جمانیکا موقعہ نہ ملا۔ گو مراکشی فوج ملیشیا مین ہسپانیون یونانیون۔ اور دیگر اجنبیون کی طرح ترک بھی کئی دفعہ نوکر رکھے جاتے رہے۔

یعقوب المنصور ۱۱۹۹-۱۱۸۴ء | اہالی یورپ مین مولائی ادریس اور مولائی اسمٰعیل کے سوا اور کسی مغربی فرمانروا کا نام اسقدر مشہور نہین۔ جسقدر کہ اس شہزادہ کا جسے ۱۱۸۴ء مین سنٹارم کے سامنے اہالی مغرب کا بادشاہ مشہور کیا گیا اور المنصور کا لقب دیا گیا۔ اوسے اپنے باپ کے قابل تعریف نظم و نسق کو دیکھنے کا ہی موقعہ نہ ملا تھا۔ بلکہ یوسف نے اکثر خود مختار بادشاہون کے برعکس جنکو اپنی ولی عہدی پر عموماً بہت کم اعتبار رہتا ہے۔ اوسے قابل تعریف اعتماد و عقلمندی سے کام لیکر اپنا ایک طرح سے وزیر بنا کر اصول جہانبانی مین خوب ماہر کر دیا ہوا تھا۔ اس اعلیٰ

تربیت و تلقین نے اپنا اثر فی الفور محسوس کرا دیا۔ یعقوب دراز قامت اور خوش شکل نوجوان تھا۔ رنگ گورا آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی۔ ہاتھ پاؤں خوب مضبوط۔ دہن چوڑا اور آواز بلند تھی۔ اور متقی اور سادگی پسند ایسا تھا کہ تادم مرگ سیدھی اون کی پوشاک کے سوا کبھی پر تکلف لباس نہ پہنا۔ عبدالوہاب اور ابن خلدون لکھتے ہیں کہ اس کی زبان نہایت شستہ اور گفتگو کمال مہذب تھی۔ اور واسپنے زمانہ کا نہایت ہی صادق القول اور مستبار شخص تھا۔ اور خواہ اس کی اپنی ذات یا خاندان کو کیسا ہی نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو۔ وہ سچائی کو کبھی ہاتھ سے نہ دیتا تھا۔ اس کا صول تھا علی اللہ توکلت لہ یعنی یہ تھا کہ میرا کل بھروسہ خدا پر ہے۔ اکثر مراکشی سلاطین کی طرح اس کی والدہ بھی ایک عیسائی کنیز تھی۔

ملکی رسم و آئین کے مطابق اوس کے تخت نشین ہونے پر اس کے دو بھائی اور ایک چچا قتل کروا دیئے گئے کہ کہیں سلطنت کے مدعی بنکر فتنہ و شر کا باعث نہ ہوں۔ مگر اس کی سلطنت کو تمام کی شہادت پہلے ہی دین و دنیا کو اس تدبیر سے بدرجہا زیادہ مؤثر تدابیر سے مل گئی تھی کہ خزانہ شاہی سے ایک لاکھ اشرفیاں مقامات اور غرباء میں تقسیم کیگئیں۔ تمام زندانوں کے دروازے کھولدیئے گئے۔ کل نا انصافیوں کی عام دادرسی کی گئی۔ اور دعویداروں کے دعوی بیباق کر دیئے گئے۔ ان تدابیر سے ایسا عمدہ طریق حکومت رائج ہوگیا کہ بقول مصنف روض القرطاس جب تک یعقوب المنصور زندہ رہا۔ اکیلی عورت بلا خوف و خطر داد نوں سے بارگہ تک سفر کر سکتی تھی۔ اسی مؤرخ کا قول ہے کہ "موحدی سلاطین میں وہ عظیم ترین فرمانروا اور ہر پہلو و لحاظ سے نہایت ہی بلند حوصلہ اور عالی ظرف تھا۔ اوس کی حکومت عدل و رحم کی تھی۔ اس نے خزانہ کو معمور کر دیا۔ اپنی طاقت کو بہت بڑھا لیا۔ اوس کے افعال جمیل بالقدر یا دشاہ کے شایان شان تھے۔ مذہب میں بڑا راسخ الاعتقاد تھا۔ مسلمانوں کیساتھ بڑی بھلائی کی۔ خدا وند کریم اپنے فضل و کرم سے جو بڑا رحیم و غفور ہے۔ اسپر رحم فرمائے۔ وہ بڑا ہی نیک مرد تھا اوسکا انصاف کا دلدادہ اور ہمیشہ خود عدالت کیا کرتا تھا۔ دگو بعض اوقات وہ ایسی لوگوں کو جو خفیف شبہات تین لیکر اوسکے سامنے جاتے کوڑے سے بھی پٹوا دیا کرتا تھا، بلکہ وہ احکام شریعت کا بھی از حد پابند تھا۔ پانچوں وقت کی نماز باجماعت جامع مسجد

پہلے ۱۲۰۹ء مین آئی تہی۔
انقراض سلطنت کے العقاب کی شکست کے بعد کچھہ دن اشبیلہ رہکر ناصر مراکش کو لوٹ گیا۔ ایک سال بعد وہ رات کے وقت بھیس بدل کر شاہی محلسرا کے باغات مین ٹہل رہا تہا۔ کہ محافظون نے چور سمجھہ کر اوسے قتل کر دیا۔ اوس کی وفات پر سلطنت پارہ پارہ ہوگئی ہسپانیہ کے اسلامی علاقہ کا بہت سا حصہ عیسائی پہلے ہی سے چھین چکے تہے۔ اب فاس پر عبدالحق مرینی قابض ہوگیا۔ اور مرینی خاندان کی حکومت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ موحدی خاندان کے پاس صرف مراکش باقی رہ گیا تہا۔ وہان ناصر کے بعد اسکا بیٹا یوسف ثالث المستنصر باللہ تخت نشین ہوا۔ عبدالواحد اور ابن خلدون کا بیان ہے کہ مان بھی ایک عیسائی کنیز تہی۔ مگر روض القرطاس کا مصنف اس سے اختلاف کرتا ہے۔
عیسائی پادری کی المستنصر خوبصورت وجیہہ اور فصیح البیان نوجوان تہا۔ مگر بڑے درجہ کا کاہل یہانتک کہ تخت نشینی سے تادم مرگ ایک دفعہ بہی دار الخلافہ سے باہر نہ نکلا۔ اسلامی قبضہ کے بعد عیسائی پادریون کی پہلی مشن اسی کے عہد مین مراکو پہنچی۔ جسے ۱۲۱۴ء مین اٹلی کے شہر اسیسی کے مشہور عیسائی ولی اور امام سینٹ فرانسس نے روانہ کیا تہا۔ اسی کے عہد مین پہلی مرتبہ عیسائی پادری ۱۲۲۰ء مین اپنے دین پر مراکو مین قربان ہوئے۔ اور اوسی کے زمانہ مین پہلا مسیحی کنیسہ ۱۲۲۳ء مین بمقام مراکش قایم ہوا۔ یوسف عیش و عشرت مین منہمک رہا اور اس کی سلطنت کی رہی سہی طاقت اور زیادہ انحطاط پکڑتی گئی۔ وہ اسی لہو و لعب کی حالت مین ۱۲۲۳ء مین دوسرے کو رخصت ہوگیا۔
اس کی وفات پر یوسف ثانی کا ایک بیٹا اور متوفی کا بھائی عبدالواحد اول تخت نشینی کے لیے منتخب کیا گیا کیونکہ وہ پختہ عمر اور بہت عقلمند تہا۔ لیکن بادشاہ ہوکر وہ کوئی نمایان قابلیت نہ دکھا سکا۔ اور نو ماہ کے بعد موحدی شیوخ نے اوسے خلع پر مجبور کیا۔ اور پھر دو ایک دن بعد ہلاک کر دیا گیا۔ باغیون نے اوس کے سر کو محل کے حوض مین تب تک دم نکلا ڈبوئے رکھا۔ پھر اوسی کی دستار سے پھانسی پر لٹکا دیا۔ عوام نے اس کا لقب المخلوع[1] چھوڑ دیا گیا، مقرر کیا۔ وہ ابھی زندہ تہا کہ یعقوب المنصور کے ایک

[1] بقول شیخ احمد بابا پہلا موحدی بادشاہ تہا جو خلع پر مجبور ہوا اور قتل کیا گیا۔ اسوقت سے موحدی شیوخ اپنے بادشاہ ہی کے حق مین ویسے ہی ہوگئے جیسے کہ ترک غلام خلفائے عباسیہ کے حق مین تہے۔ اور یہی سرکشی اور نافرمانی سلطنت کے زوال کا باعث ہوئی۔

فرزند عبد اللہ غالب (العادل) نے مدتی تاج و تخت ہو کر ہسپانیہ کے صوبہ مرسیا مین اپنی علیحدہ حکومت کرنی تھی۔ عیسائیون نے اوسے تھوڑے ہی برس بعد ۱۲۲۴ء مین تخت شلست دی۔ ۱۲۲۶ء مین وہ آپنے عیوب کر کے مراکو مین داخل ہو گیا۔ کہ وہان جا کر اپنے دعوے کو مستحکم کرے۔ اور اپنے بھائی ادریس کو نائب بنا کر چھوڑ گیا۔ مگر وہان کے باشندون نے اس کا کچھ ایسی پروا نہ کی۔ کہ یحییٰ یحیم بن الناصر جسے مراکش کے تخت پر بٹھایا گیا تھا۔ ایک ناتجربہ کار نوعمر اور انصرام کار و بار سلطنت کے بالکل ناقابل تھا۔ اس خانہ جنگی سے فایدہ اوٹھا کر ادریس ثالث ۱۲۳۱ء مین تخت پر متصرف ہو گیا۔ اور المامون کا لقب اختیار کیا۔ اس کے عہد مین ہسپانیہ کا سارا علاقہ موحدین کے تصرف سے نکل گیا۔ یہ پہلا بادشاہ تھا۔ جس نے فرنگیون کو فوج مین نوکر رکھا۔ ۱۲۳۲ء مین فوت ہونے پر اس کی بیگم فرنگی فوج کی مدد سے اپنے بیٹے عبد الواحد ثانی الملقب بالرشید اول کو بمقام سبطہ تخت پر بٹھانے مین کامیاب ہو گئی۔ اس فوج کی تنخواہ کے لیے خاتون موصوف نے خاص ٹیکس لگا کر مراکش سے پانچ لاکھ دینار جمع کیے تھے دستہ مذکور کو کچھ عرصہ بعد یحییٰ کی فوج نے تہ تیغ کر دیا۔ الرشید کے بالمقابل اوس کے ایک اور بھائی نے بھی وارث تخت ہونے کا دعوی کیا۔ ہسپانوی صوبہ سارا گوسا کا امیر ابن ہود اس کی مدد پر تھا۔ الرشید نے تین مہینے سبطہ مین اوسکا محاصرہ کیا مگر غالب نہ آیا۔ انہین دنون اٹلی کی موحدی ریاست حنوا کے بیڑہ نے سبطہ پر حملہ کیا۔[1] المامون نے خطبہ مین مہدی کا نام لیے جانے کا دستور ترک کر دیا تھا۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ اس کے بجائے اوس نے بغداد کے خلفا کا نام داخل کر دیا تھا۔ مگر صحیح نہین۔ المامون کے عہد کے سکون پر بھی برابر مہدی کا نام مضروب ہوتا رہا۔ جس سے خلدون کے بیان کی تردید ہو رہی ہے۔ بقول المقری صرف ایک برس یعنی ۱۲۲۹ء مین سکہ اور خطبہ دونون سے مہدی کا نام خارج کیا گیا۔ مانعت

[1] الرشید اپنے جہازون مین مبتلا تھا۔ وہ شہر کی کچھ مدد نہ کر سکا۔ عیسائی جہازون نے کئی مہینے محاصرہ رکھا مگر اوسے فتح نہ کر سکے۔ لیکن اہل شہر بھی محاصرہ کی شدت سے کچھ تنگ نہ آگئے تھے۔ اونہون نے چار لاکھ دینار دیکر اس مصیبت سے جان چھڑائی۔ مترجم۔

کے وقت المامون نے مخدومسجد مین خطبہ پڑہتے ہوئے وعظ کیا۔ کہ ابن تومرت کو امام معصوم نہین پکارو۔ بلکہ یہ کہو کہ وہ امام مدموم (دخون آلود) تہا۔ یعنی عیسیٰ مسیح کے سوا اور کوئی مہدی نہین۔ بربریون نے اذان مین مہدی کے لیئے جو فقرہ مقرر کر رکھا تہا۔ اُسے بہی اوس نے نکلوا دیا۔ اور بنیر حی علی خیر العمل کا فقرہ۔ الرشید نے خطبہ ۱۲۲۳ء سے پھر مہدی کا نام داخل کرا دیا۔ جس سے اوس نے خاندان کی امیدین کچہہ عرصہ کے لیئے کسیقدر تازہ ہوگئین۔ مگر اوسے پراگندہ شیرازہ کو جمع کرنے کے لیئے ابہی کافی وقت نہ ملا تہا کہ ۱۲۲۴ء مین مراکش کے محل شاہی کے حوض مین ڈوب گیا۔ اوسکا بہائی علی چہارم السعید جسے المقتدر بہی پکارتے ہین تخت نشین ہوا۔ ۱۲۴۴ء مین بنی مرین نے اس کے قبضہ سے مکناسا کو جدا کر لیا۔ اور وہ خود سلطان کے محاصرہ کے لیئے جاتا ہوا راستہ مین قتل ہوگیا۔ اس کے جانشین عمر المرتضیٰ کے عہد مین جو یوسف ثانی کا پوتہ تہا۔ بنی مرین نے فاس بہی فتح کر لیا۔ جن کی طاقت اسوقت تک خوب مضبوط ہو چکی تہی۔ اون کے پانچوین امیر یعقوب ثانی نے ۱۲۶۹ء مین آخری موحدی امیر ادریس چہارم (واثق) کو جو بنی مرین ہی کی مدد سے ۱۲۶۶ء مین اپنے قبل نشین کو بیدخل کر کے بادشاہ بنا تہا۔ قتل کر کے مراکش کو بہی اپنی سلطنت مین شامل کر لیا۔ اور موحدین کا خاندان اکیاسی پندرہ برس حکومت کے بعد بادشاہی سے بالکل بے دخل ہوگیا۔ ادریس کو الوداد بوس بہی پکارتے ہین۔ وہ ایک اور سلسلہ سے عبدالمومن کی اولاد تہا۔ اوس نے مرینی امیر یعقوب نے اقرار کیا تہا کہ تم میری مدد کرو۔ جب مین تخت مراکش پر قابض ہو گیا۔ تو نصف ملک تمہارے حوالہ کر دونگا۔ یعقوب نے ایفائے وعدہ کے لیئے جب پیغام بہیجا تو الوداد بوس نے اوسے بیعزت کر کے نکالدیا۔ یعقوب نے ناراض ہو کر حملہ کر دیا اور اسکا انجام وہ ہوا۔ جو اوپر لکہا جا چکا ہے۔

مضروبات } اس خاندان کے طلائی سکے ۱۱۳۰ء سے بنتے چلے۔ مگر بڑے بڑے ہین تاریخ کسی پر درج نہین۔ لیکن سلسلہ نسب بالترام منقوش کیا جاتا۔ عبدالمومن کے اکثر جانشینون کے سکون پر المہدی امام الامت اور بنی فرقہ موحدی کا قومی نشان اور سبح اسم ربک وحدہٗ جو اب تک مراکو مین عام مستعمل ہے درج ہین۔

چند مغربی مہدی } اکثر۔ اسی ممالک کیطرح مراکو مین بہی مہدویت کے دعویدار

کچھ کم نہیں ہوئے۔ پہلا مشہور مہدی مسمی مدہن تلمسان میں گذرا۔ اوس نے ۱۲۵۱ء میں کئی عجیب و غریب احکام جاری کئے۔ ناخن اور بال کٹانے اور زیور وغیرہ پہننے کی لباس دیبل سے ممانعت کی کہ ایسا کرنا خدا کی صنعت کو گھٹانا یا اوسپر بڑھانا ہے۔ اور یہ کفر ہے افریقہ اور اندلس میں ہزارون اوس کے مرید ہوگئے۔ اوسے آخر کار اندلسیہ کے امیر نے سولی پر چڑھوا دیا۔ مہدی نے حکم بھیجا کہ تم مجھے اس قصور پر مرواتے ہو کہ میں خدا کو اپنا خالق و مالک کہتا ہون۔ اس سے بچا ہیں بعد ایک اور مہدی ظاہر ہوا۔ جسے بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ یہ شخص خاندان فاطمیہ کا باقی عبید اللہ تھا۔ اوس نے بزور شمشیر فاس اور سجلماسہ کو فتح کیا۔ مگر وہ جلد مشرق کو ہٹ گیا۔ جولائی ۹۶۰ء میں وہ مصر پر قابض ہوگیا۔ اور مراکو کا پھر خیال نہ کیا۔ عام خیال ہے۔ کہ مراکو میں پہلی مرتبہ سکہ ادریسی نے مضروب کیا تھا۔ روض القرطاس کا مصنف اسکی تکذیب کرتا ہے۔

۹۳۶ء ایک اور شخص مسمی جمیع نے غمارا میں مہدیت کا دعوی کیا۔ اور معقول جماعت کو اپنا پیرو بنا لیا۔ اوس نے پانچ کی بجائے صبح اور شام صرف دو وقت کی نماز مقرر کی۔ اور ہر نماز کے لیئے تین رکعت اور ہر سجدہ میں ماتھہ سر اور فرش کے درمیان رکھہ کر رونے کی ہدایت کی۔ نماز کے شروع میں یہ پڑھنا پڑتا۔ ای تو جو دنیا کے دیکھنے کو لیئے آنکھیں دیتا ہے مجھے گناہ سے بچا۔ اے تو جس نے یونس کو شکم ماہی سے اور موسیٰ کو سمندر کے طوفان سے بچایا۔ مجھے گناہ سے بچا۔ بیعت کے وقت کلمہ طیب اور آمنت باللہ کے ساتھ یہ الفاظ کہلوائے جاتے "میں ایمان جمیع پر اور اس کے صحابی ابو الخلاف پر اور اس کی پھوپھی طاہیہ پر" ہر منگل جمعرات اور جمعہ کو روزہ کے دن مقرر کیئے۔ اور ماہ رمضان و شوال میں دس دس دن کے روزے۔ جو جمعرات کو روزہ نہ رکھے اس پر تین سیم کا۔ اور جو منگل کے دن کہائے اوسپر دو بیلون کا جرمانہ کیا جاتا۔ حج اور چند قسم کی طہارتون کو موقوف کر دیا۔ خنزیر کی اجازت دیدی۔ مگر انڈے۔ جانورون کے سر اور چند دیگر حلال چیزون کو حرام قرار دیا۔ اس کا انجام بھی پہلے جیسا ہوا قصر مصمودہ میں اوسے سولی دیگئی۔ اور سر کاٹ کر قرطبہ بھیجدیا گیا۔

عبد المومن رقیب ابن تومرت کے زمانہ میں ایک شخص محمد ابن ہود نے مہدیت کا

دعویٰ کیا۔ اور ابن تومرت سے ممیز رہنے کے لیئے ہادی کا خطاب پسند کیا۔ سلا کے لوگ اوسپر ایمان لے آئے۔ اوسی کی سزا بن عبدالمومن نے اون کے شہر کی فصیل گرادی تھی۔ سوس اور وسط مراکو بین اس شخص کے بہت سے مرید ہوگئے۔ مگر آخر کار موحدین نے اوسکا کام تمام کر دیا۔ عبدالمومن کے عہد مین بھی مغربی ہسپانیہ مین ایک مہدی نمودار ہوا۔ مگر وہ اپنے قلعہ مرتولہ مین ہی پکڑا گیا۔ اور امیر کے پاس مراکو لایا گیا۔ امیر نے پوچھا مہدی بننے سے تیرا کیا مطلب ہے۔ اوس نے جواب دیا۔ صاف کیا۔ صبح دو ظہر مین ہوتین۔ عبدالمومن نے کہا ان صادق و کاذب دو ہوتی ہین۔ مہدی نے جواب دیا۔ پس سیطرح مین کاذب مہدی تھا۔ اس ظریفانہ جواب سے اوس کی جان بچا دی۔

تتمہ فصل پنجم

اگرچہ ہسپانیہ سے مراکش فرمانروایون کا تعلق امامون کے زمانہ مین ہی ایک طرح سے منقطع ہوگیا تھا۔ لیکن خاندان موحدین کے خاتمہ پر مراکش اور ہسپانیہ مین ہمیشہ کے لیئے قطعی بے تعلقی ہوگئی۔ موحدین کے جانشین بنی مرین نے امداد تو اندلسی مسلمان امیرون کو کئی دفعہ دی۔ لیکن وہ صرف دوستانہ طور پر تھی۔ المامون کے اشبیلیہ سے مراکش کو روانہ ہونے پر وہان کے باشندے باغی ہوکر عرب امیرابن ہود سے جسکا کئی دفعہ اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ مل گئے۔ اس سے اندلسیہ کے عرب امراء مین وہ سب سے طاقتور رہ گیا۔ اشبیلیہ کے دیکھا دیکھی باقیماندہ علاقے بھی خودسر ہوگئے۔ زیان دابوجمیل، نے والنشیا مین بادشاہی لقب اختیار کیا۔ وہ مردانش کی اولاد تھا۔ جسے یوسف بن تاشفین نے بادا جوز کی حکومت سے برطرف کیا تھا۔ محمد ابن یوسف نام ایک سردار نے ارجونا کے شہر و قلعہ مین اپنی ریاست قایم کی۔ جو قرطبہ کے علاقہ مین واقع تھا۔ محمد کا عام لقب ابن الاحمر مشہور رہے۔ تمام نو طاقت سردارون مین دیرپا کامیابی اوسے ہی نصیب ہوئی۔ وہ ایسی سلطنت قایم کرگیا۔ جو اڑھائی سو برس تک سرزمین مغرب مین عرب تہذیب و تمدن کا منبع و مخزن

اور حبشہ اور اسلام کی دنیاوی شوکت و طاقت کا مظہر رہی۔ ابن احمر سعد بن عبادہ کی نسل سے تھا۔ جو حضرت سرور کائنات کے عہد مبارک میں قبیلہ خزرج کا سردار تھا۔ سعد کی اولاد عرصہ دراز سے بنو نصر کے نام سے ہسپانیہ میں آباد تھی۔ وہ اپنے مورث اعلیٰ کی قومیت کے لحاظ سے الانصاری اور الخزرجی کہلواتے تھے۔ اور خلفا بنی اُمیّہ کے زمانہ میں جلیل القدر مناصب پر مامور ہوتے رہے تھے۔ موحدین کی قسمت گردی کے زمانہ میں محمد جو العموم الشیخ پکارا جاتا تھا۔ بنو نصر کا سرغنہ تھا۔ اور اپنی غایت ذہانت و لیاقت کی وجہ سے اوسے اپنے لوگوں پر بہت اقتدار حاصل تھا۔ دیگر رؤسا اصحاب معاملہ (ارکان قلعہ) کیطرح زمانہ مذکور میں اوس نے بھی سلطانی کا لقب اختیار کر لیا۔ تمام جزیرہ نما ہوقت خانہ جنگی کا شکار ہو رہا تھا۔ موحدین کے تسلط داخراج سے فارغ ہو کر یہ نئے سلطان ایک دوسرے پر غالب آنیکی تباہی اور کوشش میں منہمک ہو گئے اس ناچاقی و نفاق سے عیسائیوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور جلتی پر تیل ڈالکر اونہوں نے ان ناعاقبت اندیش مسلمانوں کو آپس میں بھڑاتے رہکر پھر خود اونکو یکے بعد دیگرے فنا کرتے جانے میں سعی و کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ انا زحکومت میں ابن احمر نے ابن ہود کے برخلاف مدد حاصل کرنے فرڈیننڈ سوم شاہ کیسٹل سے اتحادی معاہدہ کیا۔ اس کے جواب میں ابن ہود نے تیس قلعے ایک اور عیسائی بادشاہ کو دیئے۔ کہ وہ ابن الاحمر کے برخلاف اوسکا ملعون بنے۔ اس برادر کشی کے دور میں عیسائی خوب بفکری بلکہ مسلمانوں کی مدد سے یکے بعد دیگر مسلمانوں کے شہر فتح کرتے چلے گئے۔ ۱۲۳۹ء میں اور ۱۲۴۶ء میں مرسیا پر متصرف ہو کر زیان کو ہمیشہ کے لیئے بیدخل کر دیا۔ جس نے ٹونس میں پناہ جائی۔ انہی دنوں اہالی اشبیلیہ نے ابن ہود سے بھی سرکش ہو کر جمہوری حکومت قایم کر لی۔ جسکا انتظام پانچ اعیان کی ایک مجلس کے سپرد کیا گیا۔ صدر مجلس ابو فارس بن ابو حفص مقرر کیا گیا۔ مگر اس حکومت کو قایم ہوئے۔ نو مہینے ہی ہوئے تھے کہ عیسائیوں نے حملہ کر دیا اور پندرہ ماہ کے طویل محاصرہ کے بعد باشندگان شہر نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ابن الاحمر اس محاصرہ اور نیز کارمونا وغیرہ کی دیگر مقامات کی فتح و تسخیر میں فرڈیننڈ کے ساتھ برابر شامل رہا۔ لیکن اوس نے ساتھ ہی یہ عقلمندی برتی کہ اپنی طاقت مضبوط کرنے محاصرہ بڑھانے سے بے فکر نہ رہا۔ جبکہ

عیسائی اور اس کے رقیب مسلمان سلاطین کی بربادی و بیکنی مین مشغول تھی۔ اوس نے عقلمندی و تدبیر سے زائیس۔ جائین۔ غرناطہ۔ ملاگہ اور المیرا پر قبضہ کر لیا۔ اور اس علاقہ مین جو سابقہ اسلامی مقبوضات کے مقابلہ مین کچھ بھی حیثیت نہین رکھتا تھا۔ کمال ہنر وسلیقہ سے اپنی طاقت کو ایسا مستحکم کر لیا کہ پرتگال اور ہسپانیہ کے عیسائیون کی مجموعی طاقت جسے بانی مسیحستان کے مجاہدین سے ہمیشہ عموماً مدد پہنچتی رہی۔ اوسے آئندہ دوسو سال تک کوئی نقصان نہ پہونچا سکی۔ لیکن شروع ہی سے فریقین کی عدم مساوات بتا رہی تھی کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائیگی۔ کمزور فریق کو آخر ایک دن میدان خالی کرنا پڑیگا تاہم غرناطہ کی ریاست کے مسلمان ہزار آفرین کے مستحق ہین۔ کہ اونہون نے آخری دم تک مردانہ وار مقابلہ کیا۔ غرناطہ کو فتح کر کے ابن الاحمر نے اوسے اپنا دار الخلافہ بنایا۔ اور الغالب باللہ کا لقب اختیار کیا۔ مشہور آفاق قصر الحمرا کا بانی وہی تھا۔ جس کی زیب و زینت اور وسعت مین اوسکا ہر جانشین برابر اضافہ کرتا رہا۔ ابن لاحمر کی کامیابی کا بڑا راز تھا کہ گو اوس نے بنی مرین کا اپنے علاقہ مین حامی حیثیت سے کبھی دخل نہ ہونے دیا۔ لیکن اونکو دوست ہمیشہ بنائے رکھا۔ چنانچہ اوس کی سلطنت کی ہر جامع مسجد مین مراکش کے بنی مرین فرمانروایون کا نام بھی اوسکے نام کے ساتھ برابر خطبہ مین پڑھا جاتا ۱۲۶۱ء مین اس کی اپنے دوست عیسائی بادشاہ کیسٹلا سے بگڑ گئی۔ اور آخر الذکر نے بڑے زور شور سے غرناطہ کی سلطنت پر حملہ کیا۔ مگر منہ کی کھا کر پسپا ہو گیا۔ یہ فرمانروا بعید یل ۱۲۷۲ء مین جوار رحمت الٰہی مین جا بسا۔ اس کے بعد چونکہ مراکو کو ہسپانیہ سے کوئی تعلق نہین رہ گیا۔ اس لیئے اوس کے خاندان کے حالات کے لیئے مراکو کی تاریخ مناسب محل نہین ہو سکتی۔ ختم کلام کے لیئے یہ بتا دینا کافی ہے۔ کہ ۲۰ ربیع الاول ۸۹۷ ہجری اور ۳۔ جنوری ۱۴۹۲ء کو غرناطہ عیسائیون کے حوالہ کر دیا گیا۔ اور اسلامی جھنڈا ہمیشہ کے لیئے اس سرزمین مین سرنگون ہو گیا۔

الا ماشاء اللہ

فصل ششم (۶)

انقباض سلطنت عہد بنی مرین ۱۲۱۳ء تا ۱۵۲۴ء

بنی مرین کا حملہ] مصنف روض القرطاس نے مراکو کے نئے مالکوں کی آمد اور حسب نسب کی کیفیت نہایت دلکش پیرایہ مین تحریر کی ہے۔ مصنف مذکور نے اپنی تاریخ اس خاندان کے عہد حکومت کے وسط مین تالیف کی تھی۔ ملتونہ کے بعد یہ دوسری بورش تھی۔ جو ایک بربری قبائل کے ٹڈی دل نے مراکو پر کی۔ وہ کوہ اطلس سے گذر کر تمام ملک مین اس طرح پھیل گئے جیسے کہ ستارے صفحۂ آسمان پر۔ یا بارش کے قطرات سطح زمین پر۔ یہ ٹڈی دل ملتونہ کے مشہور رقیب قبیلہ زناتہ کا تھا۔ واگرچہ یہ بربری النسل تھے۔ لیکن دوسرے قبائل کیطرح وہ بھی اپنے تئین جالوت کی اولاد بتا کر عربی النسل ہونیکا دعوی کرنے لگ گئے تھے۔ ان کی نسبت ایک اور مضحکہ خیز روائت بھی مشہور ہے۔ بعض یورپینون نے نام کی مناسبت سے یہ قصہ گھڑ لیا کہ وہ شہر جنوا کے امیر خاندان مرینی کی اولاد ہین۔ چنانچہ ۱۶۲۶ء مین اس فسانہ کی بناء پر نیپلز مین ایک کتاب بھی شائع کر دیگئی۔ ایک اور مصنف فریڈریکو اپنی لاطینی کتاب خاندان شاہان بنی مرین مین جو ۱۶۲۵ء مین شائع ہوئی لکھتا ہے "گیا کو موڈی مرینی ۱۲۳۳ء مین بحیثیت سفیر سبطہ گیا۔ اور وہین رہ پڑا۔ اور وہان اس کی اولاد بہت پھلی پھولی" لیوا فریکانس لکھتا ہے کہ اوسکی اولاد سولہوین صدی کے شروع مین قصبہ سالی مین آباد تھی۔ انہی کو یقول مؤرخ کروبرگ عام روائت نے بنی مرین سے غلط ملط کر دیا تھا۔

زمانہ ہر سال جانورون کو چرانے کے لیے اپنے صحرائی مساکن سے جنوبی البیرہ کی چراگاہون کو جو طافیلالت اور زاب کے درمیان ہین۔ شمائل کو آیا کرتے تھے۔ وہان آکر بھی وہ کبھی حکومت یا بادشاہ کی پرواہ نہ کرتے۔ نہ اونکو کسی امیر سے واسطہ ہوتا۔ اور نہ کسی کے سکہ و خطبہ یا خراج و محاصل سے تعلق۔ اونکی جائیداد صرف اون کے گھوڑے اونٹ یا غلام ہوتے تھے۔ البتہ یعقوب المنصور کے زمانہ مین

انہون نے ایک دستہ فوج کا بھیجا تہا۔ جو ۱۱۹۵ء کے معرکہ الارکوس مین داخل ہوا۔ جب ۱۲۱۲ء کی جنگ لاسین تولاس کے بعد اونہون نے کئی نہایت زرخیز میدانون کو لاوارث موحدی بادشاہ ہونا وشراب درندی وعشرت مین غرق۔ والئے ملک ایک کمزور مزاج لڑکا۔ اور سلطنت کو بے پناہ اور بدامنی کا شکار دیکہا تو اونہون نے باہم مشورہ کرکے مراکو پر حملہ کر دیا۔

حملہ آور سردار کے حملہ آورون نے مہم کی افسری اپنے سردار عبدالحق کو سپرد کی۔ وہ اون کے اس سردار کا بیٹا تہا جو جنگ الارکوس مین انکے دستہ کا سپہ سالار تہا۔ عبدالحق خود بہی تہا قابل اور جری سپاہی ہی نہ تہا۔ بلکہ ہردلعزیز اتفاقیامی اور نیک بختی مین بہی ایسا بے مثل تہا کہ لوگ اس کی ٹوپی اور جرتیون کو بطور تبرک سنبھال سنبھال کر رکہتے۔ اور جس پانی سے وہ وضو کرتا یا نہاتا۔ اوسے آب حیات اور مایہ شفا سمجھکر باہم بانٹ لیتے۔ حسب ضرورت تہوڑی بہت تیاری کے بعد یہ قبیلہ وادطلاغ کے رستہ مراکو مین داخل ہوا۔ اور ۱۲۱۶ء مین موحدی لشکر سے اس کی پہلی لڑائی جراونکی مزاحمت کے لیے بہیجا گیا تہا۔ علاقہ ریف مین وادلغکر کے قریب ہوئی۔ موحدی لشکر شکست ملی۔ مگر دوسرے ہی برس مقام سیلیو کے قریب عبدالحق عرب موحدین کے لشکر سے لڑتا ہوا ہلاک ہوگیا۔ اپنے سردار کے مرنے سے شکستہ خاطر ہونیکی بجائے زناتہ کا عزم اسقدر اور پختہ ہوگیا۔ کہ سب نے حلف اوٹھائی کہ جبتک دشمن کو مغلوب نہ کرلین گے اپنے امیر کو دفن نہین کرین گے اونہون نے ایسا ہی کیا۔ اور اس معرکہ مین بھی موحدین کو آخر زک اوٹہانی پڑی۔ اگرچہ بنی مرین کے سردارون نے بہی حسب معمول دیگر فاتح خاندانون کے اکابر اور مورثون کی طرح درع وانقاکو اپنا شعار بنا رکہا تہا۔ لیکن اون کے حملہ کو کسی مذہبی تحریک سے کوئی تعلق نہ تہا۔ اون کی فوج کشی ویسی ہی تہی۔ جیسی کہ ملک گیری کے لیے عام فوج کشیان ہوا کرتی ہین۔ انگلستان کا بادشاہ ہنری سوم اوسی سال ۱۲۱۶ء تخت پر بیٹہا۔ جس سال کہ بنی مرین مراکو پر حملہ آور ہوئے۔ اسی زمانہ مین ہندوستان مین حکومت افغانان کی بناء قایم ہورہی تہی۔ اور تاتار مین چنگیز خان اپنی عالم آشوب مہم پر روانہ ہونیکی تیاریان کررہا تہا۔

عبدالحق کے بعد اوسکا بیٹا عثمان اول الملقب بہ ابوسعید اول جانشین ہوا

جو ۲۳ برس تک موحدین سے مشغول پیکار رہکر بتدریج اپنا اقتدار بڑھاتا رہا ۱۲۴۰ء مین وہ ایک نومسلم فرنگی کے ہاتھ سے جو بادشاہ کا ملازم تھا۔ ہلاک ہوا۔ اور اوسکا بھائی محمد چہارم (ابو معارف) وارث ہوا۔ وہ ۱۲۴۴ء مین موحدی فوج کے ایک فرنگی جنیل کے ہاتھ فاس کے قریب رنکے معرکہ مین شہید ہوا۔

اسوقت تک تمام مشرقی مراکو پر بنی مرین قابض ہو چکے تھے۔ اور باقی ملک مین بھی موحدین کی حکومت صرف شہرون کی چار دیواریون تک محدود ہو گئی تھی۔ اور ٹونس مین موحدین خاندان کی ہی ایک اور شاخ بنو حفص نے ۱۲۳۰ء مین آزاد ہو کر علیحدہ خلافت قائم کر لی تھی۔ چنانچہ بنی مرین شروع شروع مین اپنے تئین اوسی کے تابع بتاتے رہے۔ اور ایک وقت تو اکثر کو خیال ہو گیا کہ مراکو اب ٹونس کے تابع ہو جائیگا۔ حفصی امیر ۱۲۴۲ء مین نہ صرف تلمسان پر قابض ہو گیا۔ بلکہ پہلے اشبیلیہ اور پھر والنشیا اور مرسیا کے امراء نے بھی اوسے اپنا شاہنشاہ تسلیم کر لیا۔ اور دو برس بعد ۱۲۴۴ء مین ٹانجیر سبتہ۔ القصر۔ کنا سا اور طافیلالت مین بھی ٹونس کے خلیفہ کا نام خطبہ جاری ہو گیا۔ اطاعت پذیری سے کچھ عرصہ بعد ٹانجیر والے ایک باغی ابن لامیر کے ساتھ مل گئے۔ اور تونسی خلیفہ سے منحرف ہو کر بغداد کے عباسی خلیفہ کو اپنا بادشاہ ماننے لگ گئے۔ مگر وہ جلد تابع کر لیئے گئے۔ تلمسان مین ایک اور زناطہ بربر مسمی یغمورسن[1] جو بنی زیان یا عبدالواحدی خاندان کا پہلا مقتدر شخص گذرا ۱۲۳۵ء سے ایک علیحدہ آزاد ریاست قایم کرنے مین مصروف تھا۔ لیکن بنی مرین ان سب پر سبقت لے گئے۔ اور بتدریج اونھون نے ایک طرف تلمسان اور دوسری طرف مراکش کے برخلاف اپنی طاقت کو ایسی عمدگی سے قایم رکھا۔ کہ حفصی خاندان کی برائے نام متابعت کو بہت جلد چھوڑ دینے کے قابل ہو گئے۔

عثمان کے بعد عبدالحق[2] کا دوسرا بیٹا ابوبکر صاحب ریاست ہوا۔ یہ ایسا شہ زور

[2] عبدالحق کے نو بیٹے تھے سب سے بڑا باپ کیساتھ شہید ہوا۔ باقی مین سے چار یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے۔

[1] انکو بعض وقت عمر سن بھی کہتے ہین۔ اس خاندان کی ہسٹری ابن خلدون نے لکھی ہے۔ جس کا بارن دی بارگس فرنگی زبان مین ترجمہ کر چکا ہے۔

اور فن حرب مین ایسا ماہر تہا کہ ایک ساتہہ دونون ہاتہون سے جدا جدا نیزہ لگا سکتا اور نشانہ پر پھینک سکتا تہا۔ پہلے ہی سال ۱۲۴۵ء مین اوس نے پہلے مکنا سا اور پھر شمالی حصہ سلطنت کے دارالخلافہ فاس کو فتح کر لیا۔ مگر مکنا سا کو ۱۲۴۸ء مین موحدین نے پھر فتح کر لیا۔ اور انہی دنون موحدی امیر علی چہارم (السعید ملقب بمقتدر رہنے جو مراکش مین حکمران تہا۔ اس شرط پر صلح کرنی چاہی کہ ابوبکر اوسے یغمورسن کے مقابلہ اور تلمسان کی فتح کے لیئے پانچ سو سوارون کی کمک بہیجے۔ ابوبکر نے ان شرائط کو مان لیا۔ علی کو مان لیا۔ علی کی وفات پر دوسرے ہی برس ۱۲۴۹ء مین اوس نے مکنا سا کو پھر لے لیا۔ اور فاس پر بھی جسے بنی مرین کے تنخواہ دار اجنبی سپاہیون کے دستہ کے افسر شدید نے موحدین کو واپس کر دیا تہا۔ مگر قبضہ کر لیا۔ ادہر سے فارغ ہو کر ابوبکر یغمورسن کیطرف متوجہ ہوا۔ راستہ مین فتح کیا۔ اور دریا اسی کے قریب اوس موقعہ پر جہان چھ سو سال بعد فرانسیسون نے الجزائری عربون اور اون کے ناصر جانباز سپہ سالار اور امیر عبدالقادر کو ۱۸۴۴ء مین قطعی شکست دی۔ یغمورسن کو ۱۲۵۳ھ مین ہزیمت فاش دی۔ شمالی حصہ ملک مین اپنی طاقت کو مستحکم کر لینے پر ابوبکر نے ۱۲۵۱ء مین رباط اور سلا۔ اور ۱۲۵۶ء مین طافیلالت جس پر یغمورسن متصرف تہا فتح کر لیے اور ۱۲۵۷ھ مین درعہ کی تسخیر کے لیئے قدم آگے بڑہایا۔ کچہہ عرصہ حفصی خلفا کے سلسلہ جور تو ڑون کے باعث جو کل ملک پر اپنا سکہ بٹہانا چاہتے تہے۔ بنی مرین حسب مراد فتوحات حاصل نہ کر سکے۔ مگر آخر کار حفصیون کی کوششین ناکام رہین اور بنی مرین پورا غلبہ پا گئے۔

ابوبکر چودہ سال کی قابل یادگار حکومت کے بعد ۱۲۵۹ء مین بمقام فاس داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ اور عبدالحق کا ایک اور بیٹا یعقوب ثانی اوسی سال جبکہ چنگیزیون نے بغداد کو پامال کر کے عباسی خلافت کا چراغ ایشیائی سرزمین مین ہمیشہ کے لیئے گل کر دیا۔ فاس کا حکمران بنایا گیا۔

سوس سے بیکر اوجدہ تک جو الجزائر کی سرحد کے قریب ہے۔ نئے بادشاہ کا کوئی رقیب یا مدعی باقی نہ رہگیا تہا۔ مراکش مین البتہ ابہی ایک موحدی امیر عمر اول المرتضی حکمران کر رہا تہا مگر وہ بھی بنی مرین کو باج دیتا تہا۔ اور اوس کے

جانشین اور بنی چہارم پر تو خاندان کا بالکل ہی خاتمہ ہوگیا۔

یعقوب ثانی بن عبد الحق ۱۲۸۶-۱۲۵۸ء — یعقوب نے نام کی طرح لقب بھی اپنے موحدی ہمنام کا اختیار کیا۔ جو المنصور تھا۔ مورخ پہلے بادشاہون کو خلفا لکھتے ہین

بنی مرین کو سلاطین۔ یعقوب اُن چند مراکشی حکمرانون مین سے ہے۔ جو عدالت و انصاف [illegible] عام کے کامون کے لیئے اپنا نام ہمیشہ کے لیئے چھوڑ گیا ہے۔ یعقوب نے جسقدر شفاخانے مہمان خانے اور جذامیون۔ دیوانون اور اندھون کی پرورش اور حفاظت کے لیئے ادارے بنائے۔ اسقدر کسی امیر نے تیار نہین کیین۔ وہ رات کا تیسرا حصہ تلاوت قرآن اور نماز مین بسر کرتا۔ نماز صبح سے فارغ ہوکر دس بجے تک اخلاق و فلسفہ کا مطالعہ کرتا۔ پھر نماز چاشت کے بعد سرکاری خط و کتابت دیکھتا۔ اور دربار منعقد کرتا۔ اگرچہ وہ مطلق العنان اور ایسا مطلق العنان فرمانروا تھا۔ کہ فرمانروا کو بھی دم مارنیکی مجال نہ تھی۔ لیکن ہر ایک سے بڑی مہربانی اور توجہ سے پیش آتا۔ اور جو کوئی اوس کے سامنے جاتا۔ اوسکا حوصلہ بڑھانے کے لیئے گفتگو مین ابتدا کرتا۔ یورپ والون کے ساتھ بھی اوس کے تعلقات بہت ہی دوستانہ تھے۔ ایک موقعہ پر سلا مین اسقدر فرنگی جہاز جمع ہوگئے۔ کہ فرنگی ملاح تعداد مین مسلمانون سے بھی بڑھ گئے۔ اندنون رمضان کا مہینہ تھا۔ اور فصیل شہر بھی ایک جگہ سے گری ہوئی تھی۔ مسلمانون کو روزہ داری مین مصروف دیکھکر عیسائیون نے ضبط نہ ہوسکا اور اس رخنہ کے راستہ شہر مین داخل ہوکر اوسپر قابض ہوگئے۔ مگر چند ہی دن مین بحال تباہ پھر نکال کر دیئے گئے۔ یہ ۱۲۷۰ء کا واقعہ ہے۔ اس سے دس برس بعد انجزائر مین بھی عیسائیون نے یہی کیا۔ اچانک حملہ آور ہوکر انہون نے کل باشندون کو قتل اور شہر کو منہدم کردیا۔ ۱۲۶۰ء کے واقعہ مین زیادہ تر شہرات ہسپانوی عیسائیون کی تھی جن سے اسکا عوض لینے کے لیئے دوسرے برس ہسپانیہ پر فوجکشی کی گئی۔ اور جبرالٹا معہ اس ضلع کے جو ملاگا اور اوپر اس کے درمیان ہے فتح کیا گیا۔ مراکش ابھی تک موحدین کے تصرف مین تھا۔ ۱۲۶۹ء مین بنی مرین نے اوس پر چڑھائی۔ مگر پیچھے سے یغمورسن کے حملہ آور ہوجانیکی وجہ سے ادھر مراکش سے لوٹ جانا پڑا۔ اور دوسرے برس یعقوب نے ٹرین کے حفصی امیر کی بن ذکریا سے مدد لیکر

یغمورسن پر حملہ کیا۔ اور کامیاب ہوا یحییٰ نے بلا تامل اس کی مدد دیدی کہ وہ خود مراکش کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور اوسے یقین تھا کہ اس امداد دینے سے یعقوب ایسا ممنون احسان ہو جائیگا۔ کہ مراکش کو اوس کے لیے چھوڑ دیگا۔ مگر یعقوب نے یغمورسن سے فارغ ہو کر مراکش کا دوبار محاصرہ کر لیا۔ وہ سہ دفعہ فاتح المرام ہوا۔ اور موحدی طاقت ہمیشہ کے لیے پامال کر دیگئی۔ اسوقت صرف ریف کا علاقہ ایسا باقی رہ گیا تھا۔ جو ابھی کامل طور پر مطیع نہ ہوا تھا۔ وہاں کے خانہ بدوش عرب قبائل نے قبیلہ بنو مرین کی مدد سے سوس میں آکر فساد برپا کر دیا جسے فتح مراکش سے دو سے برس ۱۲۶۹ء میں فرو کر دیا گیا۔ علاقہ ریف کے صدر مقام سبطہ میں جس کے سامنے خانہ اور بندرگاہ کو یعقوب المنصور نے تعمیر کیا تھا۔ اسوقت فقیر ابن آلازنی گورنر تھا۔ اور اوسے اس عہدہ پر موحدی خلیفہ عبدالمومن نے مامور کیا تھا۔ اس نے بنی مرین کو خراج دینا قبول کر لیا۔ ٹانجیر جو پہلے سبطہ کے گورنر کے ماتحت ہوتا تھا۔ کچھ عرصہ سے آزاد ہو گیا ہوا تھا۔ ملک کے نئے حکمرانوں نے ۱۲۶۶ء میں اچانک حملہ کر کے اوسے فتح کر لیا تھا۔ دوسرے برس ۱۲۶۷ء میں ابو مالک نے اوسکا ناکام محاصرہ کیا۔ اس سے چار برس بعد ۱۲۷۱ء میں آلازنی نے اوسے مسخر کر لیا۔ مگر دو برس سے زیادہ عرصہ قابض نہ رہ سکا۔ یعقوب نے ۱۲۷۳ء میں نہ صرف اوسے بلکہ سبطہ کو بھی فتح کر کے ابن آلازنی کو اپنا باجگذار بنا لیا۔ اس سے دو برس پہلے ۱۲۷۱ء میں وہ یغمورسن کو اسلی کی دوسری لڑائی میں دوبارہ سخت زک دے چکا تھا۔ ۱۲۷۲ء میں اوس نے اوجدہ کو بالکل ویران کر دیا۔ اس فتح سے ملحقہ علاقات قطعی طور پر مطیع اور بنی مرین کا اقتدار کامل طور پر قائم ہو گیا۔

خاص اپنے ملک کیطرف سے فارغ البالی حاصل ہو جانے پر یہ طبعی امر تھا کہ وہ اب ہسپانیہ کیطرف متوجہ ہوتا۔ ابن آلازنی نے ۱۲۷۵ء میں اوسے بیس جہاز پیش کیے اونکے ذریعہ وہ پانچہزار فوج سمیت آبنائے سے عبور کر کے سرزمین یورپ میں داخل ہوا۔ اور طارفہ سے لیکر الجیراس تک اپنا کیمپ قایم کیا۔ مقامات طارفات اور رونڈا ہسپانیہ کے چند مسلمان امرا نے اوسے پہلے ہی قاعدۃ الجیش بنانے کے لیے حوالہ کر دیئے تھے۔ اس کے مقابل غرناطہ کے بادشاہ نے سبطہ فتح کر لیا تھا جس کی پھر تسخیر کے لیے مدد حاصل کرنے کے لیے وہ بذات خود نومبر ۱۲۷۴ء میں بارسلونا گیا تھا۔ وہاں جا کر اوس نے علاقہ

اراگان کے عیسائی بادشاہ ایاگو اول سے دستی کا معاہدہ کیا۔ اور اس عہدنامہ کے رو سے بادشاہ مذکور نے سبطہ کی فتح کے لیے یعقوب کو دس جہاز اور پانچسو پیادہ کی مدد دینے کا ذمہ لیا۔ اس واقعہ کی تفصیل بارھویں فصل مین درج ہے۔

ہسپانیہ سے اسید فہ یعقوب محض ایکطرح کی گرداوری کرکے واپس آگیا۔ مراکو واپس پہونچکر اوس نے اپنے عہد کے بیسویں سال دیار دیگار قایم کی۔ وہ یادگار فاس کا نیا شہر ہے۔ جسے اسوقت مدینہ البیضا کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اور سکا نقشہ خود امیر نے تجویز کیا۔ اور منجمون سے دریافت کرکے ۱۲۷۶ء کی نہایت سعد تاریخ کو بھ گن اور ساعت مین اس کی بناء قایم کی گئی۔ اسیوقت کمتاسا مین ایک قلعہ اور جامع مسجد تعمیر کرائی گئی۔ ان عمارتون سے فارغ ہوکر اس نے ہسپانیہ پر جہاد کرنیکا پھر عام اعلان مشتہر کیا۔ لیکن قبایل مسلسل جدال و قتال سے ایسے تھک گئے تھے کہ بہت تھوڑے لوگ جمع ہوئے۔ مگر اس سے یعقوب کا عزم سست نہ ہوا۔ اور وہ اپنی خاصہ فوج لیکر ۱۲۷۷ء مین آبنائے سے عبور کر گیا۔ بادشاہ کی یہ الوالعزمی دیکھکر قبایل کی رگ حمیت بھی متحرک ہوگئی۔ اور مجاہدین جوق در جوق اوس کے پاس جمع ہونے شروع ہوگئے۔ جب سب سامان تیار ہوگیا تو قرطبہ پر چڑھائی کی گئی۔ اور اشبیلیہ کی دیوار تک کل علاقہ غارتیون نے اپنے گھوڑون کے سمّون سے روند ڈالا۔ وہان دریا کو اڈل[1] کور کے کنارہ پر فریقین مین معرکہ کارزار ہوا۔ میدان مسلمانون کے ہاتھہ رہا اور عیسائی شہر کی چار دیواری کی پناہ مین چلے گئے۔ مگر مجاہدین کے مسلسل دھاوون نے انھین وہان بھی چین نہ لینے دیا۔ اور ربقون صنقت روض القرطاس عیسائی مایوسی کا شکار اپنے سرون کو فصیلون سے ٹیکنے لگ گئے۔ اور جب اونھون نے کوئی مفر نہ پایا۔ تو اپنے پادریون کو بھیجکر صلح و امان کی التجا کی۔ جو مان لی گئی۔ صرف اس اکیلے معرکہ مین ۱۸ ہزار عیسائی قتل ہوئے۔ جن کے سرون سے مینار بنایا گیا۔ اور مؤذن نے اوس کی چوٹی سے صدائے اللہ اکبر بلند کی۔ دوسرے برس ۱۲۷۸ء مین ملاگا کے امیر نے جو ابن الاحمر امیر غرناطہ کا رقیب تھا۔ اپنا شہر یعقوب کے حوالہ کردینے کا معاہدہ

[1] عربی کی طرح ہسپانوی بھی اوسو واد ملکسیر ہی پکارتے ہین۔ یہ بگڑا ہوا نام صرف دیگر یورپین زبانون مین رائج ہے۔ مترجم

مگر ابھی حوالہ نہ کیا تھا۔ کہ ابن الاحمر[1] یعنی رسن اور الفونسو دہم والیے کیسٹل تیسون نے باہم متفق یہ بندرگاہ پچاس ہزار دینار پر اسپر مذکور سے خرید لیا۔ اور بنی مرین سے پہلے اوسپر قابض ہوگئے۔ بن بعد الفونسو نے الجیراس کا محاصرہ جاکیا۔ مگر محصورین کبوتروں کے ذریعہ قلعہ جبل طارق سے برابر خط وکتابت کرتے رہے۔ اور ۱۲۷۹ء مین مہیا یہ مراکشی بنا درکے باشندون کی امداد سے عیسائی فوج کا محاصرہ اوٹھا دیا گیا۔ سبطے کے گورنر فقیہ الآزفی نے ۴۵ جہاز کی مدد بھیجی۔ اور اس کی رعایا مین سے اسقدر رجا ہد آئے کہ شہر مین پیچھے ذکور مین سے صرف بچے۔ بوڑھے یا مریض باقی رہ گئے۔ باقی مراکشی بنا درلے ۱۵۔ اور ہسپانیہ کے بندرگاہ المونیکا نے بارہ جہاز بھیجے۔ صاحب روض القرطاس لکھتا ہے: شانجیہ۔ قصر الصغیر اور سبطے کے مسلمان مسلسل چار رات تک فصیلون پر کھڑے ہوئے سارگاہ ایزدی مین فتح ونصرت کے لیے عجز ونیاز دعا مانگتے رہے۔ اونکی آنکھین مقابل کے ساحل پر لگی ہوئی تھین اور شہرون کے کل پھاٹک چوبٹ کھلے ہوئے تھے۔ اونکی التجائین قبول ہوگئین۔ اگرچہ ہسپانوی جہاز آدمیون سے اسطرح بھرے ہوئے تھے جیسے پہاڑ کی چوٹی کو تون سے اوہین ہزیمت نصیب ہوئی۔ اور مسلمانون نے شہر کی فصیل و برج کو انہ سر نو مستحکم کر لیا۔

عجیب اتحاد کے ان فتوحات سے فارغ ہوکر یعقوب نے رفعہ فتنہ وشر کے لیے غور سن سے بشرائط مناسب آیندہ کے واسطے مصالحت کر لینے کی بہت کوشش کی۔ مگر مسلمانون کی طاقت باہمی جدال وقتال مین ضائع نہو۔ مگر جب وہ نہ مانا۔ تو مجبوراً تلوار سے کام لینا پڑا۔ اور یعنو رسن کو ۱۲۸۴ء مین پھر سخت شکست ملی۔ اس سے کچھ عرصہ بعد بنی مرین کی تیسری یورش کے لیے حسن اتفاق سے ایک عجیب صورت پیدا ہوگئی۔ ۱۲۸۲ء مین الفونسو کاولی عہد سانچو جو بعد مین سانچو چہارم الملقب

[1] یہ پہلے متن مین لکھا جا چکا ہے کہ ابن الاحمر ایک طرح سے شاہ کیسٹل کا باجگزار ہوگیا ہوا تھا اور اسکی فوجین عیسائی لشکر کی مدد کو جایا کرتی تھین [2] علم نجوم کے متعلق جو جدولین الفونسو کے نام سے مشہور ہین۔ وہ اسی کے عہد مین مرتب ہوئی تھین۔

بہ اعظم وشجاع کے نام سے حکمران ہوا۔ باپ سے بگڑ گیا۔ اور اسکا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ اوسے لاچار ہوکر اپنے قدیم دشمن یعقوب سے مدد مانگنی پڑی۔ یعقوب کی فرانس کے بادشاہ سے براہ راست خط وکتابت تھی۔ اسوقت فلپ سوم حکمران تھا۔ یعقوب نے اوسے لکھا کہ اپنی کسی ذاتی غرض کو ملحوظ نہ رکھکر مین نے محض خدا واسطے اس التجاء کو قبول کرلیا ہے۔ پھر ایفائے وعدہ جرار فوج لیکر اندلسیہ مین داخل ہوگیا۔ اور بانیمونہ کو سزا دیتا ہوا قرطبہ کی دیوارون تک پہونچ گیا۔ وہ راتوں رات کوچ کرتا ہوا ایسا ناگہان پہونچا۔ کہ سانچو شہر کی حفاظت کا کچھ انتظام نہ کرسکا۔ اور شہر چھوڑکر بھاگ جانے کے سوا اوس کے لیئے کوئی چارہ نہ رہ گیا۔ قرطبہ کی فتح سے پہلے الفونسو نے اپنا تاج شاہی گروی رکھکر یعقوب سے ایک لاکھ دینار قرض لیے تھے۔ کہ وہ اس روپیہ سے خود بھی کچھ فوج مرتب کرے۔ یہ تاج تا ریخ رہن سے ایک صدی بعد تک بھی بنی مرین کے شاہی محلات ہی مین دکھائی دیتا رہا۔ عیسائی بادشاہون کو اوسے فک کرانے کی توفیق نہ ہوئی۔ قرطبہ مین الفونسو کو پھر تخت پر بٹھاکر مجاہدین کا لشکر میڈرڈ اور ٹولیڈو ہوتا ہوا جن دونون شہرون کو بھی مطیع کرلیا گیا ۱۲۸۳ء مین ملاگہ پہونچا اور اوسکا محاصرہ شروع کردیا گیا۔ مگر ابن احمر جو اب تک سانچو کا رفیق رہا تھا۔ اب بنی مرین سے اتحاد کرلینے کا مستدعی ہوا۔ اور دونون کے متفقہ لشکر زبردست عیسائی علاقہ مین بڑھتے چلے گئے۔ اس اثنار مین الفونسو مرچکا تھا۔ اور سانچو شرحا وقانونا کیسٹیل اور لیون کا بادشاہ ہوگیا تھا۔ متواتر ہزیمتون نے اوسے اطاعت ماننے پر مجبور کردیا۔ وہ طلب امان کے لیئے بذات خود امیر کے دربار مین حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ جو شرائط پیش کی جائین۔ مین اونہین قبول کرونگا۔ امیر نے اس موقعہ کے لیئے اپنے دربار کو نہایت تکلف سے سجایا۔ کل مسلمان سفید پوشاکین زیب تن کئے ہوئے تھے جنکی براقی سے تمام فرش نور کا بقعہ معلوم ہوتا تھا۔ سانچو اور اوسکے ہمراہی سیاہ لباس مین حاضر ہوئے۔ امیر نے یہ شرائط پیش کین۔ وہ مراکو کے فرمانروا کو اپنا شہنشاہ تسلیم کرے۔ اور اس بات کا عہد کرے کہ اس کی قلمرو مین خشکی وتری ہر جگہ تمام مسلمانون کو خواہ وہ مراکشی رعایا ہون۔ یا اور کامل آزادی حاصل ہوگی اور اُن سے کوئی ٹیکس یا خراج نہین لیا جائیگا۔ تیسرے وہ عربی کی تمام قلمی کتابین

جو اوس کی قلمرو مین ہین جمع کرکے امیر کو بھیجدے۔ چنانچہ شرط سوم کی تعمیل مین اوس نے کتابون کے تیرہ بڑے بڑے گٹھے اسلامی لشکر کو بھیجدیئے۔ یہ عموماً فقہ و حدیث اور علم ادب کے متعلق تھین۔ اونکو یعقوب نے اس مدرسہ مین بھیجدیا۔ جو اوس نے فاس مین قایم کیا تھا۔ اور دوسری طرف اس محنت و تلاش کے صلہ مین سانچو کو بیس لاکھ درہم ارسال کئے۔

یعقوب کو پھر وطن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ وہ ہسپانیہ سے مراکو واپس جاتا ہوا الجزیرا مین بیمار ہوگیا۔ اور وہین ۱۲۸۶ء مین ۱۹ برس کی شاندار حکومت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہ گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور اوسکا بیٹا یوسف چہارم تخت نشین ہوا۔ اوس نے اپنے باپ کی فتوحات کا خوب سیر ہوکر پھل اٹھایا۔ ۱۲۹۱ء مین تلمسان کا محاصرہ کیا۔ جس مین منجنیقون اور دیگر قسم کی قلعون سے بھی کام لیا گیا۔ مگر شہر فتح نہ ہوا کچھ عرصہ بعد عبداللہ بن احمر نے امیر غرناطہ کی سعی و کوشش سے سانچو کی بجائے مراکو کا غرناطہ سے اتحاد ہوگیا۔ اور ۱۲۹۱ء مین یوسف نے ہسپانیہ پر حملہ کرکے اپنے نئے حلیفون کی مدد سے طاکہ کو فتح کرلیا۔ عبداللہ کو توقع تھی کہ یوسف یہ مقام اوسے دیدیگا۔ اس لیئے وہ استقبال کے لیئے ٹانجیر تک آیا۔ اور وہان آکر وہ قرآن الشریف

لہ اس کلام مجید کے متعلق التونسی تلمسان کے خاندان بنی زیان کی تاریخ مین مختلف روایت لکھتا ہے اسکا بیان ہے کہ یہ قرآن مجید عبدالمومن قرطبہ کی مسجد سے مراکش لایا۔ اور اسکی دوبارہ مرصع طلائی جلد بندہوائی۔ اوسے ایک برق رفتار سانڈنی پر فوج کے آگے بطور نشان رکھا جاتا اور اسکے پیچھے کئی اونٹون پر تفسیرین ہوتین۔ اسلی کی لڑائی مین اوسے بنی مرین کی سپاہ نے چھین لیا۔ اور اس کی مرصع جلد کو اوکھاڑ کر قرانمجید کو سترہ درہمون پر بانہ ارمین بیچدیا مگر بنی زیان کو جلد اوس کی اصل کیفیت معلوم ہوگئی۔ اور اوسے دوکانداروں سے خرید کر بڑے ادب و احترام سے شاہی محل مین حفاظت تمام رکھا گیا۔ ازمنہ مابعد مین اوسے حاصل کرنے کیلئے ٹونس مراکو اور ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہون نے بہتیری کوشش کی۔ مگر سب تمنا کی حسرت لیکر ہی چلے گئے۔ ہمارے بادشاہون نے اسے جداکرنا کبھی منظور نہ کیا کیونکہ وہ اس مقدس خاندان کی نسل سے ہین جس پر قرانمجید نازل ہوا تھا۔ (دیکھو صفحہ آیندہ)

بطور تحفہ بھیجی گیا جسے خاندان بنی امیہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے رہے تھے۔ اور اس کی نسبت عام روایت مشہور تھی کہ اسے خلیفہ ثالث عثمان ذوالنورین نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ مگر خانہ امید خالی رہا۔ یوسف نے طارفہ اپنے ہی قبضہ میں رکھا۔

اس اثنا تک بنی مرین کی طاقت و شوکت کی خبر دور دور تک پہونچ چکی تھی۔ اگر ایک طرف پرتگال اور بایونہ سے مسیحی سفراء مبارکباد اور تہنیت کے پیغام اور اظہار اخلاص و رفاقت کے مراسلے لیئے چلے آتے ہیں۔ تو دوسری طرف حفصی امراء تونس سے جہازوں کی کمک بھیج رہے ہیں۔ ۱۳۰۰ء میں مصر کے مملوک فرمانروا کیطرف سے ہاتھی۔ زرافے۔ اور دیگر تحائف موصول ہوئے۔ اوسی سال شرفاء مکہ کا ایک وفد پہونچا۔ جن کی آمد سے خوش ہو کر سالانہ حج کا سلسلہ جو خانہ جنگی کے دوران میں بند کر دیا گیا تھا۔ کھولدیا گیا۔ اور ۱۳۱۲ء میں پہلا قافلہ امیر یعقوب نے بڑے جاہ و حشم سے حجاز کو روانہ کیا۔ اور اس کے ساتھ پانسو سپاہی حفاظت کے لیئے کر دیئے۔ دوسرے برس اس سے بھی بڑا قافلہ بھیجا گیا۔ مگر واپسی کے وقت تلمسان کے عربوں نے یوسف کے ان خادموں کو جو اس قافلے کے ہمراہ گئے تھے لوٹ لیا۔ صدی کے خاتمہ کے قریب یوسف تلمسان کے محاصرہ میں مشغول تھا۔ یہ محاصرہ جو اس نے ۱۲۹۹ء میں کیا۔ پورے ایک سو مہینے قایم رہا۔ اور یوسف کی موت کے ساتھ ختم ہوا۔ جسے ایک شقی القلب غلام نے ۱۳۰۶ء میں سوتے ہوئے کو خنجر سے شہید کر دیا۔ اس کی لاش سلا میں لاکر دفن کی گئی۔ اذرن۔ البیر زا اور بوجہ کو اوس نے ۱۳۰۱ء میں فتح کر لیا تھا۔ مگر اس کی طاقت و جبروت کی سب سے بڑی نشانی وہ نیا شہر تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۵، وہ ایسے بیش قیمت درخت کو کب اپنے سے جدا کر سکتے تھے۔ پس وہ نسلاً بعد نسل باپ سے بیٹے کو پہونچتا رہا۔ گو آخر کار ایک زمانہ میں وہ کسی نہ کسی طرح انکو مفارق سے جاتا رہا۔ اسقدر لکھنے کے بعد مورخ مذکور بنی زیان کو ہاشمی الاصل ثابت کرنے کے لیئے ایک شجرہ نسب درج کرتا ہے۔ جس میں محمد رسول کا سلسلہ بنی ادریس سے ملایا گیا ہے۔ مگر یاد رہے جانے ہیں کہ مراکو میں ہی نہیں کل دنیا میں ایسے ہزارہا فرما گھڑی شجرہ نسب موجود ہیں دیگر سورخین کا بیان ہے کہ جب مراکو کے بادشاہ علی نجم نے ۱۳۳۳ء میں تلمسان کو فتح کیا تو یہ قرآن مجید بھی اسے مل گیا تھا۔ مؤلف۔

جسے تلمسان کے مقابل اوس نے منصورہ کے نام سے تعمیر کرایا۔ یہ شہر گو اوس کے نشانی فرودگاہ تھا۔ جس طرح دو سو سال بعد مہاینیہ کے مسیحی بادشاہون نے غرناطہ کے محاصرہ کیوقت اوس کے سامنے ایک نیا شہر بنام سنٹافی بنالیا تھا۔ مگر اسے منصورہ کے برابر عمر نصیب نہ ہوئی۔ وہان کی جامع مسجد کا نصف مینار ابتک ایستادہ ہے شہر اور اس کی عمارت کی شان و شوکت کا پتہ بتا رہا ہے۔

یوسف کے بعد اوسکا بیٹا اور پھر بھائی تخت نشین ہوئے۔ جو تھوڑے تھوڑے دنون کے وقفہ کے ساتھ قتل کرا دیئے گئے۔ اور اون کے بعد اوسکا پوتا عمر ابو ثابت منصورہ مین سلطان مشتہر کیا گیا۔ مگر اوسے بھی ایک برس سے زیادہ حکومت کرنا نصیب نہ ہوا۔ وہ ۱۳۰۸ء مین قصبہ ٹانجیر مین فوت ہوا جہان سے اس کی لاش دفن کرنے کے لیے سلا پہونچائی گئی۔ قطاوین کا موجودہ شہر اسی برس تعمیر ہوا۔ اس کا جانشین اس کا چھوٹا بھائی سلیمان اول ابو ربیعہ ہوا۔ جسے بھائی سے صرف دو گنا عرصہ حکومت کرنی ملی۔ اس کے عہد کا بڑا واقعہ سبطہ کی تسخیر تھی۔ چوبیس برس کے بعد ابا یاکو ثانی شاہ اراگان کی مدد سے امیر غرناطہ سے فتح کیا گیا۔ لیکن ویسے ہی اوس کے مقابل فرنڈ و چہارم شاہ کیسٹیل نے بنی مرین سے جبل طارق فتح اور طارفہ کا محاصرہ کر لیا۔

اس کی وفات پر یعقوب ثانی کا ایک بیٹا مسمی عثمان ثانی الملقب بہ ابو سعید ۱۳۱۰ء مین بادشاہ ہوا۔ اسیکی شان مین اوس کے ہمعصر ایک شاعر نے وہ مشہور عربی رباعی کہی تھی۔ جسکا ترجمہ اردو مین حسب ذیل ہے "خلافت اوسے اباعن جد وراثت مین پہونچی ہے۔ وہ حق ہی اوسی کا تھی۔ اور وہ خلافت کے لیے ہی موزون تھا۔ اگر وہ اس کے سوا کسی اور کو ملی ہوتی تو دنیا تہ و بالا ہو گئی ہوتی" اس رباعی سے یہ پتہ مل سکتا ہے۔ کہ اوس زمانہ کے علم ادب کی شاخ شعر و سخن کا رنگ ڈھنگ اور مذاق کیا تھا۔ شاعر کو اس بے اندازہ تعریف کا اس سے موقعہ ملا۔ کہ اوس کے عہد کے پہلے ہی سال جبل طارق عیسائیون سے فتح کر لیا گیا۔ اور اونکا بیڑہ معدہ و فنا کر دیا گیا تھا۔ دو برس بعد ۱۳۱۲ء مین البجیراس امیر غرناطہ کو واپس دیدیا گیا۔ مگر ۱۳۱۹ء مین جب امیر مذکور نے رہائی کیسٹیل کے مقابلہ کے لیے مدد مانگی۔ تو ہمکار

کر دیا گیا۔ ۱۳۲۰ء ہجری مین عثمان کے ایک بیٹے عمر نے بغاوت کر کے لمافیلالت مین اپنی علیحدہ حکومت قایم کر لی۔ اور باپ کی وفات تک جو ۱۳۳۱ء مین واقع ہوئی۔ صوبہ مذکور پر متصرف رہا۔ مگر وارث تخت عثمان کا ایک اور بیٹا ابوالحسن علی نبیم ہوا۔ جو سلطان الاسود کے لقب سے عام طور پر پکارا جاتا تھا۔

اس کے عہد کا بڑا واقعہ تلمسان کا کامیاب محاصرہ ہے۔ اس نے ۱۳۳۵ء مین علاقہ مذکور پر فوجکشی کی۔ راستے مین اوسے بنی یملے اوجہ کو فنا و معدوم کیا۔ اور پھر تلمسان کا محاصرہ شروع کیا۔ جس کے دوران مین اوس نے یوسف چہارم کی تیار کردہ فصیلون سے بھی فایدہ نہ اوٹھایا۔ بلکہ اُنپر اور کئی بُرج بھی ایزاد کئے۔ دو برس کی مسلسل کوشش کے بعد وہ اپنے مدعا مین کامیاب ہو گیا۔ لیکن مراکشی اس پر صرف پچاس برس ہی قبضہ رکھ سکے۔ ۱۳۴۴ء مین علی نے ہسپانیہ پر چڑھائی کی۔ مگر طارفہ کے قریب بمقام راڈسلاڈو۔ الفونسو نہم سے شکست اوٹھائی۔ مغرب مین بزور شمشیر اقتدار بڑھانے مین ناکام رہنے پر اوس نے بلطف و مدارات مشرق مین اپنی نفوذ نامی بڑھانے کی اس طریقے سے کوشش کی۔ کہ اس نے ہاتھ سے متحد و قرآن شریف لکھوا کر مدینہ اور یروشلیم کو روانہ کئے۔ اور وہان کے حکمرانون سے درخواست کی کہ اوس کے ملک کے حجاج کی تکالیف و خطرات سے نگہداشت کی جایا کرے۔ ۱۳۴۷ء مین ٹونس پر فوجکشی کی۔ مگر دوسرے برس قیروان کی دیوارون کے نیچے ایسی شکست کھائی کہ عوام مین مشہور ہو گیا کہ وہ مر گیا ہے۔ اس افواہ کے سنتے ہی قسطنطینہ[1] اور بجایہ کے باشندون نے آزادی کا اعلان کر دیا۔ اور دوسری طرف علی کا بیٹا ابوالعنان فارس اول نے تلمسان و فاس مین شاہی منصب اختیار کر لیا۔ اور پھر جدید فاس کو دہا کر کے فتح کر لیا۔ یہ زمانہ تھا کہ علی نے پہلے سبطہ مین اور پھر طافیلالت مین پناہ لی۔ ابوالعنان وہان تک تعاقب مین پہونچا۔ لیکن درینولا ۱۳۵۰ء مین علی مراکش پہونچ چکا تھا۔ جہان کے باشندون نے بڑی مسرت سے اپنے بادشاہ کا استقبال کیا۔ ابوالعنان کو

[1] حفصی امیر نے خاندان حفص کے مورخ ابن قنفذ کو اسی جگہ ابوالعنان سے مصالحت کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

بادشاہی کا چسکا پڑ چکا تھا۔ باپ بیٹے کی افواج مین ایک سال بعد میدان ام الربیعین دست بدست گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ جس مین فتح شکست اٹھلنے پر علی باضابطہ طور پر تاج و تخت سے دست بردار ہوگیا۔ بیٹے کی نافرمانی اور دست برداری کی نوبت سے اوسے ایسا صدمہ پہونچا کہ خون جاری ہوگیا۔ اور چند لحظون کے بعد اوس کا دم نکل گیا۔ یہ خبر سے پہلے اس کی لاش بیٹے کے خیمہ مین لائی گئی۔ جس نے اوسکا بڑا ادب و احترام کیا۔ برہنہ سر ہوکر لاش یحیان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور اپنے والد کے منظوران نظر کو انعام و اکرام سے لاد دیا۔ سلاطین اسکی قبر کے تعویذ کا کتبہ اب تک قایم ہے۔ اس مین معمولی القاب و خطابات کے علاوہ تاریخ و مقام وفات اور موقعہ قبر تبلایا گیا ہے۔ اسی قبر کے متصل ابوالعینان کی والدہ کی قبر ہے۔ جس کی تعویذ کے کتبہ مین تاریخ وفات اور متوفیہ کی منزلت کے علاوہ اس کی عفت و پارسائی۔ فصاحت و بلاغت اور خیرات و مبرات کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ خاتون موصوفہ کا نام شمس الضحی تہا۔ ایسے نام عموماً عیسائی کنیزون کے رکھے جاتے تھے۔ مگر بعض مورخون نے اوسکا نام شافیہ بھی لکھا ہے۔

ابوالعینان نے سب سے اول تلمسان اور الجیریا پر فوج کشی کی۔ اور انکو تابع فرمان بنایا۔ اس سے دو برس بعد ۱۳۵۴ء مین طرابلس کے حکمران نے کہلا بھیجا کہ شہر کو فدیہ دیکر اہالی جنوا کے تصرف چھوڑانے کے لیئے پچاس ہزار دینار کی ضرورت ہے۔ ابوالعینان نے بلا تامل پانچ چرلدوا کر یہ رقم بھیجدی۔ اسی سال سلطان غرناطہ محمد پنجم کا سفیر عیسائیون کے برخلاف مدد عطا کرنیکی درخواست لیکر آیا۔ اسکی بھی درخواست بڑی خوشی سے قبول کرلی گئی مگر کسی نہ کسی وجہ سے وعدہ امداد کا ایفا نہ کیا گیا۔ اس واقعہ سے چند برس بعد جب محمد کو اس کے بھائی اسمٰعیل نے معزول کردیا تو وہ فاس کو بھاگ آیا۔ اور دو تین برس تک وہان ابوالعینان کا مہمان رہکر اپنے ملک کو واپس گیا۔ اور پھر اپنے تاج و تخت پر متصرف ہوگیا۔

ابوالعینان کو عربون سے سخت نفرت تہی۔ اور اسیوجہ سے وہ اونکے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتا تہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوس نے ۱۳۵۵ء مین قسطنطین اور

لہ عیسائی مورخ ضیا پر لکھتا ہے کہ ہسپانیہ کے عیسائی بادشاہ پیڈرو ظالم نے بھی سپاہ بیٹے کے تنازعہ مین ابوالعینان کو مدد دی تہی +

ٹونس کو فتح کیا ہی تہا کہ خبر پہونچی۔ کہ فوج مقیمہ فاس کے بہت سے عرب افسر ملازمت چھوڑ کر چلدیئے ہین جس پر اوسے فوراً فاس واپس جانا پڑا۔ دوسرے ہی برس ۱۳۵۸ء مین وہ فاس مین فوت ہوگیا۔ اور اوسکا بیٹا سعید اول جو ابھی بچہ ہی تھا۔ برائے نام باپ کا جانشین ہوا۔ متوفی سلطان کے بہائی ابوسالم ابراہیم نامی نے ۱۳۵۹ء مین رئیسون کی مدد سے چند ہی ہفتے بعد سبطہ اور طنجہ پر قبضہ کر لیا۔ اور دو برس تک ارض مغرب کا حکمران رہا۔

سوڈان سے راہ و رابطہ کا بھیجا جانا تہا۔ جو سرحد مغرب سے تین ماہ کی مسافت پر واقعہ تہا۔ یہ اون سفارتون مین سے اولین سفارت تہی جسکی طفیل از منہ بعید مین سلطنت مغرب کو بے انتہا فایدہ اور اقتدار و عزت حاصل ہوتی رہی۔ سفارت ۱۳۶۰ء مین بہیجی گئی۔ اسوقت مالی پر سلطان امیر سلطان منانا اط حکمران تہا۔ جو سلطان منا سلیمان کے بعد تخت نشین ہوا تہا۔ منسا ناط نے سلطانی سفیر کی واپسی پر بیش بہا ہدایا اپنے آدمیون کے ہاتھ روانہ کئے۔ اُن مین ایک زرافہ جانور بھی تہا۔ ابی سالم نے سفرا سے بھرے دربار مین ملاقات کی۔ جو بڑے تکلف کے ساتہہ سجایا گیا تہا۔ زرافہ کو اب پہلی دفعہ اہالی مغرب نے دیکہا تہا۔ اس عجیب الخلقت جانور کے معاینہ ہی سے اونکی حیرت و بیخودی کی حد نہ رہگئی تہی۔ مگر جب اونہون نے دیکہا کہ سوڈانی سفیر اظہار تعظیم کے لیئے خاک اپنے سر پر ڈالتے ہین۔ اور ترجمان کے بیان کی تصدیق مین ہر مرتبہ پر اپنی کمانون کو جہکاتے ہین۔ تو اونکا تعجب اور بہی بڑہ گیا۔ مورخ ابن خلدون نے اس موقعہ پر ابی سالم کی شان مین ایک طویل قصیدہ لکہا ہے۔ جس مین زرافہ کے متعلق وہ حسب ذیل لکہتا ہے: ؎

ورقیۃ الاعطاف حالیہ	موشیۃ بوشایج البرد
وحشیۃ الانساب بالشب	فی موحش البیداء بالقرد
تسمو بجید بالع صعدا	شرف الصروح بغیر ما جہد
طالت رووس الشامخات بہ	وربما قصرت عن الوہد

؎ خوبصورت کڈنگ تین جانورون کی شکل رکہنے والا جانور۔

ابی سالم کی وفات پر ۱۳۶۱ء تک پانچ برس کے لیئے مراکو تین مدعیان تخت ابوعمر ثانی شفین ثانی۔ عبدالحلیم اور محمد پنجم مین منقسم خانہ جنگی کا شکار رہا۔ آخر عبدالعزیز اول ابوالعینان کا ایک اور بھائی خاصی طاقت پکڑکر تخت نشین ہوا۔ اسوقت غالباً انگلستان کا ولی عہد ایڈورڈ الموسوم پہ شہزادہ سیاہ پوش باپ کیطرف سے مغربی فرانس کے علاقہ بورڈو پر حکمران تہا۔ عبدالعزیز نے ۱۳۶۸ء مین سفارت بہیجکر اس سے دوستانہ راہ و رسم قایم کی۔ اس کے عہد کا دوسرا اہم واقعہ الجزیرہ خضرا کا فتح ہونا تہا۔ اس شہر پر ابی الحسن کے عہد سے سپہانوی عیسائیون کا قبضہ چلا آتا تہا۔ عبدالعزیز نے ابن الاحمر والیئے غرناطہ کو لکہا کہ مجھے چند باغیون کی سرکوبی سے فرصت نہین۔ تم اس شہر کو کفار کے پنجہ سے چہڑانے کا ثواب حاصل کرو۔ جہاز و آدر منقدی وغیرہ سے مین بہی تمہاری مدد کرونگا۔ ابن الاحمر نے اوسے مان لیا۔ اور شہر کا محاصرہ کر لیا گیا جسے محافظین نے تنگ آکر کچہ عرصہ کے بعد مسلمانون کے حوالہ کر دیا۔ اور وہان پہر شعایر اسلام رائج ہو گئے۔ مگر دس برس بعد شہر مذکور کو اس سے بالکل برباد کر دینے کی تجویز کی گئی۔ کہ عیسائیون کو اس پر حملہ کرنیکی کوئی وجہ ترغیب ہی نہ رہجائے۔ چنانچہ ۱۳۶۸ء مین اوسے ایسا برباد کر دیا گیا کہ گویا کبھی پہلے وہان کوئی شہر آباد ہی نہ تہا۔

۱۳۷۲ء مین باپ کی وفات پر محمد السعید چہارم ابن عبدالعزیز تخت نشین ہوا۔ مگر دو برس ہی مین اوس کے باپ کی تمام کوششون پر جس نے بڑی مشکلون سے سلطنت کے پراگندہ اجزاء کو مجتمع کیا تہا۔ پانی پہر گیا۔ اور ملک پہر کئی دعویداروں مین منقسم ہو گیا دس برس تک احمد ثانی ابوالعباس المستنصر جو سوقت تک طنجہ مین نظربند تہا سلطنت کے شمالی حصہ پر اور عبدالرحمن اول جنوبی حصہ پر اور عبدالرحمن اول جنوبی حصہ پر قابض رہا۔ البتہ سرحدی قصبہ ازمور ہ امیر فاس کے زیر فرمان رہا۔ لیکن ویسے ہی متذکرہ صدر دونون رقیب فاس اور مراکش پر حملہ آور ہوتے رہکر ملک کو ویران و تاراج کرتے رہے محمد نے تخت نشینی کے پہلے ہی سال ٹیولس و بوجہ کو فتح کرکے خراج مقرر کر دیا۔ مگر یہ فتح عارضی ثابت ہوئی۔ ۱۳۷۵ء مین تلمسان کو فتح کیا۔ اس سے دو برس بعد ایک رشتہ دار موسیٰ ثانی نے اوسے معزول کرکے غرناطہ کو جلاوطن کر دیا۔ اور پہر سلطنت کو محمد

(المنتصر) ایک نے مدعی تخت کے ساتھ آپس میں تقسیم کر لیا۔ ملک میں یہی دونوں شخص حکمران نہ تھے۔ معزول سلطان کے وزیر ابن ماسائی کو ابتک بہت اقتدار حاصل تھا۔ اوس نے ۱۳۸۶ء میں امیر غرناطہ کو ایک مریض شہزادہ کو جو نہایت غریب مزاج تھا بحیثیت تخت مراکو بھیجنے پر رضامند بنا لیا۔ اور جب یہ شہزادہ آیا تو اوسے محمد ہفتم الواثق کے خطاب سے سلطان مشتہر کر دیا۔ مگر ابن ماسائی کی کامیابی دیرپا نہ ثابت ہوئی۔ اہل مغرب نے ہسپانویوں سے مدد مانگی۔ جن کے پاس امیر غرناطہ کے چند لواحق جو مدعی تخت تھے۔ سیول میں نظر بند تھے۔ ادہر موسیٰ نے قصبہ سبطہ جو اوس نے سابقہ مدد کے معاوضہ میں غرناطہ کو دیا تھا۔ پھر واپس لے لیا۔ اور ۱۳۸۷ء میں احمد ثانی نے وہاں واپس آکر کچھ عرصہ کی محرومی کے بعد اپنے تخت پر دوبارا قبضہ کر لیا۔ اور ابن ماسائی کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر اوسے ہلاک کروا دیا۔ مورخ عظیم ابن خلدون کی تاریخ اس مقام تک پہونچکر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ چودھویں صدی عیسوی کے آخری نصف حصہ میں کبھی شاہ غرناطہ کے ہاں اور کبھی دربار مراکش میں مناصب جلیلہ پر مامور رہتا رہا تھا۔ آخر عمر میں وہ مصر چلا گیا تھا جہاں کہ ملوک حکمرانوں نے اوسے بہت عزت و احترام سے اپنا مہمان بنایا۔ اس کے بعد پھر کسی مؤرخ نے دیسی شرح و بسط سے اس ملک کی تاریخ کا سلسلہ جاری نہ رکھا۔ مولانا احمد نے اپنی تازہ تصنیف کتاب الاستقصاء لاخبار دول المغرب الاقصا میں بشیک حتے الوسع کسی اہم واقعہ کو فروگذشت نہیں ہونے دیا۔ لیکن ابن خلدون کی بات ہی کچھ اور ہے۔

چودھویں صدی مسیحی کا آخری زمانہ ابنائے کے دونوں طرف کی اسلامی سلطنتوں کے لیئے کمال نحوست و ادبار اور ویرانی و بربادی کا زمانہ تھا۔ غرناطہ میں متوفی امیر کے بیٹوں میں خانہ جنگی محض مراکشی سفیر کی مداخلت اور بیچ بچاؤ سے رکی۔ مگر عام افواہ ہے کہ پانچ برس بعد اکثر سلطان ہی اپنے ہمعصر امیر غرناطہ کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ اوس نے ایک زہر دار عبا ۱۳۶۹ء میں شاہ غرناطہ کو تحفتاً بھیجی۔ جس کے پہنتے ہی وہ مر گیا۔

مراکو میں ابی العباس احمد ثانی کے بعد اوس کا بیٹا ابی فارس عبدالعزیز ثانی

سنہ ۱۳۹۳ء میں تخت نشین ہوا۔ ابی العباس نے عہد کا ایک قابل تذکرہ واقعہ یہ تہا۔ کہ ایک مراکشی امیر یوسف بن علی حج بیت اللہ کو گیا۔ واپسی کے وقت وہ مصر میں علامہ ولی اللہ عبدالرحمن بن خلدون کو ملا۔ جو اوسے مصر کے چیف حکمران الملک الظاہر برقوق اول کے پاس لے گیا۔ وہ بڑی خاطر و تواضع سے پیش آیا۔ اور روانگی کے وقت اوس کے ہاتھ اپنے ملک کی بہت سی قیمتی مصنوعات تحفتاً سلطان مغرب کو روانہ کیں۔ ابی عباس کو اس سے ایسی خوشی ہوئی کہ اوس نے خاص اہتمام و تکلف سے دربار کو سجائے جانیکا حکم دیا۔ اور پھر اس دربار میں یہ ہدایا اُس کے پیش کئے گئے۔ اس کی مکافات میں اس نے بھی اپنے مصری ہمعصر کے لیئے قابل دید تحائف اور بارہ گھوڑے جمع کئے۔ اور انکو یوسف کے ہاتھ بھیجنے والا ہی تہا کہ موت کا پیغام پہونچ گیا۔

عجیب اتفاق] مراکو کے نئے سلطان کیطرح اوس کے ہمعصر تونسوی امیر کا نام بھی عبداللہ بن احمد تہا۔ اور وہ بھی اسی سال تخت پر بیٹھا۔ البتہ اوسکی حکومت مراکشی سلطان کی نسبت بہت زیادہ عرصہ رہی۔ ابی فارس شہ سواری میں نظیر نہ رکہتا تہا۔ اور اسی لئے اوس کی یہ کنیت رکہی گئی تہی۔ اس نے تین سال اور ایک مہینہ حکومت کی۔ بقول مسٹر مکنس اس کا جانشین اس کا بیٹا فارس دوم المتوکل ہوا۔ اور بقول مولانا احمد اس کا بہائی ابی عامر عبداللہ المستنصر باللہ[1] ہوا جو ایک سال پانچ ماہ کی حکومت کے بعد فوت ہوگیا۔ مولانا احمد ابی فارس دوم مطلقاً کوئی ذکر نہیں کرتے۔ اس کے برعکس مسٹر مکنس لکھتے ہیں کہ اس کے متعلق کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ پہر ایزاد کرتے ہیں کہ اس کے عہد میں ابا علی جبل طارق نے ۱۴۰۹ء میں برضاء و رغبت خود غرناطہ کی متابعت چھوڑ کر سلطان مراکو کی حکومت کو تسلیم کیا۔ اور غرناطہ کی حالت ایسی نازک ہو رہی تہی۔ کہ اوسے تونس اور مراکو دونوں سے عیسائیوں کے برخلاف مدد مانگنی پڑی۔

مراکو پر مسیحی یورشیں] مگر خود مراکو میں بہی مسلمانوں کی حالت ایسی کمزور ہو چکی تہی۔

---

[1] مولانا احمد لکھتے ہیں کہ اس صدی کے مشہور ولی اللہ ابوالعباس احمد بن عمر اندلسی اسی عہد میں ۱۴۰۱ء میں فوت ہوئے۔ اور ابو عبداللہ شاہی کتاب نجم ثاقب میں اونکو ابدال وقت میں شمار کرتا ہے۔ انکی قبر قصبہ سلا میں اب بہی زیارتگاہ عام ہے۔

کہان تو ہسپانیہ کے عیسائیون کو ہر وقت الٹی مغرب سے جان کے لالے پڑے رہتے تھے۔ اور کہان اب مراکو بھی ان کی جولانیون کا اکھاڑہ بن گیا۔ شہزادہ ہنری سوم والیٔ ہسپانیہ کا بیٹا معتگل کے عہد میں طاہرین پر ۱۴۰۰ء میں حملہ کر چکا تھا۔ اب پرتگال کو بھی گرمگرمی پیدا ہوئی۔ ۱۴۰۹ء میں ابو عینان کا تیسرا بیٹا ابو سعید سوم حکمران ہوا۔ اوس کے وقت سے مراکو پر مصیبت پر مصیبت وارد ہونی شروع ہوگئی۔ وہ کل کاروبار سلطنت وزراء کو سپرد کرکے خورد و عیش و عشرت مین غرق رہا۔ اور وزراء کی یہ کیفیت تھی کہ وزارت حاصل کرنے کے لیئے مقتدر امیر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے۔ ملک کی کسی کو فکر نہ تھی۔ پرتگالیون نے سب سے اول سبطہ پر ۱۴۱۵ء مین حملہ کیا۔ اور اوسی سال اوسے فتح کرکے وہان اپنی نوآبادی قایم کی۔ اس سے اونکو اپنی تجارت و حکومت کی وسعت و رونق کے لیئے بڑی بڑی امیدین تھین۔ مگر ان مین سے ایک بھی پوری نہ ہوئی۔ اس فتح سے مراکو کا شیرازہ جمعیت اور پراگندہ ہوگیا۔ اس سے دوسرے ہی برس ابو سعید معزول کر دیا گیا۔ اور ملک دو دعویداران تخت۔ سعید دوم اور یعقوب ثالث نے آپس مین بانٹ لیا۔ پادریون نے مراکش سے اپنا بوریا بستر تاریخ قیام سے بعد پہلی مرتبہ اسی دعوی کے عہد مین ۱۴۳۳ء مین اوٹھایا۔ ان کے بعد عبداللہ ثالث خاندان مرین کا آخری حکمران تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد مین پرتگیزون اور ہسپانیولون کو بھی زک ملی۔ پرتگیزون نے ہسپانوی شہزادہ ہنری المشہور بہ جہانزان کے زیر ہدایت طنجہ پر ۱۴۳۷ء مین حملہ کیا۔ مگر مسلمانون کے کثیر التعداد لشکر نے اونکو بمقام مرشاہ ایسے گھیرے مین لے لیا کہ عیسائیون کے لیئے مفر کا کوئی رستہ نہ رہگیا۔ اور اونکو بڑی ذلت کے ساتھ صلح کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ صلح سبطہ کو خالی کر دینے کی شرط پھر ہوئی۔ اور اوس کے ایفاء کی کفالت مین ہنری کا بھائی فرنینڈ و بطور یرغمال مسلمانون کے حوالہ کیا گیا۔ مگر جس وقت ایفائے عہد کی کب اجازت دیگئی۔ قاصد کر بسی صورت مین جبکہ سبطہ پرتگالیون کے پاس تھا۔ اڈھر مملکت مین ایک ہسپانوی شہزادہ مکفول تھا۔ شاہ پرتگال نے سبطہ خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ اور عہد پرست پوپ روم سے خلاف ورزی معاہدہ کی باضابطہ اجازت

حاصل کرلی۔ غریب فرنڈکو اس کی قسمت پر چھوڑ دیا جو کئی سال کی نظر بندی کے بعد غریب الوطنی مین ہی بمقام فاس فوت ہوا۔ ہسپانولیون کو اب تک اپنے ہم مذہبون کی بیوفاداری فراموش نہین ہوئی۔

اسوقت سلطنت زوال و انحطاط کے آخری درجہ تک پہونچ چکی تھی۔ ٹیکسون اور تولس آزاد ہوچکے تھے۔ یورپ مین مراکشی حکومت کا کچھ دخل نہ رہگیا تھا۔ وہان کا آخری حصن حصین جبل طارق ہسپانوی ۱۷۸۴ھ ہجری مین فتح کرچکے تھے اور مراکو مین عیسائیون کا قدم ۱۸۴۶ھ ہجری مین بمقام طنجہ بڑی مضبوطی سے کہ چکا تھا۔ جو اڑھائی سو برس تک پرتگالیون کے تصرف مین رہکر ۱۷۱۴ء مین بطور جہیز شاہ پرتگال کی بہن کو جو شاہ انگلستان چارلس دوم سے بیاہی گئی۔ دیا گیا۔ مگر خوش قسمتی سے عیسائیون کو اندرون ملک مین بڑہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ورنہ اسوقت حالت ایسی تبہ ہو رہی تھی کہ وہ بآسانی تمام مراکو کے مالک بن سکتے تھے۔ ۱۷۱۲ء مین عبداللہ ایک شریف کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اور اس کی وفات پر بنی مرین کا وہ سلسلہ جو امیر عبدالحق مرحوم سے براہ راست چلا آتا تھا۔ ختم ہوگیا۔

اسکے قتل کیوجہ یہ ہوئی کہ اوس نے اس شہر سے ناراض ہوکر فاس پر ایک یہودی کو عامل مقرر کر دیا تھا۔ اس کمبخت نے رعایا کو ستانیکا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور آخر اپنی بدعنوانیون کی لگام یہان تک ڈھیلی چھوڑی کہ ایک دن ایک سیدانی کو گرفتار کرا کر سخت پٹوایا۔ اور جون جون وہ رسول اللہ کا واسطہ ڈالتی۔ اسکا غیظ و غضب اور بڑہتا جاتا تھا۔ اس ظلم و ستم کو باشندگان شہر برداشت نہ کرسکے بسب نے ایک سیدانی عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور اس نے سلطان کو قتل کر دیا۔

مگر اس سلسلہ کے ختم ہونے سے بنی مرین کے خاندان کا عہد ختم نہ ہوا۔ اسکی ایک شاخ بنی وطاس علاقہ ظلیلا مین عرصہ سے حکمران چلی آتی تھی۔ اصیلا فنسی زمانہ کی یادگار ایک نہایت قدیم شہر اور ابنائے جبل طارق سے پرے مراکش کا پہلا بندرگاہ ہے۔ وہان اسوقت سعید[1] ثالث مولائی سعید الشیخ الوطاسی حکمران تہا۔ اور معقول

[1] آخری مرینی بادشاہ اور اولین وطاسی بادشاہ کے ناموں مین مسٹر میکس کو مغالطہ

رکھتا تھا۔ یہ تینوں مؤرخین نے اسے مولائی سعید و سعید ابن الکہاہے اور عبداللہ کو عبید ولاق۔ اس نے اپنے رشتہ دار مقتول سلطان عبداللہ کی موت کا بدلہ لینے کے لیے اوسی سال قاتل شریف پر فوجکشی کر دی۔ شریف کی حکومت کو صرف چند مہینے ہی ہوئے تھے۔ لیکن اس تھوڑے سے عرصہ مین ہی اس نے اپنی طاقت ایسی بڑھا لی تہی۔ کہ آٹھ ہزار آدمیون کی فوج سے الوطاسی کا مقابلہ کیا۔ اور پہلی دفعہ اوسے فاس کے سامنے سے ہٹانے مین کامیاب ہوگیا۔ اس کامیابی مین پرتگالیون کا بھی بہت کچھ دخل تہا۔ اونہون نے الوطاسی کی روانگی پر پیچھے سے اوس کے صدر مقام اصیلا پر حملہ کر دیا۔ الوطاسی اس خبر سے کچھ ایسا گھبرا گیا۔ کہ شریف کی فوج کا باستقامت مقابلہ نہ کر سکا۔ اوسے واپس جانے کی بہت جلدی تھی۔ اس جلدی کی طفیل شریف کو اس پر فتح حاصل ہوگئی۔ مگر الوطاسی کے آنے تک پرتگیزی اپنا کام کر چکے۔ اور اوسکے تمام اہل و عیال سنگجات و اولاد اور تخمیناً پانچہزار باشندون کو اسیر بنا کر لزبن بہیج چکے تہے[1]۔ ادہر شریف اسکا پیچہا کیے جلا آتا تہا۔ جس سے مجبور ہوکر اوس نے اجنبیون سے مصالحت کر لینا ہی قرین مصلحت سمجہا۔ اوس نے نہ صرف عزیلا (اصیلا) بلکہ طنجہ جس کے باشندے اصیلہ پر حملہ ہونے کی خبر سنتے ہی بھاگ گئے تھے، القصر الصغیر (جسے پرتگالی مغربون مارکر ۱۴۵۸ء مین فتح کر چکے تھے۔ اور سبتہ کا بھی جو ۱۴۱۵ء سے اونکے تصرف مین چلا آتا تہا۔ اونکو قانوناً مالک و متصرف تسلیم کر لیا۔ اس کے عوض پرتگالیون نے الوطاسی کے اہل و عیال کو واپس کر دینے کا عہد کیا۔ مگر سد فعہ بھی وہ غداری سے نہ چوکے۔ کئی برسون تک مزید نامہ و

[1] شہر مذکور پر پرتگالی ۱۴۷۱ء مطابق ۸۷۶ھ ہجری مین قابض ہوئے۔ عربی مین غریلہ و اصیلا پکارتے ہین۔ ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۵) ہو گیا ہے اور اگر مولانا احمد کا بیان درست ہی تو اوس نے دونون کے نام باہم بدلا دیئے ہین۔ مولانا احمد مقتول سلطان کا نام سلطان عبدالحق بن ابی سعید اسکے قاتل شریف کا نام جو کچھ عرصہ بادشاہ بہی رہا۔ سید الشریف ابی عبداللہ المتعید اور شریف سے عبدالحق مقتول کا بدلہ لینے والے وطاسی امیر کا ابی عبداللہ محمد الشیخ بن ابی زکریا الوطاسی لکھتے ہین۔ مترجم۔

پیام ہوتا رہا۔ اور کہین چھ برس کے بعد جاکر بہت بڑی نقد رقم اور فرنڈو کی لاش لیکر الوطاسی کے بیٹے محمد کو واپس کیا۔ جب وہ اوسے لیگئے تھے۔ تو ابھی بچہ ہی تھا۔ اونہون نے اوسے پرتگالی طریق پر تعلیم و تربیت دلائی۔ مگر اوس کے دل مین ان بد عہدون کیطرف سے ایسی نفرت بیٹھ چکی تھی۔ جو مدت العمر تک کم نہ ہوئی۔ اہالی مغرب نے اسی چند سالہ رہائش و تربیت کیوجہ سے اوسکا نام محمد برتقالی رکھدیا تھا۔ فرنڈو کی لاش کے متعلق عیسائیون کو یہ اعتقاد تھا کہ اس سے کرامتین سرزد ہوتی ہین۔ اس توہم کی توضیح پندرہوین فصل مین کی جائیگی۔

پرتگالیون سے متذکرہ صدر معاہدہ کرلینے کے شیخ محمد الوطاسی کو فاس کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت مل گئی۔ اوس نے دوبارہ جاکر اسکا محاصرہ کرلیا۔ جو ایک برس تک قایم رہا۔ آخر باشندون نے تنگ آکر شہر کے پھاٹک کھولدیئے۔ قاتل شریعت تونس کو بھاگ گیا۔ اور وہ خاندان وطاس کے پہلے سلطان کی حیثیت مین تخت فاس پر متمکن ہوا۔ دارالخلافہ کی فتح سے فارغ ہوکر اوس نے متصل اضلاع و قبایل کو مسخر کیا۔ اور سلطنت کا کچھ کچھ ڈھانچ قایم ہوگیا۔ مگر عیسائیون کی طاقت ہنوز زور پکڑ گئی ہوئی تھی کہ ۱۴۹۵ء مین ہسپانیولون نے ملیلہ کا بندر بھی فتح کرلیا۔ کہ اب اکیلا وہی کچھ کام کا بندر مسلمانون کے پاس باقی رہ گیا تھا۔ اس واقعہ سے پانچ برس پہلے ہسپانیولون کے فرمانروا فرنینڈو اور ازبیلا غرناطہ کو فتح کرکے سرزمین اندلس سے اسلام کی حکومت کی آخری و قطعی جڑ کھوکھلی کرچکے۔ اور ابی عبداللہ بن الاحمر معزول امیر غرناطہ کو مراکو کیطرف جلا وطن کرکے اکثر اندلسی مسلمانون کو دو ماہ کی اطلاع پر ملک سے خارج کرچکے تھے۔ ابی عبداللہ بن الاحمر نے سلطان محمد الشیخ ابوطاسی کے پاس پناہ لی۔ جسنے اوسے بڑی عزت و حرمت سے اپنے پاس جگہ دی۔ ابن الاحمر نے آنے سے پہلے اپنے وزیر ابی عبداللہ محمد العزفی التلمسانی سے لکھوا کر ایک طویل قصیدہ معہ مرسلہ سلطان مراکو کی طرف بھیجا تھا۔ اس قصیدہ کے ابتدائی ابیات حسب ذیل ہین جن سے خدا کی شان کبریائی و نیا دی جاہ و جلال کی بے ثباتی اور زمانہ کی ستلون مزاجی صاف دکھائی دے رہی ہے۔

مولی الملوک ملوک العرب والعجم	رعیا لما شملہ یرعی من الذمم

بک استجرناء نعم الجار انت من	جار الزمان علیہ جور منتقم
حتی غدا لکمہ بالرغم منتلبا	وتقلع الخطب مایاتی علی الرغم
حکم من اللہ حتم لا مرد لہ	وہل مرد لحکم منہ منحتم

صدیون کے وطن مالوف سے سخت ذلت وحرمان اور طرح طرح کے عذابہائے ناگفتنی کے ساتھہ نکالے جانے پر اکثر اندلسی مسلمانون نے سلطان مراکو کی اجازت سے ریفی علاقہ کے متصل اپنی ایک الگ بستی قطاوین مین قایم کرکے اس شہر کو جو نوے برس سے ویران چلا آتا تہا۔ ازسر نو آباد و درست کرلیا۔ ابن احمر پہلے کچھہ دن ملیلہ مین رہا۔ پھر فاس چلا گیا۔ جہان اس نے اندلسی محلات کے نمونہ پر اپنی رہائش کے لیئے چند محل تعمیر کرائے۔ وہ ۹۴۰ھ ہجری مین فوت ہوا۔ اور باب الشریعہ کے باہر مصلے کے قریب دفن کیا گیا۔ وہ کئی بیٹے بیٹیان چہوڑ کر فوت ہوا۔ مگر بقول مؤلف نشر المثانی اوسکا خاندان جلد متفرق و پراگندہ ہوکر معدوم ہوگیا۔ فرنگی مورخ ماتویل ابن احمر کی موت کی نسبت لکہتا ہے کہ وہ ابی عقبہ کی لڑائی مین وطاسیون کیطرف سے سعدیون کے ساتھہ لڑتا ہوا فوت ہوا۔ یعنے جو کام اس نے اپنے ملک کے لیئے نہ کیا۔ وہ غیرون کے لئے ایسی تندہی سے کیا کہ جان تک قربان کردی۔

شیخ محمد وطاسی ۹۱۵ھ مطابق ۱۵۰۹ء ہجری مین فوت ہوا۔ اور اس کے بعد سلطان ششم البرتقالی تخت نشین ہوا۔ ہسپانوی اور پرتگالی اس وقت تک جیسا زور پکڑ چکے تہے۔ ناظرین کو سطور مندرجہ بالا سے اس کی کیفیت معلوم ہوگئی ہوگی تہے سلطان نے کفار کے ساتھہ جہاد کرنے کو سب سے مقدم فرض سمجہا اور اندرونی علاقون کو ان کے حال پر چہوڑ کر ساحل کی حفاظت مین مصروف ہوا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ عیسائیون کی مزاحمت کرتے کرتے باقی ملک بہی کہو بیٹہا۔ ایک اور قبیلہ مسمی بنی سعد نے موقعہ کو غنیمت سمجہا اور قدم آگے بڑہانا شروع کردیا۔ اور اس دوطرفہ زد نے صرف محمد برتقالی کو ہی کچہہ کرسکنے قابل نہ رہنے دیا۔ بلکہ تمام ملک کو ایک طرح سے کفار کے رحم پر چہوڑ دیا۔ لیکن خوش قسمتی سے اس دفعہ بہی عیسائیون نے اندرونی علاقون کی تسخیر کیطرف کو جوتات چند در چند کچہہ توجہ نہ کرکے فقط

ساحلی علاقوں میں کی کفایت کی۔

پرتگالیوں نے مغادر و مزاغان کے بعد ۱۵۰۶ء میں آسفی۔ اکادیر اور بالآخر آزمور کو فتح کر لیا۔ اور ۱۵۱۵ء میں ہسپانویوں نے بندر ولیز فتح کیا۔ محمد نے ۱۵۱۵ء میں اپنے موروثی وطن آصیلا کو چھوڑنے کے لیے اس پرتگالی ثابت قدمی سے حملہ کیا۔ اس فوج کشی میں لیوافریکانس بھی مسلمان فوج کے ہمراہ تھا۔ اور قریب تھا کہ مسلمان اوسے فتح کر لیں کہ انھیں جاڈی سنز یز گورنر طنجہ مدد لیکر پہنچ گیا۔ اور محمد کو بے نیل مرام واپس لوٹنا پڑا۔ لیکن وہ اس عزم سے باز نہ آیا۔ ۱۵۱۲ء میں دوسری دفعہ اور ۱۵۱۶ء میں تیسری دفعہ اُس نے بڑی شدت سے حملہ کیا۔ اور اس مرتبہ بھی فتح ہونے کو ہی تھی۔ کہ پرتگالیوں کی کمک کو ہسپانویوں کا دستہ پہنچ گیا جس نے بندر ولیز فتح کیا تھا۔ فتح غرناطہ کے وقت سے مسلمانوں کی مظلومی و بیکسی کا عوض لینے کے لئے ترکی جہازات بحیرہ روم کے مشرقی حصہ میں پہنچ گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ۱۵۲۲ء میں بندر ولیز چھین کر تمام ہسپانوی فوج کو جو وہاں مقیم تھی۔ تہ تیغ کر دیا محمد ۲۵ برس حکومت کر کے بنی سعد کے ساتھ لڑتا ہوا عالم فانی کو سدھار گیا اس کے بعد اوس کا بھائی ابی حسون چند برس حکمران رہا۔ مگر درحقیقت بنی سعد محمد برتقالی کے عہد میں ہی ملک کے حصہ کثیر کے مالک ہو چکے تھے۔ ابی حسون کو اُسی سال اس کے بھائی محمد کے بیٹے ابی العباس نے بیدخل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ اور بنی مرین اور اسکی شاخ خاندان وطاس کی حکومت کا خاتمہ ہو کر ایک نئے خاندان کا دور شروع ہو گیا۔

ان خانہ جنگیوں میں پرتگالیوں اور ہسپانویوں کو اپنی ابتدائی فتوحات کو اندرونی علاقہ کیطرف بڑھانیکا عجیب موقعہ مل گیا تھا۔ مگر اہالی فرمانستان میں ابھی نو آبادیاں قایم کرنے اور ممالک بعیدہ کی فتوحات کا شوق پیدا نہ ہوا تھا وہ ساحلی علاقوں پر ہی قانع رہے۔ اور جب کچھ عرصہ بعد انکو توسیع فتوحات

سلہ عثمانیہ بیڑہ کی کامگذاریوں اور اس نواح میں ترکی حکومت کی بنا قایم ہونے کے مفصل حالات کے لئے تاریخ خاندان عثمانیہ ملاحظہ کیجائے۔

کی یہ گرد گردی پیدا ہوئی۔ سو قت مراکو کی حالت بنی سعد کے زیر فرمان ایسی سنبھل چکی تھی کہ وہ ۱۵۵۴ء الہوسیاس کو اور ۱۵۶۴ء دلیشر کو سکر سفتح کرنے کے سوا اور کوئی مزید علاقہ مسخر نہ کر سکے۔ اصل موقعہ سے فایدہ نہ اوٹھانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ بحیرہ روم کے بنادر کے قریب یعنی علاقہ ریف میں وہ کوئی فایدہ اوٹھا ہی نہ سکتے تھے۔ اس پہاڑی علاقہ کے جنگجو بربر قبایل کو زیر کرنا آسان کام نہ تھا۔ اور عقلمندی اوسی کی مقتضی تھی کہ ان مراکشی آفریدیوں سے حتی الوسع پہلو کو بچائے رکھا جائے۔ مراکو کے امنک سلامت و آزاد رہنے کا بڑا باعث یہی ریفی ہیں جن کے نام سے فرنگستانیوں کی روح کانپتی ہے۔

ساحل ریف کے برعکس بنادر یہی ریفی ہیں۔ جن کے فرامان و آسفی کے متصل اضلاع دکالہ۔ عبیدہ۔ وہ چونکہ میدانی اور وہاں کے باشندے اکثر میدانی علاقوں کے رہنے والوں کیطرح من پسند اور غریب طبیعت تھے۔ عیسائیوں نے وہاں اپنا سکہ خوب بٹھا لیا۔ اور وہاں کے باشندوں نے انہیں بخوشی خراج دینا مقرر کر لیا۔ یوروپین مورخ ماریو نے متذکرہ صدر اضلاع اور تیز صوبجات غرب و اولاد عمران بلکہ علاقہ بربان کے بہت سے دیہات کی فہرست لکھی ہے۔ جہاں سے لاکھوں من غلہ خراج میں آتا تھا۔ صرف ضلع عبیدہ سے چھ سو گھوڑوں اور چار بازوں کے علاوہ ایک ہزار بار گندم و جو عیسائی گورنر آسفی کو ہر سال خراج میں آیا کرتے تھے۔ مزید برآں یہ علاقے معقول فوجی مدد بھی دیا کرتے تھے۔ یہ امدادی فوج عموماً بارہ ہزار سوار اور دو لاکھ پیدل سپاہ پر مشتمل ہوتی تھی۔ اس سے صاف اندازہ ہو سکتا ہے کہ پرتگال کی حکومت مراکو کے اس حصہ میں محض برائے نام نہ تھی۔ اس اقتدار کی بڑی وجہ یہ تھی کہ پرتگالیوں نے شروع شروع میں ناواجب و متعصبانہ پر جوشیاں دکھانے کے بعد آخر کار اہل غرب سے نہایت عقلمندی کا برتاؤ شروع کر دیا تھا۔ اور بوقت ضرورت جنگجو بربر قبایل کی امداد سے پہلو تہی نہ کرتے تھے۔ اس طرح فریقین میں بسا اوقات گہرے دوستانہ تعلقات قایم ہو جاتے۔ اس کی تصدیق خود ایک مسلمان مورخ الیفرانی بدیں الفاظ کرتا ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک پرتگال کپتان جہاز کی بیوی مسلمانوں کے دیہات کی سیر کو گئی۔ تو اوسکا ہر جگہ بڑی دھوم دھام

سے استقبال کیا گیا۔ اور باشندون نے اوس کے آنیکی خوشی مین بہت قمقمے سر کئے مگر جب اس سے بڑھکر ثبوت ان تعلقات کے استحکام کا اس سے مل رہا ہے۔ کہ ۱۶۱۰ء مین جب العیاشی نے مزاغان پر حملہ کیا۔ تو متصلہ قبیلہ اولاد عزیز نے اپنے ہم مذہب کی بجائے عیسائی پرتگالیون کو مدد دی تھی۔ اس زمانہ مین یحییٰ بن طاقوت جسنے پرتگالیون نے اندرونی علاقہ مین نائب گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ زین گیا۔ اور وہان اس کی بڑی خاطر مدارات کی گئی۔ پرتگالیون کی یہ حکمت عملی بڑی عقلمندی پر مبنی تھی۔ مگر انکی یہ دور اندیشانہ چال مراکو کے غیور مسلمانون کو زیادہ عرصہ تک بھول و احمق نہ بنا سکی۔ وہ جلد اس تعلق کے خطرات سے آگاہ ہوگئے۔ اور یہ آگاہی اون کے ملک کو غلامی و محکومی سے بچانے کا کام دیگئی۔

یورپ و ایشیا دریں اثنا بیرونی دنیا مین جو کچھ ظہور پذیر آیا یا آرہا تھا۔ اوسکی مجمل کیفیت مین کیا ہوسکتا تھا یہ تھی کہ سقف کی کمزوری پر ۱۵۱۳ء مین پوپ لیو دہم متمکن ہوچکا تھا۔ جو جرایم و مفاسد کا بڑا مربی و سرپرست تھا۔ لیو افریکانس دحسن الوزاری الفاسی، کا دہرم باپ اور شرافت و صداقت کے لیئے مجسم ننگ تھا۔ قیصر چارلس پنجم جو اپنی مستعدی و پھرتی کیوجہ سے ہر جا حاضر و ناظر سمجھا جاتا تھا۔ اور ۱۵۱۶ء مین تخت نشین ہوا تھا۔ اس وقت تک نصف براعظم یورپ پر بزور شمشیر یا باستحقاق وراثت قابض ہوچکا تھا۔ یہی مذہب کی اصلاح کی کارروائی (۱۵۱۹ء مین) بالاستحکام انگلستان مین جاری تھی۔ کورٹیس میکسکو کی دریافت کے لیئے روانہ ہوچکا تھا۔ اور گسٹاوس واسا سویڈن کو اجنبیون کے تصرف سے (۱۵۲۱ء مین) آزاد کراچکا تھا۔ مشرق مین بھی اسی مانند مین جو واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ وہ کچھ کم اہم اور وسیع نہ تھے۔ صفوی خاندان (۱۵۰۱ء) ایران مین خوب طاقت پکڑ چکا تھا۔ عثمانی ترک (۱۵۱۷ء) شام و مصر کی فتح سے فارغ ہوکر ایشیا پر حملہ کرنے کی تیاریان کر رہے تھے۔ اور اوزبک امیر البحار بربروسا (۱۵۲۳ء) الجزایر مین ترکی حکومت کا نقشہ قایم کرچکا تھا۔ رہوڈس کے نائیٹ پناہگزین مہمانون کی حالت سے ترقی کرکے مالٹا کے مالک بن چکے تھے۔ اور ادہر ہندوستان مین بابر (۱۵۲۵ء) مغلیہ خاندان کی بناء قائم کر رہا تھا۔ جس سال بابر نے پانی پت کی لڑائی فتح کرکے ہندوستان کی سلطنت حاصل

کی اوسی برس ترکوں نے تونس کو فتح کرکے مراکو کی تسخیر کا ہتیہ کیا۔

فصل ہفتم

ارتکاد و انحطاط سلطنت سعدی خاندان ۱۵۲۴ء تا ۱۶۶۰ء

رتبہ کی کمی کی شہنشاہی کا زمانہ بنی مرین کے ساتھ گذر گیا۔ ہسپانیہ ہمیشہ کے لیئے اسلام کے ہاتھ سے چھین چکا تھا۔ الا ماشاء اللہ۔ مشرق میں ایک نیا بندرگاہ نہایت خوبصورت موقعہ و محل پر تیار ہو کر ایک نئی ریاست کا دارالخلافہ بن گیا ہوا تھا۔ جس کے نام پر ہی نئی حکومت کا نام اوسکے ترک مالکوں نے مغرب الاوسط کی بجائے الجیریا دالجزائر رکھدیا تھا۔ ہسپانیہ کے بندرالجیر اس کو اس سے ممیز رکھنے کے لیئے عرب جزیرۃ الخضرا پکارتے تھے۔ چند ہی برسوں کے اندر الجیریا کے نئے حکمرانوں نے تلمسان کی حکومت کو فتح کرکے اس طرف سے بھی الجی مغرب کے لیئے ایک معین حد قایم کردی۔ اور اون کے لیئے اب صرف جنوب کی طرف کھلی رہ گئی۔ جدہر سوڈان کا زرین اور طلائی معاون رکھنے والا ملک سنگرون کوس تک پھیلا ہوا تھا۔ مگر یہ طرف بھی درحقیقت برائے نام ہی گشادہ تھی سوڈان اور مراکو کے درمیان ہیبت صحرائے اعظم کا مستلطم ریگستانی خطہ برزخ خاصے بھی زیادہ خوفناک صورت میں حایل تھا۔ تاہم پندرھویں صدی سے بعد الجی مغرب کو جب کبھی اپنے اقتدار کے بڑھانے کا خیال آیا۔ ان کے قدم ادہر ہی اوٹھے۔ اور کوئی جانب رہ ہی نہ گئی تھی۔ اور وہ دو دفعہ فاتحانہ حیثیت سے ٹمبکٹو میں داخل ہوئے۔ لیکن اونکی عملی تصرف میں سطرف کا کوئی علاقہ نہ رہا۔ اور اونکی سلطنت کا رقبہ وہی رہا جسقدر کہ اسوقت بنی مرین کے زوال کے بعد سلطنت مراکو صرف فاس و مراکش کی حکومتوں۔ سوس کے جنوبی صوبہ اور طلس پار کے غیر معین الحدود اضلاع تھے۔ طوائف الملوکی اور درعہ پر مشتمل رہی ہے۔

حدود سلطنت کے بنی مرین کے آخری زمانہ میں ہی شیرازہ ایسا پراگندہ ہوچکا تھا کہ یہ یقین کیساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آخری مرینی سلطان کا حکم کہاں تک نافذ تھا۔ عملاً اوسکا دایرہ فاس کی ریاست سے متجاوز نہ تھا۔ مراکش میں ایک علیحدہ حکمران تھا۔ مراکش میں ایک علیحدہ حکمران تھا اور گو اوسے فاس کی باجگزاری سے انکار نہ تھا۔ لیکن اس کی اپنی حکومت بھی شہر کی چار دیواری تک محدود تھی۔ قصبہ بادیس دوشیر کی بھی یہی کیفیت تھی۔ اور قصبہ آسفی کے باشندے ایک طرح کی جمہوری حکومت قایم کرچکے تھے۔ شمالی حکومت یعنی علاقہ فاس میں بھی یہ حالت تھی کہ بربر نقریباً آزاد ہوچکے تھے۔ ساحل کا بہترین حصہ پرتگال کے قبضہ میں تھا۔ اور خانہ جنگی کا یہ عالم تھا کہ جب مراکش پر پرتگالیوں کو صلح کے لیے کہتے تو وہ طنزاً جواب دیتے کہ تمہارا سردار کونسا ہے۔ جس سے ہم گفتگو کریں۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ اجنبیوں کا دباؤ اور غلبہ ملک میں دن بدن کسقدر زور پکڑتا جا رہا ہوگا حتیٰ کہ حالت ایسی نازک ہوگئی۔ کہ اہالی ملک اس کی اصلاح سے اور زیادہ غافل نہ رہ سکتے تھے۔

خاندان سعدیہ کی اصل کے یہ خیال پہلے پہل جنوبی مراکو کے سرغنہ امراء اور علماء کو پیدا ہوا۔ اور ان سب نے بہت غور و فکر کے بعد ضلع درعہ کے ایک مشہور شریف محمد کی بیعت کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس نے اپنے زہد و اتقا اور خوش اخلاقی سے تمام علاقہ میں بڑی ناموری حاصل کرلی ہوگی تھی۔ اس خاندان کو امام محمد نفس الزکیہ کے واسطے سے سید النسل ہونیکا دعویٰ تھا۔ مگر مورخ یفرنی لکھتا ہے کہ وہ دراصل حضرت سرور کائنات کی دایہ حلیمہ کی نسل سے تھے۔ اور اسی لیے عام طور پر اونکا خاندان سعدیہ پکارا جاتا ہے۔ ابن القاضی درۃ الحجال میں لکھتے ہیں۔ ابو عبداللہ محمد جس نے بعد میں القائم بامراللہ کا لقب اختیار کیا۔ حاجی حرمین اور محب الدعوات درویش صالح تھا۔ مدینہ منورہ میں اوس نے خواب دیکھا کہ دو شیر اس کی رانوں سے نکلے خلقت اونکے پیچھے ہولی۔ اور وہ ایک صومعہ میں داخل ہوگئے۔ اسکی تعبیر وہاں کے ایک بزرگ نے یہ کی کہ دو بیٹے بادشاہ ہونگے۔ چنانچہ عبداللہ نے اپنے وطن کو واپس آکر جا بجا اپنے خواب اور اس کی تعبیر کا چرچا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد اہالی سوس

دو در سے در پیش ہوا ایک شخص کو اپنا سردار بنانیکی ضرورت محسوس کی۔ اور وہ یہ درخواست لیکر علاقہ مذکور کے ایک صالح درویش عبداللہ محمد بن مبارک الغازی کے پاس گئے۔ اوس نے جواب دیا۔ عبداللہ سعدیہ یہ دعوی کر رہا ہے اور وہ اس منصب کے لائق بھی ہے۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ اونہون نے ایسا ہی کیا اور تیاری جیش و لشکر کے لیے حسب ضرورت روپیہ بھی جمع کر دیا۔ بنی سعدیہ کی حکومت کی بنا قائم ہوگئی۔ یہ واقعہ ۱۵۱۱ء کا ہے۔ مگر عیسائی مورخ مارس زبانی روایتون کی بنا پر اس سے مختلف داستان سناتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس شریف نے اپنے بیٹون احمد[1] و محمد کو جوج کر چکے تھے۔ فاس بھیجدیا۔ جو رفتہ رفتہ اپنی فصاحت و ملاقت کے ذریعہ وطاسی سلطان ابوعبداللہ برتگالی کے مقرب اور منظور نظر اور اسکی اولاد کے اتالیق ہوگئے۔ پرتگالیون کے پے در پے ہجوم کی مدافعت کے لیے سلطان نے ان دونون کو انہی کے مشورہ پر عام جہاد و غزا کہنے کے لیے حنیوی علاقہ کو بھیجا۔ جہان اونکے پاس تھوڑے دنون مین کافی جمعیت فراہم ہوگئی۔ مگر اوسے لیکر سلطان کے پاس آنے کی بجائے وہ خود مختار اور بالآخر ملک کے دعویدار بن گئے۔ وہ کچھ عرصہ پرتگالیون سے جہاد کرتے رہکر مراکش پر قابض ہوگئے۔ اور وطاسی سلطان کو یہ کہکر اطمینان دلا دیا۔ کہ ہم تمہارے ہی تابع و محکوم ہین۔ اتنے مین محمد الوطاسی فوت ہوگیا۔ اور اس کا بیٹا ابوالعباس احمد فاس مین تخت نشین ہوا۔ اس کے ساتھ سعدیہ خاندان کا اس طرح سے معاہدہ ہوا کہ فاس پر وہ اور مراکش مین محمد شیخ کا بیٹا۔ اور درعہ و سوس پر خود شیخ محمد حکمران رہے۔ مگر یہ مصالحت چند ہی دن رہی۔ وطاسی سلطان لشکر لیکر مراکش پہنچا۔ اور اسکا محاصرہ کر لیا۔ اتنے مین پیچھے فاس مین بغاوت ہوگئی۔ اوس کے فرو کرنے کے لیئے وہ محاصرہ سے دست بردار ہوکر فاس پہونچا۔ اور ادہر سے فارغ ہوکر دوبارہ پہلے سے زیادہ لشکر لیکر مراکش کو گیا۔ اس دفعہ بنی سعد شہر سے باہر نکل کر مقابل ہوئے۔ فریقین مین بمقام

[1] اس کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑے کا نام عبدالکبیر تھا۔ جو اپنے بھائیون کے بادشاہ بننے سے پہلے پرتگالیون کے ساتھ جہاد کرتا ہوا شہید ہوگیا۔

ابی عقبہ معرکہ کارزار ہوا۔ غرناطہ کا مخلوع سلطان بقول ایک مورخ اس معرکہ مین قتل ہوا تھا۔ وحابیون کو شکست ہی۔ اور سلطان وطاسی بحال تباہ فاس کو لوٹا۔ اس کے بنی سعد نے طافیلالت اور تیزا کا ویرہ۔ آسفی و آزمور پر جنکو پرتقالی خالی کرگئے تھے قبضہ کر لیا۔ اور تھوڑا عرصہ بعد فاس پر بھی انکا تصرف ہوگیا۔ یفرانی ان تمام ابتدائی فتوحات اور معرکون مین بنی سعد کا کمانڈر بڑے شریف ابی عبداللہ القائم کو بتاتا ہے۔

القائم کے اجداد چار اور بقول بعض پانچ پشتون سے مدینہ منورہ کے بنو ینبوع سے اس نواح مین لائے گئے تھے۔ عام روایت ہے کہ درعہ مین متواتر کئی سال فصل ناقص ہوئے۔ اور کھجورون مین پھل نہ پڑا۔ اس پر اونکو صلاح دی گئی۔ کہ جس طرح تمہارے سجل مسائے بہائیون نے عرب سے فلالی شرفاء کو لاکر اپنے علاقہ مین آباد کیا۔ اور اونکی برکت سے اونکے کھیت سرسبز ہوگئے۔ اسی طرح تم بھی کوئی سید خاندان عرب سے لے آؤ تاکہ اس کی برکت سے تمہاری بھی نحوست کٹ جائے۔ چنانچہ درعہ نے اس صلاح پر کاربند ہوکر بنی سعد کو اپنے ہان لاکر آباد کیا۔ فلالی شرفاء کی آمد کا قصہ زیادہ تفصیل سے آگے درج کیا جائیگا۔ مسٹر مکینس بجوالہ یفرانی لکھتے ہین۔ شریف ابی عبداللہ القائم نے بیعت لیتے ہی جہاد کا اعلان کر دیا۔ اور دوسرے ہی برس ۱۶۱۱ء مین اس کے پاس کافی جمعیت ہو گئی۔ سلطان فاس کو شروع شروع مین اس نئی طاقت کیطرف سے کسی طرح کا خدشہ نہ ہوا۔ وہ اون کی مدد کرتا بھی رہا۔ اور اون سے مدد لیتا بھی رہا۔ بنی سعد نے سب سے اول اگادیر اگیر کی پرتگالی بستی پر جو اونہون نے نئی نئی درعہ کے متصل ساحل پر قایم کی تھی۔ حملہ کیا۔ جس مین غالب رہنے پر حاجا اور رشیانہ کے قبایل بھی اس کے ساتھہ شامل ہوگئے۔ پھر دونون بیٹون کو انتظام مین اپنے ساتھہ شریک کرکے پہلے ۱۶۱۵ء مین مراکش اور وانت کو اپنا صدر مقام بنایا۔ اور وہان نیا شہر آباد کیا۔ تین برس بعد وطاسی سلطان کی وفات پر اوسکا بڑا بیٹا احمد (ابوالعباس المعروف بالعرج) مراکش مین داخل ہوا۔ انہی دنون (۱۶۲۱ء) تمام ملک مین ایک خوفناک وبا پھیل گئی۔ جو نئی طاقت کو فروغ پکڑنے سے مانع رہی۔ اگرچہ برس بعد ۱۶۲۵ء کفار کے حملہ کو یکامیابی پسپا کر دینے سے شرفاء کا اقتدار

بہت بڑھ گیا۔ اور اونکی قوت اسقدر بڑھگئی کہ دوسرے ہی برس (۱۵۲۶ء) انہون نے امیر فاس کو کھلے میدان مین جنگ کرکے فاش زک پہونچائی۔ اس معرکہ مین ہزارون جانبین ضایع ہوئین۔ ۱۵۳۳ء مین بنو وطاسی اور بنی سعد نے باہمی مصالحت کے لیئے سلطنت کو براہ ام الربیع تا دلہ سے ساحل تک باہم تقسیم کرلینے کی تجویز کی۔ لیکن سہ دفعہ بھی صلح کچھہ دن سے زیادہ قایم نہ رہ سکی۔

امیر عبداللہ القایم ۹۲۳ھ ہجری مین فوت ہوا۔ اور بمقام آفغال ایک مشہور ولی شیخ ابی عبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی کی قبر کے پاس دفن کیا گیا۔ وہ اپنے بڑے بیٹے احمد کو زندگی مین ہی ولی عہد مقرر کرگیا تھا۔ روایت ہے کہ بچپن دونون بھائی مکتب مین قرآن شریف پڑھ رہے تھے کہ ایک مرغ کمرہ مین آگیا۔ اور باری باری دونون کے سرون پر بیٹھ کر اوس نے بانگ دی۔ جس سے انکے معلم نے اسیوقت اونکی آیندہ عظمت کا اندازہ کرلیا۔

دونون بھائیون مین اتنک بہت اتفاق تھا۔ بڑے نے بادشاہی سنبھالی تو چھوٹا اس کا وزیر ہوا۔ ابی العباس احمد الاعرج (منگڑے) نے (جنکے حکمران امراء نہایتہ کی رضامندی بلکہ دعوت پر مراکش مین دخل ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا۔ کہ شیخ جزولی اور اپنے باپ کی لاشین آفغال سے منگواکر وہان دفن کرائین۔ شیخ جزولی کے فوت ہونے پر اوس کے رفقاء اور مریدون برس تک طلب خیر و برکت کے لیئے اس کی لاش صندوق مین بند کرکے ساتھہ ساتھہ لیئے پھرتے رہے تھے۔ اور ہر لڑائی مین اس سے طلب نصرت کرتے تھے۔ انتقال لاش کے دو مختلف سبب مروی ہین۔ بعض کا خیال ہے کہ شیخ جزولی کی لاش اس لیئے منگوائی گئی کہ کوئی مخالف افغال پر قابض ہوکر اوسے قبر سے نہ نکال لے۔ جس کی برکت سے وہ ہر ایک پر فتح پانے کے قابل ہوجاتا۔ چند کا بیان ہے کہ احمد کو خیال تھا کہ قبر کے نیچے بڑا خزانہ مدفون ہے۔ جس کو حاصل کرنے کے لیئے طلب برکت وغیرہ کی نام نہاد غرض سے لاش کو منتقل کرنے کا بہانہ کیا گیا۔ بھائیون کا اتفاق چنداروز کی مہربانی سے ہمیشہ کے لیئے قایم نہ رہ سکا۔ عیسائیون سے ۱۵۳۶ء مین قلعہ فونتی (سنٹا کروز) جس پر بعد مین اگادیر کا نیا شہر آباد کیا گیا۔ فتح ہوا ہی تھا۔ کہ ان مین ناچاقی ہوگئی

چھوٹے بھائی محمد الشیخ کی طاقت ۱۵۳۱ء میں بمقام ابی عقبہ بنی مرین کو پامال کرنے سے بہت بڑھ گئی تھی۔ وطاسیون سے فارغ ہوکر اوس نے اپنے بھائی پر حملہ کیا۔ سکینر طارس کی سند پر لکھتے ہیں کہ ۱۵۴۹ء میں محمد نے اوسے سوس اور درعہ حوالہ کر دینے پر مجبور کرکے اوس کے پاس مراکش اور طافیلالت کا علاقہ رہنے دیا۔ اور اوسکے بیٹے کو کل سلطنت کا ولی عہد تسلیم کیا۔ اور پھر پانچ برس بعد ۱۵۴۳ء میں اوسے حکمرانی سے بالکل علیحدہ کرکے مراکش میں قید کر دیا مگر مولانا احمد کا بیان ہے کہ کچھ عرصہ کی خانہ جنگی کے بعد جب محمد الشیخ بڑے بھائی پر غالب آگیا تو اوسی وقت دیئے پہلے ہی مرتبہ، اوسے معہ اولاد مراکش میں نظر بند کرکے خود کل ملک کا حکمران ہوگیا۔ اور ۱۸ برس بعد جسدن خود قتل ہوا اوس سے تین دن بعد اعرج مراکش میں قتل کر دیا گیا۔ نشر المثانی والا عرج کی گرفتاری کا سن ۹۵۱ھ ہجری بتاتا ہے۔ مگر صحیح ۹۵۲ھ ہجری ہے۔

اعرج کے حوالہ زیدان کی نسبت اختلاف ہے کہ آیا باپ کی وفات پر وہ حکمران ہوا یا نہیں۔ زہرہ الشماریخ کا شارح لکھتا ہے۔ وہ اسوقت سجلماسہ میں تھا اور وہاں کے لوگوں نے اس کی بیعت بھی کی۔ لیکن باقی ملک کے باشندوں نے ایسا نہ کیا۔ اور وہ سن وفات یعنی ۹۶۰ھ تک اسی حال پر رہا۔ شیخ محمد نے ابی عبداللہ محمد المہدی کا لقب اختیار کیا۔ وہ ۸۹۶ھ ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ بربری اوسے امغار کہا کرتے تھے۔ جو اونکی زبان میں شیخ کے مترادف ہے۔

فتح بنادر کے بھائی سے فارغ ہوکر محمد نے اوسی برس (۱۵۳۹ء) آسفی پر اپنی سلطنت و ثابت قدمی کے ساتھ حملہ کیا۔ کہ عیسائی محافظین کو اپنی عورتیں تک مسلح کرکے فصیلوں پر کھڑی کرنی پڑ گئیں۔ شہر فتح ہوتے ہی کوتہا کہ ایک یہودی مسمی ہارون شیا نو جہاز لیکر آزمور سے بھوج گیا۔ اور اس کمک کو لیکر محافظین نے محاصرین پر جان سے ہاتھ دھوکر ایسی سختی سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کو چھ ماہ کا محاصرہ چھوڑ دینا پڑا۔ مگر پرتگالیوں کا اس عرصہ میں بہت نقصان عظیم ہوا تھا۔ کہ انمیں دوسرے حملہ کی برداشت کی طاقت نہ رہگئی تھی۔ اور وہ اس کے وقوع میں آنے سے پہلے ہی ۱۵۴۱ء میں آسفی کو خالی کرکے چلے گئے۔ یہ تخلیہ بربادی کے برابر

تہا۔ ایک مکان بہی اینسا دہ نہ رہنے دیا گیا۔

پرتگالیون کے اس طرح مرعوب اور مرہوب ہو جانے سے محمد کی کامیابی یقینی ہوگئی۔ اور وہ دس برس کے اندر کل سلطنت کا مالک ہوگیا ۱۵۴۳ء مین اُس نے اپنے بہائی کو آخری مرتبہ مغلوب کرکے مراکش کے زندان مین محبوس کیا۔ ۱۵۴۴ء مین شاہ فاس کو زک دی۔ لیکن اوسے ابہی بالکل بیدخل نہ کر سکا۔ ۱۵۴۶ء مین پرتگالی فوج خوب ورعب مین آکر خود بخود بندر آزمور کو خالی کر گئی۔ اور اس سے محمد کے پہلو سے ایک اور تکلیف دہ کانٹا دور ہو گیا۔

فتح فاس} پانچ برس کی تیاریون کے بعد محمد چالیس ہزار فوج لیکر ۱۵۴۹ء مین فاس کی فتح کے لیئے مراکش سے روانہ ہوا۔ اس موقعہ کا ایک خاص پہاٹک تیار کیا گیا تہا جس کے گرد پچاس بہ شیرون کے سر لٹکائے گئے ہوئے تہے۔ یہ سر خاص اسی غرض کے لیئے اوس کے قاید ون د جرنیلون نے سلطنت کے مختلف حصّون سے جمع کیئے تہے۔ مکنا ساکو وہ اس سے ایک برس پہلے فتح کر چکا تہا۔ سر ٹمکیس بحوالہ ٹارس لکہتے ہین۔ کہ فاس چند مہینون کے محاصرہ کے بعد ۱۵۵۰ء مین فتح ہو گیا تہا۔ اس خاندان وطاس کا چوتہا اور آخری سلطان پابجولان مراکش بہیجا گیا۔ اور اس کی لڑکی سے فاتح نے عقد نکاح کر لیا۔ مولانا احمد محاصرہ کی میعاد ایک سال بتا کر تاریخ الدرجہ کے حوالہ سے ایک دلچسپ قصہ اس کی فتح کے متعلق لکہتے ہین۔ جو حسب ذیل محاصرہ شروع ہونے پر ایک درویش شیخ ابوالروا ابن محبوب محمد کے پاس آیا۔ اور کہا کہ پانچ دینار دیکر فاس کو مجہہ سے خرید لے سلطان نے جواب دیا ایسی خریات کی خداوند کریم اجازت نہین دیتا۔ نہ شریعت ایسی مزخرافات کو روا رکہتی ہے۔ شیخ نے جواب دیا خدا کی قسم اگر تو میرا کہا مان لیتا تو اسی سال شہر مین داخل ہو جاتا۔ محاصرہ کئی مہینے جاری رہا۔ اور فتح کی کوئی صورت بظاہر دکہائی نہ دی۔ امیر عبدالقادر فرزند سلطان محمد نے باپ سے کہا کہ آپ نے اس ولی اللہ کا کہا کیون نہ مانا۔ اوس کے مسلسل اصرار پر باپ نے اجازت دیدی۔ اور امیر عبدالقادر نے شیخ محبوب کو نہ رمطلوبہ حوالہ کر دیا۔ جس کو اوس نے اُسی وقت غربا مین تقسیم کر دیے بشارت دی کہ سال کے ختم ہونے پر تم اپنی مراد پا لوگے۔ میرا یہ کہنا امر ربانی کے مطابق ہے۔"

اوسکا کہنا درست نکلا۔ اور جس تاریخ کو اوس نے کہا تھا اسی تاریخ شیخ محمد کو فاس مین داخل ہونا نصیب ہوا۔ شیخ مجوب کے متعلق ایک اور بھی روایت مشہور ہے۔ جب ملک مین یہ لگا لیون کا دخل بڑھنا شروع ہوا۔ اور مسلمانون مین اس سے عام اضطراب پیدا ہو گیا تو شیخ موصوف نے بازارون مین پھرتے ہوئے یہ نعرہ لگانا اپنا شعار بنا لیا[1] اے حران۔ آمین نے تمکو مغرب کا ملک دیا[2] ہوتے ہوتے بنی سعد کا کوئی نام ہی نہ جانتا تھا۔ کسی کو یہ خبر تھی کہ حران کون شخص ہے۔ یہ عقدہ حران فرزند سلطان محمد کے ظاہر ہونے پر نکلا۔ جس کے قوت بازو سے ہی شیخ محمد کو یہ تمام فتوحات حاصل ہوئی تھین۔ مولانا احمد لکھتے ہین کہ شیخ محمد نے کل بنی وطاس کو مقتید کے مراکش بھیجدیا سو اسکے سلطان ابی حسون کے جو الجزائر کو بھاگ گیا اور ترکون سے جاکر مدد مانگی۔

فتح تلمسان کے تلمسان پر عثمانیہ ترکون کے قابض ہونے کی خبر پہنچی جا چکی ہے۔ محمد کو طبعًا یہ امر ناگوار تھا۔ وہ اپنے پڑوس مین ایک سابق مغربی صوبہ پر ایک مسلمان سلطنت کا قبضہ یہی یون ہی گوارا نہ کر سکتا تھا۔ مگر جب ابی حسون کو وہان پناہ ملی تو اسے اور بھی طیش آیا۔ جس نے ملک گیری کی طبعی خواہش و حرص کو اور تیز کر کے محمد سے تلمسان پر فوجکشی کرادی۔ اور ۱۵۵۱ء مطابق ۹۵۸ھ ہجری اوس پر محمد کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ سبتہ اور مستغنم بھی اوس کے دائرہ حکومت مین داخل ہو گئے مگر ترک فوج تھوڑی ہی[3] مدت کے بعد تلمسان پر پھر چڑھ گئی۔ اور اوس نے محمد کو وہان سے فاس کیطرف بھگا دیا۔ محمد پھر جمعیت درست کر کے تلمسان پر حملہ آور ہوا لیکن چند دن کے محاصرہ کے بعد ہٹ جانے پر مجبور کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد پھر اس کا یا کسی مغربی سلطان کا تلمسان پر قبضہ نہ ہوا۔ انیسوین صدی مسیح کے وسط مین فرانس کے فتح کرنے تک بستور سلطنت عثمانیہ یا اوس کے جانشین عمال کے تصرف مین رہا۔

[1] مسٹر میکنس کے آخری سلطان کا نام قاسم لکھتا ہے۔ اور اسکا بیان ہے کہ ترکون نے قاسم کی بیوی اور بہن کی التجا پر فاس پر حملہ کیا تھا۔ مگر مین مولانا احمد کی تحریر کو صحیح سمجھکر متن مین اسکو درج کر رہا ہون[2] مسٹر میکنس کا بیان ہے کہ اوس برس کے بعد تلمسان محمد کے قبضہ سے نکلا۔

ترکی سفارت کے الجزائر کے ترکی گورنر نے جب سنا کہ محمد اس دوبارہ تخت سے بہت سٹ پٹا رہا۔ اور سہ بارہ حملہ کرنے کا ارادہ ظاہر کر رہا ہے۔ تو اوس کی حمیت دینی نے گوارا نہ کیا کہ دو مسلمان اس طرح آپس مین کٹتے مرتے رہین۔ اور عیسائی الگا تماشا دیکھین۔ اوس نے رفع فساد اور آیندہ کے لیے مصالحت کرلینے کی غرض سے فقیہ ابا عبد اللہ محمد بن علی المجنی الی الطرابلسی مقیم الجزائر کو سفیر بنا کر روانہ کیا۔ باہمی جنگ و جدال کے نقصانات ظاہر کرکے اور تعین حدود داور مصالحت باہمی پر رضامند بنا کے عیش کے فقیہ موصوف ۹۶۳ھ ہجری مین مراکش پہونچے۔ سلطان محمد بڑی عزت سے پیش آیا۔ مگر حرف مطلب کو بالکل چھپا گیا مصنف المرآۃ لکھتا ہے کہ فقیہ موصوف نے پہلی سفارت دو دفعہ مغرب مین آئے۔ بہت سی باتین اوس سے بیان کے فاضلون اور درویشون نے حاصل کین۔ اور بہت سے فیوض اوس نے شیخ رزوق مغربی سے ایک مرتبہ فقیہ موصوف نے شیخ ابی عمر وقنطلی پر جو مراکش کے باغ ریاض العروس مین دفن ہین۔ اعتراض کیا۔ کہ آپکو طریقت مین داخل ہونے والے نو مریدون کا سر نہین منڈوانا چاہیئے۔ یہ بدعت ہے۔ شیخ ممدح نے جواب دیا۔ شیخ جزولی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ جس پر فقیہ نے فرمایا کہ ممکن ہو۔ ولیکن اوس کی اجازت مل گئی ہو۔ لیکن جو اذن کسی ولی کو ملے اوسکا عام اتباع درست نہین۔ یہ منصب و عزت صرف انبیاء کے اذن کو حاصل ہے۔ شیخ جزولی ۹۶۳ھ مین فوت ہوئے۔ اور شہر الجزائر کی فصیل سے باہر مدفون ہین۔

ترکی حملہ آجب ترکی سفیر بے نیل مرام واپس گیا تو ترک گورنر پاشاہ گزین وطاسی سلطان کی متواتر الحاح و اصرار کو ماننے پر مجبور ہوگیا۔ اوس نے صالح پاشا رئیس کمانی کے زیر کمان ایک جرار فوج ابوحسون کے ہمراہ اوسے معزول تلمسان کے لیے بھیجدی۔ یہ مہم اپنے مدعا مین کامیاب ہوئی ترکی فوج راستہ مین یا دیس کو فتح کرتی ہوئی ۹۵۵ھ (۱۳ صفر ۱۵۴۸ء ہجری) مین فاس داخل ہوئی اور سلطان الشیخ کو وہان سے بیدخل کرکے ابی حسونہ کو پھر اپنے آبائی تخت پر بٹھا دیا۔

محمد فاس سے مراکش کو بھاگ گیا۔ اور وہان قبایل سوس کے لوگون کو جمع کرکے نئی فوج تیار کرنے مین مصروف ہوگیا۔ ابی حسونہ نے فاس پر قابض ہو

ترکی فوج کا بہت سا حصہ واپس کر دیا تھا۔ محمد نے چند ہی مہینوں میں جمیع مقبوضہ کر کے فاس پر حملہ کر دیا۔ فریقین میں سخت لڑائی ہوئی۔ جس میں ابی حسونہ قتل ہوا۔ اور محمد اوسی برس ۲۴ شوال کو پھر فاس پر متصرف ہو گیا۔ باقی ماندہ ترکی فوج میں سے اکثر لڑائی میں × × × مارے گئے تھے۔ جو بچ رہے اونہوں نے سلطان محمد کی اطاعت منظور کر لی۔ سلطان نے بھی اون کی جان بخشدی۔ اور وہ اوسی کے پاس رہ گئے۔ جن کا اوس نے ایک علیحدہ دستہ ترکی فوج کے نام پر بنام ینگچری بنا دیا۔ فاس پر مکرر قابض ہونے کے بعد سلطان محمد نے وہاں کے قاضی ابی محمد عبدالوہاب اور مکناسا کے خطیب شیخ ابی علی جزدور کو قتل کرا دیا۔ پہلے کا یہ قصور بنایا گیا کہ اوسکا میلان دلاسیون کی طرف ہے۔ اور دوسرے پر یہ الزام لگایا کہ وہ اہل سوس کو اپنے خطبوں میں بنی سعد سے بدگمان بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اونکو مفسد اور ظالم بناتا ہے۔

روایت ہے کہ جب قاضی عبدالوہاب سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو سلطان نے اوسے کہا۔ تو کس موت مرنا چاہتا ہے۔ قاضی نے جواب دیا۔ جو موت تو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ کیونکہ جس چیز سے کوئی شخص کسی کو قتل کرے اوسی سے خود بھی ہلاک ہوتا ہے یہ سنکر سلطان کو غصہ آیا اور حکم دیا کہ اوسکا سر تلوار سے جدا کر دو۔ خدائی حکمت و انصاف اسکا نام ہے کہ محمد الشیخ بھی آخر اسی طرح بضرب تلوار قتل ہوا۔

انتظام ملک کے فیض [illegible] ہے۔ سلطان المعتبد اللہ الشیخ کو رعیت کی نگہبانی اور قلاع کی درستی کا خیال رہتا تھا۔ اور ہمیشہ خونریزی سے بچنے کی کوشش کرتا تھا۔ جب وہ فاس میں داخل ہوا تو سوقت تک وہ اور اوس کے ساتھی خود بھاور وضع قطع میں بالکل بدوی تھے پہان اگر وہ نہیں تہذیب و تمدن اور شہریون کے آداب سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس اصلاح میں اونکو ایک مرد اور ایک عورت سے بڑی مدد ملی۔ مرد کا نام قاسم بن ہونی تھا۔ وہ تصویریں بنا بنا کر سلطان کو بادشاہون کے ملبوسات کے فوائد دکھاتا۔ اور لونڈیں پینے پھرنے اور دربار و مجالس کے آداب قواعد بتاتا رہا۔ عورت کا نام بنت خوانتہا۔ اوسنے اوسکو سکھایا کہ محل میں بادشاہون کا طریق عمل کیا ہوتا ہے۔ وہ کیا کھاتے کیا پہنتے۔ اور بیگمات سے کس طرح برتاؤ کرتے ہیں۔ اس تعلیم کی سے بنی سعد کی عزت با شندون کی

نگاہون مین بہت بڑھگئی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جنگیدہ ملک شہری بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ سلطان محمد نے اکاویہ کے نئے قلعے کے علاوہ جو فوجی سے اکاویزنک پھیلا دیا گیا۔ وادی ام ازیم اور وادی سیبو پر نالی عثمان پل تعمیر کرایا۔

یا خیکس جو ملک مسلمان بزور شمشیر فتح کرین اوسکی اراضیات پر انہین شریعت خراج یعنے معاملہ مقرر کرنیکا حکم دیتی ہے۔ اور جو مصالحت حاصل ہو جاتی وہان عشر علی کرنیکا۔ مراکو کی نسبت علما مین اختلاف رہا ہے مگر آیا ہ تلوار سے فتح ہوا۔ اگرچہ عملاً سے تاہم یہ کل مانتے ہین کہ سب سے اول عبدالمومن یزاعی سلاطین مغرب مین خراج مقرر کیا۔ اور اس کے بعد خاندان بنی مرین اور خود سعدنے اس طریقہ کو جاری رکھا۔ البیفن کے قول کے مطابق محمد الشیخ نے خراج کی شکل اور مقدار نہ بدلی بلکہ امیر غرب شیخ سید کو کسی کو اس سے مستثنی نہ رہنے دیا۔ حتے کہ اولیا مرابطون کو بھی اوسنے مخصوص کر دیا۔ اس خراج کی مقدار ایک چوتھائی کے لیے آدمیون کی اوسط تعداد مقرر کرکے فی چولہا ایک صحفہ جو یعنے ۱۸ گندم اور ہر ہیکار جو پر ایک صاع تھی۔ اور ایک دینار مقرر کی گئی۔ لیکن اگر کسی چولہے پر کئی گھر مین ملکر ۱۰ سے زیادہ آدمی ہون تو یہ مقدار × × × × × اوسی نسبت سے بڑھا دیجاتی تھی۔ یہ ٹیکس نہ صرف اور محلے کے چوہدریون کے ذریعہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس کی سختی سے لوگ ایسے تنگ آگئے کہ عوام الناس نے اسکا نام خراج کی جگہ نائبہ (مصیبت) رکھدیا۔ محمد اوسکے بیٹے غالب اور بہائی معتصم کے عہد مین خراج اسی جنسی صورت مین رہا منصور نے اوسے نقدی کی شکل مین بدل دیا اور بازار کے بہاؤ کے مطابق اون چیزون کی قیمت نقدی مین وصول کرنیکا حکم دیا۔ پھر رفتہ رفتہ اوس کی مقدار اس قدر بڑھائی جاتی رہی کہ رعایا کی برداشت کی حد سے بڑھ گیا اور ظالمون کو سخت گیری کا حیلہ ہاتھ آیا اور ہانا پڑا۔

سلطان سلیمان محمد الشیخ کو الجزائر پر عثمانیہ ترکون کا قبضہ جمانا گوارا نہ تھا۔ اوسکا اور **عثمانی کا مراسکہ** ذکر ہو چکا ہے۔ فاس پر دوبارہ متصرف ہو کر وہ پھر سختی کی پالیسی نگا اس نے یہ ارادہ عالمانہ بنا پر کیا کہ وہ ترکون کو صرف اپنے ہمسایہ علاقہ سے ہی نہین۔ بلکہ مغرب سے بھی نکالدینے کے لیے فوجیں بھیجیگا۔ اور اونکے بادشاہ کو خیمہ کی طاقت

وزارت سے وہ شاہ بخوبی واقف نہ تھا حقارت کے طور پر ملاحون کا بادشاہ پکارا کرتا تھا۔ اوس نے ان کے صرف بیڑے اور جہاز ہی دیکھے تھے۔ اونکی بڑی فوجی صلاحیت و شوکت یورپ یا ایشیا جاتا تو دیکھتا۔ سلطان سلیمان تک جب یہ روداد پہنچی تو اپنے نائب اور سرفہمیدہ مسلمان کیطرح اس نے بھی طیش کو غلبہ آنے نہ دیا۔ ایک مسلمان فرمانروا کو بلطف و آشتی اپنا معاون و مربی یا کم از کم مرحامی بنانا بہتر جانا۔ اور بھی مناسب سمجھا۔ کہ ایک سفارت والی مراکو کیطرف روانہ کرے۔ مؤرخین نے یہ روایت کسی قدر اختلاف کے ساتھ بیان کی ہے۔ وہ متذکرہ صدر عنوان و معاملات کو برطرف رکھ کر صرف یہ لکھتے ہین کہ سلطان سلیمان کو جب بنی وطاس کی بربادی اور بنی سعد کے عروج کی خبر پہونچی تو اوس نے معمولی خوش اخلاقی اور سراوری کے برتاؤ کے طور پر خاص سفیر کے ہاتھ شیخ ابا عبداللہ محمد کو مبارکباد کا خط بھیجا۔ اور اس مین درخواست کی کہ سرزمین مغرب کی مساجد مین اوس کے لیے بھی دعائے عمر رکھی جایا کرے۔ یہ سفیر قسطنطنیہ سے براہ سمندر سیدہا الجزائر کو گیا۔ اور وہان سے خشکی کے راستہ مراکش پہونچا محمد الشیخ نے اوسے صالح بک بن درگی کے ہان فروکش کرایا۔ دو سے دن مراسلہ پیش ہوا۔ مگر جب اس مین یہ مطالبہ پڑھا کہ بنی وطاس کی جگہ وہی سکہ و خطبہ

مؤرخ مشس اس سفارت کا اپنی کتاب مین کوئی ذکر نہین کرتے اور ادرای بھی عامہ کو جو گورنر کو الجزایر کیطرف سے بھیجی گئی تھی سلطان کی طرف سے بھی بتاتے ہین۔ حالانکہ بقول ایفرانی و دیگر مورخین گورنر کی دونون سفارتین بالکل الگ الگ تھین مسٹر مذکور کے الفاظ حسب ذیل ہین "قاسم کی بیوی اور بہن دونون قسطنطنیہ پہونچکر سلطان سلیمان کی خدمت مین حاضر ہوئین۔ اور اس سے زبانی قاسم کی امداد اور دستگیری کی التجا کی جس پر سلطان نے الجیریا سے ایک قاصد [illegible] الجیریا اور مراکو کی حدود کی تعیین کرا لینے اور قاسم کو کہہ بھیجنے کا پیغام بھیجا۔ مگر چونکہ قاسم ثانی سلطان نے محمد کو فقط شیخ العرب اور بقول ایفرانی شاہ مغرب کے لقب سے مخاطب کیا تھا۔ محمد نے برافروختہ ہوکر قاصد کو بلا جواب واپس کر دیا۔ صرف ایک جبہ یہ کہکر اوسے دیدیا کہ خلعت میری طرف سے شاہ ملاحان کو عطا کر دینا

مین عثمانی سلطان کا نام شریک کرے۔ تو طیش سے اوسکا چہرہ سُرخ ہوگیا اور خوب کڑکا اور گرجا۔ پھر قاصد کو اپنے سامنے طلب کیکے اس گستاخی کا جواب طلب کیا۔ سفیر نے جان بچانا فرض سمجھا۔ اور عاجزی سے جواب دیا کہ مین اس کے لیئے کوئی جواب نہین رکھتا۔ آپ مجھے اجازت دین کہ مین مصر جاکر سلطان مہمانات کو اسکا جواب بھیجنے کے لیئے کہون۔ محمد نے اسکی واپسی کی اجازت دیدی۔ قاصد جان بچاکر بھاگا۔ اور جب تک ترکی علاقہ مین نہیونچ گیا پیچھے مڑکر بھی دیکھا۔

محمد الشیخ کا قتل الجزائر سے وہ جہاز پر سوار ہوکر قسطنطنیہ پہونچا۔ اور کل کیفیت صدر اعظم کو کہ وزیر اعظم کو کہنا چاہیے سنائی۔ وزیر نے سلطان کی خدمت مین سارا ماجرا عرض کیا جسکے سنتے ہی مراکو پر فوجکشی کرنے کے لیئے فوج اور جہاز کے جانے کا حکم صادر کردیا مگر جب یہ معاملہ بدستور دیوان دعلس شکوای) مین پیش ہوا۔ تو سب نے غالباً اس خیال سے کہ فوجکشی کی صورت مین ملک اسلامی ملک جس کے باشندے سُنت جماعت ہین۔ ویران ہوگا۔ اور ایک شخص کی گستاخی دبے ادبی کی سزا مین لاکھون مسلمانون کو برباد کرنا زیبا نہین۔ اس تجویز کو ناپسند کیا۔ اور یہ صلاح ٹھہرائی کہ صرف بے ادبی کرنیوالے کو سزا دیجائے۔ اور وہ بھی اسطرح کہ ملک پر اوسکا کچھ اثر نہ پڑے۔ اس کے لیئے اونہون نے یہ تدبیر سوچی کہ بارہ ہوشیار و ذکی آدمی مصارف راہ وغیرہ کیلئے بارہ ہزار دینار دیکر مغرب کو بھیجے جائین۔ وہ مراکو پہونچ کر جائین اور اسے مال و منصب کے وعدہ سے اپنے ساتھ ملالین۔ اور پھر اس کی مدد سے تابوبا کر محمد الشیخ کو قتل کرکے اسکا سر کاٹ لائین۔ اب صرف سلطانی منظوری باقی رہگئی تھی جسکو اپنے سابق حکم والپس لینے پر رضامند بنانا آسان کام نہ تھا۔ مگر وزیر نے آخر سلطان کو بھی متفق کرلیا۔ اور بارہ نہایت عیار آدمی اس کام پر روانہ کردیئے گئے۔ الجزائر پہونچکر انہون نے اونٹ چمڑا اور سامان تجارت خرید لیا۔ اور سوداگرون کے بھیس مین مراکش

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۳) یعنی اسطرح اشارہ کردیا کہ وہ عثمانی بادشاہ کو اپنے سے ادنے اور کم رتبہ سمجھتا ہے کیونکہ ایشیائی آداب و رسوم کے مطابق خلعت اعلیٰ کیطرف سے ادنیٰ کو عطا ہوتے ہین۔ سلیمان کے لیئے اوس نے سلطان المعمار کا لقب اختراع کیا تھا۔

پہونچے بلا تامل اونکے ساتھ شامل ہوگیا۔ اور محمد الشیخ کے سامنے جاکر ظاہر کیا۔ کہ شیخص ترکی گورنر کے جور وظلم سے بھاگ کر آپ کی پناہ مین آئے ہین۔ اور جان و مال آپ کے سر پر تصدق کر دینے کو تیار ہین۔ یہ سُنکر محمد نے اونکو اپنے سامنے طلب کیا۔ اور اونکی مشین شکل و شباہت اور قد و قامت مضبوط جسمون کو دیکھکر اوسکا اُنپر بڑا اعتماد بیٹھگیا۔ رفتہ رفتہ وہ ایسے منظور نظر اور مقرب ہوئے کہ بڑے بڑے اہم کامون پر انہی کو بھیجکر کے صوبون کے گورنرون اور مشائخ کیطرف بھیجتا۔ جنکو اونکی پوری خاطر و مدارات کرنے کا تاکیدی حکم تھا جب کچھ عرصہ اسطرح گزر گیا۔ آخر ایک دفعہ محمد الشیخ نے کوہ ملیس کیطرف کوچ کیا۔ راستہ مین ترکون کو موقعہ لگیا۔ اونہون نے رات کیوقت اوس کے خیمہ مین گھسکر تلوار سے اوسکا سر کاٹ لیا۔ اور اوسے ایکہی وقت تیز رفتار گھوڑون پر سوار ہوکر تازہ کی علاقہ کو روانہ ہوگئے۔ راستہ مین ایک دو جگہ ایک مغربی قبیلہ سے اونکا مقابلہ ہوا۔ جسمین چند مارے گئے۔ مگر باقی سر کو لیکر ترکی علاقہ مین پہونچ جانے مین کامیاب ہوگئے۔ سلطان کے خیمہ مین مراکش کا مفتی ابو الحسن اور سلطانی کاتب ابو العمران بھی اسی وقت قتل کئے گئے۔ قتل کا واقعہ تارودانت کے قریب گذرا۔ جہان سلطان مراکو کے ترکی لشکر کا کچھ حصہ مقیم تھا۔ جب لوگون مین قتل کی خبر عام ہوئی تو یہ ترک بخوف انتقام شہر کے دروازون کو بند کرکے لڑائی کے لیے تیار ہوبیٹھے۔ محمد کا بیٹا غالب سخت پر بیٹھتے ہی سب سے اوّل فاس سے اس شہر پر حملہ آور ہوا۔ مگر اس کے سارے لشکر کی مٹھی بھر ترکون کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ شہر فتح نہ ہوسکا۔ آخر غالب نے یہ حیلہ کیا کہ ترکون کو دھوکہ مین ڈالنے کے لیے کل لشکر لیکر شہر سے رخصت ہوگیا۔ ترک دھوکہ مین آگئے وہ سمجھے کہ غالب سچ مچ واپس چلا گیا ہے۔ حالانکہ وہ اصل وہ ایک دو منزل جاکر ٹھہر گیا تھا۔ اور چار و نطرف جاسوس چھوڑ گیا تھا۔ کہ جب ترک شہر سے نکلین فوراً خبر پہونچائین۔ ترک جانتے تھے کہ وہ ہمیشہ مارے ملک کا مقابلہ نہین کرسکتے۔ محاصرہ کے اوٹھنے کو غنیمت سمجھکر البحز یہ کو فوراً نکل جانے کے عزم سے وہ بھی فوراً شہر سے روانہ ہوگئے۔ مگر پہلی منزل پر طے کی تھی کہ صبح کو کیا دیکھتے ہین کہ سارا مراکشی لشکر اوسکا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ شہر بہت دور رہگیا تھا۔ اور وہان واپس ہٹنا محال ہوگیا

تہلتا ہم اونکی سپاہیانہ ہمت یہ کبھی گوارا نہ کرسکتی تھی۔ کہ دشمن اونکو زندہ پکڑلے۔ پاس ہی ایک پہاڑی تھی جہٹ اوسکی پناہ مین چلے گئے۔ اور غنیم کے قریب پہونچنے سے پہلے مٹی اور پتھر کے دمدمے بنالیئے۔ اور ایسے سرباختہ ہوکر لڑے کہ جب تک کل فنا نہ ہوگئے۔ لڑائی جاری رہی۔ مراکشی ایک کو زندہ نہ پکڑسکے۔ اور ترکون کی نسبت اونکا دہ چند زیادہ نقصان ہوا۔ مراکشی لشکر مین بارہ سو صرف قتل ہوئے۔ زخمی علیحدہ رہے۔

ادہر تقیۃ السیف قاتل سرلیکر الجزائر کے راستہ قسطنطنیہ پہونچ گئے اور صدر اعظم کی معرفت سرکو بارگاہ سلطانی مین پیش کیا۔ جس کے حکم سے اوسے ایک مسی پنجرہ مین رکھکر قلعہ سلطانی کے پھاٹک پر لٹکا دیا گیا۔ جہان وہ برسون سیطرح لٹکتا رہا۔ سلیم بن سلیمان کے عہد مین محمد الشیخ کے دو بیٹے عبد الملک المعتصم اور احمد المنصور اپنے بھتیجے کے برخلاف ابا بھائی سے مدد مانگنے کی التجا لیکر قسطنطنیہ آئے۔ اسوقت اونہون نے ساتھ ہی یہ بھی التماس کی اونکے باپ کے سر کو زیادہ بیحرمت نہ کیا جائے۔ سلطان سلیم ثانی نے اس درخواست کو مان لیا۔ اور سر اتروا کر دفن کردیا گیا۔

شیخ کا دھڑ مراکش لیجاکر جامع منصور کے سامنے دفن کیا گیا۔ اس کی قبر اب تک زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ اس کے سنگی تعویذ پر یہ ابیات تحریر ہین۔

حی فرید تمدد تہ رحمات	وظللت لحدہ منہا غمامات
وتنشق بفیح القدس منہ فقد	هبت من الخلد لی منہا نسیمات
بحر بہ کورت شمس الہدی فکست	من اجلها السبعة الارضین ظلمات
یا مہجة غالها غول الردی فنصا	واہ تہت سہما فیہا المنیات
وقت لسوتک اکلوا العلی صعقا	وارتج من بعدتک السبع السموات
وشیعت نعشک الزہرا الی عدن	من الملائک السحان والصوات
یا رحمة اللہ عما علیک رضاء	تدور رحاہا علیہا الدہر کلمات
قضی فوافق فی التاریخ مذ	دار الامام الہدی المہدی جنات

شیخ مہرا ذالحج ۹۶۲ھ ہجری (۱۵۵۵ء) کو قتل ہوا۔ وہ عفاف وصیانت مین یکتا اور صفر سنی مین ہی علم وفضل کے لیے شہر آفاق ہوگیا تھا۔ وہ قوی الجسم عظیم الہیبت اور

رعبد رشخص تھا۔ اور مذاق شعر و سخن میں بھی خاص پایہ رکھتا تھا۔ قرآن کریم اور سلم صحیح بخاری کے علاوہ دیوان متنبی اور کئی ایک دیوان اور سے ازبر یاد تھے۔ اور علم تفسیر میں نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اور سکا شغل نہ تھا۔ گو عوام اور رعایا کے لیئے یہ مناسب نہ ہو۔ بادشاہوں کے لیئے طویل تامل ہونا ایک ضروری وصف ہے۔ اور شمال میں تلمسان اور سبتہ کی فتوحات کو پیش کر کے کہا کرتا تھا۔ کہ اگر بین یعنی امید بن رکھنے والا نہ ہوتا تو یہ مقام فتح نہ کر سکتا۔ اوسکے دو بیٹے ابو الحسن اور ابو عبد اللہ محمد جو بعید میں سپاہی تھا۔ اور ابو عبد اللہ اور جو لائق مدبر اور باپ کا وزیر تھا۔ اس کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے تبین اس کے بعد حکمران ہوئے

سلطان کے قتل ہونے کے تیسرے دن مراکش کے گورنر نے اس خوف سے کہ بہبر باشندگان شہر اسکے ہاتھ پر بیعت نہ کر لیں۔ مقید سلطان ابو العباس الاعرج اور اس کی تمام اولاد کو روضہ شریف صغیر و کبیر کل کو قتل کر دیا۔ اور لاشوں کو باہر پھینکوا دیا۔ رعایا میں سے کسی کو ان کے دفن کرنے کی جرأت نہ پڑتی۔ آخر کہنہ دن بعد شیخ ابو عمر قسطلی نے جو سوقت کے مشہور ولی تھے۔ اور انکی قبر شیخ جزولی کے مزار کے متصل ہے۔ لاشوں کو اٹھوا کر دفن کروا دیا۔

سلطان ابو محمد مسٹر میکنس نے اس بادشاہ کے عہد کی تاریخ کو چند سطروں میں ختم عبد الغالب اللہ کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں یہ محمد الشیخ نے قرار دیا تھا۔ کہ وارث تخت ہمیشہ وہ ہوگا۔ جو خاندان میں سب سے بڑا ہو۔ زبانی تو اس دستور کو سب مانتے رہے مگر عمل کسی نے نہ کیا۔ عبد اللہ اپنے بارہ بھائیوں سے دس کو قتل کر کے تخت پر بیٹھا تاہم اوسکا عہد حکومت با امن اور طریق حکمرانی عقلمندانہ ثابت ہوا۔ اس کے عہد کے بڑے واقعات یہ ہیں۔ ۱۵۵۵ء میں تمام ملک میں خوفناک وبا پھیلی ۱۵۶۲ء میں مزاغان کا کام محاصرہ کیا گیا۔ ۱۵۶۳ء میں جامع شرفا اور علی بن یوسف کی مسجد کے ساتھ جو مدرسہ مراکش میں تھا۔ اوسے تعمیر کرایا ۱۵۸۲ء میں عیسائی غلاموں نے رنگ لگا کر جامع المنصور کا گنبد اڑا دیا۔ اور انکا منشا نماز جمعہ کے وقت تمام جماعت کو فنا کرنے کا تھا۔

اس اختصار کے مقابل مولانا احمد نے بہت شرح و بسط سے کام لیا ہے بیشتر اپنے ناظرین کی مزید آگاہی کے لیئے اس تفصیل کا خلاصہ بھی پیش کر دینا ضروری

سمجھتا ہوں۔

نزہۃ الحادی الاخبار فاسی کا بیان ہے کہ غالب باللہ نے زیانی کی طمع کو بالائے طاق رکھ کر اسی تدبر ملک کو جو اس کا باپ چھوڑ گیا تھا مضبوط و مستحکم بنانا زیادہ مناسب سمجھا۔ ترکوں کے ساتھ تو امان اور ہی بگڑ چکے تھے۔ ۹۶۵ھ ہجری کے جادی الاول میں خیر الدین پاشا بار بروسا (سرخ ریش) کے فرزند حسن پاشا نے جو باب عزیز المعروف بہ کورس ہوا تھا۔ مراکو پر فوجکشی کی فریقین میں صوبہ فاس کی وادی ابن کے قریب مقابلہ ہوا۔ حسن کو شکست ہی ساحل و پہاڑوں میں ہوتا ہوا بالیس کو واپس لوٹ گیا۔ غالب فتح پاکر فاس کو گیا۔ مگر وبائی وجہ سے شہر میں داخل نہ ہوا۔ اور شہر سے لوٹتے ہوئے اپنے بھائی عثمان کے قتل کا حکم دیتا گیا۔ جس کی فوراً تعمیل کر دی گئی۔

تعمیر مسجد جو جزیرہ بدیعہ کی روایت ہے کہ سلطان غالب باللہ نے ۹۶۰ھ ہجری دشفاخانہ اور کیمیا بخش بین دراکش کے عہد مواسمین میں جامع الاشراف تعمیر کرائی جو ہو قت تک پوری شان و شوکت کے ساتھ کھڑی ہے۔ اور اوس کے متصل ایک وسیع حوض بنوایا کہ آبخنک پانی کے لئے شہر کا دار و مدار اوسی پر ہے۔ علاوہ برین ایک وسیع اور عالیشان شفاخانہ قائم کر کے بڑے بڑے املاک اس کے مصارف کے لئے وقف کر دیئے۔ اس شفاخانہ سے باشندوں کو جو نفع پہونچا اوس کا کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا۔ مولانا احمد اس پر ایراد کرتے ہیں کہ یہ شہر کے محلہ طالعہ میں جیل خانے کے قریب ہے۔ اور آجکل اس سے عورات قید یون کے جیل خانہ کا کام لیا جاتا ہے۔ جامع ابن یوسف لمتونی کے متصل جو عالیشان مدرسہ ہے اس کی نسبت اکثر کا خیال ہے کہ اس کا بنا نیو الا غالب ہی تھا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اوسے جیسا کہ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے سلطان ابو الحسن مرینی نے تعمیر کیا تھا۔ البتہ غالب نے اسے بہت کچھ بڑھا دیا۔ اور اس کی ایسی تخدید کی جو خرچ و لاگت میں نئی عمارت سے بھی بڑھ گئی اور اسی بے اندازہ لاگت کو دیکھ کر عوام میں مشہور ہو گیا۔ کہ سلطان کیمیا جانتا ہے۔ جو اس نے اپنے استاد شیخ ابو العباس احمد بن موسیٰ سملالی سے سیکھی تھی۔ اگر اوسے یہ علم نہ حاصل ہوتا تو ہرگز اس عالیشان عمارت کی تکمیل

نہ کر سکتا۔ ریزنی نے اس عام قیاس کو محض غلط بتا کر کیمیا کے عام مشہور مفہوم پر عالمانہ بحث کی ہے۔ وہ اس رواجی یا عام خیال کی کئی وجوہات سے تردید کرتا ہے۔ ایک یہ کہ خود شیخ موصوف سے یہ منسوب ہے کہ اوسے کیمیا کے وجود ہی سے انکار تھا۔ اور وہ اسے فتنہ و فساد اور بربادی و افلاس کے اعظم اسباب میں سے ایک عظیم سبب بتایا کرتا تھا۔ دوم اس بناء پر کہ تمام اہل بصیرت تین وجوہات سے لوگوں کو ہمیشہ کیمیا کی ہوس عام اور اوس کے مشغلہ سے ڈرانے اور پرہیز رہنے کی نصیحت کرتے رہے ہیں۔ سب سے اول وہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ مستحیلات (ناممکنات) میں سے ہے۔ ابن سینا کی بھی رائے ہے۔ اور عقلی و علمی دلایل کے علاوہ اپنے دعوی کی تائید میں لاتبدیل لخلق اللہ کی آیت ربانی سے بھی استدلال کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے جس طرح بندر کو انسان اور بھیڑیے کو ہرن بنانا مخلوق کی قدرت میں نہیں۔ اسی طرح رانگ کو چاندی اور تانبے کو سونا بنانا اس کی استطاعت سے خارج ہے۔ کیونکہ یہ قلب حقائق کی قسم سے ہے۔ اور قلب حقایق محال ہے۔

اس کے متعلق دو شخصوں کا ایک مناظرہ بھی درج کرنا دلچسپی بلکہ فایدہ سے خالی نہ ہوگا۔ کیونکہ شامت اعمال سے اینیمیون میں ابھی تک مہوسیون کا وجود معدوم نہیں ہوا۔ اور فقط ہند و ستان میں ہی اب بھی ہر سال ہزاروں بیوقوف کیمیا کے دھوکہ میں لٹتے یا اپنے ہاتھ سے اپنی دولت اور وقت کو ٹھاتے اور خاکستر کرتے رہتے ہیں۔ یہ مناظرہ کیمیا کے معتقد و مخالف میں ہوا۔ معتقد نے کہا کیا تم رنگسازی کے متعلق اپنے مشاہدہ سے انکار کر سکتے ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ چند مصالحوں سے سرخ زرد اور سفید سیاہ ہو جاتا ہے۔ مخالف نے کہا اس سے مجھے انکار نہیں۔ کیونکہ رنگسازی سے اصل نہیں بدلتا۔ صرف رنگ بدلتا ہے یہ نہیں کہ سفید اونی کپڑے کو رنگریز سرخ یا سبز ریشمی یا سوتی قبا بنا دے۔ دواؤں کے متعلق بھی رنگ کی صنعت سے مجھے انکار نہیں۔ تانبا بعض ترکیبوں سے سفید ہو جاتا ہے۔ مگر وہ اس تبدیل رنگ سے اپنی حقیقت کو نہیں چھوڑ دیتا۔ تانبا ہی رہتا ہے۔ اور لوگ اوسے سفید تانبا کہتے ہیں۔ جسطرح رنگ اونی کپڑے سے اونی

کپڑے کا نام نہیں بچھین لیتا۔

مولانا احمد لکھتے ہین دوسری دلیل یہ ہے کہ ہم دلیل کی خاطر مان لیتے ہین۔ کہ اوس کا وجود ممکن ہے۔ لیکن یہ پھر بھی کہیں گے کہ نا رکھا اس کا وجود معدوم ہے۔ مولانا ابوالفرج ابن الجوزی رحمۃ اللہ نے کیا خوب کہا ہے کہ تین چیزین ایسی ہین جن کی غائبانہ موجود ہونے پر اکثر کا اتفاق ہے۔ اور اونکی عدم رویت پر اہل المشارق والمغارب کلہم متفق ہین اور وہ تین چیزین کیمیا۔ عنقا۔ غول ہین جن کی نسبت کل روائتین سامعی یا رسم حکایات و فسانہ ہین۔ یا کسی متین و عاقل نے آجتک نہین کہا کہ مین نے فلان مین سے کسی کو دیکھا ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر اوسکا وجود خارج مین ہو۔ تو اوسکا حصول اور کیمیا کے ذریعہ بنائے ہوئے سونے چاندی کی خرید و فروخت حرام ہوگی۔ شیخ ابو اسحاق نونسی رحمۃ اللہ سے پوچھا گیا کہ اگر ایسا سونا خالص ہو تو کیا وہ حلال ہوگا۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر کوئی شخص تانبے یا کسی اور ادنی دھات کو چند کیسون سے خالص سونا بنالے اور اور بیچنے جائے۔ لیکن خریداری کے حواشی مندسے یہ رکھے کہ وہ پہلے تانبا تھا اور مین نے اوسے خاص تدابیر اور ترکیبون سے خالص سونا لیا ہے۔ تو اس مین کوئی شک نہین کہ وہ وہ کردیئے والا ہوگا۔ اور اگر یہ امر بتادے تو صاف ظاہر ہے کہ اس سونے کو کوئی ایک فلوس کو بھی نہین خریدے گا۔ اور جواب دیگا کہ اگر تو خاص ترکیبون سے اوسے سونا بنا سکا ہے۔ تو اسی طرح کوئی اور اسی قسم کی دیگر تدابیر سے اوسے پھر اپنی حالت پر لوٹا دیگا۔ اور پہلی صورت مین اوس شخص پر سرور کائنات کا یہ قول صادق آئے گا۔ کہ من غشنا فلیس منا۔ جو ہمین دھوکہ دے وہ ہم مین سے نہین ہے۔ پس اس صنعت کو حرام سمجھنا چاہیے۔ مولانا احمد لکھتے ہین کسی نے یہ شعر بالکل صحیح کہا ہے ؎

فقلت لاصحابی ہی الشمس ضوءہا
قریب ولکن فی تناولہا بعد

(ترجمہ) مین نے اپنے احباب کو کہا۔ وہ سورج ہے۔ اوسکی روشنی ہم سے قریب ہے۔ لیکن اُس تک پہنچنا بہت بعید ہے۔ تاہم یہ شک اچھے اچھے لوگون کے دلون

بہی کچھ عرصہ ایسی تنگی سے چلا رہا کہ اسی وہم سے کہ یہ کل تعمیرات کیمیا کے سونے سے بنا گئی ہین۔ اکثر سادہ لوح منقی مدت تک جامع اشراف مین نماز پڑھنے سے محترز رہے روایت ہے کہ اس موقعہ پر پہلے یہود یون کا قبرستان تھا۔

فتح شفشاون کو بنو راشد نے جو صاحب علم وارباب جہاد وشرفا رہتے تھے۔ بلا غمارہ اور ہبط مین تعمیر کیا۔ اوس کے بانی امیر ابوالحسن علی بن موسیٰ بن راشد کے بعد اس کی اولاد در اولاد ریاست ہوتی رہی۔ وہ مراکو کے فرمانروا یون سے کبھی برسر جنگ اور

× × × × کبھی برسر صلح رہی۔ الغالب باللہ نے اپنے چچیرے عبداللہ بن عبدالقادر کو جو اوسکا وزیر تھا۔ اس کی تسخیر پر مامور کیا۔ اسوقت امیر ابوالحسن کا بیٹا عبداللہ اوپر حکمران تھا۔ اوس نے دل توڑ کر مقابلہ کیا۔ مگر جب دیکھا کہ شہر کے فتح ہونے مین اب کوئی شک نہین رہ گیا تو ماہ صفر ۹۷۷ھ ہجری کے دوسرے جمعہ کی رات کو شہر سے نکل کر مع عیال واطفال متصل پہاڑ کو چلا گیا۔ اور وہان سے بندرتنہ جاکر جہانہ پر سوار ہوگیا۔ اور حجاز پہونچکر مدینہ منورہ کی رہائش اختیار کرلی اور اس تاریخ سے یعنی سعد کا اس شہر پر قبضہ ہوگیا۔

بزیجہ کا محاصرہ کہ اسی سال غالب نے ایک اور لشکر شہر بزیجہ کی فتح پر مامور کیا۔ یہ شہر جسے آجکل جدیدہ کہتے ہین۔ عرصہ سے پرتگالیون کے تصرف مین تھا۔ اس ہم پر اس نے اپنے بڑے بیٹے محمد المعروف بملوخ کو جو سولہ برس کا تھا۔ سالار کرکے کسیاہ کی کمان اپنے ایک مشہور رجیل اباز یدسعد الرحمن عمرانی کے سپرد کی جو فن سپاہگری کے ساتھہ ہی شعر وسخن اور علم وفضل مین بڑے پایہ کا آدمی تھا شہر کا ۴۶ دن محاصرہ رہا۔ اور آخری دنون مین کچھہ مورچے فتح بھی ہوگئے لیکن بقبول ایک مورخ کے شہر فتح نہ ہوسکا۔ اور محاصرہ اٹھہ گئے۔ اور مصنف نزہت مورچون کی فتح کے بعد شہر پر بصدد کن حملہ ہونیوالا ہی تھا جس مین شہر کے فتح ہوجانیکا غالب یقین تھا۔ اور عیسائی جہاز پر سوار ہوکر بھاگ جانے کے لیئے شہر سے نکلنے کا تہیہ کر رہے تھے۔ جو غالب کا حکم آگیا کہ فوج واپس آجائے۔ بزیجہ قصبہ آزموز کے قریب واقعہ ہے۔ پرتگالی مورخ لوبز ماریہ نے اس محاصرہ کے روزانہ حالات بڑی شرح وبسط سے لکھے ہیں

اوسکا بیان ہے کہ بزرگان گورنر کو اسلامی حملہ کی خبر کچھ عرصہ پہلے مل گئی تھی جس پر اس نے خود تین سو کے مسلمان گورنر سے دو ہزار تلوار بن فریہ کر لین اور محاصرہ کی مقاومت کے لیئے ہر طرح کا سامان حرب و رسد کافی جمع کر لیا۔ اسلامی لشکر بین بقول اوس کے تیس ہزار سوار اور ساٹھ ہزار پیدل بندوقچی تھے۔ اس فوج کے علاوہ بیس توپین دوس چھوٹی اور دس بڑی بھی تھین سب سے بڑی توپ کا بھونہ نام تھا۔ بڑا جھنڈا سفید رنگ کا بھی اسی لشکر کے ساتھ تھا۔ ترکون نے توپوں کے علاوہ دیگر اقسام کے جلانے والے مصالحون سے نہایت قابلیت اور ہوشیاری سے کام لیا۔ اور اچھی شجاعت لیاقت سے فصیل شہر کے قریب عیسائیون کے چند مورچے بھی فتح ہو گئے۔ لیکن شہر کی چار دیواری ایسی مضبوط اور بلند تھی کہ توپون کے گولے اور مجاہدین کی شجاعت و سرفروشی اوپر غالب نہ آسکی۔ عیسائیون نے محاصرین کو نقصان پہونچانے کے لیئے سرنگون سے کام لیا۔ ایک سرنگ بین تو پیپے بارود کے رکھے گئے۔ جن بین سے سات پھٹے اور ان سے محصورین اور محاصرین دونون کے بہتسار آدمی ضایع ہوئے دوسری سرنگ چار دیواری کے قریب بنائی گئی۔ اور اس بین ۱۹ پیپے رکھے گئے۔ اون کے پھٹنے سے سینکڑون مسلمان غازی جام شہادت نوش کر گئے اسلامی سپاہ کی اسلامی لشکر کو قلعہ کو فتح نہ کر سکا لیکن عیسائی شجاعت و قادر اندازی لیاقت کے علاوہ مسلمان سپاہیون کی قادر اندازی اور مہارت استعمال تفنگ کے بھی پورے پورے قائل ہو گئے جس طرح ۱۸۴۴ کو محاربہ پلیو نا بین عثمان پاشا غازی کے ترکی قادر اندازون نے ایک روسی مورچہ کی حالت بنا رکھی تھی۔ وہی کیفیت برپا کی ہو رہی تھی۔ کسی عیسائی کے جسم کا ایک انچ بھی فصیل کی پناہ سے غیر محفوظ نہ ہوا۔ اور جھٹ محاہد قادر اندازی نے اوسے نشانہ بنا کر خواب عدم بین سلا دیا۔ ایک اعلیٰ پیمانہ پر جرسل لزبن سے لڑائی دیکھنے آیا۔ وہ جہاز سے اُتر کر سیدھا فصیل شہر کو گیا تاکہ اسلامی صفون کو دیکھنے کے لئے اوس نے فصیل سے سر اونچا کیا ہی تھا کہ فوراً ایک گول قضا کیطرح آپہونچی اس لئے اوسکا بھیجہ پاش پاش ہو گیا۔ اور وہین

چت ہوگیا۔ اسوقت سے لیکر پھر شاذ و نادر ہی کسی عیسائی نے قصبہ سے سر اونچا کیا۔ اس عیسائی مورخ کا بیان ہے کہ محاصرہ سے تنگ آکر عیسائیوں نے مسلمانوں کا ارادہ معلوم کرنیکی کوشش کی تاکہ اگر وہ فتح کا عزم اسیر رکھتے ہوں۔ تو پھر شہر خالی کرکے بھاگ جائیں۔ اونہوں نے سمندر کے رخ ایک چھوٹی سی جماعت بھیجی کہ شہر سے دور فاصلہ پر جاکر کسی مسلمان کو پکڑ لائیں کوشش کریں جماعت مذکور جب خشکی پر اتری تو اوسے حسن اتفاق سے ایک تنہا مسلمان سوار مل گیا گھوڑے کو ہلاک کرکے اوسے جہاز پر لے گئے۔ اور پھر اپنے گورنر کے سامنے حاضر کیا مسلمان نے جان کے خوف سے بتا دیا۔ کہ اگر شہر پر سون تک مدد نہ پہنچی تو مسلمان محاصرہ سے دست بردار ہوجائیں گے۔ ایسا ہی ہوا۔ اور عیسائیوں نے اس مجلس پر بڑی دھوم دھام سے خوشیاں منائیں اور شکرانہ کی نمازیں اپنے گرجوں میں ادا کیں۔

مبارزت کے ۔ ناکہ ناظرین کو زمانہ قدیم کے اس پرانے دستور کے آداب و آداب و قواعد شرائط سے آگاہی ہوجائے۔ اس موقعہ پر اس زمانہ کا ایک واقعہ بالاختصار درج کردینا ہوں۔ متذکرہ صدر محاصرہ سے کچھ دن بعد ایسا اتفاق ہوا کہ آزمور کا ایک باشندہ ایک جمیلہ عورت پر عاشق ہوگیا۔ مگر چونکہ وہ کوڑھ کا تھا عورت اوس کی درخواست نکاح کو بڑی نفرت سے رد کرتی رہی۔ آخر ایک دفعہ اوس نے کہلا بھیجا کہ اگر مجھ میں ایک نقص ہے تو ایسے ہی اوس کی تلافی کرنیوالی کئی خوبیاں بھی ہیں۔ ازانجملہ ایک شجاعت ہے اگر تو کہے تو میں عیسائیوں کے شہر رہ تو ان پہلوان کا سر کاٹ کر تجھ کو لا دیتا ہوں۔ یہ پیغام اثر کر گیا اور عورت نے مان لیا کہ اگر وہ سر لے آیا تو اوس سے نکاح کریگی۔ یہ شخص اپنے شہر کے گورنر کے پاس حاضر ہوا۔ اور اس کی معرفت برجہ کے عیسائی گورنر کو اپنے سب سے بہادر آدمی کو مبارزت کے لئے بھیجنے کی دعوت دی۔ آخر ایک روز مقرر ہوا۔ شہر کے متصل دنگل قائم کیا گیا۔ اور فریقین کے لشکر اور عام لوگ ہزارہا کی تعداد میں تماشا دیکھنے کو جمع ہوگئے۔ اسوقت ہر ایک فریق سے دو دو منصف (عدل) مقرر کئے گئے۔ مسلمان منصفوں نے عیسائی پہلوان کی تلاشی کی۔ اور تلوار و نیزہ کے سوا کوئی

کے پاس کچھ نہ دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھ سے یکساں تیزی و جنبش کے ساتھ وار کرسکتا تھا۔ عہد لیا گیا کہ صرف دائیں ہاتھ کو استعمال میں لائیگا۔ اکھاڑہ کی حد مرکز سے پچاس پچاس بالشت چاروں طرف مقرر کی گئی۔ قاعدہ تھا کہ اگر کوئی اکھاڑہ سے ایک کچھ بھی باہر نکل جائے تو وہ مغلوب سمجھا جائیگا۔ اور فریق غالب کو اختیار ہوگا کہ خواہ اوسے قتل کر دے۔ اور خواہ غلام بنالے۔ مبارزہ تلوار اگر تیزہ سے جائز ہوتی تھی۔ یہ دنگل آخری وقت پر ایک بیہودہ سی بحث سے رک گیا۔ مسلمان کے گلے میں چند تعویذ چمڑہ میں منڈھے ہوئے تھے۔ عیسائی مخالفوں نے انہیں اتروا دینے کا تقاضا کیا۔ مسلمان نے کہا کہ کوئی ایسی چیز نہیں جس سے بدن کا کچھ بھی حصہ تلوار یا نیزہ کی زد پر آسکے۔ میں نے تعویذ رہنے دیئے۔ میں نے انکو اس غرض سے دیکھا ہے۔ مگر چونکہ ان میں خدا کے نام درج ہیں اسلئے انکو اتار دینے پر بھی کبھی رضامند نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے میں اس لڑائی میں مارا جاؤں۔ اور ایسے وقت اللہ تعالے کے نام کے ساتھ بے ادبی کرنیکی کبھی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس شخص نے بعد ازاں کئی معرکوں میں عیسائیوں سے برخلاف نمایاں شجاعت دکھائی۔

پیری سرہدی کی ایک دن سلطان نے اپنے استاد سے کہا۔ میرا دل کسی بزرگ شیخ کے مرید ہونے کو چاہتا ہے۔ کسی لائق اور سچے بزرگ کی تلاش کرو۔ مراکو میں مشائخ ہمیشہ باافراد رہے ہیں۔ اوستاد نے تلاش و جستجو کے بعد شیخ احمد جزولی کو جو سملالہ میں مقیم تھے۔ سب سے بہتر پایا۔ بادشاہ سے آکر اس کی تعریف کی اور بڑے زور سے اوس کے ولی کامل ہونے کی تصدیق کی۔ بادشاہ معہ اراکین فوراً مقام مذکور کو روانہ ہوگیا۔ شیخ احمد اس کی آمد کی خبر سنکر استقبال کو شہر سے باہر آئے۔ اور اوسے بڑی عزت و احترام سے فرودگش کرکے نفیس بیر کھجوروں اور خالص دودھ سے اوس کی ضیافت کی۔ غالب اونکا تین دن مہمان رہا۔ اور آخری دن یہ دعا کرنیکی التماس کی کہ اس کا ملک با امن رہے۔ اور وجہ یہ بتائی کہ بغیر امن کے نہ اوسے اپنی کیطرف سے بیفکری ہوسکتی ہے۔ اور نہ ملک ترقی کرسکتا ہے۔ شیخ نے درخواست منظور کرکے باآواز بلند کہا اے عرب۔ اے بربر و اے پہاڑو۔ اور اے میدانوں۔ سلطان مولائی عبداللہ کی اطاعت و فرمانبرداری

کرتے رہو۔ اس منتخب الدعوات کی بدولت خالی کنجی سا در حباب کو مدت العمر تک بھر کسی مہیب فتنہ و شورش سے سابقہ نہ پڑا۔ اس ملاقات سے کچھ عرصہ بعد ترکی بیڑہ طنجہ و سبتہ کے سامنے نمودار ہوا۔ جس سے تمام ملک میں تمام منشوش پھیل گئی۔ اور سلطان بھی گھبرا گیا۔ اس کے حواسی اور درباری بہت قتل دیئے۔ مگر اس کی طبیعت نہ سنبھلتی۔ آخر اس نے ایک قاصد کو خط دیکر اپنے مرشد کی خدمت میں روانہ کیا۔ شیخ نے خط پڑھتے ہی نعرہ بلند کیا۔ اسے تو اپنے ملک کو لوٹ جا تو ہمارا عبداللہ خدا ہے تجھے اپنے ملک میں بخیر و عافیت رکھے۔ قاصد نے جو قدمت واپس آکر اس کا ذکر کیا تو سلطان کو فوراً اطمینان ہو گیا اور چند روز بعد یہ خبر موصول ہو گئی۔ کہ ٹھیک اس تاریخ اور اسی وقت جبکہ شیخ احمد سلاوی نے مندرجہ ذیل قصیدہ کہا۔ ترکی بیڑہ مراکشی ساحل سے لنگر اوٹھا کر روانہ ہو گیا۔ شیخ احمد ایک دفعہ اپنے مرید کو ملنے مراکش آئے۔ سلطان نے کمال ادب و احترام سے پیشوائی کی اور باصرار محل شاہی میں لیجا کر ضیافت کا سامان کیا۔ اور عہد کیا کہ کہا تک سب طعام ہو گا لیکن جب دسترخوان بچھا تو شیخ موصوف نے اوسے صرف چھو کر ہاتھ کھینچ لیا جب وہ محل سے رخصت ہوئے۔ تو سلطان نے عرض کیا۔ حالانکہ میں نے محض پاک و طیب روزی و کمائی کا کھانا پیش کرنیکا عہد کیا تھا۔ جناب نے اوس کے تناول سے کیوں احتراز فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ بادشاہوں کا اگر طعام حلال بھی کھایا جائے تو دل چالیس دن تک تاریک رہتا ہے۔ اور اگر طعام شبہہ کا کھایا تو دل چالیس برس تک مردہ رہتا ہے۔ سلطان کو شیخ اور مرشد سے بھی بڑی عقیدت تھی۔ شیخ نے اوسے کھجور کے پتوں کی ایک چھڑی دی تھی۔ جسے وہ ہمیشہ حرز جان بنا کر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ شیخ مذکور ۲۵ شوال ۱۰۸۳ھ کو بروز جمعہ فوت ہوئے۔ تو سلطان جنازہ میں شامل ہوا۔ اور اپنے ہاتھ سے اونکی قبر پر مٹی ڈالی۔ اسی سلطان کے عہد میں حسب ایک شیخ ابا محمد عبداللہ بن حسن المغاری کو مراکش میں بڑی طاقت حاصل ہو گئی۔ اور ہزار دو نظر سے اگر ہزار دن آدمی اوس کے مرید ہونے لگے تو غالباً اوسے کہلا بھیجا کہ یا تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔ یا میں شہر تمہارے پاس چھوڑ کر خود چلا جاتا ہوں۔ شیخ نے

جوابد یا نہیں ہیں ہی چلا جاتا ہوں۔ اور بچوں کا مقام تا مصلوحت کو چلا گیا۔
نصاریٰ سے معاہدہ کیا یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بنی وطاس کے زمانہ میں نصاریٰ
نے مقام ارلیس کو تعمیر کیا تھا۔ اور دہران پر ۹۱۲ ہجری میں قابض ہو گئے
تھے۔ ان مقامات سے جب ترک نکل آئے تو انہیں نہ نکالا۔ اونکا قبضہ
قایم رہا۔ بعد ازاں پھر یہ مراکو کے تصرف میں آگئے۔ مگر سلطان غالب نے جب
دیکھا کہ ترکوں کی برابر اپر نظر ہے۔ اور اونکے بیڑے اسی لیئے آبنائے میں
آتے جاتے رہتے ہیں۔ تو اوس نے بقول المنصف مورخین روز کا جھگڑا مٹانے
کے لیئے یہ شہر عیسائیوں کو دیڈالے۔ اور وہاں کے مسلمانوں کو نکل آنیکا
کوئی بہانہ ہی نہ رہجائے مصنف نزہت کا بیان ہے کہ عیسائیوں نے اپنے قابض
ہوکر اون مسلمان باشندوں پر جو ابھی نہیں نکلے تھے سخت وحشیانہ جبر وستم
کئے۔ قیدیوں کو کہدو اکر لاشوں کو جلوا دیا۔ اور بیحرمتی و اہانت مسلمین کا کوئی
دقیقہ فروگذشت نہ کیا۔ غالب کا بیٹا محمد فاس میں گورنر تھا۔ بوجہ قرب اوسی
ان مظالم کی جلد خبر پہونچ گئی جسکو سنکر اوس سے ضبط نہ ہوسکا۔ اور وہ فوج
لیکر اپنے ہم مذہبوں کی امداد کو روانہ ہوگیا ہے۔ اور کل مسلمان باہر نکل گئے
ہیں۔ یہ سُنکر محبوراً اوسے واپس لوٹ جانا پڑا۔

مگر عقل باور نہیں کرسکتی کہ غالب ایسے متقی وغیور بادشاہ نے ترکی
حملہ کے محض اندیشہ ہی اندیشہ سے ڈرکر اپنا کوئی علاقہ عیسائیوں کو دیدینا گوارا
کرلیا ہو۔ یہ کیا عقلمندی ہے کہ اگر کسی طرح کے نقصان کا اندیشہ ہو۔ تو اندیشہ
کے الیناد کے لیے اوس کے نقصان کو پہلے برداشت کرلیا جائے۔ چنانچہ
مورخ یقوبی کو بھی اس روایت پر چندان اعتبار نہیں۔ اور اوس کا بیان
ہے کہ میں نے اس کا ذکر صرف گمنام اور کم وقعت تحریروں میں دیکھا ہے
اور اس کی درستی پر مجھے مطلق اعتبار نہیں۔

ایک مدت تک غالب کے عہد میں ایک عالم مسمی فقیہہ ابوعبداللہ محمد اندلسی کا دماغ
سخت رنجیدوں کی کثرت سے بگڑ گیا۔ شروع شروع میں وہ بڑا زاہد و متقی
رہا۔ مگر بعد میں معلوم ہوگیا کہ یہ صرف ظاہرداری اور دھوکہ کی ٹٹی تھی۔

بالآخر آئمہ مذاہب کی شان میں بے ادبی کرنا۔ اور احکام دین کی نسبت بُرے بھلے الفاظ کہنے رہنا اوسکا معمول شیوہ ہوگیا۔ یہ دیکھکر سلطان نے اوس کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ سپاہی پکڑنے آئے تو اوس نے مریدوں کو للکارا اور شہر میں ایک عظیم فتنہ برپا ہوگیا۔ لیکن آخر پکڑا گیا۔ اور اسے ہی گھر کے دروازہ پر محلہ ریاض زیتون میں ۹۰۰ھ ہجری کی ۱۵ ذی الحجہ کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔

فرقہ یوسفیہ (۳) دوحہ کا مصنف کہتا ہے:۔ شیخ ابوالعباس احمد بن یوسف راشدی قصبہ بدعت شراقہ ملیانہ میں ایک نامور صاحب کرامات و افضالات گذرا۔ اوس کا آوازہ دور دور تک پھیل گیا۔ اور بیشمار لوگ اوس کے مرید ہوگئے۔ جب اس کا عام چرچا ہوگیا تو ایک بد بالن حواری نے اپنے مرشد کو صاحب النبوۃ قرار دیکر ایا ضیہ شیعون کے مشابہ ایک نئی ملت بنام یوسفیہ قایم کر دی جس میں اجلاف و اخسا اور عیاش طبع نے بڑی خوشی سے شریک ہوگئے۔ بعض کا بیان ہے کہ جبکہ اس بدعت نے سر نکالا۔ شیخ راشدی اسوقت ابھی زندہ تھا۔ اور اس نے اس کے موجدوں پر لعنت بھیجی تھی۔ غالب کے عہد میں یوسفیوں کی صرف ایک یہی جماعت باقی رہ گئی تھی۔ جس نے اوسکو بھی تقریباً معدوم کر دیا۔ مگر بعد ازاں یہ بدعت پھر تازہ ہوگئی چنانچہ فرقہ شراقہ کے نام سے جو فرقہ اب تک مراکو میں چلا آتا ہے۔ وہ اسی یوسفیہ ملت کیطرف منسوب ہے۔ خود شیخ احمد راشدی جو ۹۲۳ھ ہجری میں فوت ہوا بڑا زاہد و متقی اور پابند سنت و ہدایت تھا۔

وفات سلطان ابی محمد عبداللہ الغالب باللہ بروز جمعہ ۲۰ رمضان ۹۹۸ھ ہجری ۱۵۹۰ء کو بعارضہ ضیق النفس فوت ہوا۔ اور قصر سنان اشراف میں باپ کی قبر کے متصل دفن ہوا۔ اس کی قبر اب تک محفوظ و سلامت ہے۔ اور اس کی لوح پر یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں ؎

ایا زائری ہب لی الدعا ترحما	فانی ابی فضل الدعاء فقیر
وقد کان امر المومنین لکلکم	انی وصیتی فی البلاد شہیر
فہا انا قد صرت تحت بحضرۃ	ولم یغن عنی قائد و وزیر
ترود من حسن الظن باللہ انما	وزادی حسن الظن فیہ کثیر

وان کان مثلی عالما بجنایۃ - فھو بفضل العفو منہ حدیر
وقد جاء ان اللہ قال تحناً - انی لایئس السید لی سینصر

روایت ہے کہ متنوخی کے بیٹے سے جب یہ شعر پڑھے تو لفظ حفرۃ سے بہت بگڑا بیشک حدیث نبوی روا الخبر روضۃ من ریاض الجنۃ - او حفرۃ من حفر النار - بین حفرۃ پہلے مستعمل نہیں استعمال نہیں ہوا اور کہا کہ کیوں حفرہ کی بجائے بلسقع یا اور ایسا ہی لفظ استعمال نہ کیا - متنوخی سلطان اپنے ملک میں بقلت اور نیک نہاد بادشاہ ہی نہیں - بلکہ ولی کامل سمجھا جاتا تھا - اور یہ عام مقولہ تھا کہ تین شخص اسوقت زمانہ کی آنکھیں ہیں - اوّل سلطان - دوم شیخ المغاری - اور سوم شیخ ابو الصلہ

ان کے معاصر زمانہ کے دیگر اہم رتبہ جو باقی دنیا میں وقوع میں آئے حسب ذیل ہیں - الجزائر میں اور تونس میں بالعلی کے زیر حکومت علی الترتیب دائے اور بائی کے لقب سے موروثی حکمرانوں کا سلسلہ ۱۵۱۸ء میں قائم ہوگیا - دوسرے برس خلیج سیانٹو میں ترکی بیڑہ کو یورپ کی عیسائی طاقتوں کے متفقہ بیڑوں سے ایسی زک دی کہ گو ہموقت عین دوچ شباب پر ہونے کی وجہ سے ترکی حکومت نے اوسے چنداں محسوس نہ کیا - لیکن درصل یورپ میں ترکوں کی ترقی اسی وقت سے رک گئی - چودہ برس بعد اونکو ایشیا کے ہاتھ سے بھی سخت زک اوٹھانی پڑی - جس نے ایک طرح سے ایشیا کی طرف اونکی ترقی و پیشقدمی کے سلسلہ میں رکاوٹ ڈال دی -

مغربی یورپ میں بھی یہ زمانہ اہمیت سے خالی نہ رہا - انگلستان والوں نے اپنی قابل و فرزانہ ملکہ ایلزبتھ کے زیر فرمان ۱۵۵۸ء میں تخت نشین ہوئی بحری طاقت بڑھانی شروع کر دی تھی - سپانیہ میں مسلمان عیسائیوں کے جور و ظلم سے ایسے تنگ آ گئے تھے - کہ جب معاہدہ برد شت سے گذر گیا تو ۱۵۶۹ء میں ہر قصبہ شہر میں جہاں جہاں وہ آباد تھے - جا بجا انتظام بڑی تیزی سے پھوٹ نکلا - تین برس تک خونریزی اور خانہ جنگی برپا رہی - رعایا کا ایک حصہ تباہ اور وہ بھی مقہور و مغضوب اور کس و بے بیاد کب تک ساری بربادی اور حکومت کا مقابلہ کر سکتا تھا - لاکھوں قتل ہوئے - اور باقی بڑی بیدردی کے ساتھ ۱۶۱۰ء میں ملک سے مراکو کو

بدر کر دیئے گئے - دو برس بعد ۱۵۷۲ء فاس مین رہ سن کتبو لکون نے ایک خاص دن اور وقت مقرر کرکے جو اب تک دلی بار تھلو نا دن مشہور ہے - اپنے لاکھون پرٹسٹنٹ مذہب ہم وطنون کے گلے کاٹ دیئے - بہت تھوڑے اس قتل عام سے بچ کے بقیۃ السیف نے انگلستان مین پناہ لی - پرتگال والون نے بھی اپنے مشہور ترین شاعر کاموس کو انہی دلون جزیرہ مکاؤ (متصل چین) کو مبلا وطن کیا تھا -

سلطان المتوکل باللہ کے قاب کے تین بیٹے تھے - سب سے بڑا محمد جو ایک جشن کنیز کے بطن سے تھا - ولی عہد تھا - اور فاس کی گورنری پر مامور تھا - باپ کی وفات پر المتوکل باللہ کے لقب سے تخت نشین ہوا - مگر عام طور پر وہ اپنے لوح کے لقب سے مشہور ہے - کیونکہ اس کی کہال کھینچکر بھس بھر دی تھی - باقی دونون بھائی کو بھاگ گئے جہان ایک عیسائی ہو گیا - اوسکا ذکر پندرھوین فصل مین بالتفصیل کیا جائیگا - یہ دونون بھائی ترکیون کی مدد سے مراکو مین داخل ہوئے - لیکن فائز المرام نہ ہوئے - اوسکا چچا عبد الملک زیادہ خوش نصیب ثابت ہوا - متوکل کو تخت پر بیٹھے دو ہی برس ہوئے تھے کہ اس کے دونون چچا عبد الملک اور احمد چار ہزار ترکی فوج لیکر مراکو پر حملہ آور ہوئے - اور متوکل کو متواتر شکستین دیکر ۱۵۷۶ء مین فاس و مراکش پر قابض ہو گئے - متوکل کے دو سالہ عہد کا جو اوقعہ خاص کی لڑائی تھی - جو طنجہ کے قریب عیسائیون کے ساتھ ہوئی - اس مین ایک مشہور صاحب دل شیخ ابو مہدی عیسی المصباحی مسلمانون کے لشکر سے شہید ہوئے - شیخ شہید مقام وعاد ع مین اپنے بزرگ باپ کی قبر کے متصل دفن کیے گئے - مورخین کا بیان ہے کہ متوکل بڑا فقیہہ ادیب - عالم اجل بڑے پایہ کا ناظم و ناثر - مگر ساتھہ ہی بڑا متکبر اور کسی کو خاطر مین نہ لانیوالا - اور رعیت پر ظلم کرنیوالا تھا - بطور نمونہ اوس کے چند عربی شعر یہان درج کیے جاتے ہین -

فقم بنا نصطبح صہبا صافیۃ	فی وجہہا علجدفی وجہہ نقط
وانہض الینا علی عم بعد اتلقا	فان تاخیر وقات الصبا نغلط
سار افنار دواوی الخیل طلبہم	وخلفونی بخیل محجم میرانا
لا اعرف الشری من عبدہم ابدا	ولا اسقی ولا ظل رد اور یحانا

مسٹر میکنیس عبدالملک کو ہدیہ ملنے کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ سلطان مراد جس نے پہلے داؤد سلیم اول کے عہد فتح کر کے ۱۵۱۷ء میں منصف خلافت حاصل کیا تھا۔ چونکہ اس منصب کی عام اشاعت کا خیال ہان تھا جارس پنجم والیٔ ہسپانیہ کے جانشینوں سے تونس سے توس کے مقرر فتح ہو جانے پر اوس نے عبدالملک کو جو بھائی سمیت ۱۵۷۴ء میں قسطنطنیہ گیا ہوا تھا۔ بڑی خوشی سے مدد دینا منظور کر لیا۔

فتح تونس و الجزائر کے مفصل حالات سن کتاب ہمارے خاندان عثمانیہ میں لکھ چکا ہوں۔ لیکن چونکہ اس کا مراکو کی تاریخ سے اہم تعلق ہے اس لیے بالاختصار یہاں بھی اوس کے کچھ حالات لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جسوقت خیرالدین پاشا بار بروسا نے تلمسان و الجزائر کو فتح کر لیا اسوقت تک تونس کے حکمران خاندان بنی حفص کی طاقت جو خاندان موحدین کی ایک شاخ تھا۔ بالکل مضمحل ہو چکی تھی۔ خیرالدین نے ان فتوحات سے فارغ ہو کر ۹۴۰ ہجری میں تونس پر حملہ کر کے اوسے بھی قلمرو عثمانیہ میں شامل کر لیا۔ وہاں کا حفصی امیر حسن بن محمد بمندر کے راستہ ہسپانیہ بھاگ گیا۔ اور وہاں کے عیسائی بادشاہ سے مدد کی التجا کی۔ اسے درخواست قبول کر کے حسن کے ساتھ بڑا لشکر بھیجدیا۔ جو جہازوں سے حلق الوادی کے مقام برج العیوان میں اسکی برابر اترا۔ اور وہاں سے آگے بڑھکر تونس پر حملہ کیا۔ خیرالدین پاشا کو ہزیمت ملی۔ وہ الجزائر کو ہٹ گیا۔ فتح کے بعد نصاریٰ حسن کے ساتھ تونس کی حکومت میں شریک بلکہ شریک غالب ہو گئے۔ اور حسب معمول قتل و نہب اور ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا۔ تونس کی آبادی اسوقت ایک لاکھ اسی ہزار تھی۔ سورخوں کا اتفاق ہے کہ ایک تہائی قتل۔ ایک ثلث اسیر اور صرف ایک ثلث باقی چھوڑے گئے۔ مسیحی تہذیب و رحمدلی کو عرض میں لانے کے لیے جب شہر میں کوئی گنجائش باقی نہ رہگئی۔ تو ہسپانیولیوں کو اب فوجی استحکام و تمصیر طی کی فکر ہوئی۔ اونہوں نے حلق الوادی (خلیج تونس) پر قبضہ کر کے جس کی انتہا پر تونس آباد ہے۔ اوس کے کنارے پر ایک نہایت مضبوط قلعہ کی تعمیر شروع کر دی۔ اور پورے ۳۴ برس تک عمارت برابر جاری رہی۔ اور ایسی پختہ چنائی کی گئی۔ کہ جب بعد میں ترک اوپر قابض ہوئے تو وہ اوسے گرانے سے عاجز رہے۔

کچھ عرصہ بعد صلی کے بیٹے احمد نے حاکم ہو کر شہر کو نس پر قبضہ کر لیا۔ اور قلعہ حلق الوادی پر بھی حملہ کیا۔ مگر اسے انصاری سے فتح نہ کر سکا۔ اس خانہ جنگی سے فائدہ اوٹھا کر علی پاشا گورنر الجزائر نے حملہ کر دیا۔ اور ۹۸۱ھ ہجری میں تونس پر قابض ہو گیا۔ شکست کھا کر احمد بھی باپ کی طرح شاہ سپانیہ کے پاس بھاگ گیا۔ اور مدد کی التجا کی۔ شاہ مذکور نے مہم کے مصارف ادا کر دینے کا وعدہ کر کے بیڑہ احمد کیساتھ بھیجدیا۔ مگر جب یہ بیڑہ تونس کے سامنے پہونچا۔ تو اوس کے کپتان نے احمد کو اپنے بادشاہ کا ایک خط دیا۔ جسے اب تک مخفی رکھا گیا تھا۔ اس ادائے مصارف کے علاوہ حکومت کی شراکت کا بھی مطالبہ کیا گیا تھا۔ احمد نے اوسے منظور نہ کیا۔ اور آزردہ خاطر ہو کر مسلی وصقلیہ کو چلا گیا۔ وہ رہین فوت ہوا۔ لیکن ادس کی لاش تونس پہونچا دی گئی۔ دریولاس کا بھائی محمد بن حسن مقاسمت کی شرط کو منظور کر کے تونس پر قابض ہو گیا تھا جہان سپانی گورنر ادس کے برابر تخت پر بیٹھتا تھا۔ عیسائیون نے اسدفعہ بھی وہی حرکات کین۔ جن کے پہلے مرتکب ہو چکے تھے۔ بلکہ اس دفعہ مردے اور عبادت گاہین بھی اونکے دست تطاول سے محفوظ نہ رہین۔ عام مسجد سیمی لشکر سواران کا مقبل بنا دی گئی۔ تمام کتب خانہ سمندر پر پھینکدیا گیا۔ اور اکثر اولیا و صلحا کی قبرین کھود ڈالی گئین۔ محمد نے لوگون کو جتنی دفعہ امان کے وعدے دیکر بلایا اتنی ہی دفعہ عیسائیون نے اعتبار کر کے چلے آنے والون کے ساتھ غداری کی۔ ان مظالم کی جب عثمانی سلیمہ کو خبر پہونچی تو اوس کی حمیت وغیرت زیادہ خاموشی کو روا نہ سکی۔ ایک طرابلس کے گورنر مصطفے پاشا۔ تیردان سے عامل حمید پاشا اور گورنر الجزائر کو ملکر ظالمون پر حملہ کرنے کے تاکیدی احکام روانہ کئے گئے۔ اور دو بیڑے ساڑھے چار سو جہازون کا جرار بیڑہ وزیر سنان پاشا کے زیر کمان قسطنطنیہ سے روانہ کر دیا گیا۔ یہ بیڑہ یکم ربیع الاول ۹۸۱ھ کو قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر اوسی مہینہ کی ۲۴ تاریخ کو حلق الوادی مین پہونچا۔ متذکرہ گورنر پہلے سے پہونچکر محاصرہ مین مشغول تھے۔ مگر قلعہ کے فتح نہ ہو سکنے سے اون کے گولے ایسے ٹوٹ گئے ہوئے تھے۔ کہ اگر سنان پاشا جلد نہ پہونچ جاتا تو وہ واپس چلے جانیکو تیار بیٹھے تھے۔ ادس کی آمد

پر سب کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور اسی سال کی چھٹی جمادی الاول کو قلعہ علق[1] الواد سی کو طے کرکے بزور شمشیر فتح کر لیا گیا۔ محمد معہ اپنے عیالی معاونین کے آخری حصن صنوبر میں پناہ گزین ہوگیا۔ سنان پاشا نے اسے بھی چند دن بعد فتح کر لیا۔ اور اسلام کی سرزمین شرک و کفر کی نجاست سے بالکل پاک ہوگئی۔ محمد کو اسیر بنا کر سنان پاشا اپنے ہمراہ قسطنطنیہ لے گیا۔ جہاں اوسے محبس یدی قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس کی ہزیمت پر خاندان موحدین کی آخری شاخ بھی معلوم ہوگئی تونس غالب باللہ کی وفات سے پانچ ماہ بعد (۹۷۵ھ) میں فتح ہوا۔

سلطان ابی عبدالملک اور ادریس کا بھائی آخر اپنے کے زمانہ میں تلمسان میں تھا۔ مروان عبدالملک غالب کے تخت نشین ہونے پر تلمسان اور بلاد الجزائر کو چلے گئے جب متوکل کے تخت نشین ہونے کی خبر سنی تو عثمانی سلطان سے فوجی مدد مانگنے کے لئے قسطنطنیہ کو روانہ ہوگئے۔ اسطرح بقول مولانا احمد کی روانگی کا سال ۹۷۶ھ ہوتا ہے۔ لیکن مرٹ سکینس [illegible] دیگر یورپین مؤرخین کا بھی یہی بیان ہے ان کے ساتھ ایک کی ماں بھی تھی۔ بعض کہتے ہیں۔ وہ عبدالملک کی خالہ تھی۔ اور بعض کا بیان ہے کہ وہ احمد کی ماں مسعودہ تھی۔ مدد ملنے کے متعلق کچھ ... میں بھی اختلاف ہے۔ چند کہتے ہیں کہ دونوں بھائی سنان پاشا کے ساتھ قسطنطنیہ سے آکر تونس کی فوجکشی میں شامل ہوئے۔ اور بعض کی روایت ہے کہ وہ الجزائر سے جاکر اس مہم میں شامل ہوئے اور فتح کی بشارت لیکر قسطنطنیہ پہونچے۔ بہرکیف یہ مسلم ہے کہ اس فتح کی خوشخبری سب سے پہلے انہوں نے جاکر سنائی۔ سنان پاشا نے دو جہاز یہ خوشخبری سنانے کے لئے روانہ کئے۔ عبدالملک اور احمد بھی ایک جہاز پر سوار ہوکر اس کے ساتھ چلائے۔ راستہ میں طوفان نے ان کے جہاز کو دوسروں سے جدا کر دیا۔ اور وہ تین دن پہلے دارالخلافت میں پہونچ گئے۔ اس مژدہ کے سنانے سے عثمانی سلطان کو بہت

[1] ناظرین کو معلوم رہے کہ جو قلعہ فوجی اغراض کے لیئے بنایا جائے۔ وہ عموماً کئی قلعوں کا مجموعہ ہوتا ہے

خوش اور مسرور دیکھکر اونہون نے اپنے مطلب کی بات بھی عرض کردی سلطان صرف تونس کی وجہ سے جسے وہ نسبتًا بہت اہم سمجھتا تھا اونکو مدد دینے سے رکا رہا تھا۔ اس مانع کے دور ہو جانے پر اوس نے بڑی خوشی سے مدد دینے کا وعدہ کرلیا۔ محمد الشیخ کے سر کو اوتار کر دفن کئے جانے کی التماس بھی اسی موقعہ پر عرض کی گئی۔ ترکی امداد کے سلطان نے بالیقائے وعدہ دونون بھائیون کو زر و دولت اور سلح و زاد کی مقدار کثیر عطا کرکے دولاتی گورنر الجزائر کے نام عبد الملک کو پانچہزار فوج کی مدد دینے کا حکم بھیجدیا۔ یہ فرمان دولاتی نے اعیان مجلس کے روبرو پیش کیا۔ تو اونہون نے فیصلہ کیا کہ حسب دستور یہ تھیلی فرمان سلطانی اونکو فوج بھیجدینے کے وعدہ پر کچھہ روپیہ قرض لیکر داخل کر دیا۔ اور باقی رقم جو حساب سے بنے مراکو پہونچکر ادا کرنیکا عہد لیا۔ دس ہزار دینار فی منزل معاوضہ مقرر کرکے وہ بقول بعض پانچ اور بقول دیگر چار ہزار ترکی فوج کے ساتھہ مراکو روانہ ہوئے ملک مین ان کے کئی امرا رہی خیر خواہ تھے۔ انکی طرف سے مراسلے بھیجدیئے گئے چنانچہ فاس کے قریب پہونچکر دونون لشکر مقابل ہوئے۔ تو متوکل کی فوج سے کئی امیر اپنے اپنے دستے لیکر عبد الملک کو جا ملے۔ یہ رنگ دیکھہ کر عبد الملک کے ہوش و حواس پران ہوگئے۔ وہ لشکر کو میدان مین چھوڑکر فاس کو بھاگ آیا۔ اور وہان کے سامان حرب کو آگ لگا۔ اور بیش قیمت خزائن کو اٹھوا مراکش کو بھاگ گیا۔ ابو مروان عبد الملک بفتح و ظفر فاس مین داخل ہوا۔ اور باشندون نے بڑی خوشی و مسرت سے اوس کے ہاتھہ پر بیعت کر لی۔ کچھہ دن ارام کرکے اس نے مراکش کا عزم کیا۔ اسوقت ترکی سپاہ سالار نے کہا اب تمہارا لشکر کافی ہوگیا۔ ہمین رخصت کردو۔ ورنہ مفت کی زر برداری ہوگی۔ اوس نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور فاس کے تجار سے قرض لیکر رقم مقررہ کے علاوہ ہر ترکی سپاہی کو چار چار سو مثقال چاندی اور ارض مغرب کے بیشمار تحائف و دیگر انعامون بڑی عزت کے ساتھہ رخصت کیا۔ اور خود

. . . . . .

تک خود اونکی متابعت کے لیئے گیا۔ اس کام سے فارغ ہوکر وہ مراکش کی طرف بڑھا۔ متوکل فوج لیکر شہر سے باہر مقابلہ کے لیئے آیا مگر حسب معمول بلا مقابلہ شکست کھائے ہوئے شتر مرغ کیطرح شہر کو بھاگ گیا۔ اور جب سنا کہ عبدالملک کا بھائی احمد تعاقب مین چلا آتا ہے تو شہر سے بھی فرار ہوگیا۔ اور احمد نے بلا مقابلہ مراکش مین داخل ہوکر اہالی شہر سے اپنے بھائی کیطرف سے بیعت لے لی۔ خود سلطان ابو مروان بروز دوشنبہ ۱۹ ربیع الثانی ۹۸۴ ہجری کو مراکش مین داخل ہوا۔ متوکل جبال سوس کیطرف بھاگ گیا۔ اور کچھہ دن اوس کی کچھہ خبر سنائی نہ دی۔ اس پر ابو مروان نے بھائی نوائب بناکر فاس بھیجدیا۔ وزیر ابو فارس عبدالعزیز بن سعید وزکین نے جو احمد کی والدہ کا قرابت دار تھا۔ صلاح دی کہ پہلے متوکل کی طرف سے اطمینان خاطر کر لینا ضروری ہے۔ اس پر عمل نہ کیا گیا۔ مگر اس کی معقولیت جلد واضح ہوگئی۔ ساحلی علاقہ کے کچھہ حصہ پر عیسائی اب تک قابض تھے۔ اور اون سے چھیڑ چھاڑ برابر چلی جاتی تھی۔ اور اونکی ہی وجہ سے ابو مروان نے شمالی علاقہ کو کچھہ زیادہ عرصہ بے پناہ چھوڑنا قرین مصلحت نہ سمجھکر بھائی کو ایسی جلدی فاس بھیجدیا تھا۔ اور جب وہ وہان پہونچگیا۔ تو اوسے ہر قسم عیسائیون کے مقابلہ کے لیئے تیار اور اون کے علاقہ کے متصلہ اسلامی قلعون مین سامان حرب وضرب اور رسد کی کافی مقدار مہیا رکھنے کے تاکیدی احکام بھیجتا رہتا تھا۔

متوکل نے جبال سوس مین پہونچکر وہان کے کئی قبائل کو اپنے ساتھہ ملاکر پھر ایک لشکر جمع کر لیا۔ اور جب احمد کی روانگی کی خبر سنی تو لشکر لیکر مراکش پر چڑھہ آیا ابو مروان اوسے راستہ مین ہی جا روکنے کے لیئے مراکش سے باہر نکلا۔ مگر متوکل نے عجیب ہوشیاری سے کام لیا۔ وہ ابو مروان سے اس عیاری کی جنگ کرتے ہی پیچھے پاؤن لوٹکر مراکش کا محاصرہ کر لیا۔ اور ادہر احمد کو کل لشکر لیکر جلد پہونچنے کے لیئے لکھا۔ جب یہ لشکر پہونچگیا۔ تو متوکل اپنی عادت مستمرہ کے مطابق شہر کو اپنے حال پر چھوڑ کر پھر جبال سوس کو بھاگ گیا۔ باشندے اپنی کرتوتون کے خوف سے کچھہ عرصہ ثابت قدم رہے۔ لیکن آخر سلطانی لشکر غالب آگیا۔ اور مراکش پر پھر قبضہ ہوگیا۔

ابو مروان نے اس سبق کو فراموش نہ کرکے اس دفعہ احمد کو پہلے متوکل کا تصفیہ کرنے پر مامور کیا۔ جو کچھ لشکر لیکر جیال سوس کو روانہ ہوگیا۔ اور ادہر دو سمر کے میدان مارے۔ دوسری لڑائی مین جسمکے پاس صرف تین ہزار اور متوکل کے پاس ساٹھہ ہزار فوج تھی۔ مگر احمد کی خوش نصیبی کے سامنے کثرت تعداد کی کچھہ پیش نہ گئی۔ متوکل کو سخت شکست ملی۔ اور وہ بحال خستہ و تباہ پہلے جبل درن پھر بادیس کو بھاگ گیا۔ اور پھر سبطہ ہوتا ہوا طنجہ جاکر سیستان شاہ پرتگال سے مدد و اعانت کی التجا کی۔

جنگ القصر عیسائیون پر فتح عظیم

سیستانی نے اس شرط پر مدد منظور کی ہے۔ کہ تمام ساحلی علاقہ اس کا ملک ہو۔ اور باقی ملک متوکل کے پاس رہے۔ متوکل نے اس شرط کو منظور کرلیا۔ مگر چونکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے تمام مسلمانون مین عام نارضگی پھیل جائیگی۔ اس نے علماء اُمت اور قوم کیطرف ایک طویل منشور اپنے فعل کو جایز و مباح قرار دینے کے لیئے اس مضمون کا بھیجدیا۔ کہ تم لوگون نے بیعت کو توڑ کر دوسرے شخص کو اپنا بادشاہ قبول کرلیا۔ حالانکہ شرعاً یہ جایز نہین۔ اور چونکہ مجھے اپنے حقوق کی بازیافت کے لیئے کسی مسلمان سے مدد نہ ملی۔ مجھہ کو مجبوراً ایک عیسائی بادشاہ کیطرف رجوع کرنا پڑا۔ اور یہ تمام فقہا کا فتویٰ ہے کہ غاصب سے اپنے حق واپس لینے کے لیئے ہر ممکن ذریعہ سے کام لینا جایز ہے۔ آخر مین اونکو دھمکیان دین کہ اگر وہ اب بھی راہ راست پر نہ آئے تو لڑائی کے لیئے تیار رہین۔ جو خدا اور رسول سے لڑائی کرنے کے برابر ہوگی۔ کیونکہ وہ حق پر ہے۔ اور دوسرا فریق غاصب۔ علماء اُمت نے اس اعلان کے جواب مین اُس سے بھی زیادہ طویل منشور تحریر کرکے اس کے ہر ایک دعویٰ اور دلیل کی واقعات اور نص قرآن و حدیث سے کامل تردید کی۔ اور اوسے ہر طرح سے جھوٹا ثابت کرکے آخر مین اُس کو مراجعت و نادم ہونے کی نصیحت کی۔ اس جواب کو مولانا احمد نے بحر فہا نقل کیا ہے۔ جو باریک ٹائپ مین بڑے تقطیع کے چار صفحون مین سمایا ہے۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ مصاحبین نے شاہ پرتگال کو بہت سمجھایا کہ وہ

اس موسم مین چڑھائی نہ کرے۔ مگر موت اُس کے سر پر سوار تھی۔ اور ملک کی قسمت گردش میں آئی ہوئی تھی۔ جوانی کے جوش اور ملک گیری کی جوع البقر نے کوئی نصیحت مؤثر نہ ہونے دی۔ اور وہ بقول مسٹر مسکینس ۱۰ ہزار سے زیادہ فوج لیکر مین موسم گرما کے وسط مین جہازون پر لزبن سے طنجہ آپہونچا۔ مگر جب دریاء وادالکوس کے معاون والنخازن کو طے کرکے آصیلا کے رستہ القصر کے سامنے پہونچا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ لاکھون مجاہد اوس کے سامنے ڈیرہ ڈالے ہوئے ہین۔ یہ دیکھکر اوسکا رنگ فق ہوگیا۔ اس نے شرط پر جو متوکل سے تھی۔ ابو مروان سے صلح کرلینی چاہی۔ لیکن مروان ایسا بیوقوف نہ تھا۔ اوس نے اوسے بڑی حقارت سے مسترد کردیا۔ مگر جب تک عیسائیون کی کل فوج پل کے راستہ دریا سے عبور نہ کرآئی۔ اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔ جب وہ دری طرف آگئے تو پل کو توڑ دیا۔

ابو مروان کو متوکل نے کسی غدار ملازم کی معرفت کچھ عرصہ پہلے زہر کھلادی تھی۔ اور وہ اس کے اثر سے بیمار ہوگیا تھا۔ متوکل نے بہت چاہا کہ لڑائی مین کچھ دن کا توقف ہوجائے۔ اسمین ابو مروان مرجائیگا۔ اور میدان بسطرح خود بخود فتح ہوجائیگا۔ ابو مروان بھی اس نتیجہ کو سمجھتا تھا۔ اوس نے چارپائی پر لیٹے لیٹے عام حملہ کا حکم دیدیا۔ مجاہدین کفار پر شیران ببر کی طرح جھپٹ پڑے۔ ابو مروان لڑائی کے ختم ہونے سے پہلے داعی اجل کو لبیک کہ گیا۔ لیکن اوس کے حاجب ضران العلج نے جو عیسائی سے مسلمان ہوا تھا۔ اس راز کو مخفی رکھا۔ اور میدان کے فتح ہونے تک اس کے نام سے برابر احکام جاری کرتا رہا۔ اسمین صرف وہی فوت نہ ہوا۔ بلکہ دو اور بادشاہون کی موت بھی اوسی دن کے لیئے لکھی ہوئی تھی محمد متوکل کا رزار کا رُخ بدلا دیکھ کر اس مرتبہ بھی حسب معمول بھاگنے کے لیئے دریاء مین کود پڑا کیونکہ سوائے مہدیہ کے اور کوئی پل دریا پر نہ تھا۔ اور واپس جانے کے لئے دریا سے ہی گذرنا پڑتا تھا۔ وہ اس مین ڈوب گیا۔ فاتحین نے اوس کی لاش نکال کی۔ پھر کھال کھینچکر بھس بھر دی۔ اور اسے شہر بہ شہر پھراتے پھرے۔ تیسرا بادشاہ جو اوس معرکہ مین بہینٹ چڑھا۔ سبیٹانی تھا۔ اوس کی بیباکی و تہور سے پہلے ہی ظاہر ہو رہا تھا۔ کہ وہ شاید ہی سلامت بچے۔ اوسے خود متوکل نے سمجھایا کہ اس گرمی کی

شدت کے موسم مین دن کے وقت حملہ کرنا ٹھیک نہین۔ مگر بنا نا۔ اور اوس کا خمیازہ اوٹھایا۔

یہ معرکہ جمادی الاول ۹۸۶ھ ہجری کے پہلے دوشنبہ کو ۴ اگست ۱۵۷۸ء ہوا دست بدست لڑائی صرف ۴ گھنٹے اور بقول دیگر ۲ گھنٹے رہی۔ اس قلیل عرصہ مین عیسائیون کے پاؤن اکھڑ گئے۔ وہ اندھون کی طرح دریا مین کود پڑے۔ اور اس طرح جو تلوار سے بچے تھے۔ وہ دریا مین ڈوب کر مر گئے۔ مراکو کے متعلق کسی اور واقع کو اسقدر عام شہرت یورپ مین نصیب نہین ہوئی۔ جسقدر کہ اس معرکہ کو اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ اوس مین صرف پرتگالی سپاہ ہی شامل نہ تھی۔ بلکہ کئی دیگر ممالک کے عیسائی مجاہد بھی شامل تھے۔ دوم اسوقت تک یورپ کے تعلقات مراکو کے ساتھ اچھے وسیع ہوگئے تھے۔ تیسرے اس لیئے کہ جنگ مذکور کا نتیجہ بھی دور تک اثر کرنیوالا پایا گیا۔ پرتگال کا اثر نہ صرف شمالی افریقہ بلکہ دنیا کے دیگر حصہ مین اس شکست سے نہایت کمزور بلکہ معدوم ہوگیا۔ اور خود پرتگال کا وجود بھی جلد مفقود ہوگیا۔ بتیانی کے بعد دو برس تک اوسکا بھائی بادشاہ رہا۔ اوس کے مرنے پر فلپ ثانی ہسپانیہ کے بادشاہ نے جوان دونون کا ماموں تھا۔ پرتگال کو ہسپانیہ کے ساتھ ملحق کر لیا۔ جس کے اپنے شاہی خاندان کا اب کوئی فرد باقی نہ رہگیا تھا۔ مسلمان مورخین مسیحی لشکر کی تعداد سوا اور ڈیڑھ لاکھ کے بین بین بتاتے ہین۔

عیسائی مورخ ماریول کا بیان ہے کہ اس مین ۱۵ ہزار ہسپانوی تین تین ہزار اطالین و جرمن کے علاوہ مجاہدین بکثرت تھے۔ پوپ روم نے چار ہزار سپاہی۔ ۱۵۰ سو سوار۔ اور ۱۲ توپون کی جو کمک بھیجی وہ مزید برآن تھی اسلامی لشکر مین بقول اوس کے چالیس ہزار سے کچھ زیادہ آدمی اور ۳۴ توپین تھین۔ اس لڑائی مین مسلمانون کو اسقدر غنیمت ہاتھ آئی کہ پہلے مراکو مین کبھی اسقدر غنیمت کسی لڑائی سے حاصل نہ ہوئی تھی۔ مگر یہ پہلی دفعہ تھی کہ مال غنیمت جمع کر کے شریعت کے مطابق سب مجاہدین مین تقسیم نہ ہوا۔ بلکہ جو کچھ کسی کے ہاتھ لگا وہ اسی نے رکھ لیا۔ شریعت کی اس صریح خلاف ورزی سے لوگون کو اسیوقت سے یہ اندیشہ ہوگیا تھا کہ اوسکا ضرور وبال پڑیگا۔ ایسا ہی ہوا۔ اور اسوقت سے

بعد متواتر قحط سالی اور اسماک نے ملک پر یورشین کرکے اوسے قلاش کر دیا عام روائت ہے کہ روپیہ اور دولت کی برکت یہی اندلس سے اٹھ گئی۔ بقول اوسی مؤرخ کے پرتگالیون کے علاوہ تین ہزار جرمن۔ سات سو اطالین۔ اور دو ہزار اسپانوی قتل ہوئے۔ اس لڑائی کے واقعات جگر دوز پیرایہ مین انہی دنون انگریزی مؤرخ ہیانوی۔ اطالین اور لاطینی وغیرہ مین چھپ گئے۔ اور اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس مہم کیطرف تمام سرزمین فرنگستان کی آنکھین کیسی بیتابی و شوق سے لگی ہوئی تھین۔ اور کیطرح ہر ایک عیسائی متنفس اسی ایک اہم صلیبی جہاد سمجھکر اسکی کامیابی کے لیئے دست بدعا تھا۔ اور جب شکست کی خبر پہونچی تو اونکو کیسا سخت صدمہ پہونچا۔

عجیب و غریب روایتین اس معرکہ سے فریقین کے ممالک مین عجیب و غریب روایتین مشہور ہوئین۔ اور عجیب عجیب نتیجے نکالے گئے۔ سب سے لطیف مولانا احمد کا نکالا ہوا نتیجہ ہے۔ لڑائی کے ختم ہونے پر مولائی احمد اسی دن اپنے بھائی کی جگہ اوس کی وصیت کے مطابق المنصور کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ مولانا موصوف اس ایک دن مین تین بادشاہون کے مربے اور ایک کے حکمران ہونیکو عیسائی تثلیث کے بطلان اور اسلامی توحید کی فتحیابی کا واضح اشارہ بتاتے ہین۔

سبیٹیانی کے جانشین ریکی نے فدیہ مین بیشمار مال و منال دیکر اپنے قیدیون کو چھڑایا۔ مگر اونکو پھر بقول عرب مؤرخین اس جرم مین زندہ جلوا دیا۔ کہ وہ دشمن سے مل گئے تھے۔ اور اسی لیئے نہایت قدعن سے نہ لڑے۔ اس دو ہرے قتل عام سے ملک مین مردون کی اس قدر قلت ہو گئی۔ کہ پادریون نے کثرت توالد و تناسل کے لیئے زناکی عام اجازت دیدی۔ اور اوسے اپنے لیئے بھی جایز و مباح قرار دیدیا۔ ادہر پرتگالیون مین عرصہ تک یہ اعتقاد پھیلا دیا کہ مسباسٹیانی ہلاک نہین ہوا بلکہ مسلمانون کے پاس مقید ہے۔ اگرچہ منڈوزا نے جو مہم مین شریک تھا۔ اور ہلاکت و قید سے بچ گیا تھا۔ انہی دنون مفصل طور پر اوس کی تدفین اور شناخت کے حالات ایک رسالہ مین لکھہ دیئے تھے۔ من بعد یہ روایت مشہور ہوئی کہ مسباسٹیانی مخفیہ پرتگال کو واپس آیا۔ اور وہان سے شاہ پرسٹر جان

اور شاہ ایران کے درباروں میں پہونچا۔ اور آخر الذکر کے پاس بطور کمانڈر انواج کئی برس ملازم رہا۔ پھر یروشلیم قسطنطنیہ وسط یورپ انگلستان ہالینڈ اور فرانس کی سیر کرتا ہوا انپلنز گیا۔ اور اسجگہ راہب بن گیا ہے۔ ان حالات کے مشتہر ہونے پر عام پر جوشی اور تحریک پیدا ہو گئی۔ لیکن جنگ القصر سے بیس برس بعد یہ ثابت ہو گیا کہ راہب مذکور فریبی ہے۔ اور اس کا نام مارکو ٹلیبو کاٹی زون ہے جو پہلے کالا باریا کا تاجر تھا۔ اور پرتگال کو تجارت کے لیئے جایا کرتا تھا۔ سباسٹیانی کے ہم شکل پاکر چند راہبون نے اوسے اپنے تئین یہی ظاہر کرنے پر رضامند بنا لیا اور پھر گرم لوہے سے اوس کے جسم پر جا بجا داغ دیکر ویسے نشان بنا دیئے جیسے کہ سباسٹیانی کے جسم پر تھے یہ راز افشا ہونے پر مراکو کے حکمران نے اوسے گرفتار کرکے قتل کرا دیا۔ مگر راہب آخر وقت تک اوس کے سباسٹیانی ہونے کی شہادت دیتے رہے اور اکثر کو مسلسل اصرار کیوجہ سے اس امر کا پختہ یقین ہو گیا۔ ان راہبون نے اپنے دعوی کی تائید مین ایک رسالہ اطالین۔ فرنچ۔ ہسپانوی۔ انگریزی اور پرتگالی زبانون مین تحریر کرکے بہ تعداد کثیر تمام یورپ مین مشتہر کیا تھا۔ مانوئین کا بیان ہے کہ ریکی نے زرخطیر دیکر سباسٹیانی کی لاش کو خرید لیا تھا۔ وہ پہلے سبتہ مین لاکر دفن کی گئی۔ اور جب ریکی کی وفات پر فلیپ ثانی پرتگال کا بھی بادشاہ ہو گیا۔ تلاش کا صندوق لزبن مین لے جاکر دفن کیا گیا۔

انگلستان و مراکو کے سباسٹیانی تو نہین البتہ ایک اور پرتگالی شہزادہ ضرور پیدا ہو گیا تھا جس کا دستاویزی ثبوت بھی کافی موجود ہے۔ ملکہ ایلزبتھ نے ابو مروان سے نامہ وپیام کا سلسلہ قایم کر لیا تھا۔ جو موکل کے بعد بھی برابر جاری رہا۔ ملکہ کے ایک خط بنام امیر المومنین شریف مراکو فنزاد رسوس عین جو محل سینٹ جیمس مین لندن مین ۱۵۸۶ء مین لکھا گیا تھا۔ اس قیدی شہزادہ کا ذکر ہے۔ امیر مراکو نے اس خط کا جواب چار برس بعد بھیجا تھا۔ اور اس مین اس نے ملکہ سے اپنے دشمنون کے برخلاف مدد مانگی تھی۔ پوپ روم نے جو مدد بھیجی تھی۔ اوس کی جمعیت مسر سکیئس سات سو سپاہ کی لکھتا ہے۔ یہ ایک انگریز مسمی تامس سٹوکلی کے

زیر کمان تھی۔ اور در اصل آئرلینڈ والوں کو انگلستان کے برخلاف بغاوت کرنے مین مدد دینے کے لیے بھیجی گئی تھی۔ مگر جب وہ لزبن پہونچی تو آئرلینڈ جانے کے بجائے اوسے صلیبی جہاد مین شامل ہونیکا حکم آپہونچا۔

عیسائی حکومتون کی طرف سے اول اول ابو مروان کے عہد مین ہی قونصل اور سفیر مقرر ہوئے۔ اگرچہ ایک انگریز تاجرالدائی اس سے پیشتر مراکو مین بکامیابی تجارت کرآنے کا مدعی ہے۔ لیکن متفق علیہ یہی ہے کہ سب سے اول انگلستان کی تجارت کو مراکو مین رائج کرنیوالا ماسٹر تھامس فونڈم ایک کپتان جہاز تھا۔ جو ۱۵۵۱ء مین اپنا جہاز لیکر سامان مراکو پر پہونچا۔ سفر کی کامیابی پر اورون کا بھی حوصلہ بڑھ گیا۔ دوسرے ہی برس زیادہ سامان بھیجا گیا۔ اور اسطرح تجارتی سلسلہ ایسے استحکام سے قایم ہوگیا کہ باضابطہ قونصل کی تقرری کی ضرورت درپیش آگئی۔ اور ملکہ ایلزبتھ نے اپنے ایک مصاحب مسٹر رڈمنڈ ہوگن کو سفیر بناکر ۱۵۸۰ء مین "شاہ مردکوس[1] و فیس" کے دربار مین بھیجدیا۔ مگر سفیر مذکور اپنی رپورٹون مین سلطان کو ہمیشہ "شاہ فاس، وسوس" لکھتا رہا۔ ملکہ نے اپنے سفیر کو جو ہدایا دین وہ شاہی مسودات اور مراسلہ مین ابتک موجود ہین۔ اسی برس ہنری سوم شاہ فرانس مراکو اور فاس کے دربار مین اپنا قونصل مقرر کیا۔

سلطان ابو مروان ہمیشہ ترکی لباس پہنتا تھا۔ اور اور بھی کئی باتون مین اوس نے عثمانیون کو عادات و آداب کو امتیاز کر لیا تھا۔ اسے چھوٹے بھائی احمد سے بڑی محبت تھی۔ اس زمانہ مین ایک دفعہ اس شدت سے بارش ہوئی کہ چاہات لبالب پانی سے بھر گئے۔ یہ سال اب تک "عام آلاباری (چاہات کا سال)" کے نام سے مشہور ہے۔ اسکے دوسرے برس ۲۸ رمضان ۹۶۴ھ کو سورج کو گہن لگا۔ جس نے تمام آفتاب کو ڈھانپ لیا۔ اور آخر شوال ۹۶۵ھ بحری مطابق ماہ مارچ ملک مین بڑی دل بکثرت پھیل گیا۔ سلطان غالب کے عہد مین ایک نیا ستارہ نمودار ہوکر چند دن بعد چھپ گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اوس کے بیٹے کے عہد مین آسمان پر بجانب

[1] یعنی مراسلہ شاہی مین سلطان مراکو کا یہ لقب لکھا گیا +

شرق کی دن سُرخ جھنڈون کے مشابہ علامتین دکھائی دیتی رہین۔ اس آسمانی کرشمہ سے تھوڑا ہی زمانہ بعد ابو مروان نحر کی لشکر لیکر مراکو مین پہونچ گیا۔ ابو مروان کے عہد مین پہلے ایک بڑی دُم کا اور پھر ایک چھوٹی دم کا ستارا نمودار ہوا۔ واد المخازن کی لڑائی اس واقعہ سے کچھ مدت بعد وقوع مین آئی۔

سُلطان احمد المنصور المعروف بالذہبی

تمام لشکر نے ابو مروان کی وفات پر القصر کے میدان مین ہی اوس کے ہاتھہ پر بیعت کرکے اوسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ اس نے اپنا لقب المنصور باللہ رکھا۔ مگر عوام مین وہ الذہبی سونیوالا کے خطاب سے مشہور ہے۔ یہ خطاب اوسے اُن مہمون کی طفیل ملا جو اوس نے ٹمبکٹو کو روانہ کی تہین۔ اور وہان سے سونا بمقدار کثیر لائی رہی تہین۔ اوسکا عہد امنیت و خوشحالی مین کل تاریخ مراکو مین نظیر نہین رکہتا۔ اور یہ امر اس کی خوش نصیبی و سعادت کا مزید نہایت زبردست ثبوت ہے۔ اس کی مان ایک مقبول الہی درویش کی صاحبزادی اور خود بھی نہایت پارسا اور نیک نہاد عورت تھی۔ وہ خود بھی نہایت عالم فاضل تہا۔ اوسکا بیان ہے بعالم شہزادگی ایک دفعہ مین نے حضرت سرور کائنات کو خواب مین دیکہا۔ سوقت میرے دل مین آیا کہ حضور محمد روح سے اپنے بادشاہ ہونیکے متعلق دریافت کرون۔ لیکن ابہی کچھہ عرض نہ کرنے پایا تہا کہ سرور عالم نے مجھے بادشاہی کی بشارت دیکر دست مبارک کی تین انگلیون سے اشارہ کیا۔ اس کے متعلق اس قسم کی بہت سی روایتین ثقہ و معتبر راویون کی زبانی مشہور ہین۔

ٹمبکٹو اور مغربی سوڈان کے دیگر علاقون کی مہمون پر وہ بربری قبائل کے ہوشیار و پھرتیلے سردارون کو مامور کیا کرتا تہا جن کے بیٹونکو بطور یرغمال اپنے پاس منگوا لیا ہوا تہا۔ اور اپنی نگرانی مین ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کر رکھا تہا۔ یوروپین طاقتون سے اس کے تعلقات دوستانہ رہے۔ خاصکر ملکہ ایلزبیتھ سے جس کی وہ ہمیشہ کمال تعریف کیا کرتا تہا۔ ان دونون فرمانروا ولیڈ کی باہمی خط و کتابت کا کچھہ حصہ اب تک شاہی کاغذات مین موجود ہے۔

شاہان دُنیا کی منصور نے عنان حکومت ہاتھہ مین لیتے ہی سب سے پہلا کام یہ مبارکباد دین کیا کہ اس فتح کی خبر سلطان مراد بن سلیم شہنشاہ روم اور تمام

ہمسایہ عیسائی بادشاہون کو خاص سفیر بھیجکر کی جس کے جواب مین چار ونطرف سے مبارکباد کی سفارتین معہ ہدایا پہونچنی شروع ہوگئین سب سے پہلے الجزایر کے ترکی گورنر کی سفارت پہونچی - اس کے بعد ریکی شاہ پرتگال کی جس نے بیش بہا تحائف کے علاوہ تین لاکھ نقری ڈبوکٹ نقد بھی بھیجے - مگر اون کے جس تحفہ کو اماں مراکش نے نہایت متحیر و متعجب بنایا - وہ گاڑیان اور جھکڑے تھے - جنکو اب پہلی مرتبہ ان لوگون نے دیکھا تہا - پھر ہسپانیہ کے بادشاہ کی پہونچی - جو تحائف یہ لائی - اون مین چند نہایت قیمتی الماس - یاقوت موتی اور زمرد بھی تھے -

یہ شاہ مذکور نے اپنے آباکے تاج شاہی سے الگ کرکے بھیجے تھے - اور دونون عیسائی بادشاہون کے تحفے بجائے خود اسقدر قیمتی اور عجیب و غریب تہے - کہ بڑے بڑے نقاد بہی ایک کے تحائف کو قدر و منزلت مین دوسرے کے تحفہ پر فضیلت دینے سے عاجز رہے - اس سے پیچھے سلطان مراد کی سفارت آئی جس نے ایک نہایت بیش بہا تمغہ برلیان تحفتاً روانہ کی - اور پھر شاہ فرانس کی سفارت اسی طرح کئی مہینون تک مبارکباد دینے والی سفارتون کا تانتا لگا رہا جنکو دیکھ کر اہل مراکو خوشی سے جامون مین نہ سماتے تھے -

منصور اسی برس ایسا سخت بیمار ہوا کہ اوس کے بچنے کی امید نہ رہی - مگر اخر کار حکیم ابی عبداللہ محمد کے معالجہ سے اوسے کامل شفا ہوگئی - جس کی خوشی مین تمام رعایا برایا نے بڑی دھوم دھام سے جلسے کئے - اور شعرا و ادبا نے معرکے قصیدے کہے - جن مین سے فقیہ ابو عبداللہ محمد بن علی کے قصیدے کو کل مقررون نے پہلے نمبر پر رکھا ہے - اوس کے چند بیت نمونتاً ذیل مین درج کئے جاتے ہین ؎

تردی اذی من سقمک البر والبحر	وضجت لشکوے جسمک الشمس والبدر
وبات الهدی خوفا علیک مشهدا	واصبح مذعورا لغوا دالندی العمر
فلما اعاد الله صحتک التی	افاق بها من غمه البدو والحضر
تزات لنا الدنیا بزینة حسنها	دعاوانی ابا ءه فاک البشر
وصار بک الاسلام فی کل بلدة	ینهی و یدعی ان یطول لک العمر

وصحت لنا الآمال بعد امتدادها ... وعادت الی الاینا ع غصا نہا الخضر
ولا غروان صامت علی سمط الندے ... اذا اغبر وجہ الارض واحتبس القطر
لبیت ابی العباس نضت سجا فہا ... قدیما فخافت ان یعاودہا الضر
لئن صد بیض المحالی لقد غدت ... تس ء الکماۃ البیض والدین السمر
بقیت لہذا الدین حمی ذمارہ ... ویحمیک رب العرش باقی الدہر

صحت یابی پر منصور نے اپنے ولی عہد کی نامزدگی کا ارادہ کرکے اس بارہ مین تمام علماء وفضلاء اور مشایخ سے مشورہ کیا۔ سب نے یہی جواب دیا کہ فرزند اکبر سے بڑھکر اور کوئی اس منصب کے قابل نہین ہوسکتا۔ یہ جواب منصور کے عین حسب منشاء تہا۔ اوس نے بیٹے کو فاس سے جہان وہ گورنر تھا۔ بلایا۔ اور خود سر کے استقبال کو مراکش سے چند میل تک آگے گیا۔ باپ بیٹے کی ملاقات کا نظارہ قابل دید تہا۔ بیٹا جس کا نام مامون تہا۔ باپ کو دیکھکر گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور فرشی آداب بجالاکر باپ کے قدمون کو بوسہ دیا۔ منصور گھوڑے پر بیٹھا رہا تہا اوس نے سعادتمند بیٹے کو دعائین دین۔ اور پایہ تخت کو واپس آکر ایک عالیشان جلسہ مین تمام امراء ومشایخ سے مامون کے ہاتھہ پر بیعت کرائی یہ بیعت منصور کے ایک بھتیجے ابوسلیمان داؤد بن عبدالمومن بن سلطان محمد الشیخ کو ناگوار گذری۔ وہ جبل سکلیسوہ کو بہاگ گیا۔ اور چند شورہ پشت بربر دنکو جمع کرکے علانیہ باغی ہوگیا۔ آخر سلطانی لشکر سے پے درپے شکستین کہانے پر صحراء اعظم کے خانہ بدوش عرب قبایل کے پاس بہاگ گیا۔ اور ۹۸۶ھ عیسوی مین موت ہوجانے تک وہین رہا۔

سلطان مراد اور عبدالملک نے اگرچہ ترکی جیش کو بڑی عزت واحترام کے ساتھ منصور مین رخصت کیا تہا۔ لیکن بعد ازان عثمانیہ سلاطین کے احسانات کو ایک طرح سے بالکل بھلا دیا تہا۔ اوس نے پھر کبھی کوئی خط یا سفیر درباء عثمانی کو نہ روانہ کیا۔ اور بیگانہ محض بن گیا۔ اس احسان فراموشی سے طبعًا ترکی سلطان کے دل مین کدورت آجانی چاہیئے تھی۔ لیکن عالی حوصلہ سلطان مراد نے اوسکا کچھ خیال تک بھی نہ کیا۔ اور جب منصور نے اوسے فتح القصر کی خبر بہیجی۔ تو

وہ اس اسلامی فتح پر نہایت ہی خوش ہوا۔ اور جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے منصور اور اوس کے بھائی کی سابقہ خاموشی و اجنبیت کی کچھ پرواہ نہ کرکے فوراً مبارکباد کی سفارت روانہ کردی۔ مگر خدا معلوم منصور کے دل میں کیا آیا۔ کہ اوس نے اس مزید الطاف سلطانی کی بھی جیسی کہ چاہیئے تھی قدر نہ کی نہ تو سفراء کو اپنے ہاں بیکار بٹھا رکھا۔ اور سلطانی مراسلہ کے جواب اور شکریہ ادا کرنے میں غیر معمولی تاخیر سے کام لیا۔

عثمانیہ صیغہ بحری کی وزارت ایک شخص مسمی علی علوج کو تفویض تھی۔ جو کسی نہ کسی وجہ سے منصور سے ناراض سا تھا۔ اس تاخیر سے جس نے سابقہ احسان فراموشی کے معاملہ کو بھی یاد دلا دیا۔ اوسے اپنا عوض لینے اور سلطان مراد کو منصور کے برخلاف بھڑکانیکا خوب موقعہ مل گیا۔ اور اس نے سلطان سے آخر اس امر کی اجازت حاصل کرلی۔ کہ جنگی بیڑہ کے ساتھ الجزائر کو روانہ ہو جائے۔ اور وہاں پہونچکر ایک طرف سے الجزائر کی بری فوج کو خشکی کے راستہ مراکو پر حملہ کرنیکا حکم دیدے۔ اور دوسری طرف خود بیڑہ لیکر سواحل مراکو پر فوجکشی کرے۔ وہ ابھی ان تیاریوں میں ہی مصروف تھا۔ کہ منصور کو ایک انگریزی قونصل کے ذریعہ اس معاملہ کی خبر مل گئی۔ جس پر ایک طرف تو وہ اپنے ملک کے فوجی تحکام میں اور دوسری طرف امن پسند وسائل سے تلافی مافات کی سعی و کوشش میں مشغول ہو گیا۔ امراول کے لیئے وہ فوراً مراکش سے فاس کو گیا۔ اور شمالی ساحل اور مشرقی سرحد کے قلعوں اور بندروں کے مورچوں کو آراستہ کرکے اون میں ذخایر حرب و رسد بمقدار کثیر جمع کرلیئے۔ دوسری طرف یہ کیا کہ گرانبہا تحایف اور معذرت نامہ کے ساتھ اپنے چند اعلیٰ عہدہ داروں کی سفارت بارگاہ خلافت کو روانہ کی۔ جو بندر تطاوین (طیطوان) سے براہ سمندر قسطنطنیہ کو گئی۔ راستہ میں اس کی مٹھ بھیڑ علی علوج کے بیڑہ سے ہو گئی۔ سفارت کو دیکھکر علوج کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر یہ آستانہ علیہ تک پہونچگئی تو مراد کی حمیت اسلامی اوس کی شخصی غیرت جمعیت پر غالب آجائیگی اور وہ فوجکشی کے حکم کو منسوخ کردیگا۔ پس سفارت کو روک لینے کے لیئے

اس نے منصور کے سفرا کو کہا کہ تمہارا جانا بے سود ہے۔ تمہارے آقا نے نہ کون کی ایسی تحقیر نہیں کی۔ کہ اب ان حیلوں سے سلطان کا غضب فرو ہو سکے۔ تم واپس ہٹ چلو۔ سفارت میں ایک احمد بن وہ عمرانی منصور کا سپہ سالار اور دوسرا احمد بن یحییٰ اوس کا نوعمر کاتب تھا۔ معمر کمانڈر تو علی کی باتوں میں آگیا۔ اور وہ علی کے ساتھ واپس جانے پر رضامند ہو گیا۔ مگر نوجوان کاتب پر اوس کی چال کارگر نہ ہوئی۔ وہ قسطنطنیہ جانے پر مصر رہا۔ علی نے اوس کی حداثت سن کا خیال کر کے سوچ لیا کہ یہ بچہ ایسے اہم معاملہ کو سرانجام نہیں دے سکے گا۔ اگر وہ جانے سے باز نہیں آتا تو جانے دو۔ وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ ابن وہ کو ساتھ لیکر ابن یحییٰ کو آگے چلا جانے دیا۔ لیکن اس صغیر السن کی سحر بیانی اور جادو طرازی کا علم نہ تھا۔ اس نے آستانہ پہنچکر سلطان کے دل کو فوراً نرم کر لیا۔ اور صدر عظم کو بھی اپنا معاون بنا کر منصور کی تاخیر کے لیے ایسے انداز سے معذرت پیش کی۔ جس میں اوس کے آقا کی بھی سبکی نہ ہوئی۔ اور سلطان مراد بھی خوش ہو گیا۔ اوس نے عذر قبول کر کے ہمایا منظور کر لیئے۔ اور اسی یحییٰ ہوزالی کے ہاتھ ہی علی کیطرف واپس آجانے کا حکم بھیجکر منصور کیطرف بھی اوسی کے ہمراہ اپنے سفیر روانہ کر دیئے۔ جن کو اس مضمون کا خط منصور کے نام دیا گیا۔ کہ بادشاہوں کے معاملات میں ایسا تساہل نادیبا ہوتا ہے۔ آئندہ ایسی غلطیوں سے محترز رہا کرے۔ ہوزالی فرحان و مسرور ملک کو واپس لوٹا۔ مساعدت بخت سے ہوا کا رُخ بھی موافق تھا۔ وہ ایک مہینہ کے اندر پھر علی بن علوج کو جا ملا۔ جو سلطان کا حکم دیکھ کر بہت پچتایا۔ کہ اس پر کالہ آتش کو اوس نے کیونکر جانے دیا تھا۔ منصور کے پاس جب اس کے قاصد مغہ عثمانی سفراء پہونچے۔ تو وہ خدا کا شکریہ بجا لایا۔ اور سلطانی ملامت کی معقولیت کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اس دفعہ مراد کے سفرا کی تکریم و تعظیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور ان کی واپسی پر مراکش کے قاضی ابوالقاسم شاطبی اور جرنیل قائد عبدالرحمٰن کو اون کے ہمراہ قسطنطنیہ بھیجدیا۔ مراد اس مکرر سفارت کے دوسرے دن ہی خوش

ہوگیا۔ اور جب قاضی نے کمال فصیح و بلیغ عبارت مین خطبہ پڑھکر اس کے سامنے ان دونون اسلامی طاقتون کے فضائل اور اسلامی اتحاد و اتفاق کے فوائد بیان کئے۔ تو اس کی فرحت و انبساط کا کوئی حد و پایان نہ رہگیا دونون قاصدون کو انعام و اکرام سے لاد دیا۔ اور چند دنون کے بعد انکو بڑی عزت کے ساتھہ رخصت کر دیا۔

اسوقت سے بعد بقول مصنف خلاصۃ الاثر فی اعوان قرن حادی العشر منصور نے یہ معمول بنا لیا۔ کہ وہ ہر سال عثمانی سلاطین کو ہدایا و تحایف ارسال کرتا۔ اور وہ اس کی طرف اون کے جواب مین دوستانہ مراسلات اور گران بہا خلعت بھیجا کرتے۔ یہ تعلق رفتہ رفتہ ایسا مضبوط ہوگیا۔ کہ ایک خط مین سلطان مراد بن سلیم نے یہان تک لکھدیا کہ میرا ہاتھہ تیری طرف کبھی آگے نہین بڑھے گا۔ مگر مصافحہ کے لیئے۔ اور میرے دل مین تیری نسبت بجز دوستی و مسالمت کے کبھی کوئی اور جا گزین نہین ہوگا۔ یہی مصنف پھر دوسری جگہ لکھتا ہے "منصور کے رسول سمندر کے راستہ ہمیشہ قسطنطنیہ آتے رہتے۔ جہان وہ بڑے بڑے عرصہ قیام کرتے اور روزراء اور اعیان دولت سے راہ و رسم بڑھاتے رہتے۔ ان مین سے ایک سرآمد فضلا وادبا اور دونون مین مدت العمر تک خط و کتابت کا سلسلہ ختم نہ ہوا" خلاصۃ الاثر مین ان دونون کے چند خطوط بجنسہ درج ہین۔

کوتاہ کلام اس رنجش کا خاتمہ بمصداق "خدا شرے برانگیزد کہ خیرا در و باشد۔ دونون دولتون کے مستحکم ارتباط اور ہر دو بادشاہان اسلام پناہ کے دلی پر ہوا۔ جب یہ غرض حاصل اور بقول مولانا احمد صاحب مقصد جسم دولت کو مرض سے شفا حاصل ہوگئی۔ منصور کے سفراء امراء فائز المرام ہوکر واپس لوٹے تو منصور باطمینان خاطر ۹۸۹ ہجری مین فاس سے مراکش کو روانہ ہوگیا روانگی سے پہلے اس کے سامنے حسب معمول بخاری شریف کا ختم پڑھا گیا۔ اور تمام مشائخ و اعیان کئی میل مشایعت کے لیئے ساتھہ گئے۔

علاقہ خلط کے عربون کی بربادی کے ان عربون کو قرابت داری کی وجہ سے بنی مرین

کے عہد مین بڑا اقتدار حاصل رہا۔ شروع شروع مین خاندان سعد کی بھی انھون نے اچھی خدمتین کین۔ مگر جب ترکی لشکر بنی وطاس کی حمایت مین آیا۔ تو شیخ محمد سے بگڑ کر ابی حجونہ مل گئے۔ اس غداری کی سزا مین محمد الشیخ نے دوبارا غلبہ حاصل ہونے پر اون کے منصب اور جاگیرین ضبط کرلین۔ خراج مقرر کردیا۔ اور بطور یرغمال اونکے اکثر سردار مراکش کو بھیجدے۔ بدسون یہی کیفیت رہی لیکن جب القصر کی لڑائی مین ان سردارون نے نمایان شجاعت دکھائی۔ تو منصور نے خوش ہوکر نصف کو پھر فوج مین لے لیا۔ اور باقی کو کسانی کے لیے رہنے دیا۔ اس عزت افزائی کو وہ پھر نہ پہونچا سکے۔ اور جلد سابقہ سرکشیون پر اُتر آئے۔ اس کی پاداش مین منصور نے انکو ایسی سخت سزا دی کہ ہمیشہ کے لیے ان کا نام ونشان ہی مٹا دیا۔ اور اُن کی جمعیت کو معدوم کردیا۔

فتح تنخلستان توات وتیسکورارین

بیرونی حملون کے اندیشون اور سلطنت کی حفاظت و مدافعت کی طرف سے فارغ البالی حاصل ہونے پر اولوالعزم اور اسم بامسمی بادشاہ مظفر ومنصور نے اپنی مملکت کی حدود کی توسیع کیطرف توجہ مبذول کی۔ ہندوستان کے مسلمان مراکو کی عام تاریخ یا جغرافیہ سے دگو اس کتاب کا خاکسار مترجم ومولف کئی برسون سے بذریعہ اخبارات اس لاعلمی کو دور کرنے کی اپنی طرف سے بہت کوشش کر رہا ہے، اسوقت تک خواہ کیسے ناواقف اور بے خبر ہون۔ لیکن گذشتہ دو تین برس کے واقعات اور مراکو کی حدود پر فرانس کے اغتصابات نے توات کا نام اب ہر اخبار خوان کے کانون تک پہونچا دیا ہے۔ یہ وہی نخلستان ہے۔ جسپر فرانس نے الجزائر کی جنوبی حدود سے تجاوز کرکے ۱۸۹۹ء سے قبضہ کرلیا ہوا ہے یہ مراکو کے جنوب مشرقی گوشہ پر سحرائے اعظم کی حدود مین واقع ہے۔ یہان کے باشندے قدیم زمانہ سے آزاد چلے آتے تھے۔ بڑی بات کی۔ تو کبھی کبھار مراکشی خلیفہ کے مذہبی اقتدار کے قائل ہوجاتے تھے۔ منصور نے اب سب سے اول انکی تسخیر کا عزم کرکے قاید عبداللہ بن برکہ اور قاید احمد بن حداد کے زیر کمان ایک جرار لشکر ادہر روانہ کردیا۔ جو مراکش سے ستر

منزلین طے کرکے وہان تک پہونچا۔ باشندے برسرِ مقابلہ ہوئے۔ مگر منتظم لشکر کے ساتھ اُس زمانہ مین بھی انکی طبعی شجاعت وہی کچھہ کرسکتی تھی۔ جو ۱۸۹۹ء مین فرنچ قواعد دان فوج میکسیم توپون اور میگزین رائیفلون کے سامنے کرسکی۔ پے درپے لشکرون سے اُنکی سرمستی دور ہوگئی۔ اور اطاعت قبول کرکے جماعت کے زمرہ مین داخل ہوگئے۔ یہ ۱۵۸۲ء (۹۹۰ھ) کا واقعہ ہے۔ اِس فتح کی خبر پہونچنے پر نہ فقط منصور کو ہی کمال خوشی ہوئی بلکہ بقول مولانا احمد تمام سرزمین مغرب پر فرحت انبساط کی لہر پھیل گئی۔ اس کامیابی سے منصور کے دل مین بلاد سودان پر غلبہ پانے اور خلافت کا منصب اختیار کرنے کی خواہش بڑے زور سے مشتعل ہوگئی۔ اِس خواہش وعزم کی تعمیل کی داستان لکھنے سے پہلے اسلامی فتح کے زمانہ سے لیکر اسوقت تک کی مختصر تاریخ بلاد سوڈان کی یہان درج کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مختصر تاریخ سوڈان

مولانا احمد لکھتے ہین:- یہ سوڈانی باتفاق مؤرخین حام بن نوح کی مغربی نسل سے ہین۔ ارض مغرب کے بربری باشندونکی ہمسائگی مین انکی کئی قومین اور امتین آباد ہین۔ جن مین سب سے بڑی مملکت غانہ کی قوم ہے۔ جو مغرب کیطرف بحر اوقیانوس (بحر محیط) تک دریاے نائگر (نیل طوفی) کے دونون طرف آباد تھے۔ اوس کے مشرق مین قوم صوصو آباد ہے۔ پھر اوس کے مشرق مین قوم مالی۔ اور اسی طرح علی الترتیب اقوام کوکوا۔ (جسے کاغو بھی کہتے ہین) تکرور (جسے سفائی بھی پکارتے ہین) اور کانم (جو مملکت برنو پر قابض ہے) قوم کانم کی سرزمین سے بجانب مشرق ارض نوبہ ہے جو بلاد مصر کے قرب وجوار مین ہے۔ اور پھر دیگر اقوام جنکا حصر خالق ارض وسما ہی کرسکتا ہے۔

اسلام کے اس سرزمین مین داخل ہونے کے زمانہ مین غانہ قوم سب سے بڑی تھی۔ وہ قدیم زمانہ سے مشرف باسلام ہے۔ اور اونکی حکومت بڑی زبردست شمار ہوتی تھی۔ پایہ تخت کا نام بھی غانہ ہے۔ جو دریاے نائگر کے دونون کنارونپر آباد اور دنیا کے عظیم ترین شہرون مین گنا جاتا

ہے۔ نزہت المشتاق اور المسالک و الممالک کے مصنفوں نے اس کا مفصل تذکرہ اپنی کتابوں مین کیا ہے۔ ادیب ابو العباس احمد القیسی المشہور مقامات حریری کی شرح مین لکھتے ہین کہ یہ شہر ارض مغرب کے سوداگرون کی انتہائی منزل ہے وسجل ماسہ کے رستہ وہان جاتے ہین۔ جاتی دفعہ سجل ماسہ سے غانہ کو تین ماہ مین پہونچتے ہین۔ اور واپسی کے وقت اس مسافت کو ڈیڑھ ماہ مین طے کرلیتے ہین۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جاتے وقت اون کے ساتھہ وزنی سامان ہوتا ہے اور آتے وقت سونا جسے وہ اپنی متاع کے بدلے مین لاتے ہین۔ اسطرح اگر پہلے سفر مین ان کے ساتھہ بیس اونٹون کا بار ہوتا ہے۔ تو واپسی کے سفر مین صرف دو یا تین اونٹ ہوتے ہین۔ ایک سواری کے لیئے دوسرا پانی کیونکہ یہ راستہ ۱۹ دن کی مسافت مین بالکل بے آب و گیاہ علاقہ اور ریق و دق ریگستان سے گذرتا ہے۔ یہان اسلام کا بہت چرچا اور جا بجا علمی مدارس موجود ہین۔ بلاد مغرب کے تاجر بکثرت آتے ہین۔ اور اپنے مال و اسباب کے عوض سونا اور غلام خرید کرلے جاتے ہین۔ امیر علاقہ ان کی بہت خاطر و مدارات کرتا ہے۔ یہان کی عورتین نہایت خوش خصال۔ پاکیزہ خو۔ نیک عادات متناسب الاعضا اور بدیع الجمال ہوتی ہین۔ ابن خلدون کا بیان ہے۔ کہ یہان علوی خاندان کی قوم بنی صالح صاحب حکومت تھی۔ اون کی طاقت پانچوین صدی ہجری مین ضعیف ہوگئی۔ اور امیر ابو بکر بن عمر لمتونی فاتح مغرب نے مراکو سے واپس آکر تین مہینہ کی مسافت کا علاقہ اس مملکت سے فتح کرکے اپنے تابع کرلیا۔ اور باشندے ابھی بت پرست تھے۔ ان مین سے بیشمار کو اسیر کرکے اپنے ساتھہ لے گیا۔ اس شکست سے اہل غانہ بالکل ہی کمزور ہوگئے۔ اور قوم صوصو اُنپر غالب آگئی۔ جسے اپنی باری مین قوم مالی کے تابع ہونا پڑا۔ اور مالی قوم کا بادشاہ مشرق مین ارض تکرور سے لیکر شمال مین سرحد مراکو تک کل ملک پر قابض ہوگیا۔ سلاطین منسا موسیٰ و منسا سلیمان فرزندان ابو بکر جن کا ذکر سلطان ابی الحسن مرینی کے عہد کے حالات مین ہوچکا ہے۔ اسی قوم مالی کے بادشاہ تھے۔ اور مشہور شاعر ابو اسحق اندلسی اسی سلطان منسا کا ندیم

تھا جس نے اس کے لیئے بارہ ہزار مثقال سونا خرچ کرکے ایک بدیع و بے نظیر مربع قبہ بنوایا تھا۔ سلطان ماری زاطہ بھی جس نے سلطان ابا سالم مرینی کو دیگر تحائف کے علاوہ ایک زرافہ بھیجا تھا۔ اسی خاندان سے تھا۔ یہ فرمانروا نہایت مسرف و مبذر تھا۔ اس کے اسراف نے ملک کی حالت تباہ کر دی۔ اس اسراف کی وجہ سے اس نے خالص سونیکا خزانہ بھی جسے اوس کے بزرگ یکے بعد دیگرے فراہم کرتے آئے تھے۔ مصر کے سوداگرون کے پاس بہت سستے داموں فروخت کر دیا تھا۔ خالص سونا جس کی عربی ذہب العین ہے۔ اس سونے کو کہتے ہین جو معدن سے ہی بالکل صاف و مصفا برآمد ہو۔ آگ دینے اور صاف کرنے کی اوسے کوئی ضرورت نہ ہو۔ یہ سونا خزانہ مذکورین بیس قنطار کی مقدار مین جمع تھا۔ اور چونکہ ایسا سونا شاذ و نادر کانون سے برآمد ہوتا ہے۔ یہ خزانہ دنیا کے بہت بڑے عجائبات مین متصور ہوتا تھا۔

آخر عمر مین ماری زاطہ کثرت خواب کی بیماری مین مبتلا ہو گیا۔ جو اس نواح کے اغنیا و مرا کو عموماً لاحق ہو جاتی رہے۔ اس بیماری کا مبتلا سال سال بھر تک سویا رہتا ہے۔ اور اس اثنا مین بہت کم جاگتا ہے اور آخر اسی حالت مین مرجاتا ہے۔ ماری زاطہ دو برس اس مین مبتلا رہکر ۷۵۸ ہجری مین مرگیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے وارث ہوئے۔ مگر سلطنت کے پرزے ڈھیلے ہو چکے تھے۔ وہ کچھ دنون مین ہی زوال پکڑ گئی اور مملکت کو کرادکا غوغی قوم آل سکیہ صاحب تاج و تخت ہو گئی۔ ایام تکروری اپنی کتاب نصیحت اہل سوڈان مین لکھتے ہین۔ کہ آل سکیہ جو سقاغا قوم مین سے ہے۔ جو سوڈان کے علاقہ کشیر کی مالک ہو گئی۔ اونکے پہلے بادشاہ کا نام حاجی محمد سکیہ تھا۔ وہ نوین صدی کے وسط مین حج بیت اللہ اور زیارت مرقد نبوی کو گیا۔ واپسی کے وقت مصر مین عباسی خلیفہ کو بلکہ اوس سے مغربی سوڈان کی زیارت اور خلیفہ کی نیابت کی سند حاصل کی پھر کچھ مدت شیخ الاسلام و حافظ الحفاظ جلال الدین سیوطی سے علم دین

کی تحصیل کرکے وطن کو واپس لوٹا۔ جہان پہونچکر اوس نے عزلی سیرت ومعاشرت کے ساتھہ اشاعت اسلام اور احیائے سنت مین سعی بلیغ کی اور بدعتون اور مشرکانہ رسوم کی بیخکنی کرکے رشاد وہدایات کے جسم کو تاریکی۔ وگمراہی کی بیماری سے نجات دلائی۔ اور رعایا پر ایسے ملکے مصاصل مقرر کئے۔ کہ وہ دل وجان سے اس کی فریفتہ وشیدا ہوگئی سد وائت ہے کہ وہ ہر اہم معاملہ مین امام سیوطی اپنے استاد سے قاصد بہیجکر صلاح مشورہ کر لیا کرتا تہا۔ اوس کے بعد اوس کا بیٹا داؤد حکمران ہوا۔ جو ہر امر مین باپ کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ مگر جب داؤد کا بیٹا اسحاق وارث تخت ہوا تو وہ اپنے باپ کی چند خوبیون کو چھوڑ بیٹھا۔ لیکن ساتھہ ہی کسی نالائقی کا بھی مرتکب نہ ہوا۔ منصور کے عہد مین وہی اس نواح مین حکمران تھا اور اسی پر فوجکشی کرکے منصور نے آل سکیہ کی حکومت کا خاتمہ اور چند مہینون کی مسافت کا ملک ملحق وسفر کیا۔

ملکت تکرور وکانم کے متعلق ابن خلکان لکہتا ہے۔ یہ دونون قبیلے عربون اور نواح مذکور کے دیگر قبائل کے برخلاف اپنے نامون مین باپ یا مان کہی کی طرف نسبت نہین کرتے یہ قبیلے علاقہ تکرور اور اس کے صدر مقام کانم کے نام پر جو نواحی خانہ مین ہے۔ موسوم ہوگئے مشہور ادیب ابو اسحٰق ابراہیم بن یعقوب کانمی جو یعقوب منصور موحدی کے دربار مین حاضر ہوا تہا۔ اسی کانم کا باشندہ تہا۔ یعقوب کی خدمت مین حاضر ہوکر اوس نے جو قصیدہ پڑہا تہا اوس کے مطلع کے دو شعر یہ ہین:۔ ؎

ازال حجابہ عنی وعینی ترامن المہابۃ فی حجاب
وقربہ بنی تفضلہ ولاکن بعدت مہابۃ عند القرابی

اہل کانم ریاست برنو پر حکمران تھے۔ یہ وہی برنو ہے۔ جسے حکومت مصر کے معزول سابق گورنر سوڈان زبیر پاشا کے آزاد شدہ غلام اور الوالعزم جوانمرد رائج مرحوم نے جسے اہالی یورپ افریقی نپولین پکارتے تھے۔ مسخر کرکے اپنا مستقر حکومت بنانے سے تمام دنیا مین مشہور کر دیا تہا۔

اور جو افسوس مرحوم کی شہادت پر ۱۹۰۰ء سے فرانس کی حمایت مین ہوگیا ہے۔ جس طرح خاندان مالی کا بنی مرین سے رابطہ دوستی و اتحاد قائم تھا۔ اوسی طرح اہل کانم کا تونس کے خاندان حفصیہ کے ساتھہ نام و پیغام اور باہم تحفہ تحائف بھیجنے کا سلسلہ ساتوین صدی ہجری سے چلا آتا تھا۔ اہل برنو مین دو نامور اولیاء اللہ گذرے ہین۔ شیخ عارف باللہ تعالیٰ ابو محمد عبد اللہ اور شیخ الولی العارف باللہ ابی فارس عبد العزیز الدباغ اون کے مناقب و ابرار کتاب الذہب الابریز مین بالتفصیل درج ہین۔ مغربی سوڈان کی ان اقوام مین اسلام زمانہ قدیم سے جلوہ فگن ہے۔ اور یہ سرزمین ہزارون بے نظیر علماء و فضلاء اور شاعر و ادیب پیدا کر چکی ہے۔ علم و فضل کا اس مسلمانون کی عام پستی و نکبت کے زمانہ مین بھی اوسی طرح یہ حال ہے۔ کہ ۱۸۹۶ء مین انگریزی علاقہ نائیگر کی مت نے جب بیضا اور نیوب کی اسلامی حکومتون پر فوجکشی کرکے اون کے دار الخلافون کو فتح کیا۔ تو انگریز افسر غلامون اور اندھون کو علم کلام منطق۔ فقہ اور فلسفہ پر مساجد اور بازارون مین وعظ کرتے دیکھہ کر دنگ رہ گئے۔ شجاعت مین بھی یہ لوگ کچھہ کم نہین۔ مگر افسوس وہی کمی اب بھی اون کی ذلت و مقہوری کا باعث ہوئی۔ جو منصور کے زمانہ مین ہوئی تھی۔ وہ کمی کیا ہے؟ یہی جدید آلات حرب کو اختیار کرنے سے غافل رہنا اس زمانہ مین شیخ احمد بابا سوڈانی ایک اعلیٰ پایہ کا عالم وہان موجود تھا۔ وہ اپنی کتاب معراج الصعود مین لکھتے ہین۔ اہل مالی کنتہ۔ کنتی۔ برنو دسفائی وغیرہ جمیع اہل سوڈان بلا کسی کے جبر یا تلوار کے خوف کے برضاء و رغبت خود مسلمان ہوئے تھے۔ یہ اب تک نہین سنا گیا کہ ان قبائل مین سے کسی پر اون کے اسلام لانے سے پہلے کسی مسلمان فاتح نے حملہ کیا ہو۔ بلکہ ان قبائل مین سے بعض تو ایسے ہین کہ اونکو قدیم اسلام کہنا چاہیئے۔ مثلاً اہل مالی و برنو دسفائی جو پانچوین صدی ہجری مین ہی اس پاک دین کے معتقد ہوگئے تھے۔ اور اہل غانہ کی نسبت روایت ہے کہ اون کا اسلام اس سے بھی زیادہ قدیم العہد ہے اس مختصر تاریخ کے بعد پھر اصل سلسلہ سخن شروع کیا جاتا ہے۔

شاہ برنو کا ہدیہ بھیجنا اور منصور کی بیعت کرکے اسکی طاعت قبول کرنا

منصور کو فوج سوڈان کے عزم مین کامیاب ہونے کے لیے اپنی مسلمہ خوش بختی اور نیک طالعی سے ایک اور قوی سبب بھی خداوند کریم کی مہربانی سے بہم پہونچ گیا۔ یہ سبب برنو کے بادشاہ کا اس کی بیعت کو قبول کرنا تھا۔ مناہل الصفا کا مصنف لکھتا ہے۔ ۹۹۰ ہجری مین منصور کو خبر پہونچی کہ شاہ برنو کیطرف سے ایک سفارت لونڈی غلام اور بلا دسوڈان کے دیگر بیش قیمت تحائف لیکر آرہی ہے۔ منصور اندنون فاس مین تھا۔ منصور اپنا لشکر لیکر شہر سے کئی میل آگے خود اس کے استقبال کے لیے گیا۔ اور عالیشان دربار وہین میدان مین مرتب کرکے سفیر سے ملاقات کی۔ سفیر نے زبانی جو گفتگو کی۔ اوسکا ماحصل یہ تھا۔ کہ شاہ برنو منصور کی عظمت و بزرگی کا معترف اس کی حمایت کا مستدعی اور اس کی اطاعت قبول کرنے کو تیار ہے۔ مگر جو وہ خط لایا تھا۔ اس مین صرف یہ درج تھا۔ کہ امیر المؤمنین منصور سپاہ لشکر اور توپ و بندوق کی کچھ تعداد عطا کرنے سے اسکی مدد کرے۔ تاکہ وہ سوڈان کی انتہائی حدود کے کفار باشندون کے برخلاف بکامیابی جہاد کرنے کے قابل ہو جائے۔ یہی درخواست دیگر پہلے قاصد مذکور سلطان مراد کی خدمت مین قسطنطنیہ پہونچایا گیا تھا۔ مگر جب وہ وہان سے غائبًا بدنیوجہ کہ سلطان مراد نے اسقدر دور دراز ملک کو جہان تک پہونچنے کے لیے صحرائے عظم کو بھی طے کرنا ضروری تھا۔ فوج بھیجنا قرین مصلحت نہ سمجھا۔ بے نیل مرام واپس آیا۔ تو شاہ برنو نے اوسکو دوسری مرتبہ قریب ترمسلمان بادشاہ کی خدمت مین روانہ کر دیا۔ قاصد کے زبانی بیان اور خط کے مضمون مین اختلاف ہونے کی وجہ بقول مولانا احمد کسی طرح کی بدنیتی نہ تھی۔ بلکہ یہ کہ غالبًا شاہ برنو کے پاس کوئی ایسا فاضل موجود نہ تھا۔ جو اوس کے خیالات کو صحیح طور پر تحریر مین ادا کرسکتا۔ منصور نے اس اختلاف کو دور کرکے اپنے آقا کے دلی مدعا کو ٹھیک ٹھیک صاف و واضح طور پر معلوم کرنے کے لیے قاصد کو معمولی طور پر چند ہدایا و تحائف دیکر برنو کو واپس بھیجدیا۔ اس پر شاہ برنو نے دوبارا اس قاصد کو بھیجکر خط مین بھی وہی مضمون لکھا۔ جو

قاصد نے پہلے زبانی عرض کیا تھا۔ یہ پیغام سُنکر منصور بہت خوش ہوا اور شاہ برنو اور اس کی قوم کو دعا دیکر قاصد کو کہا کہ اصل اطاعت احکام شریعت کے مطابق یہ ہوگی۔ کہ بیعت کر لی جائے۔ بغیر بیعت اور امام وقت کی اجازت کے کوئی مسلمان امیر بروئے شریعت جائز طور پر کسی کافرون کے ملک پر جہاد نہین کر سکتا۔ کیونکہ امت محمدی کے نیک و بد کا کفیل اور بیضہ اسلام کا حامی وہی ہوتا ہے۔ اور چونکہ امام وقت کے لئے قریشی ہونے کی شرط لازم ہے موجودہ بادشاہان اسلام مین سے یہ شرف صرف مجھے ہی حاصل ہے۔ قاصد نے یہ سُنکر پہلے اپنی طرف سے اور پھر بطور نائب اپنے بادشاہ کیطرف سے منصور کے ہاتھہ پر بیعت کی۔ اور عرض کیا کہ ایک مراسلہ بصورت بیعت نامہ لکھہ کر اوس مین بیعت کی تمام شرائط درج کیجائین تاکہ اون سے کسی طرح کا انحراف نہ ہو۔ منصور نے اس درخواست کو منظور کر کے بیعت نامہ لکھنے کا کام شاہی کاتب (سکرٹری) ابو فارس عبدالعزیز کے سپرد کیا۔ جس نے اس مضمون پر ایک خاصہ چھوٹا سا رسالہ تحریر کر دیا۔ جس مین اس حدیث پر کہ "خلافت کے وارث قریش۔ قضاء کے انصار۔ اور آذان کے حبشی ہین" یہ ظاہر کرنے کے لئے خاصکر بہت زور دیا گیا۔ کہ موجود الوقت شاہان اسلام مین قریشی ہونے کی عزت فقط منصور کو حاصل ہے۔ اس تحریر کو مولانا احمد نے بجنسہ اپنی تاریخ مین نقل کیا ہے۔ جو باریک ٹائپ کے اڑھائی صفحون مین سمائی ہے۔

یہ تحریر مناسب تحائف کے ساتھہ سلطان ابی العلا والی برقہ کی طرف بھیجدی گئی۔ جس نے منصور کی بیعت کو بخوشی منظور کر کے اس امر کی اطلاع دینے کے لئے پھر تیسری دفعہ اس قاصد کو گران بہا ہدایا کے ساتھہ روانہ کیا۔ مگر سمہ فعہ وہ صحرائے اعظم طے کر کے تکورارین پہونچا تھا۔ کہ بیمار ہوگیا اور موت نے اسے مقام مذکور سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ جس پر وطن کے گورنر نے قاصد مذکور کے ہمراہیون کو مع ہدایا اپنے آدمیون کے ساتھہ مراکش کو بھیجدیا۔ منصور نے تحائف کو بڑی خوشی سے منظور کیا۔ اور

کاغذ کی فوج کا تہیہ شروع کر دیا۔

سلطان کا غذ کو دعوت بیعت

منصور نے اس دفعہ ان قاصدوں کے ساتھ اپنے دو معتمد بھی جو نہایت عقلمند اور تجربہ کار تھے۔ ملک کے حالات کو بنظر غور دیکھنے کے لیئے بھیجدیا۔ اور ان کے ہاتھ ایک خط سلطان اسحٰق بن داؤد سکیہ والیئے مملکت کاغذ و اقع مغربی سوڈان، اس مضمون کا روانہ کیا کہ سلطان برنو کیطرح وہ بھی منصور کی خلافت کو تسلیم کرے۔ اور تغازی کی کانوں کے نمک کی پیداوار پر جو سوڈان اور مراکو کے درمیان ہیں۔ کفار پر جہاد کرنے والے مسلم عساکر کے مصارف کے لیئے فی بار شتر ایک مثقال زر خالص محصول کر کے یہ روپیہ خلیفہ کو بھجوا دیا کرے۔ اس مطالبہ کی تائید و تصدیق کے لیئے اس نے اسحٰق کیطرف تمام علماء مراکو کے فتوی بھی بجنسہٖ بھیجدیے جو اس مضمون کے تھے کہ معاون پر فقط امام وقت کو اختیار تصرف حاصل ہے۔ اور کوئی شخص اس کے یا اس کے نائب کی اجازت کے بغیر اوپر تصرف نہیں کر سکتا۔ یہ مراسلہ کاتب خاص ابا فارس عبدالعزیز کی بیماری کی وجہ سے مراکش کے مفتی مولی ابی مالک عبدالواحد سجلماسی نے لکھا تھا۔ جب قاصد اسے لیکر اسحٰق کے پاس پہنچے تو وہ اوسے پڑھکر سخت برافروختہ ہوا۔ اور جواب دیا کہ خلافت پر منصور کو کوئی حق حاصل نہیں۔ وہ پہلے بنو عباس کے ہاتھ میں تھی۔ اور ۶۵۶ھ ہجری سے عثمانی سلاطین کو یہ منصب بذریعہ انتقال حاصل ہے۔ جیسا میں ایک ملک کا امیر ہے۔ اس میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔ قاصد نے واپس جاکر جب یہ پیغام سنایا تو منصور نے کے غیض و غضب کی بھی وہی کیفیت تھی۔ جو اس کا مراسلہ پڑھکر اسحٰق کی ہوئی تھی۔

فوجکشی کا مشورہ

منصور نے اوسی وقت اعیان دولت کو جمع کر کے انہیں کاغذ پر فوجکشی کرنے کے عزم سے اطلاع دی اور اس کے فوائد کی توضیح کرتے ہوئے کہا وہ علاوہ ملک بہت زرخیز ہے۔ اس کی آمدنی سے جیش اسلام کو بڑی مدد ملے گی۔ اور لاکھوں مسلمانوں کی ایک نئی جماعت سلطنت میں شامل ہو کر اس کی تقویت کا باعث ہوگی۔ ساتھ ہی یہ بھی ایزاد کیا۔ کہ انکا موجودہ سلطان

قریشی نہ ہونے کیوجہ سے شرعًا سلطنت کا مستحق نہین اور معزولی کا مستوجب ہے۔ اور پھر ان سے مشورہ پوچھا کہ وہ کیا صلاح دیتے ہین۔ مگر جب سب خاموش رہے۔ اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ تو اس نے دریافت کیا کیا تمہاری خاموشی رضامندی و اتفاق کی وجہ سے ہے۔ یا کہ اختلاف کے باعث اس پر سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔ کہ آپ کی رائے صحیح نہین۔ بلا دسوڈان اور ہماری دیار کے درمیان اس قدر فاصلہ دراز اور صحرائے ذخار حائل ہے کہ اس کے عبور کرنے سے انسان تو انسان فرشتون کا بھی زہرہ آب ہوتا ہے۔ آپ سے پہلے مرابطی موحدین۔ اور خاندان مرین مین بڑے بڑے اولوالعزم شہنشاہ گذرے ہین۔ ان مین سے کسی کو ادھر رُخ کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ منصور نے سنکر کہا۔ کیا صرف انہی موانعات اور انہی دلائل کیوجہ سے آپ لوگ میری رائے کی مخالفت کرتے ہین۔ اگر یہی بات ہے تو مین اُن مین ایک بھی ایسی نہین پاتا۔ جو میری رائے کے برخلاف حجت ہو سکے۔ کیا تم نہین دیکھتے رہے۔ کہ تجار اسی فاصلہ اور صحرا کو جس سے تم اتنا ڈرتے ہو۔ قافلون مین اور فردًا فردًا دن رات سطے کرتے رہتے ہین۔ کوئی دن ایسا نہین گذرتا جبکہ کوئی نہ کوئی جماعت ادھر جاتی اور اسطرف سے آتی نہ ہو۔ اور یہ تم جانتے ہو کہ مین تجار کی نسبت ہر ضرورت کا بدرجہا زیادہ عمدگی اور خوبی سے انتظام کر سکتا ہون۔ اور سپاہی تاجرون سے کئی درجہ زیادہ جفاکش اور سخت جان ہوتے ہین۔ باقی رہا سابق سلاطین کا ادھر توجہ نہ کرنا۔ سو مرابطی اندلس و فرنگستان کے عیسائیون کے فتوحات اور اپنے ملک کے ساحل سے کفار کو نکالنے مین ہی ایسے قدر مشغول رہے کہ اور طرف وہ توجہ نہ کر سکتے تھے۔ موحدین کی بھی یہی کیفیت رہی۔ اور جب کبھی ادھر سے اونکو فرصت ملتی۔ ابن غانیہ اونکی توجہ کو اپنی طرف منعطف کرنے کے لیئے موجود تھا۔ بنی مرین کو بھی عیسائیون کی لڑائیون سے جب کبھی کچھ فرصت ملتی۔ تلمسان کی ریاست قریب ہی طرح آدمائی کے لیئے موجود تھی۔ آج اندلس پر کفار کو کامل تصرف حاصل ہو جانے سے فرنگستان کیطرف بڑھنے کا۔ اور تلمسان پر ترکی قبضہ ہو جانے سے مشرق

کیطرف جانے کا رستہ ہمارے لئے بند ہوگیا ہے۔ مغرب مین سمندر ہے۔ اب باقی صرف جنوبی جانب رہگئی ہے۔ اور اسی طرف ہم اپنی مملکت کو وسیع کرسکتے ہین۔ کیونکہ قواعد دان فوج رکھنے کے علاوہ اس نواح کے باشندون پر ہمین یہ فوقیت حاصل ہے۔ کہ ہمارے پاس توپ بندوق ہے۔ اور وہ ابھی تک محض تلوار و نیزہ سے مسلح ہین۔ ایسے لوگون پر فتح پانا بالکل آسان کام ہے۔ سابق سلاطین نے ایک اسوجہ سے بھی ادھر رخ نہ کیا تھا۔ کیونکہ ان کے پاس بھی اسوقت صرف نیزہ و تلوار ہی تھے۔ بارودی اسلحہ نہ تھے۔ ٹونس و الجزائر پر اگر ہم فوجکشی کرین۔ تو انہین ترکون سے فتح کرنا آسان کام نہ ہوگا۔ لاکھون جانین ضایع ہونگی۔ اور پھر اگر ہماری فتح بھی ہوجائے تو یہ ملک ایسے سیر حاصل نہین کہ اون سے کوئی بڑی آمدنی ہو۔ اس کے برعکس سوڈان کی فتح آسان اور وہان کی آمدنی الجزایر وغیرہ سے کئی گنے زیادہ ہوگی۔ آخری دلیل تمہاری یہ تھی۔ کہ متقدمین مین سے کسی نے ایسا نہین کیا۔ اس سے یہ لازم نہین آتا کہ پیچھے آنیوالی نسلین بھی کوشش نہ کرین۔ کیا سینکڑون ایسی مہمین متاخرین نے فتح نہین کین۔ جو متقدمین سے فتح نہین ہوتی تھین۔ یہ تقریر سُنکر تمام اعیان دولت مان گئے کہ عقیل الملوک ملوک العقول ہوتی ہے۔ اور کہ منصور کی رائے بالکل درست و صحیح ہے۔

مولانا احمد منصور کی تقریر کے دو مقامات پر اعتراض کرتے ہین۔ ایک یہ کہ ملثمین کو بھی سوڈان پر غلبہ حاصل نہ تھا۔ حالانکہ اون کے بانی ابوبکر بن عمر مراکش سے محض اکو واپس جاکر تین ماہ کی مسافت کا علاقہ فتح کیا تھا۔ دوم اس بیان کو صحیح نہین بتاتے کہ سابق سلاطین کے پاس شرر بار اسلحہ نہ تھے کیونکہ بارود کا رواج بنی مرین کے عہد سے پیشتر مساتوین صدی ہجری سے شروع ہوگیا ہوا تھا۔

علماء مصر سے استخارت اعیان کو متفق بناکر منصور نے قوم کے دیگر علماء سے بھی فوجکشی کے جواز کا فتوی حاصل کرلینا ضروری سمجھا۔ اس نے اس امر

لئے مصر کے دو نامور علماء امام العارف باللہ ابو عبداللہ محمد بن ابی الحسن انکری اور امام العلامہ ابو محمد بن یحییٰ مصری المشہور بہ بدر الدین قرافی صاحب ذیل الدیباج سے استفتا کیا۔ اور انہوں نے ۱۴ ربیع الثانی ۹۹۲ھ ہجری کو منصور کے قاصد کو فوجکشی کے جواز کے فتوے لکھدیئے۔

تجدید بیعت و تقسیم مملکت

اس دوران میں منصور کے دوسرے بیٹے بھی جوان ہو گئے تھے۔ جو ولی عہد کی بیعت و نامزدگی کے وقت نابالغ تھے۔ ان سے بھی بھائی کے ہاتھ پر بیعت کرانے کے لئے منصور نے ولی عہد کو فاس سے بلایا۔ اور پہلے خود بیعت کر کے پھر تمام اعیان و مشائخ سے بیعت کرائی۔ شاہی خاندان کے ارکین نے دوسرے دن بذریعہ خطوط بیعت مکرر کی تصدیق کی البتہ ایک بیٹے مسمی زیدان کو بقول زیدان منصور نے یہ کہ کر بیعت کی حلف نہ دلائی۔ کہ اوسے حلف اوٹھانیکی ضرورت نہیں۔ جو امر دوسرے بھائیوں کو بہت ناگوار گذرا۔ بیعت سے فارغ ہو کر سلطان نے تمام بیٹوں کو مختلف صوبوں پر گورنر مقرر کر دیا۔ ولی عہد فاس کی گورنری پر رہا۔ ابی فارس ابی فارس کو سوس اور اوس کے علاقے پر۔ ابی الحسن کو مکنا سا پر اور زیدان کو تادلا پر گورنر مقرر کیا۔ کچھ عرصہ بعد زیدان اور ابی الحسن کو ایک دوسرے کی جگہ بدل دیا۔

۹۹۳ھ ہجری میں ایک دنیا فریب زاہد نفس پرست حاجی قرقمش نام نے جبال غمارہ اور بلاد ہبط میں علم بغاوت بلند کر کے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔ مگر جلد کیفر کردار کو پہونچ گیا۔ اوسکا سر کاٹکر مراکش بھیجدیا۔

مسجد جامع کی بنا

منصور کی والدہ مسعودہ کا جو ایک ولی زادی تھی۔ پہلے ذکر آچکا ہے۔ ۹۹۵ھ ہجری میں اس نے مراکش کے دروازہ دکالہ پر عالیشان مسجد تعمیر کرائی۔ اور وادی ام الربیع پر ایک سنگی پل بنا کیا۔ یہ مسجد اس نے روزہ توڑنیکی کفارہ میں تیار کرائی۔ رمضان کے مہینہ میں ایک دفعہ باغ میں گئی۔ اندلون وہ محل ہے تھی۔ اس حالت میں عورتوں کو بعض چیزوں کے کھانیکی جو زبردست خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ عام معلوم

ہے۔ اسے عربی مین وحامہ کہتے ہین۔ باغ مین خوب پکے ہوئے انار اور ناسپاتی دیکھ کر اس سے ضبط نہ ہوسکا۔ اور اس نے ان پہلوان کو توڑ کھایا۔ بعد زان سے سخت ندامت ہوئی۔ اور اس خطا کے کفارہ مین سینکڑون نیکی کے کام کئے ازانجملہ ایک اسی مسجد کی تعمیر تھی۔ یہ قصہ ابتک عورتون اور بچون کے زبانزد ہے جو مسعودہ کو بربرون کے محاورہ کے مطابق مخفف کرکے اب باتون باتون مین یہ فقرہ بولجاتے ہین۔ عودہ اکلت رمضان باظوخ والرمان۔ ۹۹۶ھ مین منصور نے فاس کی جامع قرویین کے لیئے ایک نہایت عالیشان منبر سنگ مرمر کا تیار کراکر مراکش سے روانہ کیا۔ اس کا وزن ایکسو قنطار ہے۔ اور ابتک مسجد مذکور مین موجود ہے۔

اصیلا کی عیسائیون سے مخلصی[1]

اسی سال منصور فاس کو جارہا تھا۔ کہ اوسے سبتہ کے نصارا پر اُس کے ایک جرنیل کا نام ابوالعباس مین احمد التقسیس الطوانی تھا۔ دوسرے برس عیسائی شہر اصیلا کو اسلامی لشکر کے خوف سے خود بخود خالی کرکے جہازون پر سوار ہوکر اپنے ملک کو بھاگ گئے۔ جاتے ہوئے وہ ایک خطرناک شرارت یہ کرگئے۔ کہ شہر کے نیچے سرنگین لگاکر اون مین بارود بھر دیا۔ اور فتیلہ کو آگ لگا گئے۔ کہ جون ہی مسلمان شہر مین داخل ہون۔ سرنگون کے اُڑنے سے فنا ہوجائین۔ مگر شہر کے ایک نصرانی باشندہ نے بروقت اطلاع کردی۔ اور مسلمان اس شر سے بال بال بچ گئے۔ ابوالعباس ابن قاضی نے اس واقعہ کے متعلق جو قصیدہ لکھا۔ اس کے مصرع۔

امحی لبارود والعداۃ ذلیلا

مین انہی سرنگون کی طرف اشارا ہے۔

فتح سوڈان

مہم سوڈان کے عزم کے متعلق پہلے ذکر ہوچکا ہے۔ سب اسباب بروقت منصور سے متفق الرائے ہوگئے۔ فواوس کا اپنا ارادہ مذبذب ہوگیا۔ کبھی دلکو حوصلہ دیکر تیاری کا ارادہ کرتا۔ اور کبھی پھر دل چرا جاتا۔ آخر ۹۹۷ھ

---

[1] ۱۵۸۹ء مطابق ۹۹۷ھ ہجری

مین اوسکا عزم بالجزم پکا ہوگیا۔ اور وہ سامان حرب و ضرب لشکر کی ضروریات اور سامان سفر کی تیاریون مین پوری سرگرمی سے مصروف ہوگیا۔ اس نے ہر ضلع کے گورنرون اور عامل کو حکم بھیجدیا کہ اوس کے علاقہ مین جسقدر عمدہ اونٹ گھوڑے اور خچر ہون۔ اونکو جمع کرکے بھیجدے۔ جو ضعیف جانور لائیگا سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔ دوسری طرف جنگی کارخانون مین توپین ڈھلنی۔ اونکی گاڑیان بننی۔ اور گولہ بارود و کشتیون کے تمام چوبی و فولادی اجزا اور پانی کے لیئے پیپے اور دیگر سامان شروع ہونے شروع ہوگئے۔ صرف پیپون کی تیاری پر ایک ہزار بڑھئی لگائے گئے۔ کشتیون کا سامان جدا جدا کرکے اونٹون پر لاد کر بھیجا گیا تھا۔ اور وہان دریائے نائجر کے کنارہ پر پہونچکر اونکو جوڑا گیا تھا۔ ان تیاریون کی تکمیل ہونے پر کل سامان اور لشکر ۱۶ ذی الحجہ ۹۹۳ھ کو مراکش سے باہر وادی نسفت مین جمع مین جمع کیا گیا۔ لشکر کی جمعیت بیس ہزار سوار و پیادہ کی تھی۔ دو ہزار توپچی اور بحری ملاح ان کے علاوہ تھے۔ اس مہم کی کمان منصور نے اپنے ترک غلام جوذر پاشا کو تفویض کرکے بہترین جرنیل اور اعیان دولت اوس کے ہمراہ کردیئے۔ مہم مذکور کا ایک ایک اونٹ قابل دید ایک ایک گھوڑا بےنظیر اور ہر سپاہی اشجع زمانہ تھا۔ یہ کل جمعیت یکم محرم الحرام ۹۹۹ھ ہجری کو ثنیۃ الکلاوی اور درعہ کے راستہ ٹمبکٹو کے قاضی ابی حفص بن شیخ محمود بن عمر آقیت سنہاجی کیطرف ایک خط بھی لکھدیا۔ جس مین اوسے لوگون کو قبول اطاعت اور لزوم جماعت کی ترغیب دلانے یا نصیحت کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ درعہ سے مہم مذکور صحرائے اعظم مین داخل ہوئی۔ جسے ایک سو منزلون مین طے کرکے وہ بخیریت تمام ٹمبکٹو سوڈان کے سب سے بڑے سرحدی شہر مین پہونچ گئی۔ راستہ مین اونٹ کا ایک پا لنگ تک ضائع نہ ہوا۔

اسحق اپنے صدر مقام کاغو مین تھا۔ جب اوسے حملہ کی خبر پہونچی تو اپنی قوم خانہ بدوش تبالی اور رفیق ملثمین سے ایک لاکھ چار ہزار مقابل جمع کرکے غنیم کے مقابلہ کے لیئے پایۂ تخت سے روانہ ہوپڑا۔ اس نے فوجیون کی تعداد کرکے جاہ گرون۔ ساحرون۔ سیمیاگرون۔ اور دیگر اس قسم کے فریبون کا بھی ایک جم غفیر ہمراہ لے لیا

کہ غنیم کو پامال کرنے مین اُن سے بہی مدد لے۔ افسوس محمد سکیہ عالم متبحر اور شرع بہادر کا پوتا ایسا ضعیف الاعتقاد ہو۔ خدا ان تمام کا بھلا کرے جنہون نے ایسے واہمہ پرستون کی خوب خبر لی ہے۔ وہ لکہتا ہے :-

السیف اصدق انباءا من الکتب | فی حدہ الحد بین الجد واللعب
بیض الصفائح لاسود الصحائف فی | متونہن جلاء الشک والریب
والعلم فی شہب الارماح لامعۃ | بین الخمیسین لا فی السبعۃ الشہب
این الروایۃ بل این النجوم وما | صاغوہ من زخرف فیہا ومن کذب
تخصہا واحادیثا ملفقۃ | لیست بنبع اذا عدت ولا غرب

جب اسحق کی فوج قریب پہونچی تو جوذر پاشا اپنی سپاہ کو صفون مین مرتب کرکے آگے بڑہا۔ سوڈانی جانبازون نے اپنے پاؤن اونٹون کے سینون سے باندہ دیئے تہے۔ کہ کہین حملہ کی تیزی سے اون کے آسن نہ اکہڑ جائین۔ پہر چارونطرف سے شیرون کی طرح مراکینی فوج پر جہپٹ پڑے۔ مگر انکی شجاعت و بسالت اور تیزہ وتلوار کی اس زمانہ مین بہی توپ اور بندوق کے سامنے ویسی ہی بیکار ثابت ہوئین۔ جیسی کہ نو سو برس بعد خلیفہ عبداللہ تعائیشی والیئے ام درمان راجح والیئے برنو۔ امراء نیوپ وبیقیا اور سموری اور اونکے رفقاء کی حیرت انگیز جانبازی فرنچ اور انگلش توپون کے سامنے۔ تاہم سوڈانی طلوع فجر سے عصر کے وقت تک تحیر افزا ثابت قدمی سے میدان مین ڈٹے رہے۔ آخر کار غروب آفتاب کے قریب توپون اور بندوقون کی باڑہون نے اونکے قدم ڈگمگا دیئے اور وہ پیٹہ پہیر کر بدکے ہوئے ہرنون کیطرح اوٹہہ دوڑے۔ اسوقت جوذر کی سپاہ نے فراریون کو اپنی تلوارون پر رکھ لیا۔ اور انتون کو تلوار کی گہاٹ اتار دیا۔ کہ بقیۃ السیف پکارا وہٹے۔ اے تعاقب کرنیوالو ہم بہی مسلمان اور تمہارے دینی بہائی ہین۔ ہم پر رحم کرو اسحق کا غرور بہاگ گیا۔ اور اس مین قلعہ بند ہوگیا۔ جوذر نے مال غنیمت جمع کرکے اس مین سے دس ہزار اشقال سونا اور دو سو بہترین غلامون کے ساتہہ اپنے آقا کو فتح کی خوشخبری روانہ کی اور پہر کانوگا جاکر محاصرہ کرلیا۔ جس کی شدت سے تنگ آکر اسحق نے صلح کی

درخواست کرکے کہلا بھیجا کہ بطور تاوان جنگ ایک معین رقم مین فی الفور ادا کردیںگے اور آیندہ ہر سال خراج دیتے رہنے کو منظور کرتا ہون۔ جوذر نے جواب دیا کہ مین اپنے بادشاہ کے بغیر حکم صلح نہین کرسکتا۔ اوسکو تمہاری درخواست سے اطلاع کئے دیتا ہون۔ درین اثنا رآب وہوا کے تحائف کی وجہ سے جوذر کی سپاہ مین تپ کی بیماری عام ہورہی تھی۔ سب کی یہی صلاح ہوئی۔ کہ محاصرہ اوٹھاکر جواب کا انتظار ٹمبکٹو مین جاکر کیا جائے۔

جب قاصد یہ پیغام لیکر منصور کے پاس پہونچے۔ تو اوسے جسقدر کہ فتح سے خوشی ہوئی تھی۔ اس سے وہ چند مصالحت کی گفتگو اور جوذر کے اس سے متاثر ہوجانے سے روگ پھونچا۔ اس نے اسی وقت ایک لشکر تیار کرکے اپنے دوسرے ترک غلام محمود پاشا دبرادر جوذر کے ہمراہ ٹمبکٹو کو روانہ کردیا اور جوذر کو معزول کرکے کل سپاہ کی اعلیٰ کمان محمود کے حوالہ کردی۔ اور سخت تاکیدی حکم دیدیا۔ کہ سختی سے صلح ہرگز نہ کی جائے۔ اوسی کے ہاتھ اوس نے دیگر امرار لشکر کو سخت سرزنش کا خط لکھا۔ کہ اسختی سے صلح کی گفتگو کرنے مین اونہون نے سخت غلطی کی۔ اب فوراً پھر اسختی پر حملہ کردین۔ اور جب تک اوسے زندہ یا مردہ گرفتار نہ کرلین خواہ وہ دریا عبور کرکے براعظم کے انتہائی گوشہ کو چلا گیا ہو۔ اوس کے تعاقب سے باز نہ آئین۔ محمود پاشا جب دوسرا لشکر لیکر چلا۔ اسوقت گرمی عین شباب پر تھی۔ یہ موسم اور صحارا کی گرمی۔ اندنون مین قطانا سنگھار پر ندکے سوا اور کسی جاندار کو صحارا مین سے گذرنے کا حوصلہ نہین پڑتا۔ مگر یہ بہادر ترک اور اوس کے ہمراہ ہی یہی نہین کہ ایسے موسم مین بڑھے۔ بلکہ معمول سے آدھی مدت (پچاس مرحلون) مین اس مسافت بعیدہ کو طے کرکے ہزار ویں صدی ہجری کے شروع مین ٹمبکٹو پہونچ گئے۔ ایسی سرعت پہلے کبھی اس نواح مین نہین سنی گئی تھی۔ جوذر نے ٹمبکٹو واپس آکر کشتیون

لہ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ اسختی کا خود واپس نہین گیا تھا اور پہلے معرکہ کے فتح ہونے پر جوذر ۱۵ جمادی الاول ۹۹۳ ہجری کو بلامزاحمت اُسپر قابض ہوگیا تھا۔ مگر کثرت کا اتفاق اسی پر ہے جو متن مین درج ہے (مترجم مؤلف)

اور جہازون کو جھڑوانا شروع کر دیا تھا۔ جو محمود کے پہونچنے تک بالکل آراستہ ہو چکے تھے۔ محمود نے ٹمبکٹو مین اتنے لمبے سفر کے بعد صرف تین دن آرام کیا پھر لشکر کو خشکی چلنے کا حکم دیکر خود معہ امرا دریائی رستہ پسند کر کے جہازون پر سوار ہو گیا۔ اور چند دنون مین کاغو کے سامنے پہونچ گیا۔

جوذر کی واپسی پر اسحٰق نے تمام قبایل کو جمع کر کے اون سے عہد لے لیا تھا کہ جب تک جسم مین جان ہے وہ اس کا ساتھ نہین چھوڑین گے۔ مگر اسد فعہ توپون کی گرج اور نقارون کی کڑک ہی سے اون کے ہوش پران ہو گئے۔ اور شتر بے مہار کیطرح جدہر جس کسی کے سینگ سمائے اوٹھ دوڑے۔ فاتح تاریکی شب تک منہزمین کے تعاقب اور مال غنیمت کے لوٹنے مین مشغول رہے۔ محمود نے فوج کو آرام دینے کے لیے تین دن تک یہین قیام کر کے چوتھے دن کیچھ فوج دیکر اپنے بھائی جوذر کو بطور عامل کاغو مین چھوڑا۔ اور خود باقی فوج لیکر اسحٰق کے تعاقب مین روانہ ہو گیا۔ جو مقام شغا کر شکست کھاکے پر دریا نائگر کو عبور کر کے مغربی کفارہ کے علاقہ کو بھاگ گیا۔ محمود بھی دریا سے گذر کر اوس کے پیچھے ہو لیا۔ اور تیسرے معرکہ مین بھی شکست فاش دیکر اوس کے کل خزانہ اور حرم و اولاد کو پکڑ لیا۔ اس ہزیمت کے بعد اسحٰق سحرا کو بھاگ گیا۔ اور چند دن بھٹکتا رہکر وہین ہلاک ہو گیا۔ اس کی وفات پر اس کا ایک بھائی کچھ جمعیت فراہم کر کے مقابلہ کو آیا۔ مگر محمود پاشانے دنون مین اسکا خاتمہ کر دیا۔ وہ اپنے ہمراہیون سمیت میدان جنگ مین ہی ہلاک ہو گیا۔ اور سوقت سے سوڈان کا تمام ملک دریا نائگر سے لیکر بلانو بہ مقبوضات مصر تک منصور کے تصرف و قبضہ مین آ گیا۔ جسدن اس فتح کی خبر مراکش پہونچی۔ وہ دن روز عید سے کم نہ تھا۔ منصور نے تین دن رات عام خوشی منائے جانے اور شہر کو آراستہ کیے جانیکا حکم صادر کر دیا۔ اس حکم کی تعمیل دلی شوق سے کی گئی۔ کیونکہ باشندون کو اس فتح کی اپنے بادشاہ سے کم خوشی نہ ہوتی تھی۔ شعرا نے سینکڑون نظمین اور قصاید پیش کیے۔ اور ہر طرف اسی کا چرچا اور اسی کا تذکرہ تھا۔ مورخین نے کاتب سلطانی ابو فارس عبد العزیز فشتالی

کے قصیدہ کو ثبت دوام او حیات مدام کی مسند عطا کی ہے۔ اس کے چند ابیات یہ ہین:-

جیش الصباح علی الدجا متدفق — فبیا من فی السواد ذلک یمیق
وکانہ رایات عسرک التی — طلعت علی السودان بیضا تخفق
لاحت وافقہم لیال کلہ — کعبید وصبح فی الدجا یتالق
نشرت لتطوی منہ لیلا دمسا — اضحی بسیفک فی الفقار یغرق
ارسلتہن جواسحا وجوازحا — فی کل مقلبہا غراب ینعق
وسرت فکان لیلہن الیہم — مشہور عزمک والسنان الازرق
ہی للیالی قد جلی اعلا کہا — نور النبوۃ من جبینک یشرق
صعقت بہن رعودنارک صعقۃ — رجت لصیحتہا العراق وخلق
سحقا لاسحق الشقی وخزیہ — فلقد غدا بالسیف وہو مطوق
رام النجاۃ وکیف ذاک وخلفہ — من جیشک جوذرک التضنفر فلبق
جیش اواخرہ ببابک سیلہ — عرم واولہ بکاعنو امحدق
لم یشعروا الا واسوار الردی — ضربت علیہم من قناک وخندق
کتب الالہ علی عداتک انہم — قنص لسہمک غرسوا اوشرقوا
خلدت ملوک جلوک علی العلا — سفہا وشاوک فی المعالی الملحق
ان اشبہوک وما اشبہیریکم — فی الخلق این من اللجین الزبرج
بشر ملوک الارض انک فاتح — بالمشرفی علی الولا ما غلقا
وبقاصل لک ذی نفقار یفرق — ماجمعہ وجامع ما فرقوا
دامت لطیرک سعدہ وہی غوارد — بالمشتہی لک والمسرت تنطق
مادام اصل علاک فی صحف الثنا — اصل الفخار وکل غیرک ملحق

مشتہی و مسرت منصور کے دو باغ تھے۔ قاصد کی روانگی سے چند دن بعد محمد پاشا نے بلاد مفتوحہ مین ہر طرح سے امن و امان اور نظام قایم ہو جانے پر آدھا لشکر معہ تحائف و ہدایا کی منصور اعظم کے مراکش کو واپس کر دیا۔ ان مین بارہ سو غلام و کنیز کین۔ چالیس بار شتر زر خالص۔ چار طلائی زینین۔ اور آئینہ

مشک وعنبر وزباد کی بہت بڑی مقدار تھی۔ ان تحائف کے موصول ہونے پر فتح کی خوشخبری پہونچنے کے وقت سے بھی وہ گونہ خوشی منائی گئی۔ ممالک سوڈان سونے کی کانوں کے لیئے ہمیشہ سے مشہور چلے آتے ہین۔ جب سوڈانی مہدی انیسوین صدی کے آخری ربع مین صرف مشرقی اور وسطی سوڈان پر متصرف ہوا۔ تو اوسے سینکڑون من سونا باشندون سے ملا تھا۔ اس زرریزہ ملک کے مل جانے سے مراکش مین سونے کی اسقدر ریل پیل ہوگئی اور ہر سال اسقدر سونا آنے لگ گیا کہ محاسب اوس کے اندازہ سے عاجز آگئے۔ زیورات اور سلیس بنانیوالون سے علاوہ صرف اشرفیان ضرب کرنے کے کام مین چودہ سو نار بلا ناغہ روز منصور کے محل کے دروازہ پر مشغول رہتے تھے۔ سونے کی اسی افراط سے منصور کا لقب الذہبی پڑ گیا تھا۔

الغرض ۱۰۰۰ھ ہجری تمام دیار مراکش اور اس کے حکمران کے لیئے نہایت ہی خوشی ومسرت کا سال تھا۔ مگر چونکہ خالق عالم نے فقط ایک طرح کی کیفیت اپنے بندون کے حق مین مفید نہین سمجھی۔ یہ سال ایک صدمہ عظیم پہونچانے سے بھی خالی نہ رہا۔ یہ صدمہ منصور کی والدہ مکرمہ مسعودہ کی وفات کا تھا۔ جمعہ بروز سہ شنبہ ۲۰ محرم ۱۰۰۱ھ ہجری کو خلد برین کیطرف سدھار گئی۔ روایت ہے۔ کہ مدت کے بعد خواب مین نظر آنے پر جب اس سے سوال کیا گیا کہ اللہ کریم نے اوس سے کیا سلوک کیا ہے۔ تو جواب ملا۔ اللہ جلشانہ نے مجھے اس کی طفیل بخشدیا ہے۔ کہ ایکدفعہ مین قضائے حاجت کے لیئے بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ اذان کی اواز میرے کان پہونچ گئی۔ جس پر مین نے اللہ کے نام کی عظمت کے خیال سے فورًا کپڑے لے لیئے تا وقتیکہ مؤذن اذان سے فارغ ہوگیا۔ اللہ کو یہ فعل پسند آیا اور مجھے بخشدیا۔

ہاتھی مراکش مین بالکل نہین ہوتا۔ محمود پاشا نے ۱۰۰۱ھ مین سالانہ محاصل کے ساتھ ایک ہاتھی بھی روانہ کی۔ وہ راستہ مین جس جس شہر سے گذری مرد وزن صغیر وکبیر تمام اس کو دیکھنے کو شہر سے باہر نکل

آتے۔ یہی کیفیت مراکش مین ہوئی۔ منصور نے اپنے پایہ تخت کے باشندون کو اس عجیب الخلقت جانور کے معائنہ سے اچھی طرح سیر کرنے کے لیئے اوسے چھ برس وہان رکھا۔ پھر رمضان ۱۰۰۰ ہجری مین فاس اپنے ولیعہد کے پاس بھیجدیا کہ تمام رعایا کو اس دیوبنی کی زیارت ہو جائے۔ وہان وہ ۱۶ رمضان سن مذکور کو پہونچی۔ جہان ایک لاکھ سے زیادہ باشندے اس کے انتظار اور شوق دیدار مین شہر سے باہر آئے ہوئے تھے۔

تمباکو کے ہاتھی کے ساتھہ ایک اور بدعت مراکو مین داخل ہوئی۔ وہ بدعت تمباکو تھا۔ جس کو اس کے مخالف ابتک عربی مین دشیشۃ خبیثۃ، کہتے ہین۔ ہاتھی کے ساتھہ جو سوداگر آئے وہ اس کے پینے کے عادی تھے۔ وہ اپنے استعمال کے لیئے اُس کی کچھہ مقدار ساتھہ لائے۔ اور اونکے دیکھا دیکھی بمصداق دکل جدید لذیذ۔ اہالی مراکش بھی اس کے کڑوے دھوئین کے جلد فریفتہ و شیدا ہو گئے جس طرح اکبر کے زمانہ مین اوس کے ہندوستان آنے پر تمباکو کی حلت و حرمت کے متعلق علماء مین اور اوس کے فایدہ و مضرت کی نسبت طبا و حکما مین بحث شروع ہوگئی تھی۔ ویسے ہی مراکش مین ہوا۔ بعض نے اس کے حرام مطلق۔ چندنے مکروہ۔ اور بعض نے حلال ہونے کا فتوی دیدیا یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس جانور کے ساتھہ یہ بُوٹی مراکش مین داخل ہوئی سی جنس کے ایک اور جانور کے آنے پر اس کی حلت و حرمت کا سرکاری طور پر فیصلہ ہوا۔ منصور کے سوداگی ہاتھی کے بعد اہالی مراکو کو اس جانور کے دیکھنے کا اتفاق پھر پورے تین سو برس کے بعد ہوا۔ دوسرا ہاتھی ہندوستانی نسل کا تھا۔ جو ملکہ وکٹوریہ نے شریف مولائی سمن ثالث کو تحفتاً ارسال کیا تھا۔ جس سال یہ پہونچا۔ اسی سال حکومت نے تمباکو کو حرام قرار دیکر اوسکے استعمال کی قانوناً ممانعت کر دی۔ وہابی حکومت نے نجد مین اوسے شرک کے بعد سنگین ترین جرم قرار دیکر تمباکو پینے والے کے لیئے موت کی سزا مقرر کر دی تھی۔ مولانا احمد مصنف استقصا بھی تمباکو حرام بتانیوالون کے گروہ مین شامل ہین۔ اس کے لیئے جو دلایل اونھون نے پیش کیئے ہین۔ اونکا ماحصل یہ ہے۔ کہ

کہ اسلامی شریعت جسم و بدن کے حصہ کی کامل طہارت و صفائی کا حکم دیتی ہے صحت و تندرستی کے اس اہم موجب کا اوسے یہان تک خیال ہے کہ اگر مرد عورت مین سے کسی کے جسم سے بدبو آتی ہو۔ تو شریعت کے رو سے فریق ثانی علیحدگی حاصل کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ تمباکو کے استعمال سے انسان کے منہ اور ناک مین جو کل وجوہ کا بہتر مین حصہ ہین۔ اور اوس کے تنفس مین ایسی سخت بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ لاکھ مسواک اور مضمضہ کرو اوسکا اثر دور نہین ہوتا۔ پس یہ صاف ظاہر ہے کہ اسلامی شریعت کبھی ایسی بدبودار اور مکروہ الرایحہ چیز کے استعمال کو جائز نہین رکھ سکتی۔ دوسری دلیل طبی قسم کی ہے۔ وہ لکھتے ہین اس کے مسلسل استعمال سے عقل مین ضرر آجاتا ہے۔ اور عادت ہو جانے پر اس کا چھوڑنا محال اور موروث جنون ہوتا ہے۔ یہ سب صحیح سہی۔ لیکن ہر کالی بلا کا رواج اب ایسا عالمگیر ہو گیا ہے کہ اس کے سم قاتل ہونیکا ثبوت مل جانے پر شاید ہی اس کے روز افزون فروغ مین کوئی کمی آسکے۔ یورپین اطبا مین بھی اس کی نسبت اختلاف بلکہ اتفاق دیکھا۔ بعض اسے عمر اور عقل کا گھٹانیوالے۔ اور دوسرے عین برعکس اسے ان دونون کا بڑھانیوالا بتاتے ہین۔ ان مین خواہ کسی فریق کا بیان درست ہو۔ یہ مسلم ہے کہ تمباکو شریف کا قبض بدن وسعت پکڑتا رہیگا۔ انگلستان مین بھی یہ اسی زمانہ مین تازہ تازہ وارد ہوا تھا اور چاندی کے نول بکتا تھا۔ منصور بدانہ اسکا ایسا مخالف تھا کہ اس نے اپنے ولی عہد کے ہسپانوی نومسلم اتالیق کو اس قصور مین قتل کر دیا کہ اس نے شہزادہ کو تمباکو کا استعمال سکھایا تھا۔

فقیہ ابی العباس احمد بابا سوڈانی اور احمد بابا سوڈانی ٹمبکٹو کا ایک مشہور ادیب و مورخ اور شاعر گذرا ہے جسکو تمام فضلائے اتفاق لیوا فریکا نس۔ ابن خلدون۔ التونسی وغیرہ کا ہم پلہ مانا ہے اس کے خاندان کا نام بنو آقیت تکروری تھا جنہین شہر مذکور مین دو سو برس سے نہایت وجاہت و عزت حاصل چلی آئی ہے۔ کیونکہ اس مدت مین کوئی زمانہ ایسا نہ گذرا تھا۔ کہ اس مین خاندان مذکور کے بعض امراء علم و فضل اور

اقتدار قضا رہین مشہور زمانہ نہ ہون - چنانچہ منصور کی فوج کے حملہ کے وقت بھی اس خاندان کا ایک فرد ابو حفص عمر شہر مذکور کا قاضی تہا - محمود پاشا نے اس خاندان کو اس کے حال پر چہوڑے رکھا - اوسے کچہہ تعرض نہ کیا - لیکن جب منصور نے دیکہا کہ اہالی سوسہ دل سے اس کی حکومت کو اسحق کی حکومت سے زیادہ خیر پاکر کچہہ بڑبڑانے لگے ہین - اور ہنوز آقیت ایک ایسا خاندان ہے کہ عوام کا اوسے اپنا سردار بناکر فساد کر دینا بعید از قیاس نہین تو اس نے ۱۰۰۲ ہجری مین محمود کو خاندان مذکور کے تمام افراد کو قید کر پا بجولان مراکش بہیجدینے کا حکم بہیجدیا محمود نے بہ تعمیل حکم سب افراد کو معہ زن وبچہ ماخوذ کرکے مراکش روانہ کر دیا - اور اُن کے گہرون اور ان کے مال اسباب اور کتب خانون کو لٹوا دیا - اس خاندان کی علم پروری اور علمی شوق و محبت کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے - کہ بقول مصنف بذل المناصحۃ - شیخ احمد بابا کہا کرتا تہا کہ اگرچہ میرے پاس سب بہائیون کی نسبت تہوڑی کتابین ہین تہین پہر بہی اُن کی تعداد سو لہ سو سے کچہہ اوپر تہی جو سب کی سب ضایع کرادی گئین - یہ لوگ ماہ محرم ۱۰۰۳ ہجری کے اور آخر مین ماخوذ کئے گئے - اُسی سال کے شروع رمضان مین پہونچے - جہان اونکو حسب الحکم سلطانی قید خانہ مین بہیجدیا گیا - مگر آخر علماء کی سعی و سفارش سے اسی عہد پر کہ وہ مراکش سے باہر نہ جائینگے - ۲۱ رمضان ۱۰۰۴ ہجری کو اونہین قید سے رہائی مل گئی - جس پر تمام مسلمانون کو دلی مسرت ہوئی - احمد بابا کو رہائی پر منصور نے دربار مین بلوایا منصور عباسی خلفا کیطرح پس پردہ رہکر لوگون سے گفتگو کیا کرتا تہا - یہ دیکہہ کر احمد بابا فوراً بول اُٹہا - اللہ پاک فرماتا ہے وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب - کیا تو بہی رب الارباب کا تشبہ کرتا ہے - اگر تجہے مجہ سے گفتگو کی خواہش ہے تو پردہ اوٹہا کر سامنے آ - یہ کلام اثر کر گیا - اور منصور پردہ کو ہٹواکر باہر نکل آیا - اسوقت شیخ اور سلطان مین حسب ذیل گفتگو ہوئی :- احمد بابا تجہے ایسی کونسی ضرورت لاحق ہوئی تہی کہ میرے مال و اسباب اور کتابون کو ضایع کرا دیا - اور مجہے تمبکتو سے

یہان کھینچ بلایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مین راستہ مین اونٹ سے گر گیا۔ اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ منصور نے جب ہمارا ارادہ ہوا کہ تمام مسلمانون کو ایک جماعت مین منسلک کرین۔ اور دیکھا کہ تم اپنے ملک مین با قتدار اعیان ہو تو جسطرح مین اورون کو مطیع بنا تا ہون اسی طرح تم کو بنایا۔ احمد بابا۔ یہ ارادہ تہا۔ تو مسلمان کے ترکون کو جماعت مین کیون نہ لیا۔ وہ تو ہماری نسبت بنجہ سے بہت قریب تہے۔ منصور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ اترکوا الترک کما ترکوکم[1] مین نے اس حدیث کی تعمیل کی۔ احمد بابا۔ یہ حدیث ایک وقت بیشک سرور کائنات نے فرمائی تہی۔ مگر بقول ابن عباس سے بعد دوسرے وقت آپنے یہ فرمادیا تہا۔ لاتترکوا الترک وان ترکوکم[2]۔ یہ سنکر منصور چپ ہوگیا۔ اور مجلس برخاست ہوگئی۔

رہائی پاتے ہی احمد بابا نے مراکش مین پہر درس و تدریس کا سلسلہ کردیا۔ اور ہزارون لوگون نے اس سے اکتساب فیض کیا۔ منصور کی زندگی تک وہ یہان رہا۔ اوس کے مرنے پر اوس کے بیٹے سلطان زیدان نے آل آقیت مین سے جو لوگ ابہی زندہ تہے۔ اونکو واپس وطن جانے کی اجازت دی۔ احمد بابا دراصل اپنے وطن کے فراق مین درد انگیز شعر اشعار پڑہتا رہتا تہا۔ اور اپنی تمنا کے پورے ہونے سے کبھی مایوس نہ ہوتا تہا۔ آخر اس کی دعا قبول ہوگئی۔ روانگی کے وقت اوس کے تمام سرگروہ مشایعت کے لیئے آئے۔ احمد بابا کا معمول تہا۔ کہ جب کسی کو رخصت کرتا تو یہ آیت پڑہا کرتا۔ ان الذی فرض علیک القران لرادک الی معاد۔ جس کی برکت سے وہ مسافر ضرور بخیر و عافیت گھر کو واپس آجاتا۔ اسنا دکو رخصت کرتے وقت ایک شاگرد نے مصافحہ کرتے ہوئے جب یہی آیت پڑہی۔ تو احمد بابا نے جہٹ ہاتھ کہینچ لیا۔ اور کہا خدا مجھے اس معاد اور اس دیار کو واپس نہ لائے۔ وطن مالوف پہنچکر وہ ۱۳۲۷ھ مین

[1] چہوڑ دو ترکون کو ان کے حال پر جسطرح انہون نے تمکو تمہارے حال پر چہوڑ دیا۔
[2] خواہ وہ تم کو تمہارے حال پر چہوڑ دین تم ترکون کو نہ چہوڑو۔

تک زندہ رہا۔

سوڈانی غلامونکی تجارت } بلاد سودان سے لونڈی اور غلام پکڑ کر لانے اور
اور مولانا احمد کی اسپر سخت ناراضی } دیگر ممالک مین انہین جا بیچنے کا دستور صدیون کا
پرانا ہے۔ جس مین عیسائی یہودی۔ مسلمان۔ ایشیائی۔ افریقی۔ امریکی۔ اور
یورپین سب کے سب تجارت غلامان کی بندش کیوقت تک شریک رہے ہین
مگر مولانا احمد مصنف استقصا صرف زمانہ سابقہ کے مظالم اور بے شرعی افعال
کیوجہ سے ایسے آزردہ خاطر نہین ہوئے۔ وہ دیکھہ رہے ہین۔ کہ انکی ملک
مراکو مین اسوقت بھی اس قبیح ترین تجارت کا عام رواج ہے۔ اور بڑا ظلم
یہ ہے کہ اسلام کو بدنام کرنیوالے اور برائے نام مسلمان تجار غلامان۔ جن
غلامون کو بیچ رہے ہین۔ اون مین نوے فی صدی مسلمان ہوتے ہین۔
جنکو شریعت کبھی غلام تسلیم نہین کر سکتی۔ مگر اس ظلم کے تدارک کا کسی کو خیال
نہین۔ مولانا احمد لکھتے ہین:۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ دیار سودان کے باشندے
قدیم سے مسلمان۔ بلحاظ اسلام و مذہب بہترین مسلمانون کے زمرہ مین شمار
اور ان مین سے اکثر صاحب علم اور اس کی تحصیل و محبت مین بے نظیر ہین
یہ کیفیت کسی خاص قوم کی نہین۔ بلکہ اون کے جسقدر ملک مراکو کے پڑوس
مین ہین ان مین سے اکثر کے باشندون کی یہی کیفیت ہے۔ اون کے ان اوصاف
سے اس بلا کی شناعت بآسانی واضح ہو رہی ہے۔ جو قدیم زمانہ سے
بحیثیت غلام و کنیز اہل سودان کی بلا فصد تجارت کے متعلق مراکو مین عام
ہو رہی ہے۔ ہر سال اونکی قافلے پر قافلے لائے جاکر دیار مغرب کے دیہات و
قصبات مین جیسا اون کیطرح بلکہ اُنکی تجارت سے بھی بدتر طریق سے بیچے جا رہے
ہین اور یہ بیع و شرا ایک ایسا معمولی امر ہو گیا ہے کہ عوام الناس اپنے زعم
مین شرعاً غلامی کی شرائط یہی سمجھہ بیٹھے ہین۔ کہ جو بیع کے لیئے پیش کیا جائے
وہ سیاہ فام اور دیار سودان سے لایا گیا ہو۔ حالانکہ خدا جانتا ہے کہ اس سے
بدتر گناہ اور قبیح ترین فعل دین کے رو سے اور کوئی ہو ہی نہین سکتا۔
کیونکہ سودانی مسلمان ہین۔ پس جو کچھہ ہمارے حقوق ہین۔ وہی اونکے ہین

اور جو کچھ ہم پر واجب ہے وہی اپنے ہے۔ لو فرض ان مین مشرک یا دیگر مذاہب کے پیرو موجود بھی ہون۔ تو بھی یہ مسلم ہے کہ عرصہ دراز سے غالب حصہ آبادی کا اسلام کا پیرو چلا آتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حکم غالب پر لگایا جاتا ہے۔ ہم یہ بھی مان لیتے ہین کہ مسلمان زیادہ نہین۔ بلکہ کافر اور مسلم تعداد مین مساوی ہین لیکن اسبات کا ہمارے پاس کیا ثبوت ہے۔ کہ جو لائے گئے ہین وہ کافر ہین مسلمان نہین۔ آزادی و حریت انسان کا طبعی وصف ہے۔ پس ایسی صورت مین اول قیاس طبیعت اور اصل کے حسب اقتضاء ہوگا۔ اور جو شخص ان بکیس انسانون کی عدم حریت کا مدعی ہو۔ وہ منشاء قدرت و طبیعت کے خلاف کہنے والا ہے۔ مزید براں اونکو لانیوالون اور بیچنے والون کے بیان پر کبھی اعتبار نہین ہوسکتا۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ تاجر اپنے مال و اسباب کی فروخت مین عموماً جھوٹ بولتے ہین۔ شاید ہزار مین ایک ہوگا جو ایک ہی قیمت کہے اور سچ بولے۔ جب عام تجارت کی یہ کیفیت ہے تو غلامون کے لانیوالون اور تاجرون کی نسبت کسطرح سچ بولنے کا یقین ہوسکتا ہے۔ حالانکہ یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ وہ ایسے لوگ ہین جن مین مروت و احسان۔ نیکوکاری اور دیندارئی کا نام و نشان نہین پایا جاتا۔ یہ لوگ ایسے ہون۔ اور زمانہ ویسا ہو جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہین۔ پھر کون بیوقوف ہے جو انکو سچا مان سکتا ہے۔ باقی رہے خود یہ غلام یا کنیزکین۔ انکی اپنی شہادت بھی جو انکی حریت کے برخلاف ہو۔ اس معاملہ مین اجماع فقہا کے رُو سے اختلاف اغراض و احوال کیوجہ سے قابل پذیرائی نہین۔ کیونکہ اگر اونکا کوئی بیان بایع کی خلاف مرضی ہو تو اُنہین دو خوب صاف سامنے دکھائی دیتی ہے۔ مزید براں ان ظالمون کا ان بیکسون سے ایسا بُرا برتاؤ ہوتا ہے۔ کہ خواہ مدت العمر کی غلامی کے ذریعہ سے کیون نہ ہو۔ وہ ہر طرح سے حتی الوسع بہت جلد اون کے پنجہ سے رہائی پانے کی کوشش کرتے ہین۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی غرضین ہوتی ہین جو اونکو خلاف واقعہ کہنے کی ترغیب دلاتی ہین۔

اہل عدل و صداقت ساوی مین کہ اہل سودان کا عرصہ دراز سے یہ دستور

چلا آیا ہے کہ اونکی قبائل ایک دوسرے پر یورشین کرتے اور شبخونین مارتے رہکر ایک دوسرے کے شہرون اور بستیون سے انسانون کو اسطرح چراتے پکڑتے یا پکڑ کرلے جاتے ہین۔ جسطرح مراکشی عرب ایک دوسرے کے مویشی اور جانور۔ باوجودیکہ یہ سب کے سب مسلمان ہین۔ مگر چونکہ دینداری کی قلت ہے۔ اور اسلامی حمیت و ہدایت کمزور ہوگئی ہوئی ہے۔ اور کسی زبردست کا ڈنڈا سر پر نہین اونکو ایسی حرکات قبیحہ کے ارتکاب سے مطلق شرم یا خوف نہین آتا۔ اب مین اپنے ابنائے وطن کو مخاطب کرکے پوچھتا ہون کہ ایسے حالات مین کون شخص جو دین مین محتاط ہو۔ ایسے انسانون کی خریداری کا اقدام کرسکتا ہے۔ یا کس طرح ایسی کنیزون کی ہم بستری کو اپنے لیئے جایز رکھہ سکتا ہے۔ جو کم از کم فرح مشکوک پر اقدام کرنا ہوگا۔ اور شریعت اس کی اجازت نہین دیتی۔ بعض لوگ میری اس تحریر پر اعتراض کرین گے۔ کہ عام مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص کھانا یا ہدیہ یا کوئی چیز بغرض بیع پیش کرے۔ تو اس سے صرف ایک مرتبہ اس کی حلت یا حرمت کا سوال کرلینا چاہیئے۔ تفتیش یا تحقیقات کی اجازت نہین۔ لیکن امام ابوحامد غزالی احیاالعلوم مین اس مسئلہ پر کافی وضاحت سے بحث کرکے اُسے حل کرچکے ہین۔ اور وہ آخری فیصلہ یہ دیتے ہین کہ جس بائع پر بہ ہر نہج اپنی بضاعت کو فروخت کردینے کی کوشش کرنیکا اتہام لگ چکا ہو۔ اس کے قول پر اعتماد نہین ہوسکتا۔ جب عام بضاعت کے لیئے یہ حکم ہے تو انسان کی بیع و اشترا کے لیے جیسی کچھہ احتیاط درکار ہے ظاہر ہے۔

یہ درست ہے کہ شیخ احمد بابا نے اپنی کتاب معراج الصعود مین چند کافر اقوام مویشی وغیرہ کا ذکر کرکے لکھا ہے۔ کہ ان لوگون کو غلام بنانا جایز ہے۔ اور علامہ ولی الدین ابن خلدون نے تحریر کیا ہے کہ دریائے نائجر سے پرے للم نام کافر قوم آباد ہے۔ جس پر اہل غانہ وتکرور وغیرہ یورشین کرتے رہکر وہان کے باشندون کو اُٹھا یا چرا لاتے ہین۔ اور پھر تاجرون کے ہاتھہ بیچ ڈالتے ہین۔ جو اونکو مغرب کو لاکر فروخت کرتے ہین۔ یہی کافر قوم کے لوگ اہل غانہ وغیرہ کے عام غلام ہین۔ اس سے پرے جنوب کی طرف کوئی آبادی نہین۔"

لیکن ہم باشندگان مغرب جن کے اور ارض سودان کے درمیان ہزارون میل کا پٹ کا صحرا حایل ہے۔ کس طرح تحقیق کرسکتے ہین۔ کہ یہ کافر ہے یا مسلمان۔ اور یہ ہم کسطرح مان سکتے ہین۔ کہ وہ قبیلے اب تک بھی کافر ہی ہین۔ مگر وائے بر حال ما ہم ان باتون پر مطلق غور نہین کرتے۔ اور جب کسی غلام یا لونڈی کو بازار مین بکتا دیکھتے ہین۔ تو اس کے بدنی عیوب وصواب کے سوا۔ اور کسی امر کیطرف کچھ خیال نہین کرتے اور کالے گورے مین کچھ فرق نہین دیکھتے۔ حتیٰ کہ یہ بدمعاشی اب یہان تک وسعت پکڑگئی ہے۔ کہ بدمعاش و فاسق اور خدا کے برخلاف جرأت کرنیوالے سودانیون پر اکتفا نہ کرکے اب خود مراکو کے قبیلون اور اوس کے شہرون اور دیہات سے بھی آزاد حربچون کو چرا کر علانیہ اور بلاخوف وخطر بازارون مین بیچنے لگ گئے ہین۔ اور عیسائی اور یہودی ان مسلمان بچون کو خرید کر ہماری آنکھون کے سامنے انہین غلام بنائے ہوئے ہین۔ یہ سب اکبیرت سے ہماری بداعمالی اور سودان پر ظلم کرنے کی حقوبت وسزا ہے۔ کہ اب بھی عبرت پکڑ جائین ورنہ انا للہ وانا الیہ راجعون ٹھ کیونکہ خواہ یہ سودانی کافر ہی ہون۔ اور باقاعدہ طور پر لڑائی مین اسیر ہونے پر تاجرون کے ہاتھ بیچے گئے ہون۔ پھر بھی بروئے شریعت یا کم از کم امام مالک کی رائے مین وہ غلام نہین سمجھے جا سکتے نہ انکی بیع و شرا جائز ہے۔ کیونکہ جس غلامی کی شرع نے اجازت دی تھی۔ اور حضرت سرور کاینات یا سلف صالحین کے زمانہ مین پائی جاتی تھی۔ اس کا شرعی سبب مدت کا مفقود ہوچکا ہے۔ یہ سبب ایسے جہاد سے متعلق تھا۔ جس کا مقصد صرف اعلائے کلمۃ اللہ اور لوگون کو راہ حق پر لانا ہو۔ اب ایسے جہاد کا کہین نشان نہین پایا جاتا۔ اور بنا برین وہ سبب بطریق اول معدوم ہوچکا ہے۔ کیونکہ شرعاً صرف وہی لوگ غلام بنائے جا سکتے تھے۔ جو جہاد مین اسیر ہون۔ پس خداوند کریم ہم لوگون کو ہدایت دے کہ اس نافرمانی اور ستمگاری سے باز آجائین۔ اور اولیا اللہ کو توفیق رفیق ہو کہ وہ اس حالگیر بلا کا مدہشہ کا تدارک وانسداد کرین ربنا واخذ عونا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین ٹھ

مراکش مین قصر البدیع کی تعمیر: منصور نے تخت نشین ہوتے ہی یہ خیال کرلیا تھا۔

کہ جب تک وہ بقول شاعر ؎

ہم الملوک اذا ارادوا ذکرہا من بعدہم فبالسن البنیان
ان البناء اذا تعاظم شانہ اضحی یدل علے عظیم الشان

کوئی بڑی عالیشان عمارت تعمیر نہ کریگا۔ اُس کے خاندان کا نام موحدی۔ مرینی یا مونی سلاطین کیطرح کبھی ملک مین دیرپا رواج و شہرت حاصل نہیں کریگا۔ اور چونکہ وہ تفاخر و خود نمائی کا بڑا دلدادہ تھا۔ اور مزید براں اہل بیت کی کوئی یادگار ملک مین موجود نہ تھی۔ اس نے تمام سابقہ سلاطین کی تعمیرات سے بدرجہا زیادہ شاندار عمارت تیار کرنیکی ٹھانی۔ اور تمام اہل علم و فضل سے صلاح و مشورہ کرکے شوال ۹۸۶ھ ہجری مین جبکہ اوسے تخت پر بیٹھے ابھی دو پانچ مہینے ہی ہوئے تھے تعمیر کا کام شروع کرادیا۔ یہ عمارت محض شاہی کی صورت مین شروع کی گئی۔ اس کی تیاری و تعمیر پر بڑے بڑے ماہر کاری گر اور صناع سرزمین یورپ سے منگوائے گئے۔ اور سنگ مرمر بلاد اطالیہ سے۔ جسے منصور قند کے مساوی تول پر خرید لیتا۔ اس کے لیئے قند کی مقدار عظیم کی ضرورت پیدا ہوجانے پر منصور نے بلاد حاحہ شوشاوہ۔ اور جیبہ وجیرہ وغیرہ مین ہزارہا ایکڑ پر سرکاری طور سے نیشکر کی کاشت اور تیاری قند کا کام جاری کردیا۔ تعمیر محل مین ہر روز کاریگرون۔ معارون۔ سنگ تراشون کا اسقدر جمگھٹا ہتا کہ اُن کی آسائیش کے لیئے سینکڑون دوکانین وہان کھل گئین۔ اور ایک خاصہ مستقل بازار محل کے سامنے قایم ہوگیا۔ اس عمارت پر منصور نے جیسا دل کھولکر روپیہ صرف کیا۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے۔ کہ اگرچہ ہزارہا معمار اور مزدور کام کرتے تھے۔ وہ کہین ۱۰۰۲ھ مین جاکر سترہ برس کے بعد مکمل ہوئی۔ اس نے کاریگرون کے خانمانون کے لیئے بھی مشاہرے مقرر کردیئے تھے۔ تاکہ وہ باطمینان خاطر کام مین مشغول رہین۔ اس پر سب مورخ متفق ہین۔ کہ شان و شوکت۔ جاہ و جلال۔ نفاست و لطافت اور دلفریبی اور کمال صنعت مین قصر شعب بوان۔ محل عمدان اور قصور زہرا اور زہرہ بھی اوس کے سامنے ماند ہوگئے تھے۔ ہر ایوان مین پانی کی

نہریں رواں تھیں۔ عمارت فرش سے لیکر گنبد تک سفید و سیاہ مرمر اور رخام مجزع کی تھی۔ جس پر جا بجا سونا چڑھایا گیا تھا۔

اس جنت دنیا کے ہر ایوان کے در و دیوار پر مناسب محل اشعار اور آیات پاک منقوش تھیں۔ اکثر ایوانوں کے اشعار ایک دوسرے کے بالمقابل اپنے اپنے ایوان کے فضیلت کی دلائل بیان کر رہے تھے۔ مولانا احمد نے صرف قبہ خضرا کے در و دیوار کے اندر و باہر کے اشعار معہ تفصیل سمت و جہت و مقام اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں۔ جو دو سو سے کم نہیں ایک فخریہ نظام کا مطلع جس میں شاعر قبہ کی زبان سے اوس کے اوصاف بیان کرتا ہے۔ یہ ہے ؎

سموت فخر البدر دونی والخطا واصبح قرص الشمس فی اذنی قرطا

قبہ خضرا کی ایک طرف جو جمادی الاول ۹۹۵ھ ہجری میں مکمل ہوا۔ جو ابیات درج تھے۔ ان میں سے پہلے دو یہ ہیں ؎

معانی الحسن تظہر فی المعانی ۔ فظہور السحر فی حدق الحسان
مشابہ فی صفات الحسن ضمنت ۔ تمنت بہا المغانی للغوانی

ایک بند کا مقطع جسے جنت کے لفظ کی وجہ سے منصور نے بھی بہت ہی پسند کیا۔ یہ تھا۔ ؎

داوان صنعی ان تقول و لا تیل ۔ ببدیع احمد جنۃ المتنعم

کل عمارت کی تکمیل پر وزیر ابوالحسن نے تاریخ تعمیر میں یہ بیت کہا۔ جو قبۃ الرجاج دایوان بلورین، کی مباج پر درج تھا ؎

ان شمست تاریخ اکمال البدیع نقل ۔ ایوان احمد ایوان السعادات

وزیر موصوف کا دوسرا تاریخی قطع اس سے بھی لطیف ہے:۔ وہ قصر بدیع کے باب رخام پر منقش تھا۔ ؎

الحسن لفظ وہذا القصر معناہ ۔ یا ما امیلح مراہ و ابہاہ
فہو البدیع الذی راقت بدایعہ ۔ وطابق اسم لہ فیہ مسماہ
صرح اقیمت علی التقوی قواعدہ ۔ دول منہ علی التاریخ معناہ
ولاح ایضاً وعین الحفظ کملہ ۔ تاریخہ من تمام قل ہو اللہ

مصنف نفح الطیب لکھتا ہے منصور نے تین عمارتیں بنائیں۔ جو تینوں کی تینوں بدیع الحسن اور غریب الشکل نہیں یہ فقرہ بدیع اور باغات مسترت و فرحتی تھے۔ شیخ ابو عبداللہ محمد بن غداری اندلسی اپنی کتاب بیان المعرب عن اخبار المغرب میں لکھتے ہیں۔ باغ مسترہ کو جو باغ صالحہ کے متصل ہے۔ اولاً عبدالمومن بن علی موحدی نے تعمیر کیا تھا۔ اس کا طول تین میل اور عرض بھی تقریباً اسی قدر تھا۔ اس اخات سے پانی لایا گیا تھا۔ اور جا بجا نہریں جاری تھیں۔ اور کوئی پہل نہیں جس کے اس میں درخت نہ تھے۔ میں ۹۴۳ھ ہجری میں مراکش سے رخصت ہوا۔ اس سال اسکا زیتون اور پہل تیس ہزار دینار رومیہ پر فروخت ہوئے تھے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ منصور باغ مذکور کا بانی نہ تھا۔ اس نے اس کی صرف تجدید و مرمت کرائی۔

زخارف دنیا کا انجام کہ بدیع کی تکمیل پر منصور نے جشن عظیم مرتب کر کے تمام باشندگان شہر کو پر تکلف دعوت دی۔ جن میں درویش مجذوب اور زاہد ان گوشہ نشین بھی شامل تھے۔ ان مجذوبوں میں سے ایک سے منصور نے پوچھا۔ تم نے ہمارے مکان کو کیسا پایا۔ دیوانہ نے ایسا معقول جواب دیا جس سے عمارتوں پر لاکھوں اور کروڑوں روپیہ خرچ کرنیوالے اپنے فعل کی سفاہت سے عبرت بخش آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔ دیوانہ صورت فلاسفر جواب دیتا ہے یہاں جب یہ کریگا۔ تو مٹی کا بہت بڑا تودہ دکھائی دیگا۔ یہ صاف اور سچا جواب سنکر منصور دم بخود ہو گیا۔ مجذوب کا کہنا جلد صحیح ثابت ہو گیا۔ ۱۱۱۹ھ ہجری میں مولانا اسمٰعیل نے جو بنی کو گرا کر بنانیوالا بادشاہ گذرا ہے گروا دیا۔ اور وہ قصر جو کروڑوں روپیہ کی لاگت سے سترہ برسوں میں تیار ہوا تھا۔ سترہ مہینوں کے اندر کھنڈرات کا تودہ اور پری چہرہ کنیزوں اور غلاموں کی بجائے یوم و شغال کا ملجا و ماوا بن گیا۔ اور مغرب کا کوئی شہر ایسا نہ رہگیا۔ جہاں اس کی عمارت اور مصالحہ کا کچھ نہ کچھ حصہ نہ پہونچا ہو۔ یہی حشر نیرنگی قسمت سے اس محل کا ہوا تھا جسے منصور کے ہمنام اندلسی بادشاہ منصور بن ابی عامر نے بنام زاہرہ تعمیر کرایا تھا۔ اور عجائبات عالم میں شمار ہوتا تھا۔ وہ ابھی تازہ ہی تیار ہوا تھا۔

کہ ایک اہل دل اور صاحب بصیرت ادہر سے گذرا۔ سو وقت محل مذکور کمال کے جنون پر تہا۔ اور مکان کیطرح نمین ہی برگزیدہ آفاق تہے۔ درویش کی زبان سے یہ ٹہاٹھ دیکہہ کر بیساختہ نکل گیا۔ اے مکان تجھ مین کل مکانون کا مصالح لگا ہے ایک دن خدا تیرا مصالح کل مکانون مین تقسیم کرا دیگا" زیادہ مدت نہ گذری۔ کہ ایسا ہی ہوا۔ دیوار کے ساتہہ دیوار کہڑی نہ رہگئی۔ اور اس کی عمارت کے مختلف حصے اور ستون وکنبے وغیرہ نہ صرف اندلس کے ہر شہر مین پہونچے۔ بلکہ عراق عرب تک لے جائے گئے۔

یفرنی لکہتا ہے۔ جب مین بطریق سیاحت مراکش پہونچا اور بدیع کے کھنڈر دیکہے تو بے اختیار شیخ محی الدین ابن عربی کے یہ شعر میری زبان پر جاری ہوگئے جو اس ولی اللہ نے زاہرہ کے ٹیلون پر کہڑے ہوکر دلی سوز سے پڑہے تہے:-

دیار باکناف الملاعب تلمح	وما ان بہا من ساکن فہی بلقع
ینوح علیہا الطیر من کل جانب	فقصمت احیانا و حینا ترجع
فخاطبت منہا طائرا متفردا	لہ شجن فی القلب وہو مروع
فقلت ما ذا تنوح وتشتکی	فقال علی دہر مضی لیس یرجع

ابن الابار نے اس قطعہ مین جو اس کی کتاب تحفۃ القادم مین درج ہے بے شباتی عالم کا نقشہ عجیب عبرت بخش پیرایہ مین کہینچا ہے:-

قلت یوما لدار قوم تغانوا	این سکانک الکرام علینا۔
فاجابت ہنا اقاموا قلیلا	ثم سارو او لست اعلم اینا

ایک سیر آموز لطیفہ کہ ان ابیات کو نقل کرکے یفرنی لکہتا ہے۔ مین نے لفظ دار البدیع" پر تامل کیا تو بحساب جمل اوسکے حروف کے اعداد ایک سو سترہ پائے۔ جو خدا کی شان۔ اس کی عمر کے عدد تہے۔ ۱۰۰۲ ہجری مین تیار ہوا اور ۱۱۱۹ ہجری مین منہدم قدرت کے یہی تماشے اور کرشمے ہین۔ جو بے اختیار انسان سے منوا دیتے ہین کہ لا الہ الا ہو العلیم الحکیم العلیم۔

ناصر بن غالب کی بغاوت ناصر باپ کی زندگی مین تادلا کا گورنر تہا۔ غالب کی وفات پر ولیعہد مین اور اسکا قتل ہونا پر متوکل نے تخت نشین ہوکر اپنے بہائی کو نظر بند

کر دیا۔ مگر جب متصم ترکی لشکر کی مدد سے واپس ملک ہوا۔ تو اوس نے ناصر کو رہا کر کے بڑی عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس جگہ دی۔ اور وہ واد المخازن کی لڑائی تک اپنے چچا کے پاس رہا۔ جب وہ اس معرکہ مین فوت ہو گیا۔ اور منصور صاحب تاج و تخت ہوا تو ناصر اصیلا کے عیسائیون کے پاس چلا گیا۔ اور وہان سے سمندر طے کر کے اندلس پہونچ گیا۔ اور عرصہ دراز تک والیے غرناطہ کے پاس مقیم رہا جس نے آخر ۶۰۳ھ ہجری مین اسے مسلمانون مین باہم پھوٹ ڈلوانے کی نیت سے کچھ فوج دیکر مراکو بھیجدیا۔ ناصر بندر ریلیہ مین خشکی پر اترا اور اس نواح کے باشندونکو متفق بناکر امیر المومنین کا لقب اختیار کر لیا۔ رفتہ رفتہ دیگر علاقون کے باشندے بھی اوس کی طرف میل خاطر ظاہر کرنے لگ گئے۔ کیونکہ منصور کی سخت گیری اور جابرانہ حکومت سے درحقیقت رعایا خوش نہ رہگئی ہوئی تھی۔ لیکن جو سمجھدار اور عاقبت اندیش تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ناصر منصور کی طاقت کے سامنے چند دنون سے زیادہ نہین ٹھہر سکتا۔ وہ خود ہی ناصر سے محترز نہ رہے۔ بلکہ اورون کو بھی روکتے رہے۔ آزانجملہ ایک فقیہہ محمد بن قاسم القصاری تھا۔ جس نے بلاد غمارہ کے مقتدر اور با اثر شیخ صالح محمد بن علی کو منصور کی اطاعت سے منحرف نہ ہونیکا تاکیدی خط لکھا۔ یہ خط منصور کو مل گیا۔ جس نے اس وفاداری کے صلہ مین قصاری کو فاس کا مفتی اور امام شہر مقرر کر دیا۔ ولی صالح ابی الحسن بوزیدی کے حالات مین لکھا ہے کہ اندنون وہ ایکدفعہ اپنے چند شاگردون کے ساتھ کچہری پر جا رہے تھے۔ کہ یکبارگی اپنے شاگردون سے سوال کیا۔ تم سن رہے ہو۔ میرا کچھ کہتا ہے۔ وہ مولا ناصر کی فتح کی فتح و نصرت کے لیے خدا سے فریاد کر رہا ہے۔ اور اسی طرح کل شجر و حجر۔ مگر مین اس کے برخلاف دیکھ رہا ہون۔ اور ایسا ہی ہوا۔ منصور نے فوراً ایک جرار لشکر ولی عہد کے پاس بھیجکر اوسے اس مہم پر مامور کیا۔ جس نے بمقام حاجب ناصر کو فاش شکست دیکر گرفتار کر لیا۔ اور اوسکا سر کٹوکر باپ کے پاس بھیجدیا۔ یہ معرکہ بقول بعض ۶۰۴ھ ہجری اور بقول دیگر ۶۰۵ھ مین ہوا۔ نشر المثانی مین حکایت درج ہے کہ ناصر کے قیام پر ایک ولی نے

شیخ ابو العباس احمد بن قاسم موصوف نے ظاہر کیا۔ کہ وہ تاولا مین داخل ہوگا جس سے اونکی مراد اس کے بحیثیت فاتح داخل ہونے سے تھی۔ جب شیخ محمد الشرقی التاولی نے یہ سنا تو کہا۔ احمد بابائے دیکا شفہ مین، ناصر کا سر تاولہ مین داخل ہوتا دیکھا ہے۔ اور اس سے یہ غلط نتیجہ نکال لیا ہے۔ زیادہ دن نہ ہوے تھے کہ ناصر کا سر مراکش کو جاتے ہوے راستہ مین تاولا سے گذرا۔

اس فتح کو خوشی مین بھی بڑا جشن بنایا گیا۔ اور شعرا نے مبارکباد کے قصیدون مین خوب خوب طبع آزمائیان کین۔ اور منصور نے حسب معمول دیگر فتوحات کی طرح اس کی خبر بھی کل دوست سلطنتون اور ممالک غیر کے احباب کو روانہ کی۔ ان احباب مین دوسب سے نامور امام ابی عبد اللہ زین العابدین بکری۔ اور ابی عبد اللہ محمد بدر الدین قرافی مصر کے جید علماء اور اہل دل تھے۔ انکو منصور عموماً اپنے ہاتھ سے خط لکھا کرتا تھا۔ اس فتح کی اطلاعی خط کا عنوان اس زمانہ کی عربی انشاء کا نمونہ دکھانے کے لیئے یہان بجنسہ درج کر دیا جاتا ہے۔

من عبدہ بالمجاہد فی سبیلہ احمد المنصور باللہ امیر المومنین الحمی الی الفاضل الذی اعتجر بالتقوی و ہو زین العابدین و تجلی بمجلی المعارف الربانیۃ و تلک علی العارفین والسالک الذی برز فی الطریقۃ وسلک علی المجاز الواضح الی الحقیقۃ فحفات شاء والسابقین والعارف الذی تجرد عن رعونۃ الاہوا النفسانیہ فکان سلوکہ علی التجرید الی حضرت الواصلین الشیخ العالم الحجۃ الوافی السید زین الدین القرافی والشیخ العارف الواصل السری لکامل سلالۃ العلماء وسبط الفضلاء ابی عبد اللہ زین العارفین ابن الفقیہ السامی المقام قطب المشایخ الاعلام فخر علماء الاسلام الشہیر البرکت فی الانام ابی عبد اللہ محمد بن ابی الحسن الصدیقی اتفاکما اللہ وارواحکما تنتظر بہ یاجین الانس فی حضرت القدس وتشتفحات الہابۃ من ریاض المشاہدۃ الی مدارج الانس ومعارج التفس وسلام علیکما ورحمۃ اللہ تعالی وبرکاتہ۔ وبعد حمد اللہ مفیض انوار عنایتہ احمد علی صاحبہ الصدیق مظہر کنوز المعارف الربانیہ جبلہ بعد جبل من بیت عتیق و القلات

والسلام علی سیدنا محمد الذی اختار لمرافقتہ صاحبہ فی النار والعرش والطریق والرضا عن الہ آمنۃ الخلق وسیوف الحق واصحابہ الذین فاضت انوارہدایتہم علی الغرب والشرق وبرکتہم انتشق لنا الفوح انتشاق الاسلام ویفضلہم یعلو سعدنا علی الکفر علو القطب علی دایرۃ الافلاک فکتبنا ہذا الیکم من حضرتنا مراکش حاطہا اللہ وصنع اللہ لہا مفعم السجل وواسع المجال عزمتہا الماضیۃ تبعت الی العدا رسل الاوجال والایام بعز صولتہا ویمن دولتہا بہذہ المغاریب باسمۃ الثغور وموذنۃ بانفصال امرہا العزیز بحول اللہ تعالی ان تطوی ملاءۃ الدہور ہذا وانہ اتصل بعلی مقامنا کتابکم الذی صدحت علی افنان البلاغت سواجعہ وغذبت فی موارد المحبت الصدیقہ مناہلہ ومشارعہ ولطفت فی کل معنی من المعانی افانینہ ومنازعہ وتالفت علی الاجادت فی کل مقصد من المقاصد مواصلہ العذبت ومقاطعہ واینعت بازہار النعمات الربانیۃ اباطہ الفیح واجارعہ ومعہ المنظومات التی سحت بالحکم وبہا ورسانی البلاغت قدہا وربانی منبت المواہب الربانیۃ یراعہا الفصیح وقلمہا وحل من نفوسنا موقعہا العجیب محلا من دون الشرایانی مطالعہا والبدر لیلۃ تمامہ اعجابا بہا وتنفیہا وابتہاجا بانخوارق التی طلق اللہ علی لسان مبدیہا۔ الخ

اس کے بعد اونکو ناصری بغاوت وہلاکت اور اس کی سابقہ زندگی کے حالات سے اطلاع دیکر عنقریب اندلس کو کفار سے صحیح کرنے کے لئے اوسپر فوجکشی کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ اور اون سے استدعا کی کہ وہ علیہ اسلام اور شکست کفار کے لیئے دعا کرتے رہین۔ اور بارگاہ الہی مین التجاء کرین کہ اس سرزمین پھر اسلام کا جھنڈا لہراتا دکھائی دے۔ یہ خط ربیع الاول ۱۰۰۸ھ کو لکھا گیا تھا۔

انہی دنون اس مضمون کا ایک خط مغربی قافلہ حجاج کے میر سامان کے ہاتھہ حسن بن ابی نمی شریف مکہ کیطرف بہی لکھا۔ مولانا احمد نے حسن سلطان مکہ معظمہ وحجاز شریف لکھا ہے۔ اور منصور نے بہی اوسے سلطان حسن کے لقب سے یاد کیا ہے۔ مگر یہ اونکی غلطی ہے۔ دیار مقدسہ اسوقت سے بہت عرصہ پہلے سے حکومت عثمانیہ کی حدود مین شامل ہو چکی تہی۔ حسن صرف شریف مکہ تہا۔ حرمین

کا بھی شریف نہ تھا۔ اس خط کا عنوان حسب ذیل تھا۔

من عبد اللہ المجاہد فی سبیلہ الامام المنصور باللہ احمد امیر المومنین الشریف الحسنی الی الاصالت التی تحجبت من ذوابت ہاشم فی صمیمہا وتوغلت من غرفات حرمت اللہ بین زمزمہا وحطیمہا وتسنمت من عمارت مجدہ ما تمتناق عماہا الا بعجبتہ وشمیمہا اصالت السلطان الاثیل الاثیر الاسنی الاسمی الاذکی السلطان حسن ابن ابی منی ابقاکم اللہ والبیت ذوالاستار تمنفیون ظلالہ وتلثمون سن الحجر وہو دو الاسعد خال وسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجالس میلاد: منصور کو مجالس میلاد منعقد کرنے کا بڑا شوق تھا۔ ماہ ربیع الاول کے شروع ہوتے ہی مجلس میلاد کی تیاریاں شروع ہو جاتیں۔ اور رکن سلطنت کے اسباب ذکر وفکر اور اصحاب حال وقال کے نام دعوتی رقعہ تقسیم ہوتے اور عجیب وغریب صنعت کی قندیلیں اور شمعیں رنگ برنگ کی بننی شروع ہو جاتیں جو تاریخ مقررہ کی شام کو بڑے ٹھاٹھ اور جلوس کے ساتھ ایوان شاہی کو روانہ کی جاتیں۔ طلوع فجر کو سلطان بوقار تکلف شاہانہ شان مجلس ہوتا۔ امراء وزراء فقہاء وعلماء درویش وفقراء اور عام باشندگان صف در صف قرینہ وار بیٹھتے اور سب سے اول واعظ فضائل نبی اور اون کے معجزات اور ولادت وغیرہ کے حالات اور دیگر واقعات تذکرہ شروع کرتا۔ پھر شعر باری باری سے نعت فضائل پڑھتے۔ من بعد اہل ذکر اور صوفیا کرام طرائق ومعرفت کے شعار پڑھتے۔ اور بالآخر سلطان کے مدحیہ قصاید سنائے جاتے۔ الحسن علی بن محمد تامجروتی نے جو ہمارے ترک سے بطور سیاحت مراکو پہونچا۔ اپنی کتاب نفحۃ العنبریۃ فی السفارۃ الترکیہ میں شاہانہ مجلس میلاد کے جاہ وتجمل اور شوکت واحتشام کو بالتفصیل ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ذکر ورد اور قصائد خوانی سے پہلے تمام حاضرین کو بیڑا تکلفا کھانا الفی وبلغسی وترکی وہندی ساخت کے طلائی ونقرئی گلٹ اور مینا سے ظروف اور چینی کے برتنوں میں کھلایا جاتا۔ عود ومشک وعنبر کی انگیٹھیاں جابجا جل رہی ہوتیں۔ اور عرق گلاب یا معطر پانی سے اون کے ماتھے دھلائے جاتے۔ سلطان تاریخ مذکور اس سے بھی زیادہ اہتمام وتکلف کے ساتھ مجلس ترتیب کیجاتی۔

رمضان شریف میں وہ ہمیشہ بخاری شریف کا ختم کراتا۔ اول رمضان سے فقہا اور قاضی اور اس کے حضور یہ میں ایک سفر پڑھتے۔ بخاری شریف کو اونہوں نے ۳۵ سفروں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ عید اور تہرلے دن کو چھوڑ کر شوال کو پوری ختم ہوتی۔ تلاوت کا یہ دستور تھا کہ پہلے قاضی ایک ورق پڑھ کر حاضرین پر اپنی نظر پر وضاحت کرتا۔ اور قابل توجہ مسائل پر بحث کرتا۔ جب دن بہت چڑھ آتا۔ تو مجلس برخاست کر دیجاتی۔ اور سفر کا باقی ماندہ حصہ قاضی اپنے گھر جاکر ختم کرتا اسی طرح ۳۵ سفر تک ہر روز سلطان کے سامنے تلاوت اور بحث ہوتی ختم پر مفلسوں اور غربا و مساکین میں بڑی فراخدلی سے نقدی و اجناس تقسیم کراتا۔ اور ہر سال یوم عاشورہ کو عالیشان جشن مرتب کرکے غربا لڑکوں کا اپنے خرچ سے ختنہ کراتا۔ اس موقعہ پر ہر مختون لڑکے کو کچھ کپڑا۔ چند دراہم اور کچھ مقدار گوشت کی بھی عطا کی جاتی۔

قاضی ابوالقاسم بن علی شاطبی کے میلادی قصیدہ کا مقطع یہ ہے۔

بکم راس ہذا القرن جدد دینا وفاضت بحور للعلوم ہوامع

اس شعر میں سرور کائنات کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ہر صدی کے سر پر خداوند کریم ایسے شخص کو مبعوث کریگا۔ جو اس امت کے امور دین کی تجدید کریگا۔ بعض آئمہ نے ایسے اشخاص سے بادشاہ بعض نے علماء اور کسی نے اولیا سے مراد لی ہے۔

ابوالفارس عبدالعزیز بن محمد قشتالی کے قصیدہ کے آخری چند ابیات یہ ہیں:۔

هنيئا ذا زار البلاد نميره
وان اطلعت غيم القتا بيمينه
سحب على الارض لعدة صوقا
كتاب لو يعلون رضوى لصدعت
عليه سلام الله كل روض حلم
اذا جن ليل اكثر غيم الدعا

قضا دل في احيائها اسد خفان
وارزم في مركوسة عدنيران
اس بلن عليهم سبر خسف ورجفان
صفادا الحيا والبحر وتقد بحضبان
بكل كمي بارد ذي طعان
بهم الى ارداجها شهب عمان

بن اللاجر عن لعد اغصص الرو ... وتفرن فی وجد الثری وجہ بستان
وتحن اقطار البلاد فاصبحت ... تودی السخاخ الجحل الملاک سوان
توسمت تقان الجحاد ہونا طق ... وشاہدت کسر العدل فی صدایون
وان ہزہ حرالثناء وتد فقت ... انا ملہ غمر فاتد فق خلجان
ایا ناظرا الاسلام شم بارق الذا ... وبا کر اروض فی ذرا المجد فینا ن
قضی اللہ فی علیاک ان تملک الدنا ... وتفتحہا ما بین سوس وسودان
وانک تطوی الارض غیر مدافع ... فمن ارض سودان الی ارض لخبلان
وتملاہا عدلا یرف لوا دہ ... علی لہر بین او علی راس غمدان
لکم ہنات ارض العراق بک العلا ... ووافت بک البشری لاطرف عمان
فلو شارفت شرق البلاد وسیوفکم ... لتلو نشر الاملاک وہرک صحبت
وشایعک التسفاح یقتا ولہا تعا ... برایۃ السودا واہل خراسان
فما المجد الا مارفعت سماکہ ... علی عمدی سمر الطوال ومرآن
وہا تیک ابکار القوافی حلوتہا ... تغاز لہن السحر فی دار رضوان
امتک امیر المومنین کا ثنہا ... لطائم مسک او حمایل بنان
تعاظمن حسنا ان یقال شبیہا ... فرائد درا وقلائد عقمان
فلا زلت الدنیا نخوط جہاتہا ... وللدین تحمیہ لملک سلیمان
ولا زلت بالنصر العزیز موزرا ... تقاد لک الاملاک فی زی عبدہ

ترتیب جیوش] ابی عبداللہ مہدی سے لے کر متوکل کے زمانہ تک ترتیب جیوش وحالات سفر اور نا کل ولبس ومعاشرت وغیرہ میں بنو سعد کی سیرت وہی رہی۔ جو عرصہ سے عربوں کی چلی آتی تھی۔ معتصم نے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے ہر بات میں ترکی آداب وقواعد کو رائج کیا۔ جس سے عوام الناس اور سے دل میں بہت برا سمجھنے لگ گئے۔ منصور نے دونوں معاشرتوں کو باہم ملا کر ایک

علہ شاہ پرتگال کا مخفف۔

نئی ترکیب پیدا کرکے ضروریات زمانہ کے اقتضاء کو بھی پورا کر دیا کیونکہ خاصکر ترتیب و تسلیح جیش مین ترکون کی تقلید جو سوقت اول درجہ کی فوجی طاقت شمار ہوتی تھی۔ داجبات سے ہو چلی تھی۔ اور دوسری طرف اپنے ملک و الوان کے قومی احساس و شعور کو بھی خوش کر دیا۔ فوجی خدمات کے لیئے اوس نے چند ترکون اور علوجیون کو منتخب کرکے انہین اپنے الطاف و اکرام و احسان و انعام سے سچا ہوا خواہ اور جان نثار بنا لیا۔ ان مین سے ایک مصطفیٰ باشی تھا جو ترک سوارون کے دستہ کا سردار اور محل شاہی کی محافظ فوج کا افسر اعلیٰ تھا۔ دوسرے کا نام محمود پاشا تھا جو خزانہ شاہی کا محافظ تھا۔ اور بیت المال کی کنجیان اسی کے ہاتھ مین رہتی تھین۔ تیسرا۔ جوذر پاشا فاتح سوڈان تھا جو اندسوی سپاہ کا قاید تھا۔ جلاوطن اندلسی مسلمانون سے تفنگچیون کا جرار لشکر بھرتی کیا گیا تھا۔ قوم علوج مین سے ایک بہائی مسمی قائد علوج اپنی ہمقوم سپاہ کا اور دوسرا مسمی عمار اہل سوس کے جیش کا سردار تھا۔ ان کے علاوہ چند اور بھی دیگر غیر عرب اقوام کے سردار تھے۔ جن مین بنطیاری اور رنجاہت نامور تھے۔ ترکی اور علوجی لشکران اقسام پر منقسم کئے گئے تھے۔

(۱) بیاک۔ یہ دستہ کلاہ پوش تھا۔ کلاہ زرد رنگ کی مدور اس پر طلائی بیل ہوتی تھی۔ ور ٹوپی کے ساتھ شتر مرغ کے رنگے ہوئے پرون کی کلغی ہوتی تھی یہ دستہ سلطان کے خیمہ یا خاص ایوان کے سامنے حلقہ باندھے رہتا تھا

(۲) طاقی یہ بھی کلاہ پوش ہوتے تھے۔ مگر ان کی ٹوپیان بہت لمبی اور اونچی ہوتی تھین۔ جو کندھون تک لٹکی ہوتین۔ اور پیشانی کے بالائی حصہ سے قریب تک دونون طرف اون سے زرد رنگ کے گلٹ شدہ نیزہ بندے ہوئے تھے جنپر بوقت خرام شتر مرغ کے پرون سے بنے ہوئے دو پر آویزان کرلیے جاتے تھے۔ یہ دستہ بیاک کے پیچھے کھڑا ہوتا تھا۔

(۳) بیدہ دوش۔ یہ دستہ چھوٹے سے نیزہ سے جس کا ڈنڈا خوب موٹا اور چھوٹا

ل ترکی لفظ [illegible] بیگ کا معرب ہے ترکی مین بک کا کاف سے پڑھا جاتا ہے۔ مولف مترجم

ہوتا تھا مسلح تھا۔ ڈنڈے پر بھی لوہا چڑھا ہوتا تھا۔ اور سرے پر خاردار سنگین جڑی ہوتی تھی یہ سلاق کے پیچھے کھڑا ہوتا۔

(۴) شنشریہ۔ ان کے ذمہ کھانا لانا اور پہنچانا تھا۔ اس دستہ کا سردار بختیار تھا جو وادی مخاذن کے پرلے کنارے اسیرون میں سے تھا۔ اور مسلمان ہو گیا تھا۔

(۵) قبیجیہ[1] یہ دستہ دروازوں کے کھولنے اور بند کرنے اور ان کی حفاظت پر مامور تھا۔ مولود مشاوری انکا سردار تھا۔ اسکے کیوقت محل شاہی کے گرداگرد پہرہ دینا۔ اور شاہی تخت و مسند کو بچھانا اوٹھانا۔ اور اس میں جھاڑو دینا اور صفائی کرنا بھی اوسی کے سپرد تھا۔

(۶) شواشیہ[2]۔ جنگ و امن ہر دو حالت میں سپاہ کا اندرونی نظم و نسق اور ضبط اور پیغامات و رسائل کا پہنچانا ان کے سپرد تھا۔

فنتالی لکھتا ہے۔ یہ دستے وہ تھے جو پیدل سوار و توپخانہ یعنی سپاہ کی معمولی اقسام کے علاوہ صرف منصور کی فوج میں پائے جاتے تھے۔ اُسوقت کے کسی اور بادشاہ کے پاس اس قسم کا کوئی دستہ نہ تھا۔ ان کے بعد مرتبہ میں سوار فوج تھی۔ جس کے سردار بلکباشات[3] کہلاتے تھے تفنگچی فوج پیدل۔ جیش سوس جیش شمالی (مشرقی علاقہ ملک کے باشندے) عسکر معلوجی۔ وعسکر اندلس یہ قسم تھی۔ علم بردار وں کا علیحدہ دستہ تھا۔ جنکا اعلیٰ افسر امیر شاہی چتر کا سایہ منصور کے سر پر شجاع اور شجاع کو رستم دوران بنا دیتی تھیں۔ جسوقت منصور کی سواری باہر نکلتی۔ اور کل دستے اپنے اپنے موقعہ پر قرینہ دار صف بستہ اوس کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں ساتھ ہو لیتے۔ تو ایک عجیب بارعب جلوس بنتا تھا۔ جس کا باجلال و وقار نظارہ لوگوں کی آنکھوں میں چکا چوند اور دلوں میں ہیبت پیدا کر دیتا۔ مصنف مناہل الصفا کا بیان ہے کہ چتر شاہی کا استعمال پہلے پہل

---

[1] ترکی لفظ قپوجی کا معرب قبیوجی ہے۔ دروازہ کو قپو جی صاحب کو کہتے ہیں۔

[2] شاوش کی جمع جو چاوش کا معرب ہے۔ انکو زمانہ حال کے صیغہ ارکان حرب جنرل سٹاف برابر سمجھنا چاہیئے۔

[3] یہ بھی ترکی بلوق باشا کا معرب ہے۔ بلوق رسالہ کو کہتے ہیں۔

[4] عربی میں اسکے معرب بنا کر طرنباط کہتے ہیں جو درحقیقت انگریزی لفظ ٹرمپٹ ہے۔

خاندان سعدیہ نے رائج کیا۔ جو صریح غلط ہے۔ اس کا رواج بلاد شرق و غرب و دونون جگہ زمانہ قدیم سے پایا جاتا ہے۔ اس ٹھاٹھ اور شاہی کروفر کو دیکھ کر عوام کے دلون مین یہ خیال بڑی پختگی سے بیٹھ گیا تھا۔ کہ منصور کے پاس بے انتہا فوج ہے۔ اس عام اعتقاد نے سینکڑون طرح طرح کے مبالغہ آمیز قصے اور فسانے ایجاد کرائے۔ ازان جملہ یہان درج کیا جاتا ہے روایت ہے کہ ایک دفعہ منصور اکیلا مراکش سے اوس کے متصل میدان ملیہ کو اپنی محافظ فوج کی خبری مین نکل گیا۔ جب اوسکو خبر ہوئی تو اوسکا ہر ایک ادمی جس حال مین تھا اپنے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہونے کے لیے دوڑا۔ ان کے جمع ہو جانے پر منصور نے گنتی کیے جانے کا حکم دیا۔ تو اونکی تعداد اسی ہزار پائی گئی۔ تاہم اس مین شک نہین کہ اسکا لشکر تو اعداد مین اور کارآموزی مین خاصہ ماہر ہونے کے علاوہ تعداد مین بھی کچھ کم نہ تھا۔ شیخ احمد التعای اندلسی اپنی کتاب "رحلۃ الشباب الالفاظ والاحباب" مین لکھتے ہین۔ جب مین نے مراکش مین آکر منصور کی سپاہ مین صرف سواروں کی تعداد ۲۶ ہزار سے زیادہ پائی تو مجھے خیال گذر گیا کہ اگر وہ تہیہ کرکے اندلس پر حملہ کرے تو اوسے کفار سے فتح کر لینا اس کے لیے کوئی مشکل کام نہ ہوگا۔

عوام مشہور ہے کہ منصور چھ مہینے مراکش اور چھ مہینے فاس مین رہا کرتا تھا۔ یہ صحیح نہین زہرۃ المشایخ کا شارح لکھتا ہے کہ وہ بہت ہی قلیل السفر بادشاہ مدت العہد مین صرف دو دفعہ پایہ تخت سے فاس کو گیا عموماً عیش و عشرت اور استیفاء شہوات مین ہی منہمک رہتا۔ اور جب سفر کرکے نکلتا بھی تو بڑے ٹھاٹھ اور تجمل سے۔ نفحۃ المسکیہ کا مولف لکھتا ہے۔ اس نے سفر کے لیے ایک عالیشان قصر عود کی لکڑی کا تیار کرایا ہوا تھا۔ جو مختلف ایوانون اور حصون مین منقسم تھا۔ ہر ایک ایوان کا رنگ اور نقش و نگار کی طرز جدا گانہ تھی۔ اور آرائش و تکلفات کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا۔ قصر کا ہیکل ایک اپنا خاصہ شہر تھا۔ یہ ہر سفر مین اس کے ساتھ ساتھ رہتا۔ اور وہ اس مین فروکش ہوتا۔ اس سفری مکان کی نظیر شاہان قدیم مین سے کسی کے پاس نہین پائی جاتی۔ منصور اولیاء اللہ کے مقابر کی زیارت

کے لیئے بھی عموماً جاتا تھا۔

ایک بدوی و شہری کا ایک دفعہ فاس میں گزر ہوا علماء عصر میں سے قاضی علام کا مناظرہ فقیہ ابو مالک عبدالواحد بن احمد الحمیدی بھی ساتھ تھا۔ جو جو علمیت وقت بلاغت کے ساتھ شیرگوئی میں بھی طاق۔ مگر کسی قدر زود رنج اور بگڑ اٹھنے کے علاوہ اپنی قابلیت پر نازاں بھی بہت تھا۔ اوسنے ناروا دانست میں ایک بدو بے نشین فطری طباع اور طبعی شاعر سے ایسا سبق دیا۔ جسے وہ مدت العمر فراموش نہ کر سکا۔ اور قیامت تک۔ یہ واقعہ جریدہ عالم پر ثبت ہو گیا قاضی کے خیموں کے رسوں میں سے ایک کسے۔ اتفاقاً اس شخص کا اتفاقیہ پاؤں اٹک جانے سے جب خیمہ کو خیش پہونچی تو اندر سے قاضی صاحب نے للکارا۔ کہ کون بیل ہے۔ جس نے خیمہ کو میرے سر پر گرا دیا ہے۔ بیل نے اس حقارت آمیز خرہ کے جواب میں ایک ورق اندر پھینکدیا۔ جس پر نہایت بدیع اشعار میں چند ایسے سوالات پوچھے گئے تھے۔ کہ قاضی صاحب کی عقل چکر کھا گئی۔ جب منصور تک یہ قصہ پہنچا تو متحیر ہو کر پکار اوٹھا۔ یہ خدا کی شان ہے کہ ایک بدوی نے شہریوں کے قاضی القضاۃ اور علامہ کو ایسا ذلیل و شرمندہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ قاضی نے جواب تو دیا۔ مگر چار سال بعد جب کہ سائل فوت ہو چکا تھا۔ اس بدوی کا نام ابو عثمان الہلالی الرد وانی بتایا جاتا ہے۔ یہ سوال و جواب بمجنسہ عربی دان ناظرین کی دلچسپی و اگاہی کے لیئے یہاں درج کیئے جاتے ہیں۔

سوال	
الی یا بک العالی سمائل تر تقی	تفضل ہب یا حمیدی واصدقی
فما الحکم فی الاوزاع[1] بل سباغ اکلہا	وما الحکم فی موتی الجانین فانطق
وہل حار للسبوق بعد تشہد	وجماز اذرام الکمال ما بقی
وما ورن لیس لہ ادب واصلہ	وما وزنہ ثمر ولاتن واتنا
وبین لنا من فی اعوذ برینا	من البیس والتحمین فی الکل فائق

[1] جمع وزع۔ جنگلی کبوتر ۱۲

جواب

جوابک فی الاولی اباحت کہہا — بمذہبنا فاجزم بذاک وصدق
کذا ابن حبیب فی الحشاش اجازہ — لمتناجہ مثل العقارب فاسبق
وقد قیل فی الاوزاع بجرم اکلہا — وذالک فی الکافی لیوسف فاتق
ومستقذر یحکی المخالف منعہ — وانکرہ التنبیہ فافہم ودقق
ورجح مایحکی المخالف بعضہم — لہ العزو للتحقیق لا للتشدق
ومیت مجنون جری خلف حکمہ — بعلم کلام لاتکن غیر متسق
وتحقیقہا ان المجنون الذی طرا — یصیر کموت فصل الحق یعلق
فاونہ بعد البلوغ طروہ — وحین بری قبل البلوغ فطبق
واونہ اثر الصلاح وتوعہ — وحینان بعصیان الکبیرۃ یلتقی
وحینا یدوم للمات وتارۃ — یفیق فخذ حکم الجمیع ووثق
وینذب للسبوق دعوی تشہد — وفاق امام فی المناجات فارتق
ولیس لہ فعل کقال واصلہ — بکسر الیاء فاکسر العین ترتق
وجمعک صاعا فی القلیل بصرع — واصوع بہمزۃ الوا وفانہج وثق
وان ضبت فاقلبہ فیہ جمع صعا — لعنابط تصریف فللعلم شتوق
وصاع کعام عیبہ فرع ضمتی — وتحریکہ نحو فرزنہ وحقق
وجمع سوا ر فالذی منہ حادہ — باسوتہ علم لقاس فحقق
ومشقہ وزن الخطایا قیاسہ — سوا سیۃ نقل فاسحق فانطق
ومقصد من فی لحو ذبد غایۃ — فلبس مبدا العوذ عند الموفق

ولیعہد کی بغاوت کے منصور کو بڑے بیٹے سے جو دلی محبت تھی۔ اس کا ثبوت اس سے مل رہا ہے کہ اعیان دولت اور افراد خاندان سے دو دفعہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرائی۔ منصور کو اپنی ذات کے بعد دنیا میں اگر کسی کا خیال تھا۔ تو وہ اپنے ولی عہد کی بہتری کا۔ چنانچہ جب کبھی وہ خزانہ کے کسی صندوق کو مقفل کرا کر اوسپر اپنی مہر ثبت کرتا۔ تو بلا ناغہ ہر موقعہ پر یہ دعا ساتھ کرتا۔ کہ خدا

وندکریم اوسے بیشتر ذولی عہد کا پیارکا نام، کے ناتہہ سے کہلاتے مگر مادر چہ خیالیم وفلک درچہ خیال۔ بمصداق۔

ماکل ما یتمنی المرید رکہ تجری الریاح بما لاتشتہی السفن

منصور اوسے جیسا لائق وقابل دیکہنا چاہتا تہا۔ ویسا ہی نالائق وخبیث نکلا۔ وہ دنیات خراب وعصیان مین غرق رہتا۔ اور امور دین اور صوم وصلوٰۃ سے درگذر کر ملکی انتظام سے ہی روگردان ہوگیا۔ جب یہ خرابی زور پکڑگئی۔ تو منصور کے وزیر ابو اسحق ابراہیم نے اوسے بہت سمجہایا۔ لیکن تربیت نااہل اچھن گردگان برگبند دست۔ سد ہر نیکی بجائے وہ اور کج گیا۔ اور نصیحت کے صلہ مین ناصح کو زہر سے ہلاک کرادیا۔ بعد ازان منصور کا کاتب ابی عبداللہ محمد بن عیسیٰ مؤلف کتاب الدلدو والمقصور من سنا السلطان المنصور کا بہی ناصح بننے کی گستاخی کا مرتکب ہوا۔ تو اوسے بہی اس کی پاداش مین مقید کرکے اس کا کل مال واسباب جس مین صرف سونے کے اسی وزنی برتن تہے۔ ضبط کرلیا۔ جب پانی سر سے گذر گیا۔ اور باپ کے پاس متواتر شکایات پہونچنے لگین۔ تو اوس نے اوسے سخت زجر وتوبیخ بتائی۔ اوسکا بہی اثر الٹا پڑا۔ تو منصور نے خود فاس جانیکا عزم کیا۔ یہ سنکر برخوردار فرزند نے اپنا کل لشکر جو تعداد مین ۲۲ ہزار تہا۔ اور اوسکا۔ اور اسکا ہر ایک سپاہی زربفت اور حریر کے لباس مین غرق گل اندام معشوق بنا پہرتا تہا۔ جمع کیا۔ اور ارادہ یہ کیا کہ تلمسان جاکر ترکون سے باپ کے برخلاف مدد ملنگے۔ منصور یہ خبر پاکر فاس جانے سے رک گیا۔ اور یہ سوچکر کہ شاید اسی طرح اوسے عقل آجائے۔ لطف ونرمی سے بیٹے کے نام فرمان لکہا کہ مین تمہین سجل ماسہ اور درعہ کی گورنری دیتا ہون۔ اور وہان کی کل آمدنی تمہارے سپرد کرتا ہون اس خط کا کچہہ اثر ہوا۔ حتی کہ وہ سجل ماسہ کے ارادہ سے فاس سے روانہ بہی ہوگیا۔ مگر تہوڑے ہی دور جاکر پھر بدنجتی سر پر سوار ہوگئی۔ اور شہر کو پلٹ گیا۔ اور پہلے ہی حال مین غرق ہوگیا۔ اس پر محمد نے چند اعیان دولت اور علماء ملت کو روانہ کیا۔ اونہون نے بہت سمجہایا۔ اور باپ کے غضب و ناراضگی کے نتائج بد سے ڈرایا دہمکایا۔ مگر دیکہا کہ اوسے سوائے اپنی بدعملی

اوران کے لوازمات کے اور کسی قسم کے کلام یا کام سے دل بستگی ہی نہیں۔ ایک کان سُن رہا ہے۔ اور دوسرے کان تمام نصیحتوں کو باہر نکال رہا ہے توسخت مایوس ہوگئے۔ تاہم جب اس نے اسقدر وعدہ کیا کہ اس نے بہاگنے کا عزم چھوڑ دیا ہے۔ اور چند کہلم کہلا نالائقیوں سے بھی محترز ہو گیا۔ تو اونہوں نے اسی کو غنیمت سمجھا۔ اور واپس آکر رفع شر کے لیئے منصور کو کہدیا کہ اب وہ تائب ہو گیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ منصور جانتا تہا۔ کہ یہ محض دروغ مصلحت آمیز ہے۔ اب اس نے بلطف وجیل بیٹے کو فا یو کرنے کی کوشش شروع کردی اوسے ایک طویل خط لکہا جس مین اوس کے بعض کامو پر ڈانٹ بتائی کہین نرمی سے کام لیا۔ اور بڑا زور اس امر پر دیا کہ اُس نے بنو سعد کے شریک خاندان بنو طلحہ کے جو اکثر امرا اپنے گرد و پیش مناصب جلیلہ پر جمع کر لیے ہین اس مین بہت غلطی کہائی ہے۔ ان لوگو پر اعتماد و بہروسہ کرنا اپنی بیخکنی کرنا ہے۔ بطرز سابق اس طویل خط کا بہی جو باریک ٹائپ کے اڑہائی صفحہ پر پہیلا ہوا ہے۔ صرف عنوان ناظرین کی آگاہی کے لیئے یہان درج کر دیا جاتا ہے:۔

من عبد اللہ تعالیٰ المجاہد فی سبیلہ الامام المنصور باللہ امیر المومنین ابن امیر المومنین ابی عبد اللہ محمد الشیخ الشریف الحسنی ایدہ اللہ وامرہ وظفر عساکرہ الی ولدنا وولی عہدنا الامیر الاجل الافضل الاکمل الامغربا الشیخ وصل اللہ کما لکم وسنی من خیر الدین آبائکم ورحمۃ اللہ امابعد کمتابنا ہذا الیکم من حضرت مراکش حاطہا اللہ ولا عیدہ الا عودہ مولانا من النجیر اللہ السعد باللہ

یہ خط جو یکم جمادی الاول ۱۰۱۱ھ ہجری کو لکہا گیا۔ درحقیقت محض ابلہ فریبی کی غرض سے تہا۔ کہ سرکش و بدکردار ولی عہد مطمئن خاطر ہو کر باپ کی یورش و حملہ کیطرف سے بیفکر ہو جائے۔ ادہر اوسنے یہ خط بہیجا۔ دوسری طرف دوسرے بیٹے زیدان کو حکم بہیجدیا ہے کہ ایک سو سوار تا فیلالت کے راستہ بہیجدیے کہ جو آدمی مراکش کیطرف سے شمال و مغرب کو جاتا ملے۔ اوسے واپس لوٹا دین۔ انہی ہدایات کے ساتھ اپنے آزاد غلام مسعود الادری کو سلا کی سرکردہ بہیجدیا۔ پھر خود بارہ ہزار چیدہ سوار ہمراہ لیکر

اوائل جمادی الاول ۱۱۷۱ھ ہجری مین فاس کو روانہ ہوگیا۔ اور پیشتر اس کے وہان کسی کو کچھ خبر پہونچے چند دنون مین ڈبل کوچ کرتا ہوا فاس کے متصل موضع الدوح پہونچ گیا۔ اوسی دن ولی عہد نے کچھ مصاحب موضع مذکور کی طرف یہ دیکھنے کے لیے روانہ کیے۔ کہ آیا کوئی مسافر مراکش کا بھی گذرتا ہے کہ نہین۔ اگر گذرے تو اس سے وہان کے حالات دریافت کرین۔ وہان پہونچکر تمام میدان کو فوج اور گھوڑون سے بھرا ہوا دیکھکر انکی حواس پریشان ہوگئے۔ اور بارنگ دروباختہ ولی عہد کو کل خبر جا دی کہ ہم چارون طرف سے گھر گئے ہین۔ اور بھاگنے کا کوئی راستہ نہین رہ گیا۔ بد نصیب کو اسوقت بھی ہوش نہ آیا۔ نہ بدبختی نے اوس کا ساتھہ چھوڑا۔ تمام ہوکر سیدھا باپ کے پاس پہونچنے کی بجائے اپنے بدکردار حوالی موالی اور مصاحبونکو لیکر شیخ صالح کے زاویہ کو جو دریا ورغہ کے کنارہ ہے بھاگ گیا۔ شیخ موصوف ۹۹۵ھ ہجری کو فوت ہوچکا تہا منصور کو خبر ملی۔ تو اُس نے جوذرپاشا اور قاید منصور البنیلی کو اس کی گرفتاری کے لیے بھیجکر سخت قسم کہائی کہ اگر وہ اوسے ساتھہ نہ لائے تو عبرت بخش سزا دیگا۔ جب یہ پہونچے تو ولیعہد کے حکم سے اوس کے رفقاء لڑائی کو تیار ہوگئے۔ اور دونپر گولیان چلائین۔ لیکن آخر غرض پکڑا گیا۔ اور باپ کے حضور لایا گیا۔ منصور اسوقت تک فاس مین داخل ہوچکا تہا۔ اوس نے ولیعہد کو مکناسا کے قید خانہ مین بھیجدیا۔ اور اس واقعہ کے مفصل حالات اپنے بیٹے ابوفارس کو جسے مراکش مین اپنی جگہ چھوڑا یا تہا۔ تحریر کیے۔

کچھہ دنون کے بعد ولی عہد کی مان خیزران نے مراکش کے ان اعیان کو جو منصور کے ساتھہ آئے تھے۔ کہلا بھیجا کہ وہ اس کے بیٹے کی سفارش کرکے باپ کے دل کو اس کی طرف سے صاف کردین۔ وہ جب سفارش کو گئے۔ تو منصور نے اونکو جواب دیا۔ پہلے مکناسا جاکر اوس کی حالت دیکھہ پھر جو رائے قایم ہو اس سے اطلاع دو۔ وہ جب مکناسا گئے تو اوسے پہلے سے بدتر اور خبیث پایا۔ اس نے اپنے بدکردار رفقاء کے حالات

دریافت کرنے اور انکی جدائی اور بیعزتی پر افسوس ظاہر کرنیکے سوا اور کوئی بات ہی نہ کی۔ ان لوگون مین سے چندنے واپسی پر ازراہ منافقانہ اس کی تعریف کی۔ کہ وہ اب سدہر گیا ہے۔ لیکن باقی ماندہ نے صاف کہدیا کہ وہ اس قابل نہین کہ اوسے دو شخصون پر بھی حاکم بنایا جائے۔ یہ سنکر منصور نے پوچھا کہ پھر اس کا کیا علاج کیا جائے۔ اور سب خاموش رہے۔ لیکن خلیفہ کے ماموں عبدالعزیز بن سعید ورکیتی نے جواب دیا مین اس کی کرتوتون کو دیکھ چکا ہون وہ کبھی نہین سدہریگا۔ اوسے قتل کرا دیا جائے۔ منصور کو یہ جواب بُرا تو نہ معلوم ہوا۔ مگر جواب دیا کہ بیٹے کو ۔۔۔ کس طرح مروا دون۔ پھر مکناسہ کے گورنر کو اس پر اور زیادہ سختی اور تشدد کرنے کا حکم بھیجدیا۔ کہ شاید اسی سے اس کی حالت سدہر جائے۔

وبا اور قرنطینہ منصور کچھ عرصہ بعد فاس مین ابوزیدان کو نائب چھوڑکر و دیگر احتیاطین خود مراکش واپس جانے کے لئے شہر سے باہر میدان مین خیمہ زن ہو گیا۔ اتنے مین اوسے خبر پہونچی کہ مراکش اور بلاد سوس مین وبا نمودار ہو گئی ہے۔ اس پر اس نے اپنے بیٹے ابی فارس کو جو مراکش مین تھا۔ بضمون ذیل خط لکھا بھیجا

تمہارا خط مجھے سہ شنبہ کی شام کو ملا۔ اور آج چہار شنبہ کی صبح کو اس کا جواب لکھتا ہون۔ آج اگر دیوان اور دربار عام کا دن ہوتا۔ تو بھی تحریر مین توقف نہ کرتا۔ تاکہ تمہین جلد میرا خط مل جائے۔ اگر شہر مین وبا خفیف سی بھی نمودار ہو جائے۔ یعنی خواہ ایک ہی شخص کے اس مین مبتلا ہونے کی خبر ملے۔ تو قائد محمد کے ماتحت ایک سو معتبر تفنگچی چھوڑکر خود فوراً شہر سے نکل جاؤ۔ پھر شہر سے نکل کر جہان تک احتیاط رکھنا کہ جب تک سلانہ پہونچ جاؤ راستہ مین کہین ایک یا دو دن سے زیادہ قیام نہ ہو۔ مزید برآن تریاق کو بلاناغہ بمقدار معلوم ہر روز استعمال کرتے رہو۔ باقی رہا تمہارا لڑکا اور دیگر صغیر السن اطفال انکو تریاق گرمی کریگا۔ انہین شربت معروفہ جبکی کثیر مقدار مین التونسی کے پاس چھوڑ آیا ہون۔ دیتے رہو۔ اور جب کبھی دیکھو کہ اس کے استعمال سے

اون کے معدہ مین برودت پیدا ہوگئی ہے۔ تو ایک یا دو مرتبہ تریاق بقدر حاجت انکو کہلا دیا کرتا۔ خداوند کریم اپنے فضل وکرم سے اور بحرمت خیر البشر ہم سب کو اپنے حفظ وامان مین رکھے۔ اور ملک کو اس مصیبت سے نجات بخشے۔

انتظام قحط کے در تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ حدقہ الوادی کے لوگون کے پاس صرف ایک مہینہ کا غلہ رہگیا ہے۔ اس کے بعد اگر در بنو لا انہین غلہ نہ بھیجا گیا تو وہ قحط سے مرنے لگ جائینگے۔ اس کے متعلق پہلے بھی حکم دے چکا ہون کہ تمسمند کے راستہ اونکو غلہ بھجوا دیا جائے۔ جو اگر روانہ کر دیا گیا ہے تو اب تک پہونچ گیا ہوگا۔ ورنہ اب بلا توقف اس کا تدارک کیا جائے۔ اگر سرکاری ذخیرہ مین کافی غلہ نہ ہو تو خرید کر بھیجا جائے۔

بتجویز وتطہیر در مین یہان تک لکھ چکا تہا کہ تمہارا دوسرا خط پہونچا۔ تمہارے پاس کے گورنر یا کسی اور آدمی کیطرف سے جو خط آئے۔ اوسے ہم خود ہرگز نہ پڑہو۔ نہ قاصد کو اپنے مکان مین آنے دو۔ بلکہ لفافہ اپنے کاتب کے حوالہ کرادو۔ اور وہ اوسے پہلے سرکہ مین بھگو کر خشک ہونے کے بعد کہولا کرے۔ اور خود ہی پڑہکر تمہین اوس کے مضمون سے آگاہ کر دیا کرے۔

در مجھے تمہارے مامون کے بیٹے احمد بن محمد الصغیر گورنر سوس کا خط ملا ہے۔ جس مین وہ وہان کی وبا کی کثرت کی شکایت کرتا ہے۔ وہ یہہ شکایت اسی لیئے کرتا ہے کہ اوسے اپنے محل ماموریت کے چھوڑنے کے لیئے بہانہ بنائے۔ تم نے اچھا کیا۔ کہ اوسے مراکش نہ آنیکی اطلاع دیدی۔ وہ ہماری اجازت کے بغیر اور پھر ایسی صورت مین جبکہ ہم دار الخلافہ سے دور ہین۔ ایسی جگہ سے جانیکا ارادہ رکھنے کی کس طرح جرأت کرسکتا ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ ہماری نظرون سے گر جائیگا۔ اور پھر کبھی یہ منزلت حاصل نہ کرسکے گا۔ ہان اگر وہان بیماری بہت ہی شدت سے پہیل جائے تو اس مین کوئی ہرج نہین کہ وہ وہان سے نقل کرکے متصل علاقہ حدقہ الوادی مین چلا جائے۔"

پھر چند گورنرون کی تقرری وماموری اور ترسیل غلہ اور قصر السخیل کی جلد تکمیل کے متعلق لکھکر اپنے ایک پست قامت سرخ یا بو کی نسبت تاکید کی

کراوسے ہمیشہ سبز خمیرکہ نہ دی جائے کہ موٹا نہ ہو جاوے۔ اور دن مین ایک دفعہ ضرور اس پر سواری کی جائے۔ اس کے بعد تریاق کے استعمال کی تکرر تاکید کرکے لکھا کہ (رنئی تریاق (معجون) دارو غہ ملبوسات کی تحویل مین ہے اوسے اپنے سامنے وہان سے نکلوانا۔ اور خاندان شاہی کے علاوہ فلان فلان یہان ایک غلام محل سرا کی اردبیگنی اور کئی اور اشخاص کے نام درج ہین) کو بھی روزمرہ کہلائی جاوے۔ اور اپنے چچا کی بیٹی (یعنی اپنی بیوی) عزیز بابا عبدالملک کی مان کو بیچے نہ چھوڑ جانا۔ اور میرے عزیز بچون (اولاد ابی فارس) عزیز بابا اور رضیہ کو بہت بہت پیار کرنا۔ اس پیاری لڑکی کے لیئے میرا دل بہت ترس رہا ہے حج اللہ بکم الشمل جمیعاً آمین۔ بحرمت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم وآلہ خیرال والسلام"

کرنتینہ کی بحث اس خط کو بجنسہ نقل کرکے مولانا احمد مصنف استقصا دو اعتراض کرتے ہین۔ اول یہ کہ منصورہ کا ابی فارس کو وبار ظہور پر دخواہ وہ کیسی ہو خفیف کیون نہ ہو) مراکش سے نکل جانے کا حکم دینا خلاف شرع تھا۔ دوم یہ کہ سوس کے خطوط کے متعلق جو ہدایت کی وہ فرنگیون کے دستور قرنطینہ کے مشابہ تھی۔ جسے وہ وبا سے محفوظ رہنے کا ایک بڑا سبب سمجھتے ہین۔ اس کرنتینہ کے متعلق تونس کی جامع زیتون کے مدرسہ کے مالکی مدرس شیخ ابن عبداللہ المناعی التونسی المالکی۔ اور تونس کے حنفی مفتی شیخ محمد بیرم کی رائین نقل کین۔ مالکی عالم نے اوسے قضا رسے فرار قرار دیکر حرام بنایا۔ اور حنفی مفتی نے مباح۔ میری اپنی عاجزانہ رائے یہ ہے کہ حرمت و اباحت کے فیصلہ کے لیئے پہلے یہ دیکھنا واجب ہے کہ امر زیر بحث مین مصلحت و مفسدہ کیا کیا ہے۔ اور کس کا پلہ وزنی ہے۔ اور اگر دونون مساوی ہون۔ تو اصول شریعت کے مطابق مفسدہ کو مصلحت پر مقدم سمجھا جائیگا۔ کرنتینہ پر بنظر امعان غور کرنے سے مین اس مین مصلحت اور مفسدہ دونون پاتا ہون۔ مصلحت یہ ہے کہ وہ بلاد زیر کرنتینہ کے باشندون کی سلامتی کے لیئے قایم کیا جاتا ہے لیکن یہ مصلحت غیر محقق ہے۔ بلکہ مظنونہ بھی نہین کیونکہ یہ عام مشاہدہ ہے کہ اکثر

زیر کرنتینہ علاقہ و بلا دمین گو اس کے قواعد وضوابط کی پوری پوری تعمیل کیگئی ہو۔ وبا داخل ہو جاتی ہے۔ جس کا یہ بیان ہو کہ کرنتینہ ہمیشہ سلامتی کا موجب ہوتا ہے۔ وہ اس کا ثبوت پیش کرے۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ کرنتینہ کی مصلحت مشکوک بلکہ معدوم ہے۔ اور ایسے امر کو شریعت کبھی قابل التفات نہین سمجھ سکتی۔

باقی رہے مفاسد۔ وہ دونون قسم کے دینی و دنیاوی اس مین پائے جاتے۔ دنیوی یہ ہے کہ تاجرون اور مسافرون کو اس سے سخت تکلیف پہونچتی ہے۔ اور ان کے کاروبار مین بہت بڑا ہرج واقع ہوتا ہے۔ دینی یہ ہے کہ اس سے مومنین کے اعتقاد مین خلل اور توکل مین رخنہ پڑجاتا ہے اور یہ سمجھنے لگ جاتے ہین۔ کہ وہ خدائی قضا کا دافعہ اور اس سے بچانیوالا ہے۔ اور اسطرح عوام الناس قصور افہام سے ضعف ایمان کے ورطہ مین پھنس جاتے ہین۔ یہ دونون مفسدات تحقیقی اور عام مشاہدہ کی بات ہین۔ پس کرنتینہ کی حرمت صاف ظاہر ہے۔

حافظ قسطلانی نے اپنی کتاب جامع الصحیح مین سورہ نساء کی آیت لاجناح علیکم ان کان بکم اذی من مطر او کنتم مرضی ان تضعوا اسلحتکم وخذوا حذرکم کی تفسیر مین جو یہ لکھا ہے کہ اس سے جمیع مضار مظنونہ سے حذر کرنیکا وجوب ثابت ہو رہا ہے۔ اور بنا برین دوا سے علاج کرنا اور وبا سے احتراز کرنا اور جھکی ہوئی دیوار کے نیچے بیٹھنے سے محترز رہنا واجب ہے۔ اس سے ایسا حذر مفہوم ہے جس کی شریعت اجازت دیتی ہے۔ مثلاً اس کا یہی حکم کہ جس علاقہ مین وبا ہو وہان نہ جاؤ اور در بیماری کا لایق طبیب سے علاج کروانا نہ کہ ایسا حذر جس سے کوئی مفسدہ اور اعتقاد مین خرابی پیدا ہوتی ہو۔

مولانا احمد کی اس قطعی رائے سے استاد ابو محمد عبد اللہ بن الہاشمی بن خمساء السلاوی نے بھی جو کئی برسون سے مراکش کے قاضی ہین کامل اتفاق کیا ہے۔ لیکن حنفی علماء نے ہر جگہ اس کی اباحت کا فتوی دیدیا ہے چنانچہ سلطنت عثمانیہ مین جہان فقہ حنفیہ کو مقدم سمجھا جاتا ہے۔ اب کرنتینہ

کا عام رواج ہے۔

وفات: منصور وبا کی خبر سنکر فاس کے میدان مین ہی رک گیا تھا مگر قضاء کو کوئی تدبیر یا احتیاط نہ روک سکی۔ اور اسی وبا سے فوت ہوا۔ جس سے اوسے بڑا خوف تھا۔ یہ بیماری اوسے ۱۱ ربیع النبوی ۱۰۱۲ ہجری کو بروز چہارشنبہ چھٹی اور دوشنبہ کو دسنہ ۱۰ ربین، راہی ملک بقا ہوگیا۔ اسے پہلے فاس مین جامع اعظم کے مقصورہ کے سامنے دفن کیا گیا۔ مگر بعد ازان اس کی لاش کو مراکش لیجاکر جامع المنصور کے سامنے قبرستان شرفا رمین دفن کیا گیا۔ اس پر ابتک عالیشان عمارت کھڑی ہے۔ اور قبر کے تعویذ پر یہ تاریخی کتبہ نقش ہے:-

ہذا ضریح من غدت بہ المعالی تفتخر
احمد منصور اللوا لکل مجد مبتکر

یا رحمۃ اللہ اسرعی	بکل نعمی تستمر
وبا کری الرمس بما	ومن رضاہ منہمر
ولیبی ثراہ من	تذکرہ کرہ العطر
وافق تاریخ الوفا	تہ دون تفنید ذکر
مقعد صدق داره	عند ملیک مقتدر

یہ وبا ۱۰۰۰ ہجری سے شروع ہوکر ۱۰۱۶ ہجری تک بلا مبرم کیطرح مراکو پر متسلط رہی اور گھرون کے گھر ویران اور شہرون کے شہر برباد کرکے رخصت ہوئی۔ عوام نے بعد مین یہ مشہور کر دیا تھا۔ کہ منصور کو اوس کے بیٹے زیدان نے اپنی ماں شمبانیہ کے اشارہ پر وبا کے ظہور پر زہر دیکر اطبا کو اس کے معالجہ سے روک دیا۔ جب منصور کو اوس کا علم ہوا۔ تو اوس نے زیدان کو بددعا دیکر کہا۔ زیدان تونے جلدی کی۔ میدان کو تو تھوڑا سا عرصہ مین شکست اوٹھانی پڑی تھی۔ عوام اسکا سبب اسی بددعا کو سمجھتے رہے۔ مگر یہ روایت از سرتا پا غلط ہے منصور درحقیقت وبا ہی سے فوت ہوا تھا۔

سیرت وخصایل: منصور باسیاست۔ خوش انتظام۔ عازم وبیدار مغز۔ اور اہم معاملات مین مشورہ کرلینے کا عادی تھا۔ ہر چہارشنبہ کو دیوان منعقد کرتا۔

جس مین تمام اعیان دولت جمع ہوتے۔ اور اون سے اہم معاملات پر رائے لیجاتی۔ اس کے دربار عام مرتب کرتا۔ جس مین ہر فریادی کو حاضر ہونیکی عام اجازت ہوتی۔ یا خبر ایسا تہا کہ ملک کے ہر حصہ کے حالات کی ذرہ ذرہ خبر اسے برابر پہونچتی رہتی۔ اور گورنرون کے خطوط کے جواب مین ایک لمحہ کا توقف نہ کرتا۔ اسی لیئے کاتبان شاہی کو ہر وقت حاضر رہنے کا حکم تہا۔ نصر کا مقولہ تہا کہ اور سب معاملات مین توقف و اہمال ہوسکتا ہے۔ مگر عمال کے خطوط کے جواب مین درنگ خالی از نقصان نہین۔ وہ وسیع النظر اور وسیع المطالعہ فرمانروا تہا۔ اوس نے ایک بیش قیمت کتب خانہ جمع کیا۔ اور ارادہ رکہتا تہا کہ شرفار کی تمام نظمون اور دیوانون کو جمع کرے۔ اوس نے علم سیاست اور اوعیہ مخصوصہ پر خود بہی دو کتابین تصنیف کین۔ جو علمار مصر کے پاس تبصرہ و تقریظ کے لیئے بہیجی گئین۔ وہ خطاط بہی اعلے پایہ کا تہا۔ اس فن مین اس نے ایک قابل قدر ایجاد بہی کی۔ بلاد شرق کی رسم الخط مین خطوط لکہتا۔ مشہور ریاس منصوریہ کا بہی وہی موجد ہے۔ ممالک غیر سے اوس کے تعلقات ہمیشہ دوستانہ رہے۔ سلطنت عثمانیہ سے اس کے تعلقات کی توسیع ہو چکی ہے۔ سنہ ۱۶۰۱ء مین اوس نے انگلستان کو بہی ایک خاص سفارت روانہ کی۔ اور اپنے محل البدیع کی تعمیر کے لیئے اوس نے اجنبی صناع بہ تعداد کثیر منگوائے۔

وہ باوجود اس تمول اور آمدنی کی کثرت کے بہت ہی حریص تہا رعایا پر اوس نے پہلے ہی ٹیکس سنگین نہ کر دیئے۔ بلکہ کئی نئے بہی ایزاد کئے اور انکی وصولی مین بڑے تشدد و جبر سے کام لیتا۔ جس کی وجہ سے وہ رعایا مین فی الحقیقت ہر دلعزیز نہ رہگیا تہا۔ حرص و طمع کے علاوہ سنگدل بہی بڑا تہا۔ ذرا سے قصور پر قوم کی قوم کو سخت سزائین دیتا۔ اس کا یہ عام قول تہا کہ اہل مغرب مجنون ہین۔ اور زنجیر و سلاسل اون کے شفا خانے ہین۔ مگر اوس کے ساتھ بہی یہ خوبی رکہتا تہا۔ کہ علی العموم عمال کے ظلم و ستم کو روا نہ رکہتا۔

قصور و محلات کے علاوہ اوس نے جنگی تعمیرات بھی بتعداد کثیر تیار کرائے فاس کے باہر جو عجیب و غریب قلعے بنام باستنبات اب تک موجود ہین۔ وہ اسی کے تیار کرائے ہوئے ہین۔ ان کے استحکام اور مضبوطی کا اندازہ کچھ دیکھنے سے ہی اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ انکی عمارت بروز دوشنبہ ۲۲ ربیع الاول ۹۹۱ھ سے شروع ہوئی تھی۔ ان کے علاوہ بندر العرائش اور کئی دوسرے شہر کی حفاظت کے لیئے بھی قابل دید قلعے تعمیر کرائے۔

معرکہ وادی المخازن کے بعد فوراً ہی ۹۸۶ ہجری مین عام قحط پڑنے کی کیفیت اور اس کی نسبت لوگون کے عام اعتقاد کی توضیح ہو چکی ہے۔ اسی سال ایک اس قسم کی وبائی کہانسی ملک مین پھیل گئی کہ انسان ذرا کھانسا اور دم ہوا ہو گیا۔ بلا طاعون پہلے پہل ۹۸۷ ہجری کو مراکش مین داخل ہوئی۔ کئی اولیاء اللہ اور اعیان دولت بھی اس نامراد کی بھینٹ چڑھے ۹۸۸ ہجری مین کثرت باران سے دریا کے بند ٹوٹ جانے سے فاس کے بیشمار مکانات منہدم ہو گئے۔

مین نے منصور کے عہد کے حالات عمداً کمال شرح و بسط سے اس غرض کے لیئے تحریر کیے ہین۔ کہ ناظرین کو سرزمین مغرب اور رومان کے فرمانروا اون کے عوائد و ضوابط۔ عمادات و مراسم وغیرہ وغیرہ جملہ حالات سے جب ایک دفعہ پوری آگاہی ہو گئی۔ تو آئندہ ایسی توضیح و تفصیل کی احتیاج نہ رہجائے گی چنانچہ اس سے آگے مین پھر زیادہ تر مسٹر میکنس کی کتاب کے ترجمہ پر اکتفا کر کے منصور سے پہلے سلاطین کے حالات کی طرح اختصار سے کام لونگا۔

سلطان زیدان منصور نے اگرچہ خانہ جنگی کی روک تھام ہی کے لیئے مامون اور خانہ جنگیان۔ الشیخ کی دو دفعہ بیعت کرائی تھی۔ اور اس امر کا اوسے بڑا خیال تھا۔ مگر منشا رائیگان دی یہ نہ تھا۔ اس کی آنکھین موندتے ہی ایسی خانہ جنگی برپا ہوئی۔ جو خاندان کو تباہ کرنے سے پہلے ختم نہ ہوئی۔ فاس مین زیدان

لہ انگلستان و انگریزی لفظ باسٹین بمعنے حصن و قلعہ کا معرب ہے زیدان نے فاس بلا جانے سے پہلے یہ مانہ گورنری مارہ کے علاقہ مین دریائے ابی الربیع پر ایک نیا شہر بنام زیدانیہ تعمیر کرانا شروع

نے اور مراکش مین ابو فارس عبد العزیز نے شاہی لقب اختیار کیا۔ محمد الشیخ کو
مکناسا کے گورنر نے ابو فارس کے پاس بھیجدیا۔ ابو فارس اور محمد کے بھائی او
ایک ہی ماں سمات یعنی زان دجبر کا دوسرا نام جوہر بھی تھا کے فرزند تھے۔ ابو فارس
نے عبد اللہ ابو اسحٰق باللہ کا لقب پسند کیا۔ منصور کے اکثر اعیان دولت اور تمام
باشندگان مراکش نے اس کے ہاتھہ پر بخوشی بیعت کی۔ کیونکہ زیدان عموماً باہراد
وہ باپ کے پاس رہا کرتا تھا۔ زیدان نے ابی فارس کو اطاعت تسلیم کرنے کیلئے
کہلا اور انکاری جواب ملنے پر مراکش چڑھائی کردی۔ ابو فارس نے فوج کی
کمان اپنے کم سن بیٹے عبد الملک کو سپرد کرکے جو ذریا شاکو اوس کے ساتھہ
کردیا۔ یہ لشکر روانہ ہوچکا تھا۔ کہ اوسے چند مشیرون نے صلاحدی عبد الملک
ابھی بچہ اور زیدان ایسے کہن سال نبرد آزما کے مقابلہ کے ہرگز لائق نہین
شیخ محمد کو اگر یہ مہم سپرد کی جائے تو ایک یہ بھی فایدہ ہوگا کہ فاس کے لوگ
جہان وہ عرصہ تک حکمران رہ چکا ہے۔ اوسے دیکھتے ہی زیدان کو چھوڑ کر اُس
کو آملین گے۔ یہ مشورہ اوسے پسند آیا۔ بھائی کو قید خانہ سے بلاکر وفاداری
و اطاعت کا حلفیہ عہد لیا۔ اور پھر چند سو متفرق قسم کی سپاہ دیکر جسے منصور نے
کاغذ دستقریا دسوڈان، بھیجنے کے لیئے جمع کیا تھا۔ راتون رات پہلے لشکر
کیطرف روانہ کردیا۔ دونون لشکر دریا ام الربیع کے قریب ہم مقابل ہوئے
زیدان کے اکثر آدمی جیسی کہ توقع کی گئی تھی۔ شیخ محمد کو آملے۔ اور زیدان
کو شکست ملی۔ زیدان فاس کو بھاگ گیا۔ مگر جب وہان کے باشندون کا
رُخ پھرا ہوا دیکھا۔ تو اہل و عیال لیکر تلمسان ترکون کے پاس بھاگ گیا۔
ابو فارس نے اپنے امیان کو سکھا رکھا تھا۔ کہ جسوقت زیدان کو شکست ملے
تم نے شیخ محمد کو قابو کرلینا۔ دل را بدل رہبست۔ محمد کے دل مین پہلے ہی
یہ بات کھٹک گئی تھی۔ اس نے زیدان کے بھاگنے سے پہلے ہی اہل فاس
کو اپنے گرد و پیش جمع کرلیا تھا۔ جن کی وجہ سے ابو فارس کی فوج اس کے برخلاف
کرنے کی جرأت نہ کرسکی۔ محمد بڑے طمطراق سے فاس مین داخل ہوا۔ اور
مراکشی لشکر کو واپس بھیجدیا۔ پھر نیا لشکر مرتب کرکے اوسے اپنے بیٹے عبد اللہ

کے ماتحت فتح مراکش کے لیئے روانہ کیا شہر سے باہر فریقین مین مقابلہ ہوا
ابو فارس شکست کھاکر مقام مستیوہ کو بھاگ گیا۔ اور مراکش مین بھی محمد الشیخ
کا سکہ وخطبہ جاری ہوگیا۔ عبد اللہ ۱۰ شعبان ۱۰۱۵ھ ہجری (۱۶۰۶ء) کو داخل
ہوا تھا۔ یہ باپ سے بھی بڑھکر ہنجار اور بدکردار ثابت ہوا۔ اوس نے
اپنے لشکریون کو عام غارتگری اور پردہ دری کی اجازت دیدی۔ اور
خود فسق و فجور مین یہانتک بڑھگیا کہ اپنے دادا منصور کی کنیزون سے
بھی زنا کرنے سے نہ رکا۔ اور روزہ نہ رکھنا رکنار۔ دن کے وقت رمضان
مین علانیہ شراب پینے اور بدکارون کے ارتکاب سے بھی نہ جھجکا۔ یہ حالت
دیکھ کر اہل مراکش دلون مین تنگ آگئے۔ حسن اتفاق سے زیدان بھی
جلد ملک کو لوٹ آیا تھا۔ تلمسان پہونچکر اوس نے الجزائر کے ترکی گورنر سے
مدد کی درخواست کی۔ جب وہان سے حسب مطلب جواب نہ ملا۔ اور مدد
کی امید نہ رہی تو تلمسان سے اپنے ملک کو واپس آکر پہلے بجل ماسہ۔ پھر
ورعہ اور بعد ازان سوس مین آگیا۔ اہالی مراکش کا خط اوسے دہین ملا
جس مین لکھا تھا کہ خواہ وہ بالکل یکدونتہا ہو کچھ پرواہ نکرے۔ اور جلد آجائے
اس طلبی پر وہ یکبش کو چلدیا۔ جہان رات کیقریب پہونچا۔ اوسکے پہونچنے کی دیر
تھی۔ کہ باشندون نے عبد اللہ اور اوس نے رفقاء کو تلوارون پر رکھ
لیا۔ جن مین سے پانچسو ازنتل ہوئے۔ اور باقی معہ عبد اللہ بحال تباہ
فاس کو بھاگ گئے۔ یہ واقعہ ۱۰۱۵ ہجری کے اواخر مین گذرا۔

ان لوگون کے پہونچنے پر اہالی فاس مین جوش انتقام بڑی تیزی
سے مشتعل ہوگیا۔ شیخ محمد نے پہلی مہم کے لیئے تجار سے روپیہ قرض لیا تھا۔
دوسری مہم کے لیئے باپ کے امیان اور سردارون کو لوٹا۔ اور دوسری
مہم تیار کرکے عبد اللہ کو پھیر پاؤن مراکش کیطرف بھیجدیا۔ ہزارون فاسی
اپنے مقتولین کا عوض لینے کے لیئے بلا تنخواہ و معاوضہ بطور خود ساتھ
شامل ہوگئے۔ زیدان نے اپنے ترک سپہ سالار مصطفےٰ پاشا کو مقابلے کے
لئے روانہ کیا۔ مگر فاسیون کے غیظ و غضب کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ مصطفےٰ کو

سخت شکست ملی۔ اور اس کے ۹ ہزار آدمی اس معرکہ مین کام آئے۔ یہ لڑائی شعبان ۱۰۱۶ھ ہجری مین بمقام تافلفلت ہوئی۔ مراکشی عبداللہ کے ہاتھ دیکھ چکے ہوئے تھے۔ ۳۱ ہزار کی جمعیت مین اونہون نے شہر کے متصل دوسرا مقابلہ کیا۔ اس مین بھی انہین زک پہونچی۔ جس پر زیدان کو ہتانی علاقہ کو بھاگ گیا۔ اور اکثر باشندگان شہر بھی عبداللہ کے لشکریون کے خوف سے جنہون نے پہلے سے بڑھکر طوفان بے تمیزی برپا کیا۔ متصل پہاڑ جبل جلیز کو چلے گئے۔ وہان اونہون نے سلطان محمد الشیخ نہم کے ایک پوتہ محمد بن عبدالمومن کو جو بڑا نیک نہاد شاہزادہ تہا۔ اپنا خلیفہ بنایا۔ عبداللہ اس نئے رقیب کی گرفتاری کے لیئے جبل جلیز پر حملہ آور ہوا۔ مگر چہ شوال ۱۰۱۶ھ ہجری کو سخت شکست کھاکر فاس کیطرف ہٹ جانے پر مجبور ہوگیا۔ راستہ مین قلت رسد سے اس کی شکست خوردہ سپاہ کو بڑی تکلیف پہونچی۔ ایک ایک روٹی دو دو روپیہ پر بکی۔ آسودگی مین اونکو کبھی رعیت پر رحم نہ آیا تہا۔ اب تو فاقہ مرے ہے۔ جو بستی یا خیمہ دکھائی دیا۔ اوسے فوراً لوٹ گیا۔ اور کسی عورت یا لڑکی کی عصمت سالم نہ رہنے دی۔ ان نامراد ظالمون کی جماعت ۲۴ شوال کو فاس پہونچی۔ عبداللہ کی ہزیمت پر محمد بن عبدالمومن مراکش مین داخل ہوا۔ وہان ڈیڑھ ہزار آدمی عبداللہ کے لشکر سے پیچھے رہ گئے تہے۔ محمد نے قصور معاف کرکے اونکے لیئے روزینہ مقرر کردیا۔ یہ امراء اہل مراکش کو ناگوار گذرا۔ اور انہون نے چوری سے خط بہیجکر زیدان کو پھر بلا بہیجا۔ محمد نے شہر سے باہر مقابلہ کرکے شکست کھائی اور زیدان پھر تیسری دفعہ ۱۰۱۸ھ مین تخت مراکش پر متمکن ہوگیا۔ عبداللہ کے پسماندہ لشکریون سے اس نے بھی درگذر کی۔ شرح زہرہ الشمایخ مین جبل جلیز کے سیر کو سلطان ابوالعباس احرج کی اولاد مین سے ابوحسون نام ایک شخص بتایا گیا ہے۔ اور اسی مضمون کی روایت زیدان کے خط مین درج ہے مگر اکثر مؤرخین نے پہلی روایت کو ہی ترجیح دی ہے۔

اندلس کے مخرج مسلمان فتح غرناطہ کے بعد عیسائیون نے سرزمین اندلس کے مسلمانون پر جو ظلم و ستم کیئے اونکا حوالتا مختصر تذکرہ اسی کتاب مین پہلے کسی

دفعہ ہوچکا ہے۔ فتح غرناطہ یعنی ۸۹۷ھ ہجری سے سو وقت ۱۰۱۳ھ تک اگرچہ لاکھون مسلمانون نے متفرق اوقات مین وطن کو خیرباد کہا۔ اور لاکھون باجبر عیسائی بنائے گئے۔ پھر بھی جو درخت تقریباً ۸ سو برس سے قائم تھا۔ اس کی سو سوا سو برس کے عرصہ مین کامل طور پر اکھاڑنا سہل کام نہ تھا۔ اندلسی عیسائیون کے دلون مین مسلمانون کیطرف سے کچھ ایسا وہم مرکوز رہا ایسا سخت متعصب راسخ ہوچکا تھا۔ کہ جنکو اونھون نے عیسائی بنالیا تھا۔ اونکی طرف سے بھی انکو اطمینان حاصل نہ ہوتا تھا۔ اور ان کے لیئے بھی ویسے ہی ذلت بخش قوانین جاری تھے جیسے خالص مسلمانون کے لیئے ہتھیار در کنار اونکو معمولی چاقو تک کے بھی پاس رکھنے کا اختیار نہ تھا۔ ان کے مظالم سے تنگ آکر کئی دفعہ بیماندہ مسلمانون نے کہستانی علاقون مین لغاوت مین کین۔ مگر کوئی اور مسلمان طاقت ایکدفعہ بھی فریاد کو نہ پہونچی۔ اور انجام یہ ہوتا کہ انکی حالت پہلے سے بھی ردی ہوجاتی۔ مراکو مین جو اندلسی آکر آباد ہوئے۔ ان مین سے اکثر کو سعدی سلاطین نے جیسا کہ پہلے ذکر ہوچکا ہے۔ فوج مین بھرتی کرلیا تھا۔ بیشتر اندلس انہی سے مرتب تھا۔ اور فتح سودان مین زیادہ تر حصہ اسی سپاہ نے لیا تھا۔ ۱۰۱۱ھ مطابق ۱۶۰۲ء ہجری مین فلپ ثانی شاہی ہسپانیہ نے ایک مسلمان یا مسلمان نسل عیسائی کے ملک مین نہ رہنے دیئے جانیکا حکم صادر کرکے ملک سے نکل جانے کے لیئے صرف تین دن کی مہلت دی۔ جس کے بعد پیچھے رہنے والون کو سزاے موت کی مستوجب قرار دیا گیا۔ مال اسباب مین دہنات مین سے فقط نقدی ساتھہ لیجانیکی اجازت دیگئی۔ اس حکم سے فقط چار برس کے بچے پیچھے رہنا پسند کرین نیز عیسائیون کی مسلمان بیویان۔ اور مسلمانون کی عیسائی عورتون کے ایسے بچے جو چھ ماہ سے کم عمر کے ہون مستثنی رکھے گئے۔ عیسائی بیویون کو ساتھہ لیجانیکی اجازت نہ دی گئی۔ نہ ان کے مسلمان خاوندون کو پیچھے

لہ اللہ اکبر۔ سفاقیت اور ڈھٹائی ہو تو ایسی چار برس کا بچہ اور اسمین رہنے یا جانیکا فیصلہ کرسکنے کی تمیز ہو۔ سمجھ مین یہ کیون نہ کہا کہ بچے غلام بنانے کے لیئے رکھ لیجائینگے۔ مترجم

رہنے کی۔ صرف صوبہ ارگان کے ایک سو تیس مقامات سے ۶۴ ہزار مسلمان جو تیرہ ہزار آٹھ سو ۹۳ خاندانون مین منقسم تھے جلاوطن کیے گئے۔ اور ملک تمام جہاز اونکو افریقہ کے سواحل پر چھوڑ آنے کے لیے بیگاری پکڑے گئے۔ ہزارون فاس کو۔ ہزار ہا تلمسان اور دہران کو اور بیشمار تونس کو گئے۔ راستہ مین ان خانمان برباد ون کے ساتھہ خانہ بدوش مسلمان بہایون نے عیسایون سے کچھہ کم سلوک نہ کیا۔ اور اکثر کے کپڑے تک اوتار کر برہنہ کر دیا۔ البتہ جو تونس کی طرف گئے وہ اس تازہ مصیبت سے بچے رہے۔ اور ترکی گورنر تونس عثمان دائی نے روپیہ وغلہ سے ہی اونکی دستگیری نہ کی۔ بلکہ علاقہ مین جابجا بستیان بھی ان کے لیے تعمیر کرا دیئے۔ اہالی تونس نے ان لوگون سے کئی نئی صنعتین سیکھین۔ جن کی طفیل دلون مین مالا مال ہوگئے۔ ان خانمان ویران مہاجرین کی کچھہ تعداد الجزایر۔ سلا اور تطاوین مین آباد ہوئی۔ سلا کے مہاجرین نے اعدا سے بدلہ لیتے رہنے کے لیے بحری قزاقی کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اور اس مین ایسی مہارت پیدا کی کہ ابتک تجارتی جہازاون کے نام سے ڈرتے ہین دوسری طرف اس شہر کو اپنی بینظیر صناعی سے نمونہ فردوس برین بنا دیا۔ جہان اونہون نے قلعہ کے علاوہ کئی عالیشان محل اور مکانات تھوڑی مدت مین تیار کر لیے۔ مسٹر مکینس کا بیان ہے کہ سلا کے اندلسی کچھہ عرصہ بعد ایک طرح سلطان مراکو سے بھی آزاد ہوگئے تھے۔ اور اوسے انکی برخلاف ۱۶۲۵ء مین انگلستان کے بادشاہ چارلس اول سے مدد مانگنی پڑی تھی۔ ان مہاجرین کا کچھہ حصہ قسطنطنیہ۔ شام اور مصر مین بھی جاکر آباد ہوا۔

فاس کی فتح کے بعد مولا اہالی فاس بھی محمد الشیخ کے اعمال نا سزا سے پھر کبیدہ خاطر ہوئے تھے۔ چنانچہ جب اوس نے اواخر ذالحجہ ۱۰۱۶ھ ہجری مین تیسری دفعہ اپنے بیٹے کو مراکش کیطرف روانہ کیا۔ تو زیدان نے اوس کے لشکر کو باآسانی پسپا کر دیا۔ اور فوج کا حصہ کثیر اس کے ساتھہ جا ملا۔ اس کے معاوضہ مین یدلن نے اہالی فاس کی سابقہ ستر بانی کو معاف کر دیا۔ اور متفقہ لشکر لیکر فاس کیطرف بڑھہ آیا۔ محمد الشیخ مقابلہ کی طاقت نپاکر العریش کو بھاگ گیا۔ زیدان کے ایک

لشکر نے ابو فارس کا بھی قافیہ تنگ کر رکھا تھا۔ وہ بھی بھائی کے پاس العریش پہونچ گیا۔ اور وہین عبداللہ باپ کو جاملا۔ متذکرہ صدر معرکہ ۱۰۱۰ھ شوال کو مقام رؤس الشعاب مین ہوا تھا۔ فاس مین داخل ہوکر زیدان نے اپنے ترک سپہ سالار مصطفیٰ پاشا کو مفرورین کی گرفتاری کے لیئے العریش بھیجا جس پر محمد الشیخ معہ والدہ شاہ ہسپانیہ سے مدد مانگنے کے لیئے جہاز پر سوار ہوگیا اور ابو فاس معہ عبداللہ نبی یرتاسن کے علاقہ کے ایک یہودی ابن مشعل کے مکان مین چھپ گئے۔ ۱۰۱۱ھ ہجری کے آغاز پر زیدان پیچھے مراکش مین کچھ فساد ہوجانے کی خبر ملنے پر ادہر روانہ ہوگیا۔ اور مصطفیٰ پاشا کو فاس مین نایب چھوڑ گیا۔ اس کی روانگی کی خبر سنکر عبداللہ اور ابو فارس کچھ لشکر لیکر فاس پہونچ گئے۔ مصطفیٰ شہر سے باہر مقابلہ کو آیا۔ مگر لڑائی ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ کہ گھوڑے کے ٹھوکر کھانے سے وہ گر پڑا۔ اور گرتے ہی دشمنون سے اس کا کام تمام کردیا۔ اسپر زیدان کی فوج کے پاؤن اکھڑ گئے۔ ہزار ہلاک ہوئے۔ اور مصطفیٰ کے لشکر تمام خیمہ و خرگاہ فاتحین کو غنیمت مین بلا غنیمت کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ صرف شیر دار گائین ۷ ہزار بلین۔ یہ معرکہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۰۱۱ھ کو ہوا۔

اس فتح سے فاس پر پھر عبداللہ بن محمد کا تصرف ہوگیا۔ ابو فارس اسکا چچا بھی ساتھ۔ کچھ دنون بعد عبداللہ کو خبر ملی۔ کہ شراکہ لشکر کے سردار ابو فارس کو خلیفہ بنانے کی سازش کر رہے ہین۔ وہ یہ سنتے ہی ایک جرنیل کو ہمراہ لیکر رات کیوقت چچا کے محل مین گیا۔ جسے قالین پر اپنی کنیزون کے وسط مین بیٹھا ہوا پایا۔ اور وہین اسکا کام تمام کردیا۔ یہ جمادی الاول ۱۰۱۱ھ ہجری کا واقعہ ہے۔

زیدان مصطفیٰ کے قتل اور فاس کی تسخیر کی اطلاع ملنے پر کوہستانی علاقہ کے راستہ فاس کو روانہ ہوا۔ اسوقت تک العرایش پر محمد الشیخ کے اذن سے ہسپانوی قابض ہوچکے تھے۔ عبداللہ کو باپ کی یہ حرکت سخت ناگوار گذری۔ اور اوس نے عام جہاد کا اعلان کردیا۔ لیکن ابھی لشکر العرایش

کو روانہ نہ ہوا تھا کہ زیدان سر پر پہونچ گیا۔ زیدان کو پہلے تو فتح ہوئی۔ اور وہ شہر پر قابض ہو گیا۔ جہاں کے باشندوں کی بدعہدی سے ناراض ہو کر اس نے دو دفعہ کچھ کچھ عرصہ کے لیے قتل عام کرایا۔ مگر پھر تھوڑے ہی دنوں بعد عبد اللہ کے ہاتھ سے شکست اٹھا کر مراکش کو چلا گیا۔ اور اس ہزیمت کے بعد پھر فاس کا رخ نہ کیا۔ وادی ام الربیع سے پرے کے علاقہ پر قناعت کر کے فاس کو عبد اللہ بن شیخ کے لیے چھوڑ دیا۔ جو مدت العمر اس پر قابض رہا۔ اس کے بعد وہاں پر ۱۰۰۰ھ تک بدامنی و بغاوت کا دور دورہ رہا۔ کتاب ابتہاج القلوب میں اس وقت کے مجذوب شیخ سیدی کدار کا قصہ نقل ہے۔ کہ جب اس سے بادشاہان وقت کے متعلق پوچھا گیا۔ تو جواب ملا کہ سلطان الشیخ جبح العرائش عیسائیوں کو دیدیا ہے۔ اہل اللہ نے اس کے کہونٹے وہیں ٹھونک دیئے ہیں۔ موت تک وہ وہاں سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ باقی رہا زیدان اور اس سے مولا ادریس نے اس قتل عام کی سزا میں ایسی ذات ماری ہے کہ ام الربیع کے پار پھینکدیا ہے۔ جس سے وہ آیندہ کبھی تجاوز نہیں کر سکیگا۔"

العرائش پر ہسپانوی قبضہ

محمد الشیخ (مامون) نے العرائش پہونچکر ایک اطالین تاجر کو بحیثیت سفیر ہسپانیہ پہونچا۔ اور شاہ اندلس کو لکھا کہ اگر وہ روپیہ اور فوج سے مدد دے تو میں العرائش سلا اور القصر اوس کے حوالہ کر دوں گا۔ پھر وہ جب خود ہسپانیہ پہونچا تو صرف العرائش پر فیصلہ ہوا اور مامون ہسپانوی کمک لیکر ماہ ذی الحجہ ۱۰۱۸ھ ہجری میں حجر یا دلیس میں پہونچ گیا۔ اہل فاس نے اس کی آمد کی خبر سنی تو مخالفت و مزاحمت کے انجام سے خوف کھا کر اپنے اعیان کو پہلے سے قبول اطاعت کے لیے مامون کے پاس بھیجدیا۔ مگر عوام میں مامون کی اس حرکت سے کہ وہ کفار کو اسلامی ملک پر چڑھا لایا۔ ایسا جوش نارضگی کا پھیل گیا تھا کہ جب یہ اعیان اس کی ملاقات سے واپس لوٹے تو حیانیہ عربوں نے ان کو محض مامون کی مسامحت کی سزا میں لوٹ کر بدن کے کپڑے تک اوتار لیئے فقط ایک قاضی کو اس کے عہدہ کی حرمت کر کے برہنہ نہ کیا۔ حجر یا دلیس سے مامون قصر کتامہ کو گیا۔

اوس نے اپنے سابقہ جرنیلون مین سے ہر ایک سے درخوست کی کہ وہ العرائش کو مسلمانون سے خالی کراکر ہسپانیولون کو دلا دے اور تو سب پیچھے بعد دیگرے انکار کرتے رہے۔ لیکن ایک کمبخت قایئد کرنی نے مان لیا۔ اور العرائش پر حملہ کرکے کچھہ مسلمانون کو قتل اور باقی کو خارج کرکے شہر معہ قلعہ بتاریخ ۴ رمضان ۱۰۱۹ ہجری عیسایئون کو دلا دیا۔ العرائش کی حوالگی اور مسلمانون کے جبریہ اخراج پر نارانگی کا کوئی حد و حساب نہ رہگیا۔ شریف احمد بن ادریس عمرانی نے علم جہاد کھڑا کر دیا۔ بے غیرت محمد الشیخ نے اس عام جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کئی جھوٹے بہانے جو بیچ ہونے کی صورت مین شرعاً معذرت کا کچھہ کام دے سکتے تھے۔ بنائے۔ مگر جمہور کی خفگی مین کچھہ کمی نہ ہوئی۔ اور وہ چار برس تک ساحلی علاقہ مین ہی بھٹکتا پھرا۔ وطن سے آگے بڑھنا وزنہ کرسکا۔ اور آخر ۱۰۲۳ھ / ۱۶۱۴ء مین بتاریخ ۵۔ رجب ۱۰۲۳ ہجری، قصبہ فحص کے ایک مشیخ کے ہاتھہ سے قتل ہوگیا۔ بعض کا بیان ہے کہ علاقہ فحص کے باشندے اس کے ظلم سے تنگ آگئے تھے۔ اونھون نے ایک شیخ کو اس کام پر مامور کردیا۔ دوسری روایت ہے کہ وہ باغی ابو محلی کے مقابلہ پر جبکا ذکر آگے آئے گا قتل ہوا۔ قتل کے بعد اوس کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ جس مین صرف یاقوت ہی ایک مد تھے۔ سامان شاہی کا ایک بھرپور جہاز وہ ملبہ چھوڑ آیا تھا۔ اس کے قتل کی خبر سنکر اوسپر تبگالی نصارا نے تصرف کرلیا۔ مقتول امیر بدچلن تو تھا ہی۔ مگر ساتھہ ہی صاحب علم اور طبابت مین بھی خاصہ ماہر تھا۔

ولی اللہ ابی عبداللہ سیدی محمد عیاشی

یہ ولی اللہ جس نے زیدان کے بعد کفار سے بڑی قابلیت سے ساتھہ جہاد کیا سزیدان کے عہد مین ہی خاصہ نامور ہوگیا تھا۔ وہ مالکی المذہب اور بنی مالک ہلالی کی نسل سے تھا۔ یہ قبیلہ اب تک مغرب مین موجود ہے۔ عیاشی ولی عبداللہ بن حسون سلاسی وفین سلا کا شاگرد رشید تھا۔ مرشد اس کی خدمت زہد و ورع اور اتقا سے ایسا خوش ہوا۔ کہ ایکدن اوسے اپنا گھوڑا۔ لبادہ اور ٹوپی دیکر خود رکاب کرتھام کر اوسے گھوڑے پر سوار کرایا۔ اور حکم دیا کہ آزمور جاکر اولاد ابی عزیز کے پاس ٹھہرو۔ وہان اوس

کافرون کے برخلاف جہاد مین اپنی شجاعت و جوانمردی دکھائی - کہ سلطان تک بھی اس کی خبر پہونچ گئی - اور اونے خوش ہوکر آزمور کے سابق گورنر کے فوت ہونے پر اوسے ہی وہان کا حاکم مقرر کر دیا - عامل ہوکر اوس نے جدیدہ کے نصارے کا قافیہ ایسا تنگ کر دیا کہ چار دیواری سے باہر اونکو پھٹکنے کا یارا نہ رہ گیا - اُن کی کھیتی باڑی اور آمد و رفت بالکل بند ہو گئی - اس پر وہ چال چلے کہ بیشن بہا ہدایا زیدان کو بھیجکر ساتھ ہی یہ بہی اشارا کر دیا - کہ اگر آپ نے جلد عیاشی کو معزول نہ کیا تو خلقت کا اوس کی طرف ایسا رجوع ہے کہ وہ جلد خلافت دعویدار ہو جائیگا - عیاشی مال غنیمت اور قیدی ہمیشہ مراکش بھیجدیا کرتا تہا - جس سے خاص پایہ تخت مین بہی اوس کا بڑا چرچا ہو گیا تہا - اُس کی اس ہر دلعزیزی کو دیکھہ کر زیدان عیاشیون کا چکمہ کہا گیا - اور قائد محمد سنوسی کو چار سو سوار دیکر حکم دیا کہ عیاشی کو قتل کرکے اوس کا سر بھیجدے - مگر محمد عیاشی کی بمقصدی سے واقف تہا - وہ ایسا ظلم نہ کر سکا - اس نے چپکے سے عیاشی کو خبر بھیجدی کہ میرے آنے سے پہلے بہاگ جاؤ - چنانچہ وہ چالیس سوار لیکر سلا کو نکل گیا - جہان ۱۰۲۳ھ ہجری تک مقیم رہا - اتنے مین تائید محمد آزمور پہونچ گیا - اور زیدان کو بدگمانی نہ پیدا ہونے دینے کے لیئے وہان کے چند لوگون کو اس قصور مین کہ اونہون نے عیاشی کو کیون بہاگنے دیا - برائے نام سزا دیکر اس معاملہ کا تصفیہ کر دیا -

فقیہ ابو محلی کا پورا نام جس کا اوپر اشارہ ہو چکا ہے - ابی العباس احمد بن عبداللہ سجل ماسی تہا - وہ کئی کتابون کا مصنف بہی گذرا ہے - ایک اس کی اپنی سوانح عمری ہے - اس کا نام اصلیت الخیریت ہے - اس مین وہ اپنی نسبت لکہتا ہے کہ وہ ۹۶۷ھ ہجری مین بمقام سجلماسہ پیدا ہوا - اور کہ اس کے باپ کا بیان ہے کہ اولاد ابی محلی عباس بن عبدالمطلب کی نسل سے ہے مگر ابن خلدون اس انتساب کو بدین دلیل غلط بتاتے ہین - کہ جس صورت مین عباسی پہلے دن سے علویون کے دشمن چلے آتے ہین - تو یہ ہرگز قرین قیاس نہین معلوم ہوتا - کہ کوئی عباسی اور رسہ اور عبیدیہ کے شیعان علی خاندان

کی حکومت میں مغرب میں آنے کی جرأت کر سکا ہو۔ پھر وہ اپنی پیدائش اور پیدائش سے پہلے اپنی ماں کے ایک خواب کا ذکر کر کے لکھتا ہے کہ کہ ۹۰۳ھ ہجری میں مجھے تحصیل علم کے لیئے فاس بھیجدیا گیا۔ جہاں میں وادی الخازن کی لڑائی تک پانچ برس رہا۔ اس کے بعد فاس سے پہلے یکدہ کو اور وہاں سے بادیہ کو چلا گیا۔ وہاں مجھے ایک ایسا بزرگ درویش ملا کہ عام فقرا کی گراہی اور بدعت پرستی سے جو نفرت اس فرقہ کیطرف سے میرے دل میں بیٹھ گئی ہوئی تھی۔ وہی رفع نہ ہو گئی۔ بلکہ خود بخود دل اس کی طرف کھینچتا چلا گیا۔ اسکا نام شیخ ابی عبداللہ سیدی محمد بن مبارک تھا۔ میں اس کی خدمت میں اٹھارہ برس رہا۔ اس کے بعد اس نے مجھے اپنا خرقہ و ٹوپی اور نعلین و عصا دیکر وادی سہارہ کو بھیجدیا۔ جہاں تھوڑے تھوڑے دنوں میں ہی اس کی ولایت و بزرگی کا عام شہرہ ہو گیا اور جوق در جوق لوگ اس کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے۔ جنکو وہ ہمیشہ اون بدعات و منکرات سے جو گون میں پھیل گئی تھیں۔ بچنے کی نصیحت کرکے اولاد منصور کے جبر و ظلم اور زور و مال اور ملک و حکومت کے لیئے باہم خانہ جنگیوں سے خلق خدا اور دیار کو تباہ کرنے کا شکوہ کرتا تھا جب اس نے مامون کے الحرائش کو کفار کے حوالہ کر دینے کی خبر سنی تو سخت غضب میں آگیا۔ اور ظاہر کیا کہ اس کا یہ غصہ محض خدا کے لیئے ہے۔ نہ کسی ذاتی غرض کے لیئے۔ پھر ہمراہیوں کو لیکر جنکی تعداد چار سو سے زیادہ نہ تھی۔ سجل ماسہ کو روانہ ہو گیا۔ وہاں زیدان کیطرف سے حاجی میر گورنر تھا۔ وہ چار ہزار فوج لیکر اوس کے مقابلہ کو نکلا۔ مگر شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اس فتح پر شیطان نے لوگوں کے کانوں میں پھونکدیا۔ کہ ابی محلی کے معتقدین پر گولی اثر نہیں کر سکتی۔ اور جب وہ سجل ماسہ میں داخل ہوا۔ تو ایسے عدل و انصاف سے کام لیا کہ تمام لوگ اس کے گرویدہ ہو گئے۔ اور تلمسان اور راشدیہ تک سے لوگ اس کی زیارت کو آنے لگ گئے۔

زیدان بھی عجیب بدنصیب بادشاہ تھا۔ اوسے اپنے بھائیوں اور بھتیجے کے معرکوں سے کبھی نجات نہ ملی تھی۔ کہ یہ ایک اور بغلی گھونسہ پیدا ہو گیا

اُس نے اپنے چھوٹے سگے بھائی عبداللہ بن المنصور المعروف بالزبدہ کو فوج دیکر محلی کی سرکوبی کے لیئے روانہ کیا۔ محلی نے آگے بڑھکر مقابلہ کیا۔ اور بمقام وجہ عبداللہ کے تین ہزار آدمی قتل کرکے اوسے بھگا دیا۔ اس فتح سے اوس کی طاقت اور مضبوط ہوگئی۔ اور ورعہ بھی اوسکا قبضہ ہوگیا۔ اتنے مین ایک جرنیل قاید یوسف الائیسی زیدان سے کسی بات پر بگڑ کر ابی محلی کو آملا۔ اور اوسنے زیدان کی تمام کمزوریان بتا دین۔ اس سے خود مراکش پر حملہ کرنیکی بھی جرأت ہوگئی۔ اور زیدان کے شکر کو دوبار سخت شکست دیکر شہر پر قبضہ کرلیا۔ زیدان بندر آسفی کو بھاگ گیا۔ اور وہان سے جہاز پر سوار ہوکر علاقہ عدوہ کو چلا گیا۔

زیدان کی جمعیت دینی کے بالمقابل جو اسلامی ملک پر خود جاکر کفار کو چڑھا لایا۔ زیدان نے یہ قابل تعریف اسلامی غیرت دکھائی کہ ابی محلی کی شورش کے فرو کرنے مین مدد دینے کے لیئے جدیدہ کے قصرانی گورنر نے خود بجزو دو سو سپاہ زیدان کو بھیجدی۔ جب یہ لوگ اس کے پاس پہونچے تو اُس نے اونکو باعزاز واپس بھیجدیا۔ اور ان کے چند بھائی بند اسیرہی اون کے ساتھ واپس لوٹا دیئے اپنی فوج مین بدین وجہ شامل نہ کیا کہ مسلمانون کے مقابلہ پر عیسائیون سے کام لینا دینی حمیت کے نقیض ہے۔ یہ دوسو سپاہی انگریز اور ایک انگریز کپتان جان گیفرڈ کے زیر کمان تھے۔ مسٹر میکنس کا بیان ہے کہ زیدان نے اُن سے کام لیا۔ اور اونکو خود بلایا۔ لیکن پرتگالی مؤرخ لوئیز بھی مسلمان مؤرخون کے بیان کی تائید کرتا ہے۔

ابی محلی نے مراکش مین داخل ہوتے ہی ولایت وزہد کا تمام چولا یکبارگی اوتار کر پھینکدیا۔ اور محل شاہی پر متصرف ہوکر وہ وہ رنگ رلیان سنائین کہ الامان۔ زیدان کی ماں سے نکاح کرلیا۔ حکومت کا نشہ سر مین سما گیا۔ اور درویشی و فقیری طاق نسیان پر دھری رہگئی۔ اس کے بہت سے درباری بھائی اوسے مبارک باد دینے آئے۔ جب یہ سب اوسے بڑھ بڑھ کر بڑے تپاک سے تہنیت و مبارک باد دے رہے تھے۔ ایک چپکا کھڑا تھا۔ محلی نے اس سے وجہ سکوت دریافت کی۔ اس نے جواب دیا تو آج بادشاہ ہے۔ اگر آمان دے

تو کہتا ہون۔ محلی نے کہا تجھے آمان ہے۔ اس پر وہ بولا جس گیند کے ساتھ لڑکے کھیلتے ہین۔ اور سینکڑون اس کے پیچھے دوڑ کر اپنے ماتھہ پاؤن توڑ لیتے ہین۔ اور یہ شور وغوغا بلند کرتے ہین۔ جب اوسے کھولو تو پھٹے ہوئے چیتھڑے ہی نکلتے ہین۔ ابی محلی یہ نکتہ سمجھکر خوب رویا۔ اور کہا۔ ہم نے ارادہ کیا تھا۔ دین کی جبر تلافی کا اور کر دیا اوسے برباد۔

سلطان زیدان بلاد عمدوہ سے طلب مدد کے لیئے خود ایک مشہور مقنیہ ابی زکریا یحییٰ حاجی کے پاس جبکا زاویہ جبل دون مین تھا۔ اور بلاد سوس مین تھا۔ اور بلاد سوس مین اوسے بہت اقتدار حاصل تھا۔ پہونچا۔ اور اس سے کہا کیا میری بیعت تمہاری گردنون مین نہین ہے۔ اور کیا تم پر میری امداد واجب نہین۔ ابی زکریا نے ان دونون باتون کو تسلیم کیا۔ اور لشکر جمع کرکے ۱۰۲۲ھ ہجری کو مراکش کیطرف روانہ ہو پڑا۔ ابی محلی مقابلہ کو باہر نکلا۔ اور جبل جلیز مین فریقین کی نبرد آزمائی ہوئی۔ آغاز محاربہ مین ہی ابی محلی کی گردن مین گولی لگی۔ جس نے اس کا وہین کام تمام کر دیا۔ اس پر اس کا تمام لشکر پراگندہ ہو گیا اور کل خیمہ وخرگاہ خائنین کو غنیمت مین ملا۔ محلی کا سر کاٹکر مراکش کے دروازہ پر لٹکا دیا گیا۔ جو بارہ برس وہین لٹکا رہا۔ مگر وادی لسناور مین اب تک اس کے بعض معتقدین کا یہ اعتقاد ہے کہ ابی محلی فوت نہین ہوا۔ نظرون سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔ اوسے مھدی آخرالزمان ہونیکا بھی دعویٰ تھا۔ شیخ الیوسی کتاب محاضرات مین لکھتا ہے۔ ایک دفعہ ابو محلی اپنے مرشد ابن مبارک کے پاس بیٹھا تھا کہ اسپر حالت وارد ہوئی۔ اور پکارنے لگ گیا۔ مین سلطان ہون جس پر استاد نے جھڑک کر رکھا۔ اے احمد اگر تو بادشاہ ہو بھی گیا۔ تو انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا۔ تو زمین کو نہین پھاڑ ڈالیگا۔ نہ بلندی مین پہاڑون کو مل سکیگا۔ ایک دفعہ مجلس فقراء مین بھی اس کی یہی حالت ہوئی۔ تو ایک اور درویش پکارا وہ تو بادشاہ ہوگا مگر صرف تین برس کے لیئے چوتھا برس نصیب نہ ہوگا۔

یہ روایت صحیح ہو یا غلط ابی محلی کی حکومت کا زمانہ اسیقدر ہوا۔

ایک شاعر نے ابی محلی کی بغاوت اور اس کی وفات کی تاریخین ان دو حسب حال جملون در قام طیشا، اور مات کبشاً، سے نکالی ہین۔

ابی محلی کے قتل کے بعد یحیی مراکش مین داخل ہوا۔ اور وہان کچھ اس طرح ڈیرے ڈالے جس سے معلوم ہو رہا تھا کہ اب ٹلنے کا نام نہین لینا چاہتا اس پر زیدان نے اوسے لکھا۔ اگر تو میری مدد اور باغی کی سرکوبی کے لیئے آیا تھا۔ تو تیری غرض حاصل ہو چکی ہے۔ اور اگر تو اپنے لیئے ملک فتح کرنے کو آیا تھا۔ تو خدا تجھے وہ مبارک کرے۔ یحیی یہ خط پڑھتے ہی اوٹھہ کھڑا ہوا۔ اور اپنے علاقہ کو لوٹ گیا۔ اور زیدان مراکش کو واپس آ گیا۔

یحیی کا دادا سعید صاحب علم و فضل تھا۔ اور بلاد سوس مین مذنون کی خرابی کے بعد اس کے وعظ و نصیحت سے پھر دین نے تازگی پکڑی تھی۔ وہ ۹۵۳ھ ہجری مین فوت ہوا۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا عبداللہ بھی باپ کے نقش قدم پر چلا۔ جو ۱۰۱۲ھ ہجری مین فوت ہوا۔ یحیی نے باپ کے علاوہ فاس کے اکثر علماء و اولیا سے بھی اکتساب فیض کیا تھا۔ اور باپ دادا کے طریق پر چلتا رہا۔ مگر جب ایک دفعہ امور سلطنت مین داخل ہوا۔ پہلے مشرب مین خلل پڑ گیا۔ بزرگون کا یہ قول بالکل صحیح ہے۔ کہ جب ایک دفعہ امارت و ریاست کی بو انسان کے دماغ مین داخل ہو جائے تو موت سے پہلے نہین نکلتی۔ چنانچہ اسوقت سے یحیی کو بھی کچھ ایسا چسکا پڑ گیا کہ سلطان زیدان کو ہمیشہ و مراسلات بھیجکر امور سلطنت کے متعلق مشیرین اور مشورے دیتا رہتا۔ اور اُن مین اکثر سخت باتین بھی کہ گذرتا۔ جسکو زیدان اس کے احسان کے لحاظ سے گوارا کر لیتا۔ آخر رفتہ رفتہ ملک گیری کی تمنا اسقدر قوی ہو گئی کہ کھلم کھلا بغاوت کرکے تارودانت کے باغی فقیہ مسمی ابوالحسون سملالی سے جا ملا۔ لیکن اس سے زیادہ کامیابی اوسے نصیب نہ ہوئی۔ وہ ۶ جمادی الثانی ۱۰۳۵ھ ہجری کو وہین فوت ہوا۔

معمورہ پر نصارا کا قبضہ

وطاسی خاندان کے حالات مین بندر معمورہ پر جو اب مہدیہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پرتگالیون کے کچھ عرصہ کے

لیئے قابض ہو جانے کا واقعہ لکھا جا چکا ہے۔ العرائش پر قابض ہونے کے بعد ہسپانویون کو اس متصلہ بندر بھی قبضہ کر لینے کی خواہش دامنگیر ہو گئی غلبہ ثالث نے نوّے جنگی جہاز بندر قاوس (لیڈز) سے اوسپر بھیجدیئے مسلمان خوف سے بلا مقابلہ شہر کو چھوڑ گئے۔ اور عیسائی ۱۲۲۲ھ ہجری مین اوسپر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد نصارا نے دونون بنادر کے درمیانی علاقہ کو فتح کرنا چاہا۔ لیکن اہل سلا کی غیرت و حمیت اور عیاشی کی شجاعت و بسالت کے سامنے اون کی کچھ پیش نہ گئی۔ عیاشی آزمور سے آکر اپنے مرشد ابی محمد بن حسون کی خانقاہ مین عزلت گزین ہو گیا تھا۔ اہل سلا اس کے پاس آئے۔ کہ کفار کی مدافعت مین مدد دے۔ وہ اگرچہ امور ریاست سے الگ رہنے کا عزم کر چکا تھا۔ مگر ایسے موقعہ پر اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ فوراً چار سو اہالی سلا کو لیکر معمورہ کیطرف چل پڑا۔ اوسے راستہ مین نصارا کے جہاز قلعہ سے ورے دریا دا دا الخلق مین مل گئے۔ اونکو حملہ کر کے چھین لیا گیا۔ تین سو مسلمان غلام رہا کرائے گئے۔ اور تین سو عیسائی گرفتار کر لئے گئے۔ اور ان کے علاوہ چار سو عیسائی قتل ہوئے۔ مسلمان صرف دو سو ستر شہید ہوئے گرفتارون مین عیسائی جہازون کا بڑا کپتان بھی شامل تھا۔ اوسے اہالی الجزائر نے اہل سلا سے خرید لیا۔ اور مدت العمر ایک آہنی قفس مین اوسے بند رکھا

اس معرکہ مین عیاشی کا نام آنے سے زیدان کو اوس کے محل اقامت کا جب پتہ معلوم ہو گیا تو سلا کے گورنر زعروری کو اوس کے قتل کا حکم بھیجا لیکن اس حکم کے پہونچنے سے پہلے زیدان اور اہل سلا کے تعلقات بگڑ چکے تھے۔ زیدان نے اُن کے چار سو آدمی ورعہ منگوا کر اتنا عرصہ اونکو وطن سے باہر رکھا کہ اون مین سے اکثر بھاگ گئے۔ اور پھر اوس نے اونکو اور مدد بھیجنے کا حکم ارسال کیا۔ اونہون نے اوس کی تعمیل سے بچنے کے لیئے یہ فریب کیا۔ کہ سلطان کو کہلا بھیجا کہ آپ کا گورنر زعروری ہمین منع کرتا ہے۔ یہ فریب چل گیا۔ زیدان اونکو زعروری کے قتل کی ماجازت دیدی۔ اور پھر اپنے ایک مملوک سردار عیسیٰ کو گورنر بنا کر بھیجدیا۔ اہل سلا نے اوسے بھی قتل کر

دیا۔ اور جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے۔ خود سر ہو کر کھلم کھلا بحری ڈاکو بن گئے۔ سید عیاشی اپنے گوشہ مین چپکا بیٹھا یہ سب تماشے دیکھتا رہا۔ کسی خریق کی طرف داری یا مخالفت نہ کی۔ متذکرہ صدر معرکہ ۱۰۲۲ھ ہجری و ۱۶۱۳ء مین ہوا۔

عبداللہ بن الشیخ جب آخری مرتبہ ۱۰۱۹ھ ہجری مین چچا زیدان کو شکست دیکر فاس پر حکمران رہا تو اوسے وہان زیادہ عرصہ امن سے رہنا نہ ملا۔ وہ ۱۰۲۰ھ ہجری مین باپ کی اطاعت سے منحرف ہوگیا۔ اور جب شیخ مارا گیا تو عبداللہ کا رعب اور بھی جاتا رہا۔ جبکہ معہ وم کرنے مین اوس کی تیز فوج نے بھی کوئی متحدانہ اظہار رکھا۔ شراقہ مشارقہ کا مخفف ہے۔ مراکو کے مغربی علاقہ کے باشندے مغاربہ اور مشرقی علاقہ و تلمسان کے مشارقہ یا شراقہ پکارے جاتے ہین۔ عبداللہ کی سپاہ مین زیادہ تر یہی لوگ تھے۔ جن مین اُسنے لوگون کے باغات اور مکانات بانٹ دیے تھے۔ اور کسی کا ننگ و ناموس اون دست تطاول سے محفوظ نہ رہگیا تھا۔ بردشت کی یہی حد ہوتی ہے۔ ایک جانگداز واقعہ نے معاملہ کو حد بردشت سے بڑھا دیا۔ ایک جوان عورت اپنے گھر مین کھانا پکا رہی تھی۔ اور اوسکا شیر خوار بچہ پاس کہین رہا تھا۔ ایک بد ذات شراقہ بہ نیت بد مکان مین داخل ہوا۔ عورت آبرو بچانے کے لیے دوڑ کر کوٹھے پر چلی گئی۔ اور کواڑ بند کر لیا۔ کواڑ مضبوط تھا۔ شراقہ اوسے توڑ نہ سکا اس پر اوس نے لڑکے کو اوٹھا کر عورت کو دکھی دی نیچے آجاؤ ورنہ لڑکے کو دیگچہ مین ڈال دونگا۔ عورت نے نہ مانا۔ تو شقی نے لڑکے کو سچ مچ کھولتے ہوئے پانی کے دیگچہ مین ڈالدیا۔ یہ دیکھکر مان چیختی ہوئی نیچے بازار مین کود پڑی۔ اور گرتے ہی اس کی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا۔ اس ظلم اظلم نے باشندون کا پیمانہ تحمل اچھل پڑا۔ اور وہ ایک سید شریف ابو ربیع کو سردار بنا کر شراقہ پر بھیڑیے ہوئے۔ شیرون کی طرح کود پڑے۔ عبداللہ ان دنون سلا گیا ہوا تھا۔ وہ فوراً واپس آگیا۔ اور فریقین مین مصالحت کرانیکی کوشش کی مگر معاملہ مصالحت

عبداللہ نے جب باشندون کو سمجھانا چاہا تو سب یکزبان ہوکر جواب دیا۔ لا۔ لا نہین نہین اس برس کا نام ہی سنہ لا پڑگیا۔ اس بدھنی کے دوران مین ایک سال قحط بھی ایسا شدید پڑا کہ صرف فاس مین چار مہینون کے اندر دہ ہزار جانین بھوک سے غائب ہوگئین۔ اور

کی حد سے تجاوز کر چکا تھا۔ باشندوں نے عبداللہ کو ڈنڈے مار کر شہر سے نکالدیا۔ اور وہ متصلہ قصبہ فاس جدید میں چلا گیا۔ اس کے بعد کئی برس شہر میں عام بدنظمی مستولی رہی۔ جس کے دوران میں شریف ابوربیع اور کئی اور سر فتنے ہلاک ہوئے آخر ۱۰۲۷ھ ہجری میں عبداللہ پھر فاس پر متصرف ہوگیا۔ اور انہی دنوں الہٰی بخش نے روز کے فسادوں سے تنگ آکر شیخ کے دوسرے بیٹے محمد کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ عبداللہ اس کی گرفتاری کے لیئے خود لشکر لیکر روانہ ہوا۔ دونوں فریق وادی الطین میں مقابل ہوئے۔ عبداللہ کو شکست ہی۔ اور محمد شعبان ۱۰۲۸ھ ہجری میں فاس پر متصرف ہوگیا۔ مگر اسی مہینہ کے آخر میں عبداللہ نے بمقام مکناسا بھائی کو شکست دیکر بھگا دیا۔ اور رمضان میں فاس پر پھر اس کا قبضہ ہوگیا۔ اور دوسرے برس بماہ رجب وادی بہت میں محمد کے لشکر کو پھر ہزیمت دی۔ محمد کو ۱۰۳۰ھ ہجری کے ماہ شوال میں زیدان کے بیٹے احمد نے فریب سے بمقام قصبہ قتل کیا

عبداللہ کو اس کے بعد بھی امن سے رہنا نصیب نہ ہوا۔ لوگ جب اس کے مظالم سے تنگ آجاتے تو بغاوت کر دیتے۔ اور جب بدامنی سے تنگ آجاتے تو پھر اس کے مطیع ہو جاتے۔ آخر اس کے پس پھر فاس جدید کے سوا کوئی علاقہ نہ رہگیا۔ اور وہ اس شہر میں کثرت شراب خواری سے بیمار ہو کر جسے وہ دن رات خفیہ و علانیہ ہر وقت پیتا رہتا تھا۔ ۲۳ شعبان ہجری کو اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اور اس کا بھائی عبدالملک اسکا جانشین ہوا۔ جو ذی الحجہ ۱۰۳۶ھ ہجری میں فوت ہوا۔ فاس قدیم کی خانہ جنگی اور بدامنی کا قطعی خاتمہ سلطان رشید کی آمد سے پہلے نہ ہو سکا۔

زیدان کے عہد کے باقی حالات

یوروپین تعلقات پر پرتگالی مؤرخ لوریرو لکھتا ہے کہ پرتگال کے ساتھ زیدان کے تعلقات ہمیشہ دوستانہ رہے۔ اس نے خود ہمیشہ کوئی لڑائی نہ کی۔ مگر قبائل ہر وقت ہم پر یورشیں اور حملے کرتے رہتے۔ جن میں سب سے اہم سید سعید وکالی کا حملہ تھا۔ اس نے بارہ ہزار مجاہدوں سے جدیدہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور اگر وہ تیسرے ہی دن فوت نہ ہو جاتا تو مسلمان ضرور شہر فتح کر لیتے۔ دو سو انگریزی سپاہیوں کمک کا اوپر ذکر

ہو چکا ہے۔ ہالینڈ کی مسیحی ریاست سے بھی اس کا دوستانہ عہد و پیمان ہو گیا تھا۔ جہاں اس کی طرف سے بھی ایک خاص سفارت گئی تھی۔ ۱۶۰۵ء مین جرمنی کے قیصر نے ایک انگریز سرانتھونی شرلی کو سفیر بنا کر اس کے دربار مین بھیجا۔ ۱۶۲۱ء مین لیڈن ڈچ لینڈ کا شہر) کی یونیورسٹی کا پروفیسر النسہ شرقیہ جیکب دان گیل مراکو پہونچا۔ یہ پروفیسر عربی ایسی سلیس لکھتا تھا۔ کہ زیدان اس کی تحریر دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ مگر عربی مین تکلم کرنے سے بالکل عاری تھا۔ چنانچہ زیدان کے ساتھ ہسپانوی مین گفتگو کرتا رہا۔ زیدان خود بھی ایک اعلیٰ پایہ کا عالم تھا اور اوسے دینی کتابون سے بڑی محبت تھی۔ ابو محلی کی بغاوت کے دوران مین وہ مراکش سے اپنی تین ہزار کتابین ساتھ لیتا گیا۔ اور اپنے خزانہ سے پہلے اونکو جہاز پر جو ایک فرانسیسی تاجر کا تھا۔ پہونچایا۔ وہ ابھی خود جہاز پر سوار نہ ہوا تھا۔ کہ طوفان نے جہاز کو بندرگاہ سے سمندر مین ہٹا دیا۔ ایسا اسفی کے بندر مین عموماً ہوتا رہتا ہے۔ اس جہاز کو ہسپانوی قزاقون نے پکڑ لیا۔ اس کے معاوضہ مین زیدان نے فرنچ قونصل کو گرفتار کر لیا۔ اور فرنچ سفیر رآزلی کو ہسپانیہ والون سے کتابین مانگنے کے لیئے واپس لوٹا کر اوس کے ہم پلہ کو قید کر لیا۔ جو نئے سلطان کی تخت نشینی تک برابر مقید رہے۔ زیدان کے بعد اس کے بیٹے نے ہسپانوی پادریونکو قید کیا۔ مگر کتابین کسی قدر پھیر دے واپس نہ ملین۔ وہ شاہی اقامتگاہ اسکوریل کے شاہی محل مین وجہ میڈرڈ سے ۲۶ میل شمال مغرب مین ہے۔) جاکر رکھی گئین۔ اور اب تک وہان موجود ہین۔ ۱۶۴۶ء مین سلطان سید و ہم نے شاہ فلپ کو لکھا کہ اگا دیر پہونچانے کے لیئے وہ جہاز پہونچائی گئی تھین۔ دیگر فرانسیسی تاجرونے انکو چھاپکر تمہارے پاس بھیجدیا۔ سینٹ اگسٹاین کے قلمی مسودے یہان کتابون مین بتائے جاتے ہین۔ پرتگالیون سے زیدان کے تعلقات ایسے عمدہ رہے کہ ۱۶۳۳ء مین جب وہ جدیدہ کے پاس سے گذرا۔ تو اونہون نے سلامی کی توپین چلائین۔ اور تحائف لیکر آگے جانے دیا۔ اور جب ۱۶۳۶ء مین اسی موقعہ کے قریب سلطان کو ایک یا عیسی ابراہیم پہنچ حاصل ہوئی تو اونہون نے پھر توپون کے شادیانہ

مین آویون کی سلامی اوتاری۔ اسکی مکافات مین سلطان نے عیسائی مورخ کو تیا ۱۷ رمضان ۱۰۳۰ھ بھیجی خود اپنے ہاتھہ سے ایک خط لکھا۔ اور ساتھہ ہی ایک اسپ شہب بطور انعام ارسال کیا۔

یفرنی کا یہ قول بالکل درست ہے۔ کہ زیدان جیسا بدنصیب بادشاہ بھی شاید ہی کوئی ہوگا۔ مدت العہد مین کوئی برس لڑائی سے خالی نہ گیا۔ پھر ایک ایک معرکہ ایسا جانگداز جو قرآنی محاورہ کے مطابق بچہ کو بوڑھا بنا دینے والا تھا۔ اس کی بدنصیبی اسی تک محدود نہ رہی۔ بلکہ جس نے اوس کی مدد کو ہاتھہ بڑھایا۔ اس کا بھی ہاتھہ کٹ گیا۔ ابو محلی کی سورش کے دوران مین اس نے سلطان روم سے بھی امداد کی شورش کے دوران مین اس نے سلطان روم سے بھی امداد کی درخواست کی۔ اور بطور ہدیہ دس قنطار۔ (ایک قنطار۔ ایک ہنڈرویٹ = ۵۶ سیر انگریزی) سونا بھی سفیر کے ہاتھہ ارسال کیا۔ سلطان نے آیاء کی تقلید مین بلا تامل بارہ ہزار سپاہ روانہ کردی۔ مگر اس نے ابھی نصف رستہ طے کیا تھا۔ کہ طوفان نے بیڑہ کو گھیر لیا جس سے صرف ایک جہاز معہ تھوڑی سی سپاہ کے جانبر ہوا۔ باقی سب غرق ہو گئے۔

زیدان کا دعوی تھا کہ اس نے کسی شخص کو جب تک اہل علم نے اس کی موت کا فتوی نہ دیدیا ہو قتل نہ کرایا۔ اوسے علوم دینی مین بھی بڑا درک تھا۔ اور اکثر فقیہوں سے اس کے معرکے کے مناظرے کتب تواریخ مین درج ہین۔ مؤرخین نے اس کی بدنصیبی کو اس کی جس خطاء کی طرف منسوب کیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔ جن دنون مین بعالم شباب وہ تادلا کا گورنر تھا۔ وہان کے ایک بزرگ درویش ابی العباس صومعی نے اپنے مرشد شیخ ابی یعزی کے مناقب مین ایک کتاب لکھی۔ اور مرشد کے نام کی مناسبت سے بصیغہ اسم مفعول رباعی اس کا نام معزی بضم میم و فتح زا رکھا۔ زیدان نے اوسے سنکر کہا کہ اس مادہ سے مین نے کبھی رباعی کا کوئی صیغہ نہین سنا۔ عرب۔ عزام۔ یعزوہ کو ہمیشہ ثلاثی شمار کرتے ہین۔ شیخ ابو العباس

نے اپنی رائے پر اصرار کیا۔ اس سے طیش کھاکر زیدان نے اس کے رخسارہ پر جوتی اور تھپڑ ماری۔ ابو العباس نے منصور کے پاس نالش کی۔ اس نے جواب دیا اگر تم راستی پر تھے تو خدا اُسے اس بے ادبی کی سزا دیگا۔ اور اگر وہ راستی پر تھا تو اس کے اس فعل سے جو راستی پر ہونے کے جوش مین سرزد ہوئی۔ درگذر کریگا اس کی بدبختی خواہ اُس نا سزا حرکت کی سزا تھی۔ یا کسی اور قصور کی پاداش۔ اس مین کوئی کلام نہین کہ غریب و مسکین کی دل آزاری بُرا اثر پیدا کئے بغیر نہین رہتی۔

زیدان کو شعر گوئی مین بھی اچھا ملکہ تھا۔ بطور مثال چند شعر یہان درج کئے جاتے ہین:۔

فقتنا سوالف وخدود	وعیون مدعجات وقدود
ووجوہ تبارک اللہ فیہا	وشعور علی المناکب سود
اہلکتنا الملاح وہی ظباء	وخضعتنا لہا وسخر اسود
مررت بقبر ہامد سطر وخمتہ	علیہ من النوار مثل النمارق
فقلت لمن ہذا فقالوا بذلۃ	ترحم علیہ انہ قبر عاشق

وہ بماہ محرم ۱۳۳۸ھ ہجری فوت ہوا۔ اور قبرستان اشراف مین باب کی قبر کے متصل دفن کیا گیا۔ اس کی قبر کی لوح پر یہ اشعار نقش ہین:۔

ہذا ضریح من بہ	تفتخر المفاخر
زیدان سبط احمد	متبکر المآثر
حامی حمی الدین	لکل ذا بل وباتر
اجل من خاض الوغا	وللاعادی قاہر
لازال صوب	رحمۃ اللہ علیہ ماطر
ومن شذا رضوانہ	نفحۃ کل عاطر
ارخ وفاۃ من غدا	جار الرب غافر
بمقعد الصدق علا	ابو المعالی الناصر

وہ کئی بیٹے چھوڑ مرا۔ ان مین سے عبد الملک۔ عبد الحفیظ۔ محمد الحفیظ تخت

نشین ہوئے۔ اور احمد وغیرہ چند اور تھے۔ جنکو حکمرانی نصیب ہوئی۔
زیدان کے جانشین | زیدان کی وفات پر عبدالملک ثانی ۱۶۳۱ء مین صاحب تاج وتخت ہوا۔ مگر اس دائم الخمر کو چار برس سے زیادہ حکومت کرنا نصیب نہ ہوا۔ اور چند عیسائی نومسلمون وعلوج واور اس کو رفقا کے ہاتھہ سے قتل ہوگیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی ولید تخت پر بیٹھا۔ وہ بھی شرابخوار تہا۔ اور اس کا بھی یہی حشر ہوا۔ اس کے بعد زیدان کا تیسرا بیٹا محمد الشیخ الصغیر جو ایک ہسپانوی کنیز کے بطن سے تہا۔ قیدخانہ سے نکال کر ۱۶۳۷ء مین تخت پر بٹھایا گیا۔ وہ نہایت روشن خیال ورحمدل ومحتاط فرمانروا ثابت ہوا۔ اس نے بے شمار قیدیون کو رہا کر دیا۔ اور ہسپانوی پادریون کو بھی قید سے چھوڑ کر واپس چلے جانے کی اجازت دیدی۔ مغرب کے فرمانروابون نے اس کے وقت سے سلطان کا لقب اختیار کیا پہلے سب امیر کہلاتے تہے۔ اس کا عہد بنوسعد کے آخری زمانہ کا روشن ترین حصہ تہا۔ وہ اٹہارہ سال کی حکومت کے بعد قتل ہوا۔ چند بربرون نے اوسے ٹطاوین اور القصر کے درمیان گھوڑے سے گرا ہوا پایا۔ اور ہلاک کر دیا۔

اہل سلا کی سرکشی اور سیدی عیاشی کی خاموشی وعزلت گزینی کا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ جب ساحل پر عیسائیون کا غلبہ دن بدن بڑہنا شروع ہوگیا۔ تو سب جنود مسلمان عیاشی کے پاس جمع ہوئے۔ کہ وہ انکا سردار بن کر باقاعدہ جہاد شروع کر دیے۔ عیاشی نے جوابدیا کہ امیرالمومنین کے حکم کے بغیر جہاد جائز

---

(۱) قتل کا قریبی باعث یہ ہوا کہ عبدالملک کے ہان لڑکا پیدا ہوا۔ ساتوین کے دن اس نے حکم دیا کہ شہر کی تمام عورتین محل مین خوشی کے لیے جمع ہون۔ اور خود اسدن ایک منارہ پر جو بیٹھا۔ جب عورتین محل مین آکر جمع ہوگئین۔ اور برقعے وچادرین اوتار کے بالطبع ہوکر ادہر اودہر پھرنے لگین۔ تو ان مین سے اوسے جو پسند آئی گئی۔ اوسے اپنے پاس بلوا لیا۔ یہ حرکت لوگون کو سخت ناگوار گذری۔ اور اسی دن اوسے قتل کر دیا۔

نہین۔ اس پر بیشمار علماء نے فتوی دیدیا۔ کہ کافر دشمن کے جہاد کے لیے سلطان کے وجود کی ضرورت نہین۔ اس صورت مین قوم اس کی قایم مقام ہوسکتی ہے اسپر اوسے مجبوراً لوگون کی بیعت قبول کرنے پر رضامند ہوجانا پڑا۔ اور تازا سے تامستاتک کل علاقہ اس کے زیر فرمان ہوگیا۔ اس نے عنان حکومت کو ہاتھ مین لیتے ہی تمام بدامنی اور سینہ زوری کا خاتمہ کردیا۔ یہ امر عرب قبائل کو جو مدتون سے غارتگری لوٹ مار اور خونریزی کے عادی ہورہے تھے سخت ناگوار گذرا۔ اور اس کی اطاعت سے منحرف ہوگئے۔ مگر عیاشی نے تمام کو ایک ایک کرکے شکست دینے کے بعد پھر مطیع بنا لیا۔ اور اسطرف سے فارغ ہوکر دلائی سنہاجہ بربرون کی معقول فوج کے ساتھ مزاگان۔ العرائش۔ اور معمورہ پر ۱۰۳۹ھ مین متواتر حملے کئے۔ جنکو اگرچہ وہ فتح نہ کرسکا۔ لیکن انکی متصل متعدد معرکون مین عیسائیون کو بارہا سخت نقصان پہونچایا۔ مگر شامت اعمال مسلمانان۔ اہل سلا جلد ٹوٹ گئے۔ اور اونہون نے بتاریخ ۱۹ محرم ۱۰۴۱ھ بجری اس ولی عارف باللہ اور مجاہد سبیل اللہ کو قتل کرکے اسکا سر کاٹ لیا۔ نشر المثانی کا مؤلف لکھتا ہے۔ یہ متفق علیہ روایت ہے۔ کہ جب اس مجاہد شہید کا سر سلا لایا گیا۔ تو رات کیوقت اوسے تاجرانہ بلند قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہوا پایا گیا۔ اس کی وفات کی خبر سنکر عیسائیون نے تین دن تک خوشی کے جلسے کئے۔ سید عیاشی نے اپنے ہاتھ سے ہزار چھ سو عیسائی قتل کئے تھے۔ جس مین جہان فقیہہ سیدی عبداللہ مبارک عرصہ سے مقتدر چلا آتا تھا۔ علی السلالی نے علیحدہ حکومت قایم کرلی۔ فاس بھی بدامنی سے تنگ آچکا تھا۔ اس نے تنافیلالت سے ایک اور شریف خاندان کو مدعو کیا۔ جو ۱۰۴۵ھ مین ملک پر حملہ کرکے دو برس بعد سلطان محمد الشیخ کے عہد مین ۱۰۴۷ھ مین فاس پر متصرف ہوا۔

احمد ششم محمد کی وفات پر اس کے رفقاء نے فی الفور اوس کے بیٹے احمد ششم

لہ محمد الشیخ کی قبر پر یہ ابیات نقل ہین:۔ لعبد سموات المعالی اقول۔ وفی ذا القبر حی کامنہ نزول محمد الشیخ بن زیدان غالہ۔ حمام مخزن العالمین طویل۔ امام الانام وذا الاثر فعلہ۔ لہ عزۃ فی الہمۃ جمیعہ۔ جباہ الا العرش رحمی تحصنہ۔ یا ہو فی الفردوس منہ تکفیل۔ عبد الملک کی قبر پر یہ ابیات نقش ہین:۔ لا تقنطن فان اللہ کان۔ وعندہ الدنیا عفو غفران۔ ان کان عندک ایمال ومعصیۃ۔ فحسبک ان اللہ رحمان

الملقب بہ العباس کو ۱۶۵۵ء مین تخت پر بٹھا دیا۔ اس کی والدہ شبانی قبیلہ کی عورت تھی۔ یہ قبیلہ ان عیسائی اسیران جنگ کی نسل سے تھا۔ جنکو یعقوب المنصور نے ہسپانیہ سے لاکر مسلمان بنانے کے بعد مراکو مین آباد کیا تھا۔ ان کی جمعیت اب اس قدر بڑھ گئی تھی کہ ان کی قایدہ عبداللہ الہیانوی نے مراکش پر قبضہ کرکے ۱۶۵۹ء مین العباس کو قتل کر دیا۔ اور اس کے مامون عبدالکریم بن ابوبکر المعروف بہ کردم الحاج کو تخت پر بٹھا دیا۔ مگر اہل اختیار راسنے ہی ہاتھہ مین رکھا۔ ۱۶۶۸ء مین وہ بھی کیفر کردار کو پہونچ گیا۔ نے خاندان کے فرمانروا رالرشید نے مراکش کو فتح کرکے شبانی قبیلہ کے حصہ کثیر کو تہ تیغ کر دیا۔ اور باقیماندہ کو فوج مین بھرتی کرکے انکو کنبونکو ہستان اوجہ و بلیلہ کے درمیان مقام السلادیہ کو جلاوطن کر دیا۔ کردم الحاج اسوقت سے پہلے العباس کی بہن کے ہاتھہ سے قتل ہو چکا تھا جسنے اسنے اپنے حرم مین داخل کرنے پر مجبور کیا تھا۔ الرشید نے اس کی لاش قبر سے نکلوا کر جلوادی۔ اور اوس کے بیٹے ابوبکر مولائی الشیخ کو خنجر کی دم سے بند ہوا کر شہر کے بازارون مین تا وقتیکہ وہ ہلاک نہ ہوگیا۔ پھروایا۔ الرشید فلالی شرفا مین سے تھا۔ جسنے فتح مراکش سے بیس برس پہلے فاس پر قابض ہو چکے تھے۔ اس نئی فتح سے کل سلطنت پر ان کا عمل دخل ہوگیا۔ اور خاندان بنو سعد کا دور دورہ ڈیڑھ سو برس کی حکومت کے بعد ختم ہوا۔

فصل ہشتم

فلالی شرفا کا پہلا زمانہ ۱۶۴۹ تا ۱۷۲۷ء

مظہر سلطنت۔ ایک ظالم بادشاہ

فلالی شرفا کا خاندان ۱۷ ویں صدی عیسوی کے خاتمتک مغرب کی سرزمین سے

لہ اسکے عہد مین ۱۰۷۰ ہجری مین ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگ انسانون کی مردہ لاشونکو بھی کھا گئے

ادریسی شرفا کا جنہوں نے اول اول مراکشی سلطنت کو قائم کیا۔ تقریباً کل نام و نشان میٹ چکا تھا۔ یہ درست ہے کہ اب تک چند منفرد خاندان کہیں کہیں موجود ہیں۔ جو ادریسیوں کی نسل سے ہونے کی مدعی ہیں۔ لیکن انکی دعوی کی تصدیق بہت مشکل امر ہے۔ اس خاندان کو بربروں نے جو تیرہویں صدی سے ملک پر حکمران چلے آتے تھے۔ ایسا منتشر و پریشان کر دیا تھا۔ کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ نہ رہنے دیا۔ مگر انکی مغرب کے خوش اعتقادی یہ کبھی گوارا نہ کر سکتی تھی کہ انکا ملک اولاد پیغمبر کی موجودگی کی خیر و برکت سے کچھ زیادہ عرصہ محروم رہے۔ چنانچہ ادریسیوں کے زوال پر جب ملک پر پے در پے مصائب وارد ہوئیں۔ تو اوسکا باعث اسی آل پیغمبر کی قلت کو سمجھا گیا۔ بنابرین تیرہویں صدی کے آخری برس جب علاقہ تافیلالت کے جیسے اسوقت سجلماسہ کہلاتا تھا۔ چند اولوالعزم حج بیت اللہ کو گئے۔ تو اونہوں نے ینبوع النخل کے ایک شریف یعنی سید کو جو علی ابن ابی طالب کی نسل سے تھا۔ اور اسکا خاندان اس ضلع پر قدیم زمانہ سے حکمران چلا آتا تھا۔ مراکو چلنے کی دعوت دی۔ شریف کا نام سعید بن قاسم تھا۔ اس نے دعوت قبول کر لی۔ اور حاجیوں کے ساتھ مراکو آکر تافیلالت مین آباد ہو گیا۔ جس کا نواح آباد ہونے کی وجہ سے الدخیل خطاب رکھدیا گیا۔ عوام مین روایت مشہور ہے کہ مراکشیوں نے الحسن[۵۲] کے باپ کو اس کے توکل کے برابر چاندی دیکر اوسے مراکو بھیجنے پر رضامند کیا تھا۔ مگر یفرنی کا بیان ہے کہ یہ بھی انہی بیہودہ داستانون مین سے ایک ہے۔ جن کا کوئی سر پیر نہین ہوتا واللہ اعلم بالصواب۔

فلالی شرفا کے اجداد ہی سعدی شرفا کے بھی اجداد تھے۔ بنو سعد فلالیون سے پیچھے آئے۔ اور پہلے بادشاہ ہوئے۔ فلالیون کو ان کے بعد حکومت نصیب ہوئی۔ گو اگر وہ چاہتے تو اس سے بہت عرصہ پہلے صاحب تاج و تخت ہو سکتے فلالی غالباً ہلالی کا بگڑا ہوا ہے۔ اون کی وجہ سے مراکو کے اس علاقہ کا بھی جہان

۵۱ روایت ہے کہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ مین دیدیا تھا
۵۲ الحسن کی عمر اسوقت ۶۰ برس کی تھی ۱۰

وہ آباد ہوئے۔ ہلالی نام پڑ گیا۔ الحسن کے وارد ہوتے ہی نخلستان خوب پھل دینے لگ گئے۔ جس سے اوس کی اور اوس کی اولاد کی قدر و منزلت باشندوں کے دلوں مین یہان تک بڑھگئی۔ کہ ایک مرتبہ الحسن کے پرپوتہ کو ثرناطہ کا تخت نشین کیا گیا۔ مگر اوس نے بجائے قناعت کو ایران شاہی پر ترجیح دی۔ بنو سعد کے انحطاط پر جب ملک مین ہر طرف بدامنی پھیل گئی۔ تو اسوقت فلالی خاندان کے موجد والوقت شریف کو جو الحسن سے آٹھویں پشت مین تھا۔ مجبوراً درعہ ویشی کو امارت و ریاست کے ساتھہ بدلنا پڑ گیا۔ اور اس نے ۱۶۳۴ء مین سجل ماسہ پر علیحدہ حکومت قائم کرکے علاقہ کا نام تافیلالت رکھدیا۔

پہلا فلالی امیر ابی حسون سملالی کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ وہ پہلے علاقہ سوس پر قابض ہوکر بعد ازان درعہ اور سجل ماسہ کا بھی مالک ہوگیا۔ مولائے الشریف بن علی اس کا پرانا دوست تھا۔ اور علاقہ سجل ماسہ کے ایک پہاڑی قلعہ تابو عصامت کے لوگون سے اس کی دیرینہ عداوت چلی آتی تھی۔ اپنے علاقہ کی امارت اختیار کرنے پر مولائی الشریف نے باشندگان تابو عصامت کے برخلاف ابی حسون سے مدد مانگی۔ اور ان لوگون نے زاویۃ الدلاسہ کے باشندون سے جو العیاشی کے مریدون مین سے تھے۔ یہ دونون اپنے اپنے دوستون کی مدد کو پہونچ گئے۔ اور ۱۶۴۳ء کا بہت سا حصہ اس خانہ جنگی مین صرف ہوا۔ آخر اہالی قلعہ نے یہ دیکھکر کہ ابی حسون کا مقابلہ مشکل ہے۔ اوس کی منت و خوشامد اور خدمت گذاری شروع کردی۔ اور رفتہ رفتہ اوسے ایسا رام کرلیا کہ وہ انکا طرف دار اور الشریف کا دشمن ہوگیا۔ اور اوسے قید کرکے اپنے قلعہ ارلیغ واقعہ سوس کو لیگیا۔ باپ کی گرفتاری پر محمد بن الشریف نے کاروبار سنبھال لیا۔ اور سب سے اول اپنے حسن قابلیت کے نظیر شجاعت سے کسی اور کی امداد کے بغیر صرف اپنی طاقت سے تنہا بو عصامت کو مقہور کرلیا پھر ۱۶۶۸ء (۱۰۷۹ ہجری) مین بہت سا زر فدیہ بھیجکر باپ کو چھڑا لیا

۱؎ اوس کا نام بھی شریف بن علی ہی تھا۔

الشریف بیٹے کی کارگذاری سے ایسا خوش ہوا کہ زندگی کے باقی تین برس وہ کل نیک و بد بیٹے کے ہاتھ مین رہنے دیکر آپ ایک طرح سے عزلت گزین رہا۔ ایام قید مین ابی حسون نے ایک لونڈی الشریف کی خدمت کے لیئے بھیجدی تھی۔ مولائی رشید اور اسمٰعیل فرزندان الشریف اسی کنیز کے بطن سے بایام نظر بندی پیدا ہوئے۔

دوم فلالی امیر مولائی الشریف کے ۱۰۶۶ھ مطابق ۱۶۵۴ء مین فوت ہوئے پر تمام باشندگان سجلماسہ نے بطیب خاطر محمد بن الشریف کے ہاتھ پر بیعت کی البتہ اسکا چھوٹا بھائی الرشید بیعت مین شامل نہ ہوا۔ اور وطن چھوڑکر شمالی مراکو کو چلا گیا۔

محمد نے باقاعدہ امیر ہونے پر سب سے پہلے ابی حسون پر حملہ کرکے اوسے علاقہ درعہ سے خارج کیا۔ عیاشی کی شہادت پر اس کے مریدون نے سید محمد حاج دلائی کو اپنا سردار بنا لیا تھا۔ جو فاس اور مکناسہ اور تمام ملحقہ علاقہ پر حکمران تھا۔ جب اوسے شریف محمد کی فتوحات کی خبر پہونچی۔ تو وہ اس نئی طاقت کو شکوفہ مین ہی دبا دینے کے لیئے سجل ماسہ پر بڑھ آیا۔ محمد مقابلہ کے لیئے آگے بڑھا۔ اور فریقین مین بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۶۷ھ ہجری بمقام قاعہ سخت لڑائی ہوئی۔ محمد الشریف کو شکست ملی۔ اور دلائی سجل ماسہ تک بڑھتے جاکے کچھ عرصہ وہان قتل و غارت کا بازار خوب گرم رکھا۔ آخر فریقین مین اس شرط پر مصالحت ہوگئی۔ کہ جبل بنی عیاش کا جنوبی علاقہ مولائی محمد کے تصرف مین رہے۔ اور شمالی علاقہ محمد الحاج الدلائی کے پاس۔ اس جنوبی علاقہ مین بھی پانچ دیہات مولائی محمد کی حکومت سے باہر رہ گئے۔ کچھ عرصہ بعد مولائی محمد نے ان مین سے ایک پر حملہ کر دیا۔ جس فریقین مین معاندانہ نامہ و پیام اور باہمی طعن و تشنیع کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہ ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ فاس کے لوگون نے جو الحاج الدلائی کے بھی برائے نام ہی تابع تھے۔ اونکا اصل شعار دہی خانہ جنگی اور خود سری چلا آتا تھا۔ محمد کو فاس کی حکومت قبول کر لینے کی دعوت بھیجدی۔ جو اوسنے فوراً قبول کرکے فاس پہونچکر

اور ۱۶۴۹ء میں اہالی فاس نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر دی مگر اوسے وہاں اوسے زیادہ دن رہنا نصیب نہ ہوا۔ الحاج الدلائی خبر ملنے پر فوج کشی کیلئے آگیا۔ اور بروز سہ شنبہ ۱۰ شعبان ۱۰۵۹ھ ہجری کو محمد شریف کو شکست دیکر بھگا دیا۔ فاس پر پھر دلائیون کا تصرف ہوگیا۔ محمد الحاج اوس کے بعد اوسکا بیٹا احمد ۱۰۶۴ھ ہجری تک اور پھر احمد کا بھائی ۱۰۷۳ھ ہجری تک حکمران رہا۔ اس کے بعد الرشید کے متصرف ہونے تک ابو عبداللہ الدریدی کا دور دورہ رہا۔

محمد الشریف کی غارتگرانہ تاخت و تاراج اور عثمان علی ترکو کی بیظیر شرافت و حمیت اسلامی

فاس و مغرب کی حکومت سے مایوس ہو کر مولائی محمد نے عنان عزیمت صحرا اور شرقی علاقہ کی طرف منعطف کی۔ اور خانہ بدوش عرب و بربر قبایل کو رعایا ملا کر پہلے پر ترکی رعایا قبیلہ بنی یاسن پر۔ پھر مقام وجدہ پر جہان کا ایک فریق ترکون کا طرفدار اور دوسرا انکا بدخواہ تھا۔ بعد ازان ۱۰۶۶ھ ہجری مین ترکون کے محکوم قبایل اولاد ذکری۔ اولاد علی۔ اور بنی سنوس پر اور بالآخر تلمسان کے سرحدی علاقہ پر حملہ آور ہو کر قتل و نہب کا بازار گرم کیا۔ اور نقد و جنس اور مویشی کی مقدار عظیم لوٹ کر اپنے وطن سجلماسہ کو لوٹ گیا۔ تلمسان کی سرحد پر مقام تصوڑی سی ترکی فوج مقیم تھی۔ اس نے باوجود قلت تعداد اور بیگلر بیگ کا بڑی ثابت قدمی سے مقابلہ کیا۔ مگر آخرش شکست یاب ہوئے۔ الجزائر کے گورنر کو جب خبر پہونچی۔ تو اوس نے اپنے علاقہ کی حفاظت کے لیئے ایک جرار لشکر روانہ کیا۔ لیکن محمد اس کے پہونچنے سے پیشتر روانہ ہو چکا تھا۔ علاقہ کے باشندے بغرض پناہ پہاڑون کو بھاگ گئے ہوئے تھے۔ اور خود علاقہ ایسا ویران و برباد ہوگیا ہوا تھا کہ فوج کے لیئے تو درکنار مویشی کے لیئے بھی ایک تنکہ گھاس کا کہین سے نہ مل سکتا تھا۔ جس پر وہ مجبوراً بے نیل مرام الجزائر واپس چلی گئی۔

ترک اگر سبکدل اور زود ختعال ہوتے تو وہ بغرض انتقام فوراً مراکش پر فوجکشی کر دیتے۔ لیکن ان کی دینی حمیت مین محمد الشیخ اور منصور سعدیہ

کے زمانہ کی نسبت کچھ کمی نہ واقع ہوسکی تھی۔ اونہون نے اسد فعہ بھی پہلے بلطف ومدارات دو اسلامی ممالک کو جنگ وجدال کی لازمی بربادی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ فوج کی واپسی پر عثمان پاشا گورنر الجزائر نے مجلس شوریٰ کے ارکان کو جمع کرکے یہ معاملہ اون کے پیش کیا۔ سب کی یہی رائے ہوئی۔ کہ پہلے مولائی محمد کو زبانی فہمائش کی جائے۔ چنانچہ ایک خاص سفارت بحل مآ اس کی طرف بھیجی گئی۔ جو دو مستند عرب علماء و فقہا اور دو مقتدر ترک اعیان پر مشتمل تھے۔ ان کے ہاتھ جو خط بھیجا گیا۔ مولا احمد نے کتاب الا ستقصا بین اوسے بجنسہ درج کیا ہے۔ وہ عربی زبان مین تھا۔ جس مین معمولی القاب وعنوان کے بعد مولائی محمد کو شرم دلائی گئی۔ کہ کیا بے زبان رعایا کو تاخت وتاراج کرنا اور قزاقانہ غارتگری کو شعار دینا اسادات امجاد کی شان سے بہت بعید نہین ہے۔ اور اپنے نانا کی امت کو لوٹنا ان کے لیئے باعث شرم نہین ہے۔ پھر اوسے عثمانیہ سلطنت کی شوکت وحیروت سے آگاہ کیا گیا۔ کہ بیشک تم اور تمہارے عرب رفقا بہت بہادر اور بے نظیر سوار ہین۔ مگر توپ اور بندوق کے سامنے یہ شجاعت کسی کام نہین آسکتی۔ عساکر قاہرہ کا توپخانہ تمہاری کل جمعیت کو چند لحظون مین فنا کرسکتا ہے۔ پس آیندہ ایسی روش اختیار کرو جس سے تمہارے نانا کی روح کو خوشی پہونچے۔ باہم مسلمانون کو خونریزی برپا کرکے اوسے آزردہ کرو۔ یہ خط ۱۵ رجب ۱۰۶۴ھ ہجری کو لکھا گیا۔

محمد نے جب اوسے پڑھا تو اوسکا چہرہ غضب سے سرخ ہوگیا۔ اور قاصد ونپر خوب کڑکا گرجا۔ مگر جب جواب ملا کہ ہم تو صرف پیامبر ہین۔ جو کچھ لکھنا ہو الجزائر کے پاشا کیطرف لکھدو۔ ہم اوسے بھی پہنچا دینگے۔ ہم پر لال پیلا ہونا فضول ہے۔ تو طبیعت مین شرافت کا اصل جوہر تو موجود ہی تھا۔ اس نے اس سرزنش کی معقولیت کو تسلیم کرکے گورنر الجزائر کی طرف خط کا بھرا ہوا خط لکھدیا۔ اس خط کے مطالعہ پر بھی عثمان پاشا اور اس کے اعیان وشاورین کے طبیعت کو بے بس نہ ہونے دیا۔ اور دوبارا اپنے قاصدون کو یہ زبانی پیغام پہونچانے کے لیئے بھیجدیا۔ کہ مآل کار پر اچھی طرح غور کرلو۔

ہم تم سے فقط یہ چاہتے ہین کہ اپنے نانا کی شریعت پر عمل کرو۔ اور اپنی حد سے تجاوز نہ کرو۔ تمہارے نانا نے مسلمانون سے کبھی جنگ نہ کیا۔ نہ عاجز فقرا اور ضعیفون کا مال واسباب لوٹنے کا حکم دیا۔ اگر تجھے جہاد کا شوق ہے تو کفار پر حملہ کر وہ خود تیرے اپنے ملک کے وسط مین موجود ہین۔ اور اگر تجھے آل عثمان کی سلطنت پر غلبہ پانے کی تمنا ہے۔ تو مرد میدان بنکر اس کے مقابلہ پہ نکل جسے خدا دے۔ سو لے۔ ایسا کرنے پر تجھے کوئی مطعون نہین کر سکتا غریب رعایا کو لوٹنا اور خدا کے بیکس بندون مین آتش فتنہ کو مشتعل کرنا اہل بیت کے اخلاق سے بعید ہے۔ تو جانتا ہے کہ تیرا یہ فعل حرام مطلق ہے۔ اور مسلمانون کے کسی فرقہ کا بھی مذہب اس کی اجازت نہین دیتا۔ تیری اس غارتگری سے ہمارے ملک کی تجارت معطل۔ اور رعایا گھرون سے بے گھر ہو گئی ہے۔ اس کا تو خداوند کریم کو کیا جواب دیگا۔ ابن رسول اور یہ افعال! کیا اس سے بڑھکر کوئی شرم کا موقعہ ہو سکتا ہے۔ ہم تمہارے ملک مین ترکی ایسا ہی کرنے اور تمہاری رعایا کو بے خانمان بنا دینے سے عاجز نہین ہین لیکن حالانکہ تمہارے جور وظلم کے جواب مین اگر ہم ایسا کرین تو شرعاً جائز ہے لیکن ہمارے سلطان کی دینی حمیت وغیرت اسے گوارا نہین کر سکتی۔ پس سوچ اور اپنے عندیہ سے ہمین مطلع کر۔"

یہ تقریر سنکر محمد کانپ اوٹھا۔ خدا کا خوف بلاد شریعت غرا کا پاس نصاریٰ اغوا پر غالب آگیا۔ اور اس نے بلا تامل جواب دیا۔ سنجدا مین اپنی اس حرکت پر سخت نادم ہون۔ یہ مجھ سے میرے عرب معاونون کے اغوا سے سرزد ہوئی۔ اور انہون نے مجھے خدا کی نافرمانی کا مرتکب بنایا۔ مین اللہ کے مقدس نام پہ عہد کرتا ہون کہ آج سے بعد تمہارے ملک اور تمہاری رعیت سے کوئی برائی نہ کرونگا۔ مین خدا اور رسول کو اس عہد کا ضامن بناتا ہون۔ اگر مین وادی درعیا تا فنا سے گذر کر کبھی ۔ ۔ ۔ تمہاری لواح مین گیا۔ تو صرف دوست کی حیثیت مین جاؤنگا۔ پھر اس مضمون کا ایک تحریری عہد بھی گورنر الجزائر کیطرف لکھدیا۔ اور سجل و درعہ اور ان کے علاقہ کی حکومت

پر ہی قناعت کر کے بیٹھ گیا۔

بندر طنجہ[1] اسی شریف کے زمانہ میں اخوان رجبان ہشتم شاہ پرتگال نے اپنی بہن کے جہیز میں اپنے بہنوئی چارلس دوم شاہ انگلستان کو دسنہ ۱۰۶۴ھ سنہ ۱۶۵۴ء ہجری کے آغاز میں دیا تھا۔ انگریز اس پر ۲۲ برس متصرف رہے۔ پھر اسے مسلمانوں کے حوالہ کر کے خالی کر گئے۔

مولا رشید ثانی } محمد کا چھوٹا بھائی رشید باپ کی وفات پر شمالی علاقہ کو نکل گیا تھا۔ وہ پہلے کچھ عرصہ ولایوں کے زاویہ میں درویشانہ حیثیت سے مقیم رہا۔ پھر جبل آصر کو چلا گیا۔ اور وہاں سے جا کر کچھ عرصہ فاس جدید میں رہائش گزین رہا۔ جہاں کے امیر عبداللہ دریدی نے اس کی بہت خاطر تواضع کی۔ وہاں سے وہ پہلے تازا کو اور بعد ازاں اطلاف عربوں کے پاس چلا گیا۔ اس سیاحت کے دوران میں جب اوسے معلوم ہوا کہ تازا کے قریب مقام قصبہ میں ایک یہودی ابن مشعل نہایت ہی متمول ہے۔ تو وہ اسی دن سے اس کے زر و دولت کو قابو کرنے کی فکر میں غرق ہو گیا۔ آخر احراز تازی کے ایک درویش معلم شیخ ابی عبداللہ اللواتی کی اجازت سے اس کے طلباء کو لیکر ایک دن یہودی کے مکان پر پہونچ گیا۔ یہودی نے ان سب کو بڑی عزت و احترام کے ساتھ اپنے ہاں اوتارا۔ اور ان کی مہمانداری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اوسے کیا معلوم تھا۔ کہ وہ اپنے جانی دشمنوں کو پناہ دے رہا ہے۔ جب رات ہوئی تو رشید نے طلبا کو لیکر اچانک مکان والوں پر حملہ کر دیا۔ اور یہودی قتل کر کے ابن مشعل کی بے انتہا ثروت پر قبضہ کر لیا۔ اس دولت نے اس کی بادشاہی کی بناء قائم کر دی۔ اس روپیہ سے اس نے مشرقی علاقہ کے عربوں سے ایک جرار لشکر دنوں میں تیار کر کے جہانبانی کا تہیہ کر لیا۔

---

[1] جزیرہ بمبئی بھی اسی تقریب سے انہی دنوں انگلستان کو ملا تھا۔

[2] اسوافتی یادگار میں ابتک ہر سال فاس میں جشن طلبا کے نام سے ایک مجلس منعقد ہوتی ہے

اور سب سے پہلے وجدہ پر قبضہ جا کیا۔ محمد کو سجل ماسہ مین جب یہ اطلاع پہونچی تو اوسے اپنی حکومت کیطرف سے اندیشہ پیدا ہو گیا۔ اور لشکر لیکر بھائی کے مقابلہ پر روانہ ہو گیا۔ فریقین مین بروز جمعہ ۹ محرم ۱۰۷۵ ہجری کو بمقام لبسیط آمنا و مقابلہ ہوا۔ مگر پہلی ہی گولی جو رشید کی فوج سے چلی۔ محمد کی گردن مین بیٹھی اور اسکا کام وہین تمام ہو گیا۔ رشید کو بھائی کی وفات کا سخت قلق ہوا۔ وہ خود تجہیز و تکفین مین شامل ہوا۔ اور اوسے بنی یرتاسن مین لیجا کر اور زمین کی آغوش مین رکھدیا۔

محمد نہایت شجاع اور بلند ہمت تہا۔ کسی انسان کا تو اوسے کبھی خوف محسوس ہوا ہی نہ تہا۔ وہ قوی البنیان اور دراز قامت اور جفاکشی مین بھی بیمثیل تہا۔ اس کے ساتھ ہی سخاوت و فیاضی اور علم کی قدر و منزلت مین بھی کسی ہمعصر سے کم نہ تہا۔ ایک دفعہ اس نے ابا عثمان سعید لمسانی کو مدحیہ قصیدہ کے صلہ مین بیس رطل و خالص سونا عطا کر دیا تہا۔ اس کی وفات پہ اس کا بیٹا محمد الصغیر سجل ماسہ مین باپ کی مسند پہ بیٹھا۔ مگر اوسے جلد یہ جگہ خالی کر دینی پڑی۔

اس فتح سے رشید کا غلغلہ اور بڑہ گیا۔ اور ملاف و بنو یرتاسن وغیرہ کئی اور قبیلے بہی اس کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ رشید ابن اشعل کو قتل کر کے اس کے ایک خورد سال لڑکے کو زندہ اپنے ساتہہ اوٹہا لایا تہا۔ اس معرکہ سے کچہہ عرصہ بعد لڑکے کی مان رشید کی خدمت مین حاضر ہوئی۔ کہ زر فدیہ لیکر بچہ کو چہوڑ دیا جائے۔ اس سے تیز بین رشید تاڑ گیا۔ کہ یہود ن کے پاس ابہی ضرور کوئی بڑا خزانہ موجود ہے۔ اس کا یہ قیاس صحیح ثابت ہوا۔ کیونکہ جب یہودن کو دہمکی دی گئی کہ اپنے خاوند کا مدفونہ نہ بتانے پر لڑکے کو قتل کر دیا جائے گا۔ تو محبت مادری نے بیٹے کے مقابلہ پر دولت کو ہیچ سمجہا۔ وہ اسی وقت رشید کو ہمراہ لیگئی۔ اور کل دفائن بتا دیئے۔ اس مزید موہبت الٰہی اور خزانہ غیب سے رشید کو اپنی فوجی طاقت بڑہانے کا ایک اور زبردست وسیلہ مل گیا۔ فوج کو از سر نو مرتب کر کے اس نے پہلے تازا کو اور پھر

اپنے بھتیجے سے سجل ماسہ کو نو ماہ کے محاصرہ کے بعد فتح کیا۔ اس کے بعد تامی فاس سے اس کے تین چار معرکے ہوئے۔ اور دو تین دفعہ شہر کا اس نے محاصرہ کیا۔ آخر بروز سہ شنبہ شروع ذالحجہ ۱۰۷۲ھ ہجری مطابق ۱۶۶۲ء مین مولای رشید نے اسے حملہ کرکے بزور شمشیر فتح کر لیا۔ اور تین دن تک شہر مین قتل عام جاری رکھا جہان محلہ محلہ کا سردار اپنی ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا جدا قائم کیے ہوئے تھا۔ دو برس بعد رشید نے فاس سے نکل کر زاویہ دلائی پر فوجکشی کی اور اعیاشی کے اس کے اس سکن کو بتاریخ ۸ محرم ۱۰۷۴ھ ہجری مین فتح کرکے تمام دلائیون کو کسی طرح کی بیحرمتی یا بے عزتی کرنے کے بغیر فاس اور تلمسان وغیرہ کیطرف جلا وطن کر دیا۔

ولائیون سے فارغ ہوکر مولا رشید نے اسی سال کی ۲۲ صفر کو چڑھائی کرکے مراکش کو فتح کر لیا۔ اور وہان کے شبانی امیر ابوبکر بن عبدالکریم اور اس کے دیگر لواحقون کو قتل کروا دیا۔ مراکش سے وہ پھر فاس کو لوٹ گیا۔ اور کچھ عرصہ وہان آرام کرکے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیئے سوس و دارالدانت پر فوجکشی کرنے کا ہیتہ شروع کیا۔ اس کے اخراجات کے واسطے اس نے فاس کے تجار سے ۵۲ ہزار مثقال سونا قرض لیا۔ جو دوسرے برس انکو ادا کر دیا۔ اسی سال ۱۰۷۹ھ ہجری مین اس نے رشیدیہ اشرفیان ضرب کرائین۔ اور اسی سال پرتگال نے برائے معاہدہ لزبن مراکشی بندر سبطہ سپانیہ کے حوالہ کر دیا۔ جو آجتک اس پر قابض ہے۔ سن مذکور کی ۱۱ ذیقعدہ کو رشید نے فاس کے باہر دریا سیو پر چار محرابون کا پختہ پل بنانیکا حکم دیا۔ اس پر تعمیر کا کام ۱۵ جمادی الثانی ۱۰۸۰ھ ہجری کو شروع ہوا۔ اور وہ دونون مین باحسن وجوہ مکمل ہوگیا۔ رشید نے اسی برس اپنے چھوٹے بھائی اسمٰعیل کی شادی ایک سعدیہ شہزادی سے کی۔ اور اس تقریب پر ایسی دھوم دھام سے جشن مرتب کیا کہ لوگ دیکھ کر دنگ رہگئے۔ ماہ شوال مین اس نے فاس کے گرد رصیف کی مرمت کرائی۔

رشید فاس واپس آکر خاموش نہ بیٹھا رہتا تھا۔ اس نے اردگرد کے کئی سرکش قبایل کو درست کرنے کا اپنا مصمم فرمان بنایا۔ اور جب تیاریان مکمل ہو

گئیں تو ۱۰۸۱ھ ہجری کے شروع مین سوس پر حملہ کر دیا۔ ابی حسونہ سلاوی ۱۶۷۰ء مین فوت ہو چکا تھا۔ اور اب وہان اس کا بیٹیا ابو عبداللہ محمد حکمران تہا۔ رشید نے سن مذکور کے ابتدائی چند مہینون مین ہی تارودانت اور ایلیغ کو فتح کر کے سوس کے علاقہ کو اپنی مملکت مین شامل کر لیا۔

مراکو مین تانبے کا سکہ اب تک مربع شکل کا رائج تہا۔ اس نے اسے وزن مین نصف کر کے جمادی الثانی ۱۰۸۲ھ ہجری سے گول شکل کا ضرب کرانا شروع کیا۔ وہ اس مہم سے سن مذکور کے ماہ رجب مین فاس واپس گیا۔ اور وہان جا کر غزور پاشا کے مکان مین شراطین کا عالیشان مدرسہ قائم کیا۔ اور ویسا ہی ایک بڑا مدرسہ مراکش مین مسجد شیخ عبداللہ کے سامنے کیا۔

ان فتوحات سے مولائی رشید کی شہرت۔ وناموری چار اکناف عالم مین پہیل گئی۔ حتی کہ طنجہ کے انگریز متصرفین نے اس کا نام نافیلط اعظم رکھدیا۔ اس نے آٹھ برس کی حکومت مین مراکش کی سلطنت کے پراگندہ اجزا کو پھر مجتمع و یک جا کر دیا۔ اس کے اخلاق و اوصاف مین میکنس اور شیخ احمد کے بیانات مین زمین و آسمان کا اختلاف ہے۔ مسٹر میکنس عیسائی مورخ شی نیر کی سند پر اوسے مجسم ظلم وستم اور حرص و طمع کا بے بس غلام بنا کر رکھتے ہین کہ اس کا پہلا فعل آزادی حاصل ہونے پر یہ تہا۔ کہ جس غلام کی مدد سے وہ اپنے بہائی کی قید سے آزاد ہوا تہا۔ اوسے اپنے ہاتہہ سے ہلاک کیا۔ اور اس کے عہد کا آخری واقعہ جو بد عہدی اور عقوبت کا غیر منقطع سلسلہ تہا۔ یہ تہا کہ اس نے روسیہ اور دفینے بتانے کے لیے چند بکیس عورتون کو اپنے سامنے چہڑایا۔ پھر ان کی چھاتیون کو صندوقون کے نیچے دبا کر خود انکے اوپر بیٹہنا پسند کیا۔ ان مظالم کی پاداش مین خداوند کریم نے اوسے بہی ایک عبرت بخش موت سے مارا۔ مراکش کے باغ اگوال مین وہ گہوڑے پر سوار جا رہا تہا کہ بحالت خمار اس نے گہوڑے کو اندہا دہند ایڑ لگا دی۔ جسپر وہ اوسے ایک درخت کیطرف لے بہاگا۔ اس درخت کے دو شاخہ مین رشید کا گلا پہنس گیا۔ اور وہین اوس کا دم نکل گیا۔ یہ واقعہ ۱۶۷۲ء کا ہے۔

مولانا احمد اس کے برعکس رشید کو نہایت نیک مزاج - رعیت پرور اور فیاض
سخی اور اس کا عہد رعایا کے لیے نہایت سعید و مبارک بتاتے ہیں۔ اس کی
تصدیق میں وہ کئی روائتیں لکھتے ہیں۔ از انجملہ چند ایک یہ ہیں:۔ جس دن
اہالی فاس نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس روز قیمتی گیہوں قفت گندم کا نرخ
پانچ اوقیہ مد تھا۔ شام کو نصف اوقیہ فی مد ہو گیا جس ارزانی کو رعایا نے
کمال مبارک فال گون سمجھا۔ ایک دفعہ رشید نے بقول مؤلف صاحب الجیش اپنے
پاس سخت کے ایک عالم کو کہلا بھیجا۔ کہ علم نہیں کسی کے پاس جاتا۔ بلکہ اس کے
پاس آیا کرتے ہیں۔ رشید نے بالکل برا نہ مانا۔ اور مہینوں تک خود اس عالم
کے مکان پر جاتا رہا۔ اسی طرح عرصہ تک وہ جامع قرویئین کے امام شیخ
یوسی کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ سماعت کا یہ حال تھا کہ ایک طالبعلم اسکی
فیاضی کا چرچا سن کر الجزائر سے اس کے پاس پہونچا۔ اور یہ دو مدحیہ
ہدیۃً پیش کیے:۔

فاض بحر الفرات فی کل قطر من ندی راحتیک غدرا فراتا
غرق الناس نیۃ التمس الفقر خلاصا فلم یجدہ فماتا

رشید نے اسے فوراً اٹھائی ہزار اشرفیاں عطا کر دیں۔ اس کے
عہد میں رعیت بڑے امن چین سے رہی۔ اور کوئی مصیبت ارضی یا سماوی
اس پر وارد نہ ہوئی"۔ اس کی موت کا قصہ شیخ موصوف اس طرح لکھتے
ہیں۔ رشید مراکش میں تھا۔ کہ ۱۰۷۱ھ ہجری کی عید الضحیٰ کے دوسرے دن
وہ گھوڑے پر باغ مسرت کی سیر کو گیا۔ وہاں لگام اس کے ہاتھ سے چھوٹ
گئی۔ اور گھوڑا بے قابو ہو کر ادھر ادھر دوڑا۔ اس حالت میں ایک درخت
ببول کی شاخ اس کے سر میں اور بقول بعض اس کے کان میں گھس گئی
اور وہ ۴۲ برس کی جوان عمر میں اس دار ناپائیدار سے رخصت ہو گیا
معلائی اسمٰعیل کہ الرشید کی وفات پر اس کا بھائی اسمٰعیل جو ۲۶ سال نوجوان
تھا۔ امیر المومنین المظفر باللہ ابی النصر کے خطاب و القاب کے ساتھ مالک
تاج و تخت ہوا۔ یہ حیرت انگیز لیاقت و قابلیت کا شخص ۵۵ سال کے

زمانہ دراز تک فرمانروا رہا جس کے دوران مین سلطنت مراکو کو بے انتہا دولت و ثروت حاصل ہو گئی۔ لیکن وہ عہد صرف اسی کے لیئے خاص غور کے قابل نہیں بلکہ بالخصوص ان خارجیہ تعلقات کے لحاظ سے جو اس بے انتہا تمول کا باعث ہوے۔ اس کے عہد مین اہالی یورپ کو مراکشی دربار کے حالات و رسوم کے بالمشافہ معاینہ و تجربہ کا ایسا عمدہ موقعہ ملا۔ کہ ایسا نہ کسی پہلے عہد مین انکو حاصل ہوا۔ اور نہ کسی سلطان مابعد کے عہد مین اسی لیئے مسٹر مکینس نے اس کے عہد کو مشرقی فرمانروا ؤن کی طرز جہانبانی اور اصول سیاست کا ایک معقول نمونہ و مظہر قرار دیکر اس کے حالات نسبتاً زیادہ شرح و بسط سے تحریر کئے ہین۔

سلطان اسمٰعیل کے حالات مسلمان مورخین کے علاوہ کئی عیسائی نویسندون نے یہ تحریر کئے ہین۔ ان دونون اقسام کے مورخون کی تالیفات مین اگرچہ تقریباً یکسان ہی بیان کئے گئے ہین۔ لیکن ان سے نتایج نکالنے اور رائے قایم کرنے وقت ہر ایک فریق نے ایک دوسرے سے ایسا مقتضاد انداز اختیار کیا ہے جسے دیکھکر تعجب آتا ہے۔ اور بیساختہ یہ محسوس ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت انسان کا دماغ بھی خداوند کریم نے کسی نہایت ہی عجیب و غریب مصالح سے تیار کیا ہے۔ کہ ایک ہی شخص کو اس کے بعض ہم جنس شیطان مجسم اور دیگر بعض ہم جنس انہی واقعات اور حالات کی بناء پر اسکو فرشتہ منش بتا رہے ہین۔ بہرکیف اس مین کلام نہین۔ کہ اگر مسلمان مورخین نے اسمٰعیل کی تعریف مین کسیقدر مبالغہ کرکے اس کی بعض کمزوریون کو نظر انداز کر دیے ہین اس کی کچھ طرفداری کی ہے۔ تو عیسائی مورخون نے مذہبی و قومی تعصب سے اندھا ہوکر اس کی کل خوبیون کو پس پشت ڈال دینے اور اس کی کمزوریون ہی کو ہر روز پیش نظر رکھنے سے اپنے مسلمان معاصرین کی جنبہ داری کا نہایت نامعقول حد تک بدلہ لینے کی کوشش کی ہے۔ ان مسیحی مورخون نے اسمٰعیل کے حالات قلم بند کرتے ہوئے اس امر کو تو کسیر بھلا دیا ہے۔ کہ کسی فرمانروا کے اعمال و افعال کو اس زمانہ کے تمدن کے معیار

سے جانچنا اور پرکھنا۔ اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا دیگر سلاطین کا عام برتاؤ۔ اور دستور العمل کیا تھا۔ اور زمانہ کا رنگ ڈھنگ کیا تھا۔ مسٹر مکینس نے اس معاملہ میں زیادہ تر ایک مؤلف فرائیض کو مدنظر رکھ کر دونوں فریق کے بیانات پیش کر دیئے ہیں تاہم انصافاً یہ کہدینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جہاں کہیں اس نے اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ وہ بالکل متعصبانہ ہی نہیں۔ نہ اس نے مندرجہ بالا صفحوں کو اسمٰعیل کے متعلق قطعاً نظر انداز ہونے دیا ہے۔ بنا بریں میں اسی کی تحریر کو پیش نظر رکھ کر مولانا احمد کی کتاب سے صرف حسب ضرورت کہیں کہیں مزید توضیح و تشریح یا ان واقعات کو قلم بند کرنے کے لیئے جنہیں مسٹر مکینس چھوڑ گئے ہیں۔ امداد لینے پر کفایت کرونگا۔

مولائی اسمٰعیل اگرچہ چوتھا فلالی حکمران تھا۔ مگر جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے۔ تہا پہلے فلالی شریف امیر مولائی الشریف کا بیٹا۔ اسے چند برس اپنے بھائی محرز کے بیٹے احمد سے جو مراکش میں باغی ہو گیا تھا۔ مشغول پیکار رہنا پڑا۔ اس سے فارغ ہو کر اس نے مکنا سا کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ جہاں بڑے بھائی رشید کے عہد میں وہ بحیثیت گورنر مقیم تھا۔ اور اگر اس مقام سے ایک خاص انس ہو گیا تھا۔

اس امر کے اعلان کے ساتھ اس نے اپنے رقیب کے لشکر کے مقتولین کے دسہزار سر مراکش اور فاس کے دروازوں پر چنے جانے کے لیئے روانہ کیئے اور اسیران جنگ کو گیہوں کے رسوں سے باہم بند ہو کر پل کا کام دینے کے لیئے ایک دریا پر لٹوا دیا۔ اور پھر اپنے لشکر کو اس پل کے راستہ سے گذار مکنا سا کو برباد کرنے نے ظہور اسلام سے پہلے آباد کیا تھا۔ چھٹی صدی ہجری میں موحدین نے سات برس کے محاصرہ کے بعد فتح کر کے پرانے شہر کو ویران کر دیا۔ اور اس کے متصل جدید مکنا سا بنام تاکردات تعمیر کیا۔ پھر بنی مرین نے اس شہر کی زیب و زینت بڑھانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ عالیشان محل۔ مدارس۔ حمام۔ مساجد اور خانقاہیں تعمیر کیں۔ اور اسے مملکت کا خوبصورت ترین شہر بنا دیا۔ یہ شہر آب و ہوا کی عمدگی کے لیئے قدیم الایام سے مشہور

چلا آتا ہے۔ چنانچہ وہان کا ایک شاعر ابن عبدون اپنے شہر کی آب و ہوا کی تر
و لطافت کی تعریف مین لکھتا ہے۔

ان تفتخر فاس بما فی طیہا ۔ وبا نہا فی زیہا حسنا
یکفیک من کنفا سا رجاوہا ۔ والاطیبان ہواؤہا والماء

اسمٰعیل نے تخت نشینی کے زمانہ مین ہی وہان مین نئے محل تعمیر کرائے تھے۔ اب
کل مملکت کا دارالخلافہ بنانے پر جدید عالیشان عمارت و مساجد سے اس
کی شکل ہی بدل دی۔

انسانی جسمون سے بل کا کام لینے اور مقتولین کے سرون کو دیوارون قدیم
دارالخلافون مین پہونچنے کی واقعہ کا ذکر کرکے مسٹر مکنس کہتا ہے "اس طرح
اس مہیب عہد کے مظالم و مہایب کا سلسلہ شروع ہو گیا" پھر ایک عیسائی
مسٹر پلیو کی کتاب سے اخذ کرکے اسمٰعیل کا کیریکٹر ان الفاظ مین بیان کرتا ہے۔
اس شہوت پرست۔ عیش پسند۔ طامع و حریص غصہ ور خونخوار۔ اور ظالم سے بڑھکر
ستم شعار نے اپنی رعایا کی طبعی وحشت اور فطری شورہ پشتی کو یہ ثابت کر دینے
سے کہ وہ ان سے بھی زیادہ خونخوار اور درندہ صفت ہے۔ مغلوب اور رام
کر لیا"۔ یہ رائے ظاہر کرنیوالا مکنس تیس برس تک اسمٰعیل کا پہلے غلام اور
پھر ملازم رہا تھا۔ مولائی اسمٰعیل کے بعد اب تک آٹھ سلطان مراکو پر حکمران
ہو چکے ہین۔ مگر ان مین سے کسی کو اپنی قوم کے دلون مین اپنی یادگار بڑائی یا
بھلائی سے چھوڑ جانے کی عزت حاصل نہین ہوئی۔ اسمٰعیل ہی ایسا اب تک
آخری مغربی فرمانروا رہے۔ جو اپنی حکومت کا امٹ نشان سرزمین مغرب
مین چھوڑ گیا۔ اس معاندانہ ریمارک کے بعد مسٹر مکنس کی رائے پر یکبارگی
جس انصاف غالب آجاتی ہے۔ اور وہ فوراً ایزاد کرتا ہے "تاہم اسمٰعیل نے
کیرکٹر مین ایک جزو ایسی موجود رہے۔ جو بیساختہ تعریف کرائے بغیر نہین رہتی
اس کی خونخواری وسفاکی طبعی نہ تھی۔ بلکہ اس زمانہ کے حالات کا نتیجہ تھی جس
مین وہ گذرا۔ وہ اپنے معاصرین سے بدتر نہ تھا۔ بلکہ صرف زیادہ قوی اور
زبردست اپنے ظالمانہ رویہ اور قتل ہائے عامہ کے باوصف اس نے اپنے

اقتدار کی تمام ملک مین ایسی دہاک بٹھادی تہی۔ کہ جان و مال جیسے اس کے عہد مین محفوظ تہے پہلے یا بعد کبھی نہین رہے۔ مسٹر جارڈین ایک انگریز سیاح ۱۷۷۱ء مین اس کے عہد مین محفوظ اس اتفاق حسنت و بے رحم سفاک کے عہد مین ملک ایسا سرسبز ہوا۔ کہ رحم دل اور تاجر منش مگر حریص محمد کے عہد مین اس کا عشر عشیر بہی اوسے میسر نہی نصیب ہوئی تہی۔" یفرانی کا بیان ہے:۔ تمام ملک مین اس کے عہد مین جو وفرت و ارزانی اور امن و سکون پایا جاتا تہا۔ انسان اُسے بآسانی قیاس نہین کرسکتا۔" ازیادتی اس کی عقلمندی اور مآل اندیشی کے ثبوت مین اس واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔ کہ بنی اور اسین کے سرکش قبیلہ کو مغلوب کرنے کے بعد اس نے معدوم یا منتشر نہ کیا۔ بلکہ صرف اسلحہ اور گہوڑے لے لینے پر کفائت کرکے اونکو امن پسند رعایا بنانے کے لیئے اس شرط پر ساٹہہ ہزار ہیڑین خریدین کہ دو اور بچے انکے۔ اور ان سلطان کی ہوگی۔ نوی چہارد ہم والیئے فرانس کیطرف خطوط وہ بہیجا کرتا۔ اس مین اپنے نیئن گیارہ بادشاہین کا فاتح کہا کرتا تہا۔ کرنیل سکاٹ ۱۸۲۱ء مین اپنی کتاب مین اس فرمانروا کے تعلق باشندگان ملک کی روایت و سند پر لکہتا ہے کہ اسمٰعیل کامراکشی سلاطین اور بادشاہون کی نسبت نہایت روشن خیال اور بیدار مغز سلطان گذرا ہے۔ جس کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ مین نے ملک مین جسقدر تعمیرات رفاہ عام کی قسم کی دیکہین۔ وہ سب کی سب اوسی کے عہد کی تیار شدہ بتائی گئین۔" الغرض بقول مسٹر میکنس خواہ وہ خود کیسا ہی سنگدل اور سفاک تہا۔ لیکن یہ بڑا وصف رکہتا تہا۔ کہ اپنی قلمرو کے اندر کسی اور ظالم کی موجودگی کو برداشت نہ کرسکتا تہا۔ ظلم و ستم کا وہ تنہا اجارہ دار رہنے کا عزم بالجزم کرچکا تہا۔ اس کے عہد مین بقول مؤلف ترجمۃ الہادی رباط و مکناسا اور مراکش و فاس کی سڑکین و زرات مسافرون سے معمور رہتی تہین۔ اور اکیلی عورتین سرحد تلمسان سے وادنول تک سونا اُچہالتی چلی جاتی تہی۔ کسی کو معترض ہونے کا یارا نہ پڑتا تہا۔

اس ہیبت و رعب خداداد کے باوجود کہ تمام مملکت مین ایک شخص

بھی ایسا نہ تھا۔ جو اسکا نام سُنکر کانپ نہ جاتا ہو۔ خود ملک مین اس کے عہد مین یا اس کے بعد ایک بھی ایسا شخص نہین پایا گیا۔ جس نے اوسے سفاک یا ظالم سمجھا ہو۔ بلکہ ہر ایک مراکشی کی اس کی نسبت یہی رائے ہے۔ کہ وہ بڑا دیندار اور متقی سلطان تھا۔ اس کے موالی موالی تو اوسے فی الحقیقت کمال متشرع سلطان سمجھنے لگ گئے تھے۔ اور سلطانی منصب کے علاوہ اس کے زہد و اتقا اور تشرع کیوجہ سے بھی اس کا دل سے ادب کرتے تھے۔ وہ پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کرتا چنانچہ جہان کہین اسکا چند دنون کے لیئے بھی قیام ہوتا۔ وہان فوراً ایک جامع مسجد تیار کرا دیتا۔ اور ہر نماز وہان جاکر پڑہتا۔ بطور قاعدہ کلیہ قرآن کریم کا ایک نسخہ ہر وقت سفر و حضر مین اپنے ساتھہ رکھتا۔ جن اشخاص کو اس نے قتل کرایا۔ اُن مین سے اکثر جمعہ کے دن قتل کرائے گئے۔ یہ اس امر کے اظہار مین کیا جاتا۔ کہ اسمٰعیل اپنے منشا سے ان لوگون کو قتل نہین کرا رہا۔ بلکہ کسی برتر و فائق طاقت کے حکم و ایما سے اور احکام شریعت کی پابندی مین چنانچہ خود مقتولین مین سے اکثر کو یہ یقین اعتقاد ہوتا تھا۔ کہ سُلطان کے حکم سے قتل ہونا دخول جنت اور مغفرت کا یقینی ذریعہ ہے۔ بعض کی نسبت وہ خود بھی ان کی ہلاکت کے بعد یہ کہدیا کرتا۔ کہ وہ بخشے گئے ہین۔ اسے اسمٰعیل کا تصنع سمجھو۔ یا فی الحقیقت کسی قدر محذوب ہونیکی شہادت۔ بعض اوقات وہ ایسے شخص کی نسبت جسے اس نے کل قتل کرا دیا ہوتا۔ درباریون سے دریافت کرتا۔ کہ وہ کہان ہے یہ لوگ اپنے ہم مشربون کے مسلمہ آداب و رسم کے مشابق دروغ نورستی پر ترجیح دیکر جواب دیتے۔ وہ مرگیا۔ اور پھر جب وہ پوچھتا کس طرح فوت ہوا۔ تو اسمٰعیل کی طرح خود بھی باعث موت سے کامل لاعلمی ظاہر کرتے۔ اسمٰعیل کی فراموشی و لاعلمی گو اکثر کے خیال مین بناوٹی ہو۔ لیکن سب ظاہر ہی کرتے تھے۔ کہ اوسے فی الحقیقت قتل کا واقعہ فراموش ہو گیا ہے۔ کیونکہ جب اس نے قتل کا حکم دیا تھا۔ اسوقت اسپر ایک خاص وجدانی حالت طاری تھی۔ اور اس حالت مین اس نے احکام الٰہی کی تعمیل کی تھی۔ اس کے حکم سے ہلاک کئے گئے۔ اشخاص کی لاشین اس کی اجازت کے بغیر نہ اُٹھائی جاسکتین۔ چنانچہ بعض

اوقات وہ بوجھ ڑ دینے کے وقت تک محل کے قریب پڑی رہتیں۔ لیکن سن ۱۷۲۷ء میں اگر کسی یورپین نے اسمٰعیل کو مطعون کرنے کی جرأت کی تو اوسے سخت شرمندہ ہونا پڑے گا۔ کیونکہ یورپ کے مہذب ترین ملک انگلستان میں بھی ایذا دینا قانوناً ممنوع تھا۔ اور سرکاری حکم سے قتل کیے گئے۔ اشخاص کی لاشیں لندن کے حلہ نیوگیٹ کے جیلخانہ کے احاطہ سے بلا اجازت نہیں اوٹھائی جاسکتی تھیں مسٹر اڈورڈ ٹاپ جیل خانہ نیوگیٹ کے اس زمانہ اور خاصکر ۱۷۶۲ء کے حالات نہایت شرح و بسط سے تحریر کئے ہیں۔ جو معترضین کی تشفی کرنے کے لیے کافی سے بڑھکر ہیں۔

بقول یورپین مورخ بسناٹ اسمٰعیل خود اپنے ہاتھ خون کرنے کا بھی ایسا شائق تھا کہ وہ نئی تلوار یا نیزہ کی دھار کو آزمانے کے لیے قریب ترین کھڑی ہوئے غلام کا سر اڑا دینا معمولی بات سمجھتا تھا۔ ایک دوسرے یورپین مصنف تومسی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک فرنچ سفیر کے سامنے اس نے کئی غلاموں کو بعوض تفریحاً قتل کر دیا۔ اور جب سفیر نے اس حرکت پر اعتراض کیا۔ تو جواب دیا۔ "تمہارا بادشاہ لوئی آدھیوں پر حکومت کرتا ہے۔ اور میں وحشیوں پر کر رہا ہوں"۔ اس کے بازو قتل کرنے کی تکان سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک جلاد ہر وقت اس کے پہلو پر کھڑا رہتا۔ جسکو حکم تھا۔ کہ جونہی سلطان کسی شخص کیطرف اپنی ٹھوری کو سکڑائے۔ اس کا سر فوراً قلم کر دے۔ شاہی کی گردش سے یہ مراد ہوتی کہ مقتوب کو گلا گھونٹکر مارا جائے۔ مرحوم شاہی کی جو عورتیں زیر عتاب ہوجاتیں انکو بھی گلا گھونٹکر ہلاک کرایا جاتا۔ بعض اوقات ایک ایک دن میں تیس تیس بیگمات کو زندگی کے بارگران سے مخلصی دلائی جاتی۔ عیسائی مورخ سنٹ اولون اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۱ میں لکھتا ہے کہ عام روایت کے مطابق اسمٰعیل نے اپنے عہد کے فقط پہلے بیس برسوں میں بیس ہزار سے زیادہ آدمی خود اپنے ہاتھ سے دوسرے جہان کو پہنچائے۔ اس کی ایک بڑی مرغوب تفریح یہ تھا کہ اور ملازموں کو نیزہ سے چھید نا بھی تھا۔ دو نیزے ہر وقت باوس کے دونوں طرف موجود رہتے۔ بندوق کا جو اس زمانہ تو نئے

وارد ہوتی تھی۔ ابھی اس قدر رواج نہ ہوا تھا۔ کہ قدیم اسلحہ بالکل متروک الاستعمال ہو جاتے۔ فلپس کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ اس نے اسمٰعیل کو ایک وقت میں بعد دیگرے ۲ حبشی غلاموں کو نیزے سے چھیدتے دیکھا اسمٰعیل کو اکثر ایسے مخالفوں سے معرکہ آرا ہونا پڑا۔ جن کے پاس آتشبار اسلحہ بالکل نہ تھے۔ صرف نیزہ و تلوار اور تیر کمان یا گوپھن رکھتے تھے قتل و ہلاکت کی چند نسبتاً نرم صورتیں ہی مستعمل تھیں۔ مگر یہ صرف بظاہر نرم تھیں معتوب کو درحقیقت ان سے سخت عقوبت و ایذا پہنچا کرتی تھی۔ ان صورتوں میں سے ایک اچھالنے اور پٹخنے کی تھی۔ اس سزا کی مسٹر ونڈس نے جو انگریزی سفیر بحری کپتان سٹوارٹ کے ہمراہ ۱۷۱۰ء میں مراکو گیا تھا۔ اپنے سفرنامہ میں اس طرح توضیح کی ہے۔ جس شخص کو یہ سزا دینے جانیکا حکم ملتا۔ اس کو تین یا چار قوی ہیکل حبشی اٹیرین سے پکڑ کر پوری طاقت سے اوپر کو اچھالتے اور پھر ساتھ ہی چکر دیکر اوسے سر کے بل زمین پر پٹخ دیتے۔ اس کام میں یہ حبشی ایسے ماہر ہوتے تھے۔ کہ اچھالتے وقت معتوب کی گردن کو توڑ دیتا یا کمر کند ہے کر جھٹکا دیتا۔ یا صرف خفیف سا صدمہ پہونچا کر زمین پر ٹپکنا ان کے اختیار میں ہوتا تھا۔ چنانچہ بعض وقت معتوب کو فقط چند زخم دیکر اتین۔ اور سب طرح سے وہ صحیح سالم رہتا۔ ایسی حالت میں اس پر واجب ہوتا کہ جب تک سلطان موجود رہے۔ بے حس و حرکت پڑا رہے۔ اگر وہ ذرا سا بھی کسی عضو کو ہلا دیتا۔ تو دوبارا اٹھنے جانیکا فوراً حکم صادر ہو جاتا۔ اسمٰعیل کے بیٹے زیدان کی عمر ابھی سات برس کی تھی جبکہ اوسے اول اول اپنے ہاتھ سے غلام کو قتل کرنے کی اجازت دی گئی۔ دوسری قسم کی عام مشعل عقوبتیں سولی دیا جانا۔ یا آرہ سے چرانا تھیں۔ آخر الذکر سزا ایک شخص کو انگریزی سفیر سٹوارٹ کے روبرو محض اس قصور پر دیگئی۔ کہ جبل طارق میں ایک شخص کے قرضہ کا ضامن ہونیکی وجہ سے روک لیے جانے کے دوران میں وہ یورپین مرد و زن اور عورتوں کا بڑا آخاگر اور مداح ہو گیا تھا۔ اس الزام کی کوئی تحقیقات نہ کی گئی۔ اور بلا تفتیش و

عورا اس کے جسم کو دو تختون مین رکھوا کر سر سے پاؤن تک چروا کر دو ٹکڑے کروا دیا گیا۔ بعض بدنصیب زندہ جلوا دیئے جاتے۔ یا حجر کی دم سے بندھوا کر تا وقتیکہ ہلاک نہ ہو جائین شہر کے بازارون مین گھسیٹے جاتے۔ ایک مرتبہ یہی سزا ایک سلطانی بلی کو دی گئی۔ اسمٰعیل کے پاس چالیس بلیان تھین۔ جن مین سے ہر ایک کے جدا جدا نام تھے۔ اور بکری کے گوشت پر پرورش پاتی تھین ایک شامت کی ماری نے ایک دفعہ ایک پالتو خرگوش کو پکڑ لیا۔ اس جرم مین پہلے اوسے حجر کی دم سے بندھوا کر شہر مین پھرایا گیا۔ اور پھر سر قلم زن کرا دیا گیا۔ ایک مرتبہ ایک زندہ عورت کے جسم سے گوشت اتروا کر سلطانی کتون کو کھلایا گیا۔ ایک دفعہ ایک وزیر پر الزام ثابت ہوا کہ اس نے کسی پر ظلم کیا ہے اسمٰعیل نے پہلے پستول چلا کر اس کے بازو کو توڑا۔ پھر بیل کے کچے چمڑے مین سلوا کر تمام لشکر مین بطریق مندرجہ بالا پھرایا۔ اسمٰعیل کے شاہی رمنہ کے چڑیا خانہ مین ببر شیر چیتے۔ ریچھ۔ بھیڑیئے اور شتر مرغ رکھے ہوئے تھے۔ ان ببر شیرون کو کئی دفعہ غلام کہلائے گئے۔ عیسائی مورخ سیران ڈی لانوریکتاسے۔ ایک دن پورے ساٹھ غلامون کو شیرون سے بلا اسلحہ لڑانے کا حکم دیا گیا۔ انکار کرنے والون کے لیئے زندہ جلا دیئے جانے کی سزا مقرر کی گئی۔ اور اسطرح ساٹھون کے ساٹھہ ایک نہ ایک بلا کے شکار ہوگئے مکناسا کی جدید پختہ چار دیواری پر کام کرنے والے مزدورون مین اگر کوئی سست یا کاہل پایا جاتا۔ تو اوسے فوراً کنگرہ فصیل سے قعر خندق مین گرا دیا جاتا۔ یا دیوار کے خلا مین بھر کر ملبہ کے ساتھہ کوٹ دیا جاتا۔ اسمٰعیل کے ایک بیٹے سیدی محمد کو بغاوت کے سزا مین اُبلتے ہوئے تیل کے کڑاہ مین پھینکے دینے کا حکم ہوا۔ مگر جب وہ پھینکا جانے لگا۔ تو الفت پدری غالب آگئی۔ اور یہ پہلی سزا ایک ہاتھہ اور ایک پاؤن کے کاٹ دینے سے بدل دی گئی۔ ایک اور بیٹے زیدان کو اسی جرم کی پاداش مین اسطرح سے مروایا۔ کہ چند عورتین جب تک اسکا دم نہ نکل گیا۔ اس کی چھاتی پر چڑھی رہین مگر حاشیہ یہ ہے کہ اس سفاک باپ نے بعد ازان دونون بیٹون کے قاتلون کو

مقبرے بنائے۔ جو اب تک مکناسا میں موجود ہیں۔ اسمٰعیل کا ایک اور بیٹا
یا پوتا باغی ہو جانے پر شکست کھانے کے بعد پہلے ہسپانیہ کو اور پھر فرانس
بھاگ گیا۔ جہاں ۶ نومبر ۱۷۰۹ء کو وہ لوئی کے سامنے حاضر ہوا۔ اور پیری
ڈی جینس کا نام اختیار کر کے عیسائی ہو گیا۔ اس کے متعلق حالات پندرھویں
فصل میں درج ہیں۔ ایک بیگم پر شبہ ہو جانے پر اسمٰعیل نے اس کے جسم میں
... بھالت زندگی بارود بھر وا کر اوسے آگ لگوا دی۔ اسی طرح ایک یورپین
غلام کے منہ ناک اور کان وغیرہ ہی میں بارود بھر وا کر اُسے آگ دکھا دی۔
ان واقعات کو مسلمان مورخوں نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔...
لیکن اس سے انکا بالکل غلط ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا۔ اسمٰعیل کے
یورپین اسیران جنگ موٹی۔ فلپس۔ بروکس وغیرہ کے علاوہ یورپین سفراء
سینٹ امانٹ۔ ڈی لاکراکس اور سینٹ اولان۔ اور پادریان ڈی المرسی
جو یا ڈی لانے۔ سان جوان۔ ڈی ال پوارٹو۔ بناٹ اور ٹریسے نے ان مظالم
کی پوست کندہ تشریح کی ہے۔ اتنے رکنوں کی چشم دید شہادت ان واقعات
کی درستی کی کافی سند ہے۔ پس اسمٰعیل کی ذات میں صرف یہی پیش کیا جا سکتا
ہے کہ اس زمانہ کا رنگ ڈھنگ ہی ایسا تھا۔ وہ اکیلا سفاک نہ تھا۔ مہذب
یورپ کے بادشاہوں۔ پوپوں اور امراء کا بھی یہی بلکہ اس سے بدتر وطیرہ
تھا۔ جن میں سے اکثر خوبی ایک بھی نہ رکھتے تھے۔ مگر برعکس ان کے اسمٰعیل اگر
ظالم تھا تو اس ایک برائی کے بالمقابل اس میں خوبیاں بھی بہت سی تھیں۔
اسمٰعیل کی خوبیاں چنانچہ اسی مسٹر مکلینس کو جس نے اسمٰعیل کو مجسم ظلم و ستم ثابت
کرنے کے لیے کسی یورپین معاند مورخ کی تحریر کو نظر انداز نہیں ہونے دیا۔
اس تمام توضیح و تشریح کے بعد تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اسمٰعیل کی [illegible]
ہمیشہ اسی ڈھنگ پر نہ رہتا تھا۔ بعض اوقات یہی نہیں کہ [illegible]
پر غالب آجاتی۔ بلکہ وہ اپنی حرکات پر نادم اور [illegible]
ہسپانوی نے ایک دفعہ بہ نیت قتل اوسپر حملہ کیا۔ ایسے [illegible]
ہلاکت تھی۔ لیکن اسمٰعیل نے اسکا گناہ معاف کر دیا۔ اور پھر اس کے مسلمان ہو

جانے پر اوسکو فوج میں تائید مقرر کر دیا۔ اریاحی سوا اسمٰعیل سے اپنے کی
بہائی سے کیا۔ جو باغی ہو گیا تھا۔ عام روایت ہے کہ اسمٰعیل کو مہربانی سے
کر دیکا تھا ذریعہ اس کے ہم سے ٹوٹ گیا اور بایں کا فیصلہ
معتوب ہو کر ہلاکت سے بچ رہتے تھے۔ اور کوہ عموماً پہلے سے زیادہ
حال اور مقتدر بنا دیتا تھا۔ ایک دفعہ غیرہ کی ادنیٰ طرف سے اس کے ہاتھ سے
اسکا ایک منظور نظر درباری ہلاک ہو گیا۔ اسمٰعیل نے بار بار اوسے
کہ میرے ہاتھ سے تم کو کبھی گزند نہ پہونچے گا۔ اس واقعہ کے بعد اسمٰعیل کو بارہا
اپنے باغات میں تنہا ٹہلتے وقت اس درباری کا تمام پیتے اور اوسے
بلاتے ہوئے گیا۔ روایت ہے کہ جس شخص کو اس طرح پر دیکھتا وہ اسی
رات اوسے خواب میں خدا سے دونوں میں انصاف
آیا۔ اس سے اسمٰعیل ایسا متاثر ہوا کہ اس نے
کا خون گرا تھا۔ منگوا کر بطور سزا اپنے تمام جسم پر ملی اور اس حرکت پر
نہایت نادم اور متاسف ہوا۔

اسمٰعیل کی فاداری اور جان نثاری سے خدمت کرنے والوں کی دل سے
قدر کرتا تھا۔ اور یہ اس امر کی کافی شہادت ہے۔ وہ بالطبع ظالم نہ تھا
جو بالعموم ناحق شناس اور ناقدردان ہوتے ہیں۔ اسمٰعیل پر
صوبہ برگنڈی کے رہنے والے ایک عیسائی غلام
صداقت اور تسلیم الطبعی کی طبعی
رہا۔ اسمٰعیل کو انہی اوصاف کی وجہ سے
تھی کہ اس نے حلف اوٹھالی ہوئی تھی کہ جب کبھی جو آن سامنے آئے اوسے کوئی
نہ کوئی انعام عطا کئے بغیر واپس نہیں جانے دیگا۔ اس عہد کو اسمٰعیل نے
علی وجہ الکمال پورا کیا۔ اور یہاں تک نباہا کہ اگر جو آن نے کسی عیسائی کی
جس کے لیے حکم موت صادر ہو چکا ہو۔ جان بخشی کے واسطے بھی التجا کی۔ تو
اوسے مترونکہ مورخین کا بیان ہے کہ جس امیر کو سلطان زندہ نہ چھوڑنے
کا مصمم ارادہ کر چکا ہوتا۔ تو اوس کے حاضر ہونے کے وقت محل کے چھاٹک کو

بند کر دیئے جانیکا حکم دیدیتا۔ کہ کہین جوان ۲۰ معاملہ کی خبر سُنکر نہ آپہونچے اور اسیر کی جان بخشی کی استدعا نہ کرے۔ عیسائی مورخ ڈی ال پورٹو جوان کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ مسلمان ہوگیا تہا۔ اور اسمٰعیل نے اسکو شاہی کارخانہ پارچہ بافی کا مہتمم کر دیا ہوا تھا۔ مگر موت کے قریب وہ اسلام سے مرتد ہوگیا اور اسی مریضانہ حالت مین گھر سے باہر نکل کر اپنی عیسائیت کا اظہار کرتا ہوا بازارون مین دوڑتا پھرا۔ ایسے سنگین قصور سے اسمٰعیل چشم پوشی کر سکتا تھا۔ حکم دیا گیا کہ اگر وہ تین دن کے اندر تائب نہ ہو۔ تو جلادیا جائے لیکن وہ اس میعاد سے پہلے ہی فوت ہوگیا۔

حلیہ | فونڈس آخر العمر کے قریب اسمٰعیل کا حلیہ اس طرح لکھتا ہے "قد درمیانہ۔ رنگ خوشنما۔ خط وخال متناسب مگر اس کی والدہ حبشن تہی۔ لیکن حبشی نسل کا کوئی نشان اس کے چہرہ پر نہ پایا جاتا۔ ناک بلند و بالا۔ لمبی اور پتلی۔ دانت تمام گر گئے ہین۔ اور متنفس مرگ کر آتا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ اس کے پھیپھڑون مین کچھ خرابی آگئی ہے۔ اکثر کھانستا اور تھوکتا رہتا ہے۔ بلغم یا تھوک زمین پر نہین گرنے پاتی۔ خدام رومال لیے کہڑے ہوتے ہین۔ جو فوراً اوسے رومال پر لے لیتے ہین۔ داڑہی سفید اور پتلی ہے۔ آنکھین کسی وقت نہایت روشن ہونگی۔ مگر اب پیرانہ سالی کیوجہ سے انکی چمک بہت کچھ جاتی رہی ہے۔ اور رخسارے بھی بہت مرجھا گئے ہین" بسناٹ لکھتا ہے "اس کا رنگ سیاہی مایل۔ آنکھین مشتعل و چمکدار اور آواز بلند ہے۔ اُچھلنے کودنے کا بڑا شایق اور عادی۔ اور پیری مین بھی ایسا مستعد اور پھرتیلا ہے۔ کہ

لہ اسمٰعیل اور رشید کی ماں کا قصہ پہلے درج ہو چکا ہے۔ مولانا احمد اسے ایک صحرائی عربی قبیلہ کی عورت بتاتے ہین۔ گرسٹر مکیفس لکھتا ہے۔ یفرانی اور آویلہ کی سند پر اسے حبشن بتا کر یہ فسانہ نگاری کی ہے کہ جب ابوحسونہ مولائی شریف کو معہ حرم قید کرکے قلعہ ابلیچ کر لیگیا۔ تو شریف نے کچھ عرصہ بعد اسے کہلا بہیجا کہ میری بیویون مین سے ایک کو بہی بہیج دو۔ ابوحسونہ نے اس کے جواب مین ایک بڑہیا حبشن بہیجدی۔ اور اسی کے بطن سے رشید اور اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ مولائی شریف کے ۸۲ لڑکے اور ایک جو بیس لڑکیان تہین

ایک ہی وقت گھوڑے پر سوار ہونے۔ نیام سے تلوار نکال لینے اور جو غلام کہ تہامے ہو اُسکو قتل کر دینے پر قادر رہے۔ دن مین کئی دفعہ پوشاک بدلتا ہے۔ طبیعت کی مختلف کیفیتون کے لیئے مختلف رنگون کی پوشاک مخصص کر رکھی ہے سا۔ سرخ رنگ کو پسند کرتا ہے۔ جب بہت خوش ہو تو سفید رنگ پہنتا ہے۔ زرد رنگ کا لباس قہر و جلال کی علامت تھا۔"

کثیر العیالی: ایسے تندرست اور طویل العمر سلطان کے ہان پھر جس کے حرم مین دو ہزار عورتین ہون۔ سینکڑون بیٹون بیٹیون کا پیدا ہونا کوئی تعجب کی بات نہین۔ بیٹیون کے علاوہ صرف ایسے لڑکے جو شہ سوار ہونیکی عمر تک زندہ رہے تعداد مین سات سو سے اوپر تھے۔ بیگمات شاہی مین ایک انگریز عورت بھی شامل تھی۔ وہ پندرہ برس کی عمر مین پکڑی گئی تھی۔ اور بقول مسٹر میکنیس اُبلتے ہوئے تیل مین پاؤن ڈالکر اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ ایک ہسپانوی عیسائی لڑکی کما چا نام بھی لوٹے مین پکڑی آئی تھی۔ جب اوسے سلطان کے پیش کیا گیا۔ تو وہ اسپر فریفتہ ہوگیا۔ اور اوسے حرم مین داخل کرنے کے لیئے شاہی مکان مین بھیجدیا۔ مگر اس لڑکی نے خود اپنے ہاتھ سے جلتا ہوا تیل چھاتیون پر ڈال لیا۔ تاکہ سلطان کی نظرون سے گذر جائے۔ ایسا ہی ہوا۔ اور سلطان نے اوسے ایک عیسائی سے نکاح پڑھا لینے کی اجازت دیدی +

اسمٰعیل تمام لڑکون کو اپنے پاس نہ رکھتا تھا۔ صرف وہی جن کی ماؤن کو بادشاہ کی طبیعت پر کچھ قابو تھا۔ دربار مین رہتے۔ باقی طفیلات فلانی خاندان کے اہل سکن کو عام لوگون کی طرح کشتکاری و دیہقانی کرنے کیلئے بھیجدیئے جاتے۔ امتیاز کے لیئے ہر لڑکا ایک وزنداز طلائی انگشتری جس مین ایک بڑا موتی جڑا ہوتا پہنتا تھا۔ یہ یہودی صرافون کے ذمہ تھا۔ کہ وہ سلطانی حرم مین ہر پیدائش کے موقعہ پر لڑکے کے لیئے طلائی انگشتری لڑکی کے لیئے ایک نقرئی زیور۔ اور زچہ کے لیئے بیش قیمت استر اندر گذارین۔ الزبانی اسمٰعیل کے لڑکون کی تعداد ۸۲۵ بتاکر لڑکیون کی تعداد بھی اسیقدر

لکھتا ہے۔ مولائی محمد بن عبداللہ کے عہد میں اسمٰعیل کی اولاد پانسو گھروں میں آباد تھی۔ اور ان سبکو خزانہ شاہی سے وظیفہ ملتا تھا۔ جسے تقسیم کرنے پر بھی عرصہ دراز تک الزبانی ہی مامور رہا تھا۔ ڈی ال پورٹ لکھتا ہے "میں نے ۱۷۱۷ء میں اسمٰعیل کے ایک بیٹے سے پوچھا۔ تمہارے کتنے بھائی ہیں۔ تیسرے دن اوس نے مجھے ایک فہرست دی۔ جس میں پانسو اٹھائیس لڑکے اور تین سو بیالیس لڑکیوں کے نام درج تھے۔ الغرض اسمٰعیل کی کل اولاد کی تعداد ایک ہزار سے کچھ اوپر ہی تھی۔ اسی مورخ کا بیان ہے کہ اسمٰعیل کے جانشین کے پاس ایک دن کے لیئے ایک بیوی کے حساب سے کل تین سو ۳۰۰ بیویاں تھیں۔ میراث اسمٰعیل کی بیگمات کی تعداد بارہ سو بتاتا ہے۔ ایک فرنچ سیاح میران ڈی ال ٹو۔ لکھتا ہے کہ میری سہ ماہ اقامت کے دوران میں اسمٰعیل کے ہاں چالیس بچے پیدا ہوئے پیلو کا بیان ہے کہ اسمٰعیل کے محل میں ایک وقت بارہ سو یا دو ہزار عورتیں کبھی نہیں ہوئیں۔ ہر وقت تخمیناً تین سو کی اوسط رہتی تھی۔ جن سے نو سو لڑکے اور دو سو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ . . . . . .

. . . . . پیلو سلطانہ لالہ

زیدان کے محل میں عرصہ دراز تک غلام کی حیثیت میں رہا تھا۔ لالہ زیدانہ چار مذکرہ بیویوں میں سے تھی۔ وہ دو علی نسل کی تھی۔ اور ولیعہد زیدان کی ماں ہونے کے علاوہ اپنی موجودہ سے بھی اوسے . . . . اپنے خاوند پر بڑا اقتدار حاصل رہا کہ وہ اوسے ہمیشہ خوبصورت کنیزیں پیش کرتی رہتی تھی۔ زیدان کی ہلاکت کے واقعہ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اسے بحالت نشہ اس کی بیویوں نے اسمٰعیل کے ایما میں دم گھونٹ دینے سے ہلاک کیا۔ اور پھر اُن میں سے سات عورتوں کو اسمٰعیل نے قتل کی پاداش میں سزا دی کہ ان کی چھاتیاں کٹوا کر یہ گوشت کھانے پر اونکو مجبور کیا گیا۔ چھاتیاں یک مرتبہ نہ کاٹی گئیں۔ بلکہ تھوڑا تھوڑا ٹکڑا کاٹ کر عورتوں کے منہ میں دیا جاتا رہا۔ سلطان ام الولد بیگمات کے سوا دوسری دفعہ بہت کم شاہی کنیزوں کو ملتا۔ لیکن جس سے وہ ایک

دفعہ ہم بستر ہو چکا ہوتا۔ وہ دوسروں کے لیے حرام سمجھی جاتی۔
ایک داستان عورت اسمٰعیل کے عہد کے عجیب ترین واقعات میں ایک واقعہ یہ ہے۔ صحرائی علاقہ سے ایک مقتدر خاتون جسے ملکہ بلقیس ثانی کہنا چاہیئے اسمٰعیل سے طاقت آزمائی کے لیے مراکو کی طرف بڑھی۔ اسمٰعیل لشکر لیکر اس کے مقابلہ کو گیا۔ خاتون نے کہلا بھیجا کہ اگر اسمٰعیل مبارزت میں اس پر غالب آجائے تو وہ معہ تمیس کے تابع و محکوم ہو جائیگی۔ اسمٰعیل نے اس شرط کو مان لیا۔ اور دونوں میں نیزہ سے مبارزت ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ سلطانی حرم میں داخل ہو گئی۔ اور اس کی فوج اپنے ملک کو واپس چلی گئی۔ ایک اور اسی قسم کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ مولائی اسمٰعیل کا بیٹا زیدان بالغ ہونے کے بعد روپوش ہو گیا۔ اسمٰعیل نے اوسے اپنے مامن سے باہر نکل آنے کی ترغیب دلانے کے لیے اپنی موت کی خبر مشہور کر دی۔ اور لالہ زیدان کو فوج کی کمان پر مامور کر دیا۔ مگر اماں مراکو نے ایک عورت کی سپہ سالاری کو ایسا بُرا منایا۔ کہ عام بغاوت برپا ہو جانے کے خوف سے اسمٰعیل کو جلد اپنے تئیں ظاہر کر دینا پڑا۔

ایک فریب شہزادی کے لیے سوال

بیشک مسٹر مکنیس کا یہ خیال درست ہے کہ فی زمانہ یورپین لوگوں کو ان چیزوں میں جو تاریخ مراکو میں ممکن الوقوع ہو سکتی تھیں۔ اس سے زیادہ کوئی غیر اغلب نہ معلوم ہوگی۔ کہ مراکو کا کوئی سلطان کسی یورپین شہزادی کے ازدواج کا متمنی ہو۔ مسٹر مکنیس نے خواہ کسی وجہ سے یہ کلمہ لکھا ہو۔ ہم اس کے ساتھ بدنوجہ اتفاق کرتے ہیں۔ کہ بلاد مشرق کے مسلمان سلاطین عیسائی شہزادیوں کے خود بہت کم ملتجی ہوتے رہے ہیں۔ جسقدر عیسائی شہزادیاں مسلمان فرمانروایوں کے ازدواج میں آئی ہیں۔ ان میں سے نوے فی صدی کو خود ان کے باپ ان سلاطین کو خوش کرنے کے لیے خود بخود ان کے نکاح میں دیدیا کرتے تھے۔ حتی کہ صلاح الدین اور رچرڈ کی بیوہ بہن ملینا کی شادی کر دینے کی تجویز کے متعلق صلاح الدین کی طرف سے کوئی ایما نہ ہوا تھا۔ رچرڈ نے خود ہی یہ تجویز

پیش کی تھی۔ زمانہ حال کے کئی واقعات بھی اس متکبرانہ ریمارک کی تردید و تکذیب کر رہی ہین مسلمان تو پھر بھی اہل کتاب اور زمانہ انحطاط و زوال مین بھی ایک تہائی دنیا کے مالک ہین۔ افریقہ کے وحشی و کندہ ناتراش سرداران اور امیرون کے ساتھہ ہم اس انیسوین صدی مسیحی کے اختتام اور بیسوین صدی کے آغاز مین کئی یورپین عالی جاہ مخدرات کو بڑے اصرار و تقاضا سے ان سرداروں کو مجبور کر کے نکاح کرتا دیکھہ رہے ہین مسٹر میکنس کو یہ ریمارک لکھتے وقت فرانس کے ایک شاہزادہ کی امریکن بیوی پرنسس ڈی شاہین اور جنوبی افریقہ کے حبشی بادشاہ لوبنگولا کے بہائی کی انگریز بیوی کا قصہ غالباً یاد نہ ہوگا۔ اس بحث کو چھوڑ کر پھر سلسلہ سخن شروع کیا جاتا ہے۔

مسٹر محمد روح لکھتا ہے گو یہ امر کیسا غیر اغلب معلوم ہوتا ہم مولائی اسمٰعیل کی ذات مین ایسا سلطان پایا جاتا ہے۔ سید عبداللہ بن عیسیٰ مراکشی امیر البحر پرجوئی چہاردہم کے دربار مین بحیثیت سفیر مامور تھا۔ بادشاہ مذکور کی نا جائز بیٹی مس ڈی بلائے کے حسن جہانتاب کا جو مس ڈی لاولاری کے بطن سے تھی۔ اور بعد مین شہزادہ ڈی کونٹی کی بیوی ہوئی۔ ایسا جادو چل گیا کہ سفیر مذکور نے فوراً اپنے آقا و نعمت کے اس لڑکی کے حسن و جمال کی مشرح کیفیت لکھدی۔ مولائی اسمٰعیل اس خط کو پڑھکر اس دوشیزہ کے نادیدہ عاشق ہوگئے۔ اور بلا توقف اپنے سفیر کو اسمٰعیل کے دوست پونچارٹرین کیطرف یہ پیغام لکھنے کا حکم بھیجدیا۔ کہ وہ اس لڑکی کے لیئے بادشاہ سے سوال کرے اور دوسری طرف خود بھی ایک خط نہایت دوستانہ پیرایہ مین لوئی کیطرف لکھدیا جس مین اس معاملہ کا کوئی ذکر نہ کیا۔ اس مین معمولی مشرقی طرز کے لمبے چوڑے القاب اور تعریفی جملے اور فقرات لکھنے کے بعد لوئی سے صرف یہ استدعا کی گئی تھی۔ کہ کچھہ عمار اور چند زرہ بکتر بھیجدے۔ پونچارٹرین نے اپنے دوست کا پیغام اوسیوقت لوئی کو پہونچا دیا۔ اور ساتھہ ہی یہ بھی سمجھیا کہ اسمٰعیل اوسے ہر طرح کی آسائش و آرام سے رہنے کے ساتھہ یہ بھی عہد کرتا ہے کہ وہ اسے تبدیل مذہب پر کبھی مجبور نہ کریگا۔ مگر لوئی نے اختلاف مذہب

کے عذر پر اسمٰعیل کو داماد بنانے کی عزت حاصل کرنے سے معذوری ظاہر کی۔
سید عبداللہ وہی شخص ہے جس نے جیمز خانی شاہ انگلستان کے ساتھ اس کی جلا وطنی کے دنوں میں فرانس میں ملاقات کرکے اس امر کا شکریہ ادا کیا تھا کہ جب وہ بحیثیت ایک قزاق کے پکڑا گیا تھا تو شاہ موصوف نے اوسے بلا زر فدیہ رہا کر دیا تھا۔ سید عبداللہ نے سید مسایل بولائے کو شاہی محل میں ایک ناچ کی مجلس میں پہلے پہل دیکھا تھا۔ اور اس پہلی ملاقات میں ہی اس کے حسن و جمال کا گرویدہ ہو گیا تھا۔ اس واقعہ سے شاعروں اور فسانہ نویسوں کو اپنی اپنی نازک خیالی اور بلند پروازی دکھلانیکا خوب موقعہ مل گیا۔ ۱۷۱۴ء میں بمقام کولون ایک چھوٹی سی کتاب دلفریب صورت میں بنام "کونٹس سے شہنشاہ مراکو کے عشق کی تاریخی داستان" شائع ہو گئی۔ جس میں متعدد خطوط چھاپدیئے گئے۔ اس کتاب کے مضمون کا ماحصل یہ تھا کہ اسمٰعیل کو خاتون موصوف کے حسن و جمال کی کیفیت ایک فرنچ اسیر کی زبانی معلوم ہوئی۔ جسے سنتے ہی وہ ایسا ہی از خود رفتہ ہو گیا۔ کہ خود بھیس بدل کر اپنے سفیر کے ساتھ فرانس پہنچا۔ یہ داستان غالباً روس کے زار پیٹر اعظم کے بھیس بدل کر یورپ کی سیاحت کرنے کے واقعہ سے اخذ کی گئی۔ اس زمانہ کے مشہور فرنچ شاعر جین بٹیسٹ رسو[1] نے بھی جو اسی نام کے مشہور فرنچ فلاسفر اور نویسندہ جین جیکیس[2] رسو کا ہمعصر اور میدان ہجو کا مسلم الثبوت استاد یعنی سودا ثانی تھا۔ دیگر شاعروں کے زمرہ میں شاہزادی کی شان میں جو قصیدہ لکھا۔ اس میں اس واقعہ کا اس طرح ذکر کیا کہ تیرے ناز و کرشمہ اور حسن و شمائل کے لشکر جرار نے آبنائے ہرقلیس کو عبور کرکے افریقہ کی سرزمین کو بھی فتح کر لیا ہے۔ دوسرے شعراء میں پرینی کی نظم مقبول عام ہوئی۔ سید عبداللہ نے پونچارٹرین کو جو خط لکھا تھا۔ اوس نے ٹوماسی نے اپنی کتاب مسئلہ شرق کے صفحہ ۱۶ پر جنیسہ درج کر دیا ہے۔

---

[1] ۱۶۷۱ء میں بمقام پیرس پیدا۔ اور ۱۷۴۱ء میں بمقام برسلز فوت ہوا۔
[2] ۱۷۱۲ء میں بمقام جنوا د سوئٹزرلینڈ پیدا اور ۱۷۷۸ء میں پیرس کے قریب فوت ہوا۔

یورپین تعلقات یورپین فرمانروا ؤن سے مولائے اسمٰعیل کے دوستانہ تعلقات کے بہت سے واقعات مین سے مندرجہ بالا معاملہ صرف ایک واقعہ ہے۔ وہ ایسا مدبر بادشاہ تہا۔ کہ ایسے تمام تعلقات سے یہی خواہ وہ معاندانہ ہون یا دوستانہ اپنی رعایا کو یہ ذہن نشین کرانیکا کام لیتا کہ دیکھو ممالک غیر مین بھی میرا کیسا رعب پہیلا ہوا ہے۔ اس کی رعایا جب ہزارون عیسائیون کو اس کی قید مین دیکہتی تھی۔ جن کی حکومتین اونکو چہڑانے سے عاجز یا لاپرواہ ہوتی تہین تو یہ اعتقاد ان کے دلون مین اور بھی پختہ ہو جاتا تہا۔ فرانس کا مشہور مؤرخ دالٹیئر اپنی کتاب تاریخ لوئی چہاردہم کے باب الٹہارہ مین جو کتاب ۱۷۰۱ء مین شائع ہوئی تہی۔ لکہتا ہے "شاہ پرتگال۔ وائے ڈارمنٹاٹ۔ آنرج یو کا وزیر۔ اور کمیٹس کا امیر البحر یہ سب یہان تک اس کے سامنے ذلیل ہوئے۔ کہ اس سے امداد کی التجا کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ انہون نے اس وحشی سے گھوڑے اور گندم حاصل کرنے کے لیئے ہی معاہدے نہ کیئے۔ بلکہ فوجی مدد کی بھی مستدعا کی۔ لیکن مولائی اسمٰعیل شہنشاہ مراکو نے جو اس زمانہ کی مسلمان اقوام مین نہایت ہی جنگ جو اور کمال مدبر ظالم تہا۔ ایسی شرطون پر مدد دینے پر رضامندی ظاہر کی۔ جو مسیحیت کے لیئے خطرناک اور شاہ پرتگال کے لیئے باعث شرم تہین۔ اس نے بادشاہ مذکور سے اس کا بیٹا اور چند قلعے بطور کفالت مانگے۔ بنا بریں معاہدہ کی تکمیل نہ ہوئی۔ اور عیسائی (جنہین دینی مسلمانون) کو داخل کیئے بغیر اپنے ہی ہاتہون سے ایک دوسرے کو قتل و برباد کرتے رہنے دیا۔

کفار کا اخراج جب مولائی اسمٰعیل بہائی کا جانشین ہوا۔ اسوقت ہسپانیہ العرابیش۔ معمورہ۔ سبطہ۔ اور سپان ڈی ویز (بادیس) پر انگریز قابض تہے۔ اور پرتگال ہنوز فرانسیس پر قابض تہا۔ ۱۶۶۱ء مین طنجہ کے انگریز گورنر لارڈ بلاسانہ نے لارڈ ہورڈ کو سفیر بنا کر بھیجا۔ لیکن اسمٰعیل نے اس سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ تین برس بعد سلطان پہلے تو انگریز سفیر کی تمام درخواستون کو منظور کر لیا۔ مگر بعد مین اسے اس عذر پر منسوخ کر دیا

کہ ایک ولی اللہ نے اعتراض کیا ہے۔

اسمٰعیل کے عہد حکومت کے نوین برس اہالی مراکش نے انگریزوں سے طنجہ کا بیرونی قلعہ موسومہ فورٹ چارلس جو مرشان پر واقع تھا۔ اور گڑھیان فتح کر لیں۔ دو سرے برس ۱۶۹۱ء میں ہسپانیولیوں سے معمورہ کو فتح کر لیا۔ اور تین برس بعد انگلستان نے خود اپنے ہی اہلکاروں کی ہر روزی دستابی و خیانت و بغی اور بیزاہالی مراکش کی روز افزوں سفاکی سے مجبور ہو کر ۱۶۸۴ء میں طنجہ کو خالی کر دیا۔ انگریز خالی کرنے سے پہلے اس کے قلعوں اور لنگر گاہ کو برباد کر گئے۔ یہاں کے انگریز اہلکاروں اور فوجی افسروں کے متعلق جو خاندان سٹوارٹ کے دربار کے بدترین مصاحبین میں سے تھے۔ اور رعایا کے عہدہ پر نامزد کئے گئے تھے۔ لارڈ میکالے نے رسالہ اڈنبرا ریویو جولائی ۱۸۴۳ء میں جوسف ایڈیسن کی سوانح عمری پر مضمون لکھتے ہوئے جس کا باپ طنجہ میں پادری تھا۔ اور اس نے مراکو پر دو کتابیں بھی لکھی تھیں بالکل بجا اور صحیح رائے بالفاظ ذیل ظاہر کی تھی: "اس سے بڑی حالت قیاس میں نہیں آسکتی تھی۔ اور اس امر میں تمیز کرنا بہت مشکل کام نہ تھا کہ جو بدنصیب انگریز تاجر طنجہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ انکو وہاں کی گرمی اور بارش سے زیادہ ایذا پہونچتی تھی۔ یا کہ خود اپنے ہی ملک کے ان سپاہیوں سے جو شہر کی حفاظت پر مقرر اس کے اندر رہتے تھے۔ یا اہالی مراکش سے جو شہر پر باہر سے حملے کرتے رہتے تھے۔" مسٹر میکنس لکھتے ہیں "یہ بالکل لحاظ سے انگلستان کے لیے یہ تخلیہ بہت نامناسب موقعہ پر عمل میں۔ تمام اہالی مراکش کو یہی یقین تھا۔ کہ انگریز محض ان کے خوف سے بھاگ گئے ہیں۔ چنانچہ اسے مولائی اسمٰعیل کی نہایت شاندار فتوحات میں شمار کیا گیا۔ اس سے اس کی طاقت و قوت میں بے اندازہ اضافہ ہو گیا۔ اور ایک طرح سے تمام دنیا میں دھاک بیٹھ گئی۔ اس طرح چوروں کی طرح شہر کو خالی کر کے بھاگ جانے کی بجائے انگلستان اگر کوشش کرتا۔ تو طنجہ کے عوض اسمٰعیل سے کئی گنا آمد حاصل کر سکتا۔ اور اس صورت میں تخلیہ کا نتیجہ بالکل ہی الٹ برآمد ہوتا۔"

اسمٰعیل کو جسوقت اس تخلیہ کی خبر پہونچی تو اس نے ۔۔۔۔۔۔
بھرے دربار مین سربسجود ہوکر خداوند کریم کا شکریہ ادا کیا۔ اسکا ایسا کرنا
کوئی تعجب خیز امر نہ تھا۔ کیونکہ انگریزون کا ملجا کو خود بخود چھوڑ کر بھاگ جانا
کوئی چھوٹی سی بات نہ تھی اس دن سے اسمٰعیل کی نگاہ مین یورپین بادشاہون
کی وقعت بہت گر گئی۔ ہسپانیہ کی نسبت وہ کہا کرتا تھا۔ کہ اس پر مرد حکمین۔
عورتین حکومت کر رہی ہین۔ اور شاہ انگلستان کو وہ عموماً پیرزال یا اپنی پارلمنٹ
کا غلام کہا کرتا تھا۔ اس کی نگاہ مین صرف لوئی چہاردہم شاہ فرانس بادشاہی
کے لقب سے پکارے جانے کے قابل تھا۔ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ اسکا خاندان اسوقت
سے بادشاہ چلا آتا ہے۔ جبکہ ہرقل والیئے قسطنطنیہ نے فرنگیون سے مسلمانون
کے برخلاف مدد مانگی تھی۔ اور جو امر دلیسا ہے کہ تھا کل یورپ[1] کا مقابلہ کر رہا
ہے۔ تاہم اس نے لوئی کے سفیر کی درخواستون کو بھی دیگر سفراء کی درخواستون پر
کوئی ترجیح نہ دی تھی۔ اور انکو بھی ستر دکر دیا تھا۔ اس سفیر کا نام سنٹ مانرنٹ
تھا۔ جو ۱۶۶۹ء مین کمنا سا پہونچا تھا۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ حضرت سرور کائنات نے جو خط دیگر بادشاہون
کی طرح ہرقل کو بھیجا تھا۔ وہ ۱۳۱۰ء مین ہسپانیہ کے علاقہ بایون کے عیسائی
بادشاہ نے سلطان محمد الناصر کے پیش کش کیا تھا۔ یہ خط ناصر کی شکست عظیم کے
موقعہ پر پھر عیسائیون کے تصرف مین چلا گیا تھا۔ مولائی اسمٰعیل نے لوئی کو اسکی واپسی
کرنے کے لیئے نہ لکھا۔ اور اس نے تلاش بھی کرائے۔ مگر خط کا کہین سے سراغ
نہ ملا۔ ۱۶۸۹ء مین ہسپانویون سے العرائش فتح کیا گیا۔ جس مین پانچ فرنچ
جنگی جہازون نے بھی اسمٰعیل کی فوج کو مدد دی۔ اس سے فارغ ہوکر سبطہ
کی فتح کی تیاریان بڑے پیمانہ پر شروع کی گئی۔ اور ۱۶۹۳ء مین اسکا محاصرہ
شروع کر دیا گیا۔ جو برابر ۲۶ برس ۱۷۲۷ء تک قایم رہا۔ اسمٰعیل نے اس کے
محاذ شروع شروع مین چالیس ہزار سپاہ کا کیمپ قائم کیا۔ اور پھر مکان اور

[1] لوئی چہاردہم کے حالات کافی تفصیل کیساتھ تاریخ خاندان عثمانیہ مین درج ہین۔

جھونپڑیان بناکر دس ہزار سیاہ مستقل طور پر اس کام پر لگادی جس نے فلپ پنجم والئے سپانیہ نے آخر الذکر سن مین ایک شدید حملہ کرکے محولہ بالا کمپ سے نکالدیا۔ مگر اسمٰعیل اس ہزیمت کے بعد بھی سبطہ کی فتح کے عزم سے بالکل دست بردار نہ ہوا۔ کچھ نہ کچھ چھیڑ چھاڑ برابر قایم رکھی۔ اور جب وہ فوت ہوگیا۔ تو مراکشی فوجکی فرودگاہ کو عیسائیون کی نقل وحرکت کی دیکھ بھال کرنے رہنے کے لیئے نگرانی کی چوکی بنا دیا گیا۔ یفرانی لکھتا ہے کہ اسمٰعیل کے عہد کے شاندار اور باجبروت ہونے کے موجبات مین سے ایک بڑا باعث یہ ہے کہ اس مین سرزمین مغرب کفار کی آلودگی سے پاک ہوگئی۔ اور ان کے اغتصاب چیرہ دستی کا خاتمہ ہوگیا۔

سپاہ غلامان الموسوم بہ جیش عبید البخاری

یورپین مقبوضات کو فتح کرنے پر جو لشکر مامور کیا جاتا رہا تھا۔ اور سے خود اسمٰعیل نے ملک سے غلام جمع اور خرید کرکے مرتب کیا تھا اس لشکر کی بنا رکا آغاز اس طرح ہوا۔ کہ جب اسمٰعیل ابن مہرز کو مہم دیگر مراکش مین داخل ہوا۔ تو وہان بھی اس نے حسب معمول صرف آزاد باشندو سے لشکر مرتب کیئے جانیکا حکم دیا۔ یہ لشکر کاتب ابوحفص کے جس کا باپ منصور سعدی کا میر منشی تھا۔ اور اس کا خاندان قدیم سے معزز چلا آتا تھا۔ اسمٰعیل کی خدمت مین حاضر ہوکر منصور کے لشکر غلامان کا رجسٹر جو خاندان سعدیہ کے انقراض پر نشتر وپریشان ہوگیا تھا۔ پیش کر دیا۔ اسمٰعیل نے دریافت کیا۔ کیا یہ لوگ اب بھی موجود ہین۔ ابوحفص نے جواب دیا۔ ہان ان مین سے اکثر نواح مراکش مین پھیلے ہوئے ہین۔ اگر آپ حکم دین تو مین انکو جمع کرسکتا ہون۔ سلطان نے اجازت دیدی۔ جس پر ابوحفص نے ایک سال مین تین ہزار سابق وئے غلام۔ جن مین سے کئی بدستور غلام چلے آتے تھے۔ اور کئی آزاد ہوگئے تھے۔ جمع کرکے مکتاسا بھیجدیئے۔ ان مین کئی متاہل اور کئی کنوارے تھے۔ سلطان نے کنوارونکو کنیزین خرید کران سے بیاہ دیا۔ اور انکو اسلحہ وطبیلات عطاکرکے فوجی قواعد سکھلانا شروع کردیا۔ تھوڑے ہی دنون مین وہ اس لشکر کی جان نثاری اور وفاداری سے جس کا بادشاہ کی ذات کے سوا کوئی اور

والی وارث نہ تھا۔ ایسا خوش ہوا کہ اس نے ملک کے تمام حصّوں سے غلامون یا آزاد شدہ سابق غلامون کی جمع کرنے کا حکم دیدیا۔ جو کل ۱۷ ہزار کی تعداد مین جمع کئے گئے سنتے چھ دہ ہزار مین بھی جسقدر کنوارے تھے سلطان نے لونڈیان خرید کر اونکا بیاہ کر دیا۔ اور اسکو اپنا خاص مستقل لشکر قرار دیا۔ یہ سیاہ سلطان کی وفات تک نئی نسلون کے اضافہ سے ڈیڑہ لاکھ کی جمعیت تک پہونچ گئی تھی۔ یہ عبید البخاری کے نام سے پکارے جاتے ہین۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب اسمٰعیل کو اس لشکر کی مدد سے متعدد فتوحات حاصل ہوئین۔ تو اس نے عام دربار کرکے اس کے اعیان اور سردارون کو جمع کیا۔ اور صحیح بخاری کا ایک نسخہ منگوا کر اونکو کھائین۔ اور تم سب سنت رسول اللہ کے غلام ہین۔ اور چونکہ رسول مقبول کی تمام شریعت اس کتاب مین موجود ہے۔ پس ہم پر لازم ہے کہ جس چیز کا وہ حکم کرتی ہے۔ اوسپر عمل کرین اور جس سے وہ منع کرتی ہے اس سے محترز رہین۔ اور اس کے احکام کے مطابق جدال و قتال کرین۔ اعیان لشکر نے ایسا ہی کرنے کا عہد کیا۔ جس پر اس نے انکو اس نسخہ کو اپنے پاس محفوظ اور سفر و کوچ کیوقت بنی اسرائیل کے تابوت سکینہ کیطرح کے آگے آگے رکھنے کا حکم دیا۔ جس کی آجتک تعمیل ہو رہی ہے۔ اس سے اس لشکر کا نام عبید البخاری یعنی بخاری شریف کے غلامون کا لشکر پڑ گیا۔

انجام کار اس لشکر کی خود سری کی بھی کیفیت ہوگئی۔ جو خلفاء عباسیہ کے ترک غلامون کے لشکر کی یا خلفاء عثمانیہ کی سپاہ ینگچری کی نہوگئی تھی۔ سرکشی سلاطین ان کے غلام اور وہ ان کے آقا رہو گئے تھے۔ بادشاہون کا عزل ونصب اور حیات و ممات ان کی مرضی پر منحصر ہوگئی۔ اس لشکر کا جو بقایا اس وقت بھی موجود ہے۔ اس کی بھی ابھی تک تقریباً یہی کیفیت ہے۔ وہ بادشاہ کے لیئے نہ سہی ملک کے لیئے اب بھی قہر سے کم نہین۔ کیونکہ وہ کسب حلال سے روزی کمانیکا ڈھب کبھی سیکھے ہی نہین۔ اور جوان ہونے پر وزارت سے لیکر پولیس کی کنسٹبلی تک کسی نہ کسی عہدہ کا اونکو ملجا ضروری امر ہے۔ اور یہ

ظاہر ہے کہ سرکاری ملازمت میں اگر میلان طبع اسطرف ہو تو کسی نہ کسی کو لٹوننز کا موقعہ ضرور ملتا ہے۔ ان غلاموں نے اس پرانے مقولہ کی صداقت کو زیادہ وضاحت کے ساتھ ثابت کر دیا ہے۔ کہ جیسے بحیثیت خادم ان سے بہتر کوئی نوکر نہیں ہو سکتا۔ ویسے ہی بحیثیت آقا و مختار ان سے بدتر کوئی مالک نہیں ہو سکتا۔ لکھنا پڑھنے اور علم و ہنر سے تو وہ کوسوں بھاگتے ہیں۔ لیکن اسے اہمیل کی تربیت کا قصور نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ کچھ ان کی فطرت کا اور کچھ فن سپہ گری کا۔ جس میں انسان کو عموماً بیکار رہنا پڑتا ہے۔ یا پڑتا تھا۔

ان نشرہ ہزار غلاموں میں سے ۱۴ ہزار کو اس نے مکناسا کے قریب بمقام مشرع الرملہ اور باقی کو سرحد سوڈان کے قریب جہاں کیمپ بنوا کر رکھا۔ اسمٰعیل کو اس لشکر کی تربیت کا ایسا خیال تھا کہ مشرع الرملہ کے کیمپ کو وہ ہر سال ایک دفعہ خود جا کر ضرور معائنہ کرتا۔ اور جب اس کیمپ کو قائم ہوئے گیارہ برس ہو گئے۔ اور ان غلاموں کی پہلے سال کی اولاد عمر میں دس برس کی ہو گئی۔ تو اس نے ۱۱۰۰ ہجری میں اُن کے تمام دس سالہ لڑکوں اور لڑکیوں کو مکناسا بلا کر لڑکیوں کو اپنے محل کی باسلیقہ خادمات کی نگرانی میں دیدیا۔ کہ ان کو سینا پرونا کپڑے دھونا۔ کھانا پکانا۔ اور دیگر لوازمات خانہ داری سکھائیں۔ اور لڑکوں کو بجاروں۔ معماروں۔ اور دیگر اہل حرفہ و پیشہ داروں میں بانٹ دیا۔ کہ انکو ہر ایک اپنا اپنا کسب سکھلائے۔ جب انکو ایک سال اسطرح گذر گیا۔ تو خچر بانی کا کام سپرد کیا۔ کہ اینٹ پتھر۔ لکڑی ڈھویا کریں سال بھر یہ کام کرنے کے بعد انکو چونہ پیسنے اور کنکر کوٹنے کے کام پر لگایا۔ چوتھے سال فوج کی پہلی جماعت یعنی پیدلوں میں داخل کر کے اسلحہ فن کے ہاتھ میں دیدیئے۔ ایک سال یہ تربیت پانے کے بعد پانچویں سال انکو گھوڑے دیدیئے۔ جن پر بلازمین سواری کر کے نیزہ بازی و دوڑ وغیرہ مختلف کرتب سکھائے گئے۔ چھٹے برس زین بھی دیدی گئی۔ اور وہ نظام فوج میں شامل کر لیئے گئے۔ سولھویں برس کے ختم ہونے پر سلطان ان میں سے ہر ایک کے ساتھ مندرجہ بالا لڑکیوں میں سے ایک ایک لڑکی کو بیاہ دیا۔ اور نکاح کی

موقعہ پر دولہا کو زوجہ کے مہر کے لیئے دس مثقال سونا۔ اور دلہن کو پانچ مثقال عطا کرکے ان سب پر ان کے کنبی بزرگ کو سردار مقرر کر دیا۔ اور اس سردار کو تعمیر مکان کے لیئے ایک خاص رقم عطا کر دی۔ پھر ان کے نام دفتر عسکریہ مین درج کرکے انکو مشرع الرماۃ کو بھیجدیا۔ اسی طرح ہر سال نئی دہ سالہ اولاد آتی رہتی تھی کہ پہلے چھ برس فتح ہونے پر یہ سلسلہ قایم ہو گیا۔ کہ پہلے سال کی جماعت دوسرے سال کی جماعت کی جگہ لیتی۔ پہلی کی جگہ نئی جماعت داخل ہوتی۔ اور سلسلہ وار پانچویں جماعت چھٹی جماعت کی جگہ چلی جاتی۔ جو تعلیم کی تکمیل پر ستاہل اور شکریں داخل ہو جاتی +

بقول صاحب بستان یہ عجیب اتفاق ہے کہ عباسی خلیفہ مستعصم بن رشید نے جب ترک غلامون کا لشکر قایم کیا تہا۔ تو اس کی جمعیت بہی پہلے ٹھیک ستر ہزار ہی کی تہی۔

مولائی اسمٰعیل کو اسقدر مدت دراز تک کامل اقتدار و غلبہ اسی لشکر کی طفیل حاصل رہا تہا جسکو کسی خاص قبیلہ یا مقام سے کوئی تعلق یا لگاؤ نہ تہا۔ جو تعلق تہا صرف اپنے بادشاہ سے۔ مگر اس فوجکو قابو مین رکہنے کے لیئے ایک اور بالمقابل لشکر کے موجود ہونے کی ہی ضرورت نہین۔ بلکہ اس امر کی بہی ہنی کہ بادشاہ وقت اولعزم اور مستقل مزاج ہو۔ چنانچہ اسمٰعیل کے عہد مین وہ ایسے خود سر ہو گئے کہ اگر انکو اپنی جماعت مین سے کوئی شخص اس قابل ملتا۔ تو وہ باغلب وجوہ اسکو بادشاہ بنا کر حکمران خاندان کو بالکل برطرف رکہدیتے۔ مولائی محمد مرحوم ہم آخر کار ان کی سرکشی کا بہت کچہہ تدارک کرنے مین کامیاب ہوا۔ جس نے ان کے حصہ کثیر کو ملک کے مختلف اقطاع کیطرف جلا وطن کر دیا۔

ان غلامون مین سے دو ہزار غلام اسمٰعیل کو بلاد سوڈان کے سرحدی اور سوڈان و مراکو کے درمیانی علاقہ سے ملے تہے۔ صوائے سوڈان کی جس خاتون کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اس نکاح بہی اسی سال ہوا تہا۔ جس سال یہ غلام اسمٰعیل کو ملے۔ مولائی احمد اس ازدواج کے واقعہ کو مسٹر میکنس سے مختلف

پیرایہ مین بیان کرتے ہین۔ مولانا موصوف لکھتے ہین۔ کہ ۱۰۸۹ھ ہجری مین جس سال دیگر حصص ملک مین غلام لشکر کے لیے جمع کئے جارہے تھے۔ اسمٰعیل نے سوس پر فوجکشی کرکے آقاء طاطا۔ تیغیست شنکیطہ اور سر حد سوڈان تک بڑھا گیا۔ اس مہم کے دوران مین انا کی ساحل و قبیلہ اور دیہم۔ بربوش مغارہ ودی۔ ودی۔ مطاع۔ اور جرار وغیرہ عرب قبائل معقل بطرف سے بیشمار وفد اظہار اطاعت و متابعت کے لیے اس کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ انھیز سے ہی ایک وفد کے ساتھ سلطانہ خناثی کے والد شیخ بکار المغفری بھی مصر معاجزادی کے آئے تھے۔ شیخ مذکور نے یہ لڑکی جو نہایت حسین اور عالمہ و فاضلہ تھی۔ سلطان اسمٰعیل کے ساتھ بیاہ دی۔ اور اسمٰعیل یہ بلیوی اور دو ہزار غلام لیکر اس مہم سے واپس لوٹا۔ مولانا عبداللہ بن اسمٰعیل اسی صحرائے خاتون کے بطن سے پیدا ہوا۔

انگریزی رسوخ کی تجدید

انگلستان کی خوش نصیبی مسلمہ ہے۔ تخلیہ طنجہ سے اس کے اقتدار ورسوخ مین جو ضعف پہونچا تھا۔ چند برس بعد جبل طارق کے لیے سامان رسد کے معاوضہ مین اسمٰعیل کو سبطہ کے محاصرہ کے لیے اسلحہ اور سامان جنگ بہم پہونچانا شروع کر دیا۔ تو یہ رسوخ اور بھی بڑھ گیا۔ یورپین مؤرخین نے مولائی اسمٰعیل کی مذمت و برائی مین اگرچہ کوئی دقیقہ باقی نہیں رہنا دیا۔ مگر یہ اسی "ظالم" کی طفیل ہے کہ یورپ کے تاجر بلا تکلف و نزد جبل طارق کے ساتھ تجارت کر رہے ہین۔ انگلستان نے اسے تجارت کے لیے مسدود نہین کیا۔ یہ اس طرح ظہور مین آیا۔ کہ جب انگلستان نے مولائی اسمٰعیل سے جبل طارق کے لیے عمارتی مصالحہ مانگا۔ تو اس نے سوائے اس شرط کے کہ مراکشی رعایا کو وہان تجارت کرنے کی کامل آزادی عطا کی جائے۔ مطلوبہ مصالحہ کے بہم پہونچانے سے صاف انکار کر دیا۔ انگلستان کو مجبوراً یہ شرط ماننی پڑی اور جب ایک کے ساتھ رعایت کی گئی۔ تو دوسرون کے لیے بھی اوسے قایم رکھنا لازمی تھا۔ یہ رعایت جبل طارق کے حق مین بھی اکسیر ثابت ہوئی۔ کیونکہ وہان اگر کچھ دولت و ثروت پائی جاتی ہے۔ تو محض اس کے تجارتی بندر

رہنے کی طفیل اگر اوسے بالکل جنگی بندر بنا دیا جاتا۔ تو وہاں ملازمون کے سوا اور کسی اور کا ٹھکانا ہی نہ رہتا۔

ان عہدنامون اور باہمی دادوستد سے انگریزون کے تعلقات مولائی اسمٰعیل سے اسقدر بڑھ گئے کہ ۱۷۲۱ء مین انگریزی سفیر مراکشی ایسوسی اور خاص طور پر بنائی گئی توڑے دار بندوقون۔ گندھک۔ بارود۔ اور پارچہ کی معقول مقدار کے بدل مین تین سو ایک انگریز اسیر چھوڑانے پر قادر ہوگیا۔ جو مین ۲۵ جہازون کے کپتان تھے۔

اجنبیون کے حقوق اسی سال اب پہلی مرتبہ بروئے معاہدہ یہ شرط منوالی گئی۔ کہ اجنبی حکومتون کو اپنی رعایا کے جان و مال اور حقوق کی حفاظت کا اتفاق حاصل ہوگا۔ بادی النظر مین ملکی حکومت اور اس کے عمال کی بے قانونی کارروایون کے لحاظ سے تجارت کے قیام و رواج کے لیئے یہ شرط بلا شبہ نہایت ضروری تھی۔ لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ طاقتور طاقتین ایسی حقوق سے عموماً نا جایئز فایدہ اوٹھاتے بلکہ اس سے ان حقوق کو عطا کرنیوالی سلطنت کی تباہی کا کام لیتے ہین۔ تو مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ کاش ان بادشاہون نے ملک کی تجارت کے فروغ و رواج کے مقتضیات کو بالکل نظر انداز کر دیا ہوتا۔ اور کسی اجنبی کو ایسے حقوق کا عشر عشیر بھی عطا نہ کیا ہوتا۔ ٹرکی اس دریا دلی کی طفیل صدیون سے جن مشکلات مین مبتلا رہی ہے۔ وہ باخبر اشخاص سے مخفی نہین۔ یہی گت بتدریج مراکو کی بنا بگی کوشش مدتون سے جاری ہے۔ اس مین اگر چند ان کامیابی نہین ہوئی۔ تو اس کی بڑی وجہ یہ نہین کہ اجنبی پوری مستعدی سے ساعی نہین۔ یا سعی کرنا نہین چاہتے۔ بلکہ صرف اسوجہ سے کہ ریل و تار وغیرہ لوازمات کی عدم موجودگی اور رستون کی دشوار گذاری اور غیر محفوظیت کی وجہ سے بہت کم بورو پین ساحلی علاقہ سے اندرونی علاقون کیطرف جانیکی جرأت کرسکتے ہین۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جبقدر ان بیرونی ملکون کی تعداد قلیل ہو اسی قدر فتنہ برپا ہونے کے امکان ضعیف ہونگے

اس رعایت کے متعلق انیسویں فصل میں بالتفصیل لکھا گیا ہے۔ مگر یہاں اسقدر توضیح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حصول میں انگریزی سفیر کو اولاً دو یہودیوں کی مہربانی سے اور پھر ایک سلطانہ کی سفارش سے جسے بیش قیمت تحائف بہم کر سفیر نے اپنا طرفدار بنا لیا تھا۔ کامیابی ہوئی تھی مسٹر میکنس لکھتے ہیں کہ آجکل کی ڈپلومیسی کے مطابق یہ کارروائی نہایت عجیب معلوم ہوگی۔ لیکن مترجم کے خیال میں یہ اریمارک مسٹر ممدوح کی وسیع معلومات کے لیئے بڑا دھبہ ہے۔ یوروپین سفراء غیر یوروپین ممالک میں ہی میں اب تک یہی ایسی تدابیر سے کام نہیں لے رہے۔ بلکہ خاص یورپ و امریکہ میں بھی اسوقت تک عورتوں اور منظوران نظر کی وساطت سے بہت سے کام ہر روز نکالے جاتے ہیں۔ اور ایسے معاہدے یا رعایتیں حاصل نہ کیجاتی ہوں۔ بڑی بڑی اہم معلومات تو ضرور حاصل کی جاتی ہیں۔

ان یہودیوں کا نام معمران اور ابن عطار تھا۔ انکو مولائی اسمٰعیل پر شروع شروع میں اس طرح اقتدار حاصل ہو گیا تھا کہ اس نے اس سے کئی دفعہ روپیہ قرض لیا۔ اور ان قرضوں سے اوسے حصول تخت میں بہت مدد ملی۔ معمران کے باپ یوسف نے ہی سب سے پہلے اسمٰعیل کو اس کے بھائی رشید کی وفات کی خبر پہونچائی تھی۔ اور مزید بران فوج کے لیئے جس قدر روپیہ درکار تھا۔ دیا۔ مگر جب بعد میں اس نے روپیہ کے لیئے تقاضا کیا۔ تو ایک غلام کو اوسے قتل کر دینے کا ایما کر دیا گیا۔ غلام نے ایک شریر یہودی اس پر چھوڑ دیا۔ جس نے اوسے ٹاپوں سے کچل دیا۔ اس سزا سے اسمٰعیل کا غصہ فرو ہو گیا۔ چنانچہ جب معمران نے اس سلوک کی شکایت کی تو اسمٰعیل نے اوسے یہودیوں کے ٹیکس کی محصلی پر جو بڑی فایدہ والی اسامی تھی اور ساتھ ہی محل شاہی کی دیوانگری کے ممتاز عہدہ پر مقرر کر دیا۔ اس ٹیکس کا محصل گویا یہودیوں کا گورنر ہوتا ہے۔ دوسرا ناظر منشی مگر دراصل وزیر خارجہ کے اختیارات رکھتا تھا۔ صلح کے معاہدوں پر وہی دستخط کیا کرتا تھا۔ اور زندگی و موت کے اختیارات بھی اوسے حاصل تھے۔ مگر ایسی

وسیع و اہم اختیارات کے باوصف یہ دونون بھی دیگر بہو دیون کی طرح پشت ترسن پر سوار ہونے کے مجاز نہ تھے۔ اور دیگر اس قسم کی پابندیون سے بھی آزاد نہ تھے۔ ان دونون مین باہم سخت رقابت تھی۔

ایک تو قادر ملازم کے کل سلطنت مین صرف ایک شخص ایسا تھا۔ جو کچھ حد تک اسمٰعیل کو قابو مین رکھ سکتا تھا۔ اس کا پرانا اور ہر طرح سے آزمایا ہوا کامل وفادار وزیر قائد علی بن عبداللہ تھا۔ فقط وہی ایک شخص تھا۔ جو اسمٰعیل کو رُو در رُو صاف صاف سچ بات کہدیتا تھا۔ اور اس کے سامنے دوزانو یا سر بسجود نہ ہوتا تھا۔ لیکن وہ بھی اپنی منزلت کو قایم رکھنے کے لیے ہر سال گران بہا تحایف بھیجتے رہنا قرین مصلحت سمجھتا تھا۔ یہ سالانہ تحایف چالیس قنطار دہندہ ویٹ، چاندی اور مسی یا چالیس خچر جن پر نفیس و بیش قیمت پارچات لدے ہوتے تھے۔ اور اسی قدر اونٹ پر مشتمل ہوتے تھے۔ قائد مذکور کا بھی ایک زبردست رقیب تھا۔ جس کا نام قائد محمد ہادی عطار تھا۔ وہ ایک دفعہ سفیر بنا کر انگلستان بھیجا گیا تھا۔

اجنبی سپاہیون کا دستہ جس زمانہ مین اجنبیون کو مندرجہ بالا استحقاق عطار کیا گیا۔ ان دنون مکناسہ کے یہودیون کا قائد ایک انگریز نومسلم تھا۔ جسکا اصلی نام کار تھا۔ اسمٰعیل نے یورپین نومسلم کے بھی کئی فوجی دستے تیار کیے تھے جو جیش عبید البخاری سے بھی بڑھکر اس کے احکام و منشا کی دلی شوق اور کامل ہوشیاری و مستعدی سے تعمیل کیا کرتے تھے۔ پیلو جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ کئی برس تک اُن مین سے ایک دستہ کا کمانڈر رہا تھا۔ اس دستہ مین چھ سو اجنبی تھے۔ اور اس کا ہیڈ کوارٹر علاقہ شاویہ کے مقامات رتنات اور تامستا مین تھا۔ اسمٰعیل کے پاس یورپین غلامون یعنی اسیرون کی کبھی وقت کمی نہ رہتی تھی۔ مراقو کے بحری لوٹیرے ان اسیرون کی جمعیت کو بڑھاتے رہتے تھے۔ یہ لوگ صرف دو طرح رہائی پا سکتے تھے۔ قبول اسلام سے۔ یا جب کے اون کے ممالک کے سفراء یا پادری زر فدیہ ادا کرین۔ یورپ کے ممالک مین اپنے ہم قومون کو رہائی دلانے کی نیک غرض کے لیے متعدد

خیراتی انجمنین قائم ہو گئی تھین- جو زر فدیہ کے لیئے مناسب رقمین چندہ لہ سے جمع کرکے پادریون اور راہبون کے ہاتھہ مراکو کو بھیجتی رہتی تھین- زر فدیہ کی مقدار یکسان نہ تھی- بلا معاوضہ کسی کو نہ چھوڑا جاتا تھا- فرق صرف یہ تھا کہ جن اسیرون کی ملکی حکومت طاقتور ہو- اونکو تھوڑے سے فدیہ پر بھی چھوڑ دیا جاتا- اور جن کی حکومتین کمزور ہون- اون کے لیئے بہاری رقمین مانگی اور لیجاتی تھین- اس زمانہ کے اہالی مراکش اور مغربی حکومت آج کی نسبت یورپ کی جملہ اقوام کے حالات سے بدرجہا زیادہ واقف اور ہر ایک کی نسبتی طاقت سے خوب آگاہ تھے-

بقول بعض لوئی چہاردہم کی تقلید مین اور بقول دیگر خود اپنی تجویز سے اسمٰعیل نے حبشی غلامون کی طرح سفید رنگ غلامون اور اسیرون کو بھی شاہی خدمت کے لیئے ان کے گرفتار کرنیوالون اور مالکون سے خرید لیا- چنانچہ پیلو اور اس کے رفقاء کو اس نے انکو گرفتار کنندگان سے فی کس دس پونڈ کے حساب سے ۱۷۱۵ء مین خرید کیا تھا- بعد مین اس نے خریداری کا دستور موقوف کرکے تمام اسیرون کو سلطانی حق قرار دیدیا- یہ غلام یا اسیر مسلمان ہونے پر جب آزاد ہو جاتے- تو ان مین سے کئی سالہا سال کے بعد بھی وطن کی کشش سے مجبور ہو کر بھاگنے کی کوشش سے دریغ نہ کرتے- اور وقتاً فوقتاً ان مین سے بعض اس کوشش مین کامیاب بھی ہو جاتے- پیلو بھی ان فراریون مین شامل ہے- ان لوگون مین سے اکثر نے وطن واپس جاکر مراکو پر کتابین لکھین- اس زمانہ کے متعلق مراکو کے حالات نسبتاً بہت زیادہ وضاحت سے یورپ مین معلوم ہونیکا باعث یہی کتابین ہین- اور چونکہ ان کے لکھنے والون سے گرفتاری کے ابتدائی زمانہ یعنی قبول اسلام سے ماقبل کے زمانہ مین معمولی غلامون کی طرح سخت محنت و مشقت لی جاتی تھی- اس کا عوض اونھون نے ان تالیفات مین سلطان اور مسلمانون کو خوب دل کھول کر تبرے سنانے اور جہان کی تمام برائیان ان کے سر تھوپنے سے لینے مین کوئی دقیقہ فروگذاست نہین کیا-

لیکن ان فراریون کی تعداد نسبتاً بہت کم ہے۔ اکثر وہین جکر آباد ہوگئے۔ اور بہاگنے کی کوشش کا نام نہ لیا۔ عیسائی مؤرخ اسکی وجہ یہ بتاتے ہین۔ کہ متواتر ناکامیون سے اونکو آخر تن بہ تقدیر ہو بیٹھنا پڑا۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ سلطانی مراحات۔ نئے تعلقات اور اولاد و عیال کچھ مدت بعد ان کو اس ملک سے ویسے ہی وابستہ کر دیتے تھے۔ جیسے کوئی شخص اپنے اصل وطن سے ہوتا ہے۔ مسلمان ہو جانے کے بعد اونپر بھی نہین۔ کہ کسی طرح کی پھر کوئی سختی نہ ہوتی تھی۔ بلکہ اُن کی بڑی عزت و خاطر کی جاتی تھی۔ ان مین سے اگر کوئی بہاگتا تھا۔ تو کسی تکلیف کیوجہ سے نہین۔ بلکہ حبّ وطن کی کشش سے مجبور ہو کر اور یہ بھی عموماً نئے تعلقات کے زمانہ آغاز مین ہوتا تھا۔ بیگانہ ملک مین صاحب عیال و اولاد ہو جانے پر گو پچھلے تعلقات بالکل فراموش نہین ہو جاتے۔ اور یاد وطن قطعاً نہین بھول جاتی۔ لیکن یہ کشش اب ایسی مضبوط بھی نہین رہجاتی۔ کہ نئے تعلقات پر غالب آسکے۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد یہ لوگ پھر مرتد ہو جانے کے مجاز نہ رہجاتے تھے۔ اہالی مراکش ایسے غیور مسلمان جو کسی زمانہ مین کل عیسائی یورپ کو مسلمان بنانے یا اس سے جزیہ لینے کا ارادہ و حوصلہ رکھتے تھے۔ شریعت محمدیہ کی اپنے لیے کو کبھی گوارا نہ کر سکتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آزاد خیال اور صلح کل بھی بنتے تھے۔ کہ تاجو عیسائی ہو یا یہودی۔ ہلا روک ٹوک ان کے ملک مین آسکتا تھا۔ مذہب کیوجہ سے اس کے راستہ مین کوئی رکاوٹ کبھی نہین ڈالی گئی۔ سلا اور قطاونین سپینکرڈن یورپین تاجر عصہ سے مقیم چلے آتے ہین۔ اختلاف مذہب کی بناء پر کبھی اُن سے تعرض نہین کیا گیا۔ آخر الذکر مقام مین فرانس کا قونصل ان دنون مین مقیم رہتا تھا۔ عیسائی غلامون سے جس قسم کی مشقت لیجاتی تھی اسکی مفصل کیفیت چودھوین فصل مین درج کی جائے گی۔ یہان اسیقدر اشارہ کر دینا کافی ہے۔ کہ ان سے بالعموم مکنا سا اور اس کے قرب و جوار مین شاہی عمارات پر کام لیا جاتا تھا۔

تعمیرات سلطانی کی اسمٰعیل کو عمارت کا گویا خبط تھا۔ اس کے عہد مین تعمیر کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوا۔ ملک کا کوئی حصہ یا گوشہ اس سے اتنا شوق کی شہادت سے خالی نہین۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جب کوئی نئی دہن آجاتی تو وہ نئی بنائی عمارت کو فوراً گرا دینے مین بھی کچھ کم مستعدی سے کام نہ لیتا تھا۔ منصور کا قصر بیج اسی دوسرے ضبط کے دوران مین گروایا گیا تھا۔ مصالحہ و مزدوری پر وہ کچھ خرچ نہ کرتا تھا۔ اول الذکر بطور ٹیکس رعایا پر باچھ دیا جاتا۔ اور مزدوری کی بجائے بیگار سے کام لیا جاتا۔ الزیانی کا بیان ہے کہ ایک وقت اس نے بیس ہزار ملکی قیدیون یا بیگاریون کے علاوہ پورے اڑھائی ہزار یورپین امیر سلطانی عمارات پر کام کرتے دیکھے۔ اسی مؤرخ کے قول کے مطابق اسمٰعیل نے ۶۰ قصبے یا قلعے تعمیر کرائے۔ اور ایک مرتب اس کا مکتا سا سے بیکنا تبادلا تک پختہ دیوار کھنچوا دینے کا ارادہ ہو گیا۔ مکنا سا کی عالی شان جامع الاخضر کا وہی بانی ہے۔ جس کا ایک بڑا دروازہ قصبہ یعنی شاہی قلعہ کیطرف اور دوسرا شہر کی آبادی کی طرف ہے۔ قصبہ کے بیس بڑے بڑے دروازے بنوائے۔ اور ہر پھاٹک کے دو طرفہ برجون پر گران وزن توپین کی توپین نصب کرائین۔ قصبہ کے میدان مین ایک نہایت وسیع تالاب تیار کرایا۔ جس مین چھوٹے چھوٹے جہاز چلائے جاتے۔ اور اس کے متصل ایک بہت بڑا اناج خانہ غلہ جمع رکھنے کے لیے بنوایا۔ مگر سب سے زیادہ شہرت جس عمارت کی ہوئی وہ اسمٰعیل کا اصطبل تھا۔ اس کی عمارت تین میل لمبی تھی۔ اور اس مین بارہ ہزار گھوڑون کے لیے جگہ تھی۔ جن کے تھانون مین بیس بیس بالشت کا فاصلہ تھا۔ مسٹر میکنس لکھتے ہین کہ ہر دس گھوڑون پر ایک حبشی غلام مامور تھا۔ اور مولانا احمد کا بیان ہے۔ کہ ہر گھوڑے کے لیے ایک مسلمان سائیس اور ایک عیسائی اسیر گراس کٹ اور ایک خادم مقرر تھا۔

اسمٰعیل کے زمانہ کی عمارتون مین سے اگرچہ کئی اس کے جانشینون کے عہد مین دوسری عمارات کا مصالحہ بن چکی ہین۔ لیکن جو ابھی تک بدستور

کھڑی ہیں۔ انکی تعداد بھی کچھ کم نہیں۔ اور انکی عمارت کی پختگی اور مصالحہ کی عمدگی کو دیکھکر عقل دنگ رہجاتی ہے۔ دیوارین کا ہیکل ہیں۔ سر بفلک پہاڑ ہیں۔ صاحب البستان لکھتا ہے کہ اگر تمام مسلمان بادشاہوں کے آثار جمع کیئے جائیں۔ تو اسمٰعیل کی عمارتیں اس مجموعہ پر بھی فوق لیجائیں گی۔ ترکی اور یورپ کے جس سیاح نے انکو دیکھا بیساختہ دنگ رہگیا۔ اور بیساختہ پکار اٹھا کہ یہ بنی انسان کا کام نہیں نہ دنیا کا کوئی خزانہ اُن کے لیئے کافی ہوسکتا تھا۔ مصطبل کے متصل اتنا ہی بڑا ایک دلفریب باغ بنایا گیا تھا۔ غلہ کے تہ خانہ کے اوپر اتنا بڑا گنبد بنوایا گیا کہ اس کا ارتفاع سطح زمین سے ایک سو گز تھا۔ پچاس گز دیوارون کی اونچائی تھی جنپر گنبد قایم تھا۔ اور پچاس گز خاص گنبد کی بلندی تھی۔

اسمٰعیل ہر روز صبح کے بعد تمام زیر تعمیر عمارتون کا معائنہ کرنے جایا کرتا تھا۔ اور مزدورون کو بتانے کے لیئے عموماً خود درمٹے پکڑ کر سنگر کو کوٹنا شروع کر دیتا۔ ایسے موقع پر تمام حاضرین ہکے بکے ہو کر اس کیطرف دیکھنے لگ جاتے۔ کہ اسے عمارت کا غضب کا شوق ہے۔ اس معائنہ کے وقت وہ کبھی کبھی دوسرون کی تنبیہ و عبرت کے لیئے کسی نامراد مزدور کو قتل بھی کر دیا کرتا تھا۔ اس کا مقولہ تھا کہ یہ کاری گر لوگ ایسے چور ہیں جو تھیلے مین بند ہون۔ اگر وہ تھیلے کو برابر ہلاتا نہ رہے۔ تو وہ اسے کتر کر بھاگ جائین۔ بعض اوقات وہ نیم تیار دیوار پر ہی بیٹھے ہوئے سفراء ممالک غیر کو بار یابی کی اجازت دے دیتا۔ اور وہین اُن سے معاملات ملکی پر گفتگو کرتا۔ وہ ایسی تنوع اور مختلف الاقسام قابلیت و ذہانت کا آدمی تھا۔ کہ بادشاہی کے علاوہ وہ اپنی افواج کا بھی سپہ سالار نہ تھا۔ بلکہ محل شاہی کے بھی ذرہ ذرہ سے معاملات پر خود نظر رکھتا۔ اور ان کا تصفیہ کیا کرتا تھا۔ مکناسا کے قصر شاہی پر جو اسوقت اس کی عظیم ترین یادگار ہے۔ ایک وقت بیس ہزار آدمی اور بارہ ہزار خچر کام کرتے تھے۔ وہ اپنا مقبرہ بھی خود وہی قصر شاہی کے قبہ مسجد کے قریب تیار کرایا گیا تھا۔ جسکی عمارت پختگی و استحکام مین نظیر نہین رکھتی۔

وفات] اسمٰعیل ۸۱ برس کی پختہ عمر میں ۱۷۲۷ء کو طبعی موت سے مرا۔ اس کی وفات سے چند دن پہلے ہی قصر شاہی کے آخری نقش و نگار سے نقاش فارغ ہوئے تھے۔ مگر اس سے عمارت کا سلسلہ ختم نہ ہو گیا تھا۔ ایک عمارت کے ختم ہوتے ہی وہ دوسری عمارت شروع کرا دیا کرتا تھا۔ چنانچہ اسوقت بھی ہزاروں غلام دولیو بلیس (قصر فرعون) کے رومن کھنڈرات سے پتھروں کی بڑی بڑی سلیں مکناسا لانے پر لگے ہوئے تھے۔ جب انکو اس کے مرنے کی خبر پہونچی تو جہاں جہاں کوئی کھڑا تھا۔ اس نے وہیں پتھروں کو راستہ میں پھینکدیا اور اس مشقت غیر منقطع سے نجات ملنے پر خدا کا شکریہ ادا کر دیا۔ مسٹر میکنس کا بیان ہے کہ اونہوں نے مکناسا اور قصر فرعون کے درمیانی سیدھے راستہ ان سلوں کی مسلسل قطار سو سو پچاس پچاس گز کے فاصلہ پر بچشم خود دیکھی۔ اسناصری کا بیان ہے کہ عربوں نے اول اول موت کی خبر پر یقین نہ کیا انکو اس کی طویل العمری سے یہ یقین ہو گیا تھا کہ اسمٰعیل کو حیات جاوید کا سلسلہ نہایت ہی اعظم دستیاب ہو گئی ہے

انتظام دارا] عیسائی مورخ شنیر اسمٰعیل کی نسبت یہ رائے لکھتا ہے: یہ اپنے اطوار مستعد، اولوالعزم اور بدجہ کمال مدبر و معاملہ فہم تھا۔ مگر اس نے اپنے عہد کی شان و شوکت اور ضیاء و درخشانی کو حرص و طمع دور خاپین ظلم سے انتظامی اور مسلسل نظام سے جسکی تشریح کی قلم تاب نہیں رکھتا۔ اور انکی یاد کو صرف زمانہ ہی معدوم کر سکتا ہے مکدر کر دیا۔ اور اسپر سخت دھبہ لگایا۔ شنیر و مکانی کی گورنمنٹ کا بولائس سخت نفرت انگیز ظالم اور بدمعاش تھا۔ لیکن یہ بھی اسمٰعیل کے مقابلہ میں جس کے اعمال کی مین نقطہ جزوی کیفیت لکھتا ہوں۔ بالکل ہیچ

لہ یہ تینوں من قیصر گذرے ہیں نیرو چڑھا قیصر تھا۔ اوائل عمر میں وہ بڑا اچھا اخلاق علم دوست اور فیاض منش تھا۔ مگر بادشاہ ہوتے ہی اس کی کایا پلٹ گئی۔ سفاکی کی ادنیٰ مثال ہے کہ محض تماشا دیکھنے کے لیے شہر روما کو آگ لگوا دی۔ ہزاروں عورتوں اور خود اپنے استاد حکیم سینیکا کو قتل کرا دیا۔ ۶۸ء میں یہ

تھے" پیلیو یا اس کی کتاب کا ترتیب کنندہ یہ رائے رکھتا ہے بسبب اندازہ سفاکی و سنگدلی اولاد یا تسلط و قابلیت اور اپنی رعایا کی مزاج و خاصیت کے کامل علم کی طفیل اس امیر المومنین نے ۵۰ برس کے طویل زمانہ تک اپنے تاج و تخت کو محفوظ رکھا اور صرف موت انکو اس کے تصرف سے نکال سکی"

ان کے برعکس مسلمان مورخ بلا استثنا اس کی مدح و ثنا رطب اللسان ہین اور یفرنی اپنے ایک فاضل دوست کے ایک مدحیہ قصیدہ کو جو اس نے مولائی اسمٰعیل کی شان مین لکھا تھا۔ کامل سپندیدگی کی نگاہ سے دیکھکر اور اس سے بالکل اتفاق رائے ظاہر کرکے اپنی تاریخ مین درج کرتا ہے۔ اس قصیدہ کے تین پہلے شعر یہ ہین۔

مولای اسمٰعیل یا شمس الوری یا من جمیع الکائنات غدی لہ
مالات الاسیف حق منتضی الا من دون البریۃ سلہ
من لایرد لک طاعۃ قد شدد اعناہ عن طرق الہدیٰ فاضلہ

مہر و مضروبات کے اسمٰعیل کی مہر انگریزی روپیہ کے برابر تھی۔ اس کی اندرونی دائرہ

ف فقیہہ الادیب ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الجزولی سے مراد ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۳) اور ۱۶۸۸ء مین قتل ہوا۔ دوسرا ظلم و ستم مین اسکا بھی باوا تھا۔ دریا پر پل تیار ہونیکی خوشی مین اس نے سینکڑون کو غرق کرایا تھا۔ علانیہ فاحشہ عورتون کو لیے ہوئے برہنہ بازار و زمین پھرتا۔ اور اپنے خدائی کا دعویٰ کرتا۔ شاہی محل کے چڑیا خانہ کے درندہ جانورونکی خوراک ہی اس نے انسان کا گوشت مقرر کر رکھی تھی۔ وہ کہا کرتا تھا۔ کاش رومن قوم کا ایک سر ہوتا کہ وہ بیک ضرب شمشیر اوسے قلم کر دیتا۔ چار برس کی حکومت کے بعد ۱۶۷۱ء مین ۲۹ برس کی عمر مین قتل ہوا۔ تیسرا ظالم نرون کا گرو کا گھنٹال نکلا چودہ برس کی عمر مین تخت پر بیٹھا ۱۷۱۳ء چھوٹی عمر مین ہی آپ ایسے حسن پسند تھے کہ مرون کی نکاحیں مجبوان عورتون کا پارلیمنٹ بنایا۔ اور اپنے گھوڑے کو وزارت کا رتبہ عطا کرکے اپنی پرستش شروع کرادی آخر تین ہی برس بعد ۱۷۱۶ء مین قتل ہو گیا

مین جو ٹھیک ایک انگریزی پیسے کے برابر محیط رکھتا تھا۔ اسمٰعیل بن الشریف بن علی" اور اس کے حاشیہ پر یہ آیت ربانی درج تھی۔ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ سورہ احزاب رکوع ۳۔ اس کی طلائی اشرفی کی ایک طرف متن مین "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور حاشیہ پر ضرب بمکۃ ناصر حاطہا اللہ فی السنۃ الثالث وتسعین والف" اور دوسری طرف متن مین "اللہ حق۔ ناصر الحق المبین" اور حاشیہ پر "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب نقش تھا۔

مسٹر میکنس فریقین کی رائے درج کرکے اپنی طرف سے کچھ رائے ایزاد کرنے کی بجائے مسلمان مؤرخین کے اس قول سے اتفاق کرتے ہین۔ کہ اس امر کو خدا بہتر سمجھتا ہے۔ کہ وہ کسے اپنے کام سپرد کرتا ہے" اور بالآخر اس فقرہ پر اس کے عہد حکومت کے حالات کو ختم کرتے ہین۔ کہ "اسمٰعیل کے زمانہ مین مراکو کی جو کیفیت تھی اسے سمجھنے کی بغیر موجودہ مراکو کی حالت کو سمجھ سکتا ناممکن ہے" اسمٰعیل کے عہد کے حالات کا ذکر ختم کرنے سے پہلے جن پر مین اس کتاب کے پہلے حصہ کو ختم کرونگا۔ مین چند مزید واقعات جن کا مسٹر میکنس نے تذکرہ نہین کیا۔ مولانا احمد کی کتاب سے درج کر دینا مناسب سمجھتا ہون۔

اسمٰعیل نے لشکر غلامان کے علاوہ نواح صحارا وسوس کے خانہ بدوش عرب قبایل سے بھی بنام جیش الودایا ایک لشکر تیار کیا تھا جنکو وہ اپنی مان کی قومیت کی وجہ سے مامون پکارا کرتا تھا۔ اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ عبشن نہین بلکہ عرب تھی۔ اس قبیلہ کا ایک شخص اوسے نخکار کے وقت مراکش سے باہر کہیان چلا تا ہل گیا تھا۔ اس کی سادی وضع اور طرز معاشرت اوسے بہت پسند آئی اور جب اس کا حسب نسب دریافت کیا۔ اور اوسے اپنی مان کے قبیلہ ودایا کا آدمی پایا۔ تو دل کی کشش اور بھی بڑھ گئی۔ اور اسے حکم دیا کہ تو کل قوم مین منادی کردے۔ کہ جو میرے پاس آئیگا۔ مین اوسے عمدہ سے عمدہ کپڑا پہناؤنگا۔ اور اپنی فوج مین بھرتی کرونگا۔ اس صلائے عام پر ہزارہا عرب قبیلہ ودایا وقبیلہ

مغافرہ کے جمع ہو گئے۔

ترکی علاقہ پر یورش

صحرائے سوس کی مہم سے واپس آکر اسی سال ۱۰۸۹ھ ہجری مین مولائے اسمٰعیل نے تلمسان کو ایکطرف چھوڑ کر ترکی مقبوضہ الجزائر کے جنوبی علاقہ پر جو صحرا کے متصل ہے۔ حملہ کیا۔ راستہ مین کئی عرب قبایل اس کے مطیع اور ہمراہی ہو گئے۔ ترکی پاشا نے خبر سنکر ایک جرار لشکر معہ توپخانہ مقابلہ کے لیے بھیجا مگر چونکہ مسلمانون کی خونریزی کے حتی الوسع بچنا چاہتے تھے۔ جب یہ لشکر اسمٰعیل کی فرودگاہ کے قریب پہونچکر خیمہ زن ہوا۔ تو ترک پہ سالار نے متوقعہ خونریزی کو ٹالنے کے لیے عجیب حکمت اختیار کی۔ وہ جانتا تھا کہ اسمٰعیل کے پاس زیادہ تر انہی عرب قبایل کے آدمی ہین۔ جو اس نواح سے اس کے ساتھہ مل گئے ہین۔ ذاتی فوج چندان بڑی نہین۔ اور یہ صحرائی توپ کے نام سے جاتی ہین چنانچہ اُن کو ڈرانے کے لیے اس نے رات کیوقت آسمان کیطرف منہ کرکے توپون کے چلانے کا حکم دیدیا۔ یہ تدبیر پوری کارگر ہوئی۔ عرب توپون کی آواز سنتے ہی ایسے ڈرے کہ اسمٰعیل کے لشکر کو چھوڑ کر بگٹٹ بھاگ گئے۔ اس کے پاس صرف اپنی اصلی فوج ہی رہگئی جسے ترک اگر چاہتے تو باسانی فنا کر دیتے لیکن ان کی شہامت نے گوارا نہ کیا۔ اور حملہ کرنے کی بجائے یہ پیغام دیکر قاصد بھیجدیا۔ کہ بنو سعد نے کبھی ترک کی قلمرو مین قدم نہ رکھا تھا۔ اور تمہارے بھائی محمد بھی یہ عہد کر چکا تھا۔ اس کے خط کو پڑھ لو۔ تم بھی اُن کی آئین سے تجاوز نہ کرو۔ اسمٰعیل کی پہلے نیت خواہ کچھہ تھی۔ اسوقت اس نے ترکون کے اس شریفانہ پیغام کو بڑا غنیمت سمجھا۔ اور مدامی صلح کا عہد کرکے بدستور سابق دریا تافنا کو حد فاصل قرار دیکر شہر وجدہ کے راستہ واپس لوٹ گیا۔ اس سال کے ماہ رمضان مین اوسنے اپنے تین بھائیون۔ حسان۔ ہاشم اور احمد کی سرکوبی کے لیے جو سجلماسہ مین باغی ہو گئے تھے۔ سوس جاپڑا انکو شکست دیکر صحرا کی طرف بھگا دینے کے بعد جب وہ مکناسا کو واپس لوٹا تو راستہ مین جبل درن کے کوہستانی علاقہ مین اس کی فوج کو برف باری سے بہت نقصان پہونچا۔ اور بہت سا سامان ضایع گیا۔ ادہر کل علاقہ مین قحط

مستولی ہو رہا تھا۔ فاقہ سے تنگ آکر لشکریون نے رعایا لوٹنا شروع کر دیا مگر شکایت پہونچنے پر اسمٰعیل نے ایسا انتظام کر دیا۔ کہ پھر کسی کو جرأت نہ ہوئی جب دہقان یہ شکایت لیکر حاضر ہوئے۔ تو اوس نے حکم دیا کہ جو لشکری فرودگاہ کی حد سے باہر ملے۔ اوسے فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل مین اسدن تین سو سپاہی قتل ہوئے۔ اور وزیر عبدالرحمٰن کے لئے اس بد نسقی کی یاداش مین یہ حکم دیا کہ اوسے پنجرہ کی دم سے باندہ دیا جائے۔ اور اسی طرح بندہا ہوا مکناس تک لے جایا جائے۔ جہان پہونچنے تک اسکے پنجے ارگئے ہوئے تھے۔ صرف چند اعضا رہ گئے ساتھ باقی رہگئے وبا کا خوف ۱۰۹۰ھ ہجری مین فاس مین وبا طاعون کے نمودار ہونے پر اسمٰعیل نے اپنے غلامون کو حکم دیدیا کہ اسطرف کے کسی آدمی کو مکناسا مین داخل نہ ہونے دین۔ چنانچہ جابجا تمام سڑکون پر اون کے پہرے بیٹھ گئے۔ جو شخص قصر یا فاس کے گرد نواح کا ہوتا۔ اوسے وہین قتل کر دیتے اور دیگر اطراف کے باشندون کو یہی آگے نہ جانے دیتے۔ الغرض جب تک طاعون دفع نہ ہوئی مکناسا کے راستے بالکل بند رہے قلعہ فورٹ جارلس اور جارستصلہ گڑھیان اسی سال کے ماہ محرم کے اواخر مین مسلمان لشکر نے طنجہ کے انگریز لشکر سے فتح کی تھین۔ اس معرکہ مین انگریز مین ننانوے پچاس اور مسلمان پچاس قتل ہوئے تھے۔ اسمٰعیل نے اسی سال عرب قبیلہ زرارہ اور قبیلہ شبانات یعنی حاج کروم کی قوم کو اصلی مساکن سے منتقل کرکے وجدہ مین بھیجدیا۔

۱۰۹۳ھ ہجری کے شروع مین جب اسمٰعیل کو خبر پہونچی کہ ابن محرز نے ترکون سے امداد کی درخواست کی ہے۔ اور انہون نے اُس کی اعانت کے لیئے فوج روانہ بھی کر دی ہے۔ جو بنی برتاسن اور ابن مفعل یہودی کے موضع پر قابض ہو چکی ہے۔ تو ایک طرف اس نے مراکش کے گورنر کو ابن محرز کو روکے رکھنے کی تاکید لکھ کر دوسری طرف تلمسان کیطرف فوجکشی کر دی۔ مگر ترک اس کے آنے سے پہلے ہی اپنے علاقہ کو ہٹ گئے ہوئے تھے۔

جس پر اسمٰعیل ادھر سے مطمئن ہو کر مراکش کیطرف چلا گیا۔ اور وہان سے سوس جاکر ربیع الثانی ۹۴۳ھ ہجری مین ۲۵ دن کے سخت و مسلسل لڑائی کے بعد ابن محرز کو شکست دی۔ وہ اس کے بعد تارودانت کے قلعہ مین چلا گیا۔ اسمٰعیل ہی تعاقب کرتا ہوا وہان جا پہنچا۔ اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر وہ فتح ہونے مین نہ آتا۔ اور ہر روز ایسی سخت لڑائی ہوتی کہ ادھر خود اسمٰعیل اور دوسری طرف اس کا ہتیجا احمد بن محرز ہی زخمی ہوئے سے نہ بچے۔ انہی دنون اسمٰعیل نے خواب دیکھا کہ وہ اور اسکا وزیر ابی العباس محمدی دونون اکیلے رہگئے ہین۔ باقی اس کا تمام لشکر غارون مین چھپ گیا ہے۔ بادشاہ کو اس خواب سے بہت فکر لاحق ہو گیا۔ مگر صبح جب وزیر سے ذکر کیا تو اس نے حضرت سرور کائنات و صدیق کے غار مین چھپنے کے واقعہ اور اس ربانی تسلی و تشفی

ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا

پر خیال دوڑا کر اسے بشارت آمیز بتایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور فریقین مین مصالحت ہو گئی۔

قاضیون یعنی ججون کا امتحان

مکناسہ واپس آکر اسمٰعیل نے اسی سال ۹۴۳ھ مین تمام اور منصفو کا امتحان قاضیون کو بلا کر انکا امتحان لیئے جانے کا حکم دیا۔ جو لائق ثابت ہوئے۔ اونکو اپنے عہدہ پر بحال رکھا گیا۔ اور جو جاہل نکلے اونکو فاس جدید کے قید خانہ مین بھیج دیا۔ اور معلم مقرر کر دیئے کہ اونکو احکام شریعت اور منصب قضا کے لوازمات سے آگاہ کرین۔ اس کے بعد انکو مکناسہ اکر بھر کو قتل کروا دیا چند کو پھر جیلخانہ مین ڈلوا دیا۔ اور باقی ماندہ کو معزول کر کے رہا کر دیا۔ اس واقعہ کی نسبت مورخ ابو عبید اللہ اکنسوس لکھتا ہے۔ کہ قضاۃ سے غالباً جنگلی علاقہ و اقوام کے قاضی مراد ہین کیونکہ عقل اوسے باور نہین کر سکتی کہ شہرون کے قاضی کبھی ایسے لائق ہون۔ ایک دفعہ پھر بھی تمام قاضیون کا اسیطرح امتحان لیا گیا تھا۔

قلعے کے مسٹر میکنس نے اسمٰعیل کے تعمیر کردہ قلعوں کی تعداد ۶۶ لکھی ہے۔ مگر مولانا احمد آنکو شمار مین ۷۶ بتاکر لکھتے ہین کہ یہ سوقت ہین سب کے سب ملک کے مختلف حصون مین بدستور موجود ہین *

تقدیر کے صاحب البستان ان قلعون کی تعمیر اور لشکر غلامان کی کثرت اور بسبیل قواعد دانی نظام کا ذکر کرنے کے بعد افسوس کرتا ہے۔ کہ کاش اسمٰعیل ان قلعون کی بجائے جنگی جہاز بنواتا اور ان جہازون پر اس خوبی نظام و آمودہ کار لشکر کو لیکر سپانیہ پر حملہ کرتا۔ اگر وہ ایسا کرتا تو بالغلب و وجوہ خدا کے فضل وکرم سے اس سرزمین پر پھر اسلامی جھنڈا اڑانے مین کامیاب ہوجاتا۔ مولانا احمد تقریر کو درمیان مین لاکر اس پر ریمارک کرتے ہین۔ بیشک یہ کلام نہایت ہی مقبول اور پسندیدہ ہے۔ لیکن انسان مختار کے تحالب مین دراصل عجب ہے۔ امور جاریہ کا انتظام و تصرف درحقیقت خدائے قدیر کے ہاتھ مین ہے۔ نہ کہ اس کے سوا کسی اور کے ہاتھ مین۔ مگر میرا یہ قول محض بالنظر الی الحقیقت ہے۔ شریعت کی طرف دیکھو تو خداوند کریم فرماتا ہے۔ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل الخ۔ پس علے کل حال انسان کے لیے یہ کبھی جایز نہین ہوسکتا۔ کہ وہ اس تیاری و استعداد کی طرف سے غافل رہے۔ جس کے لیے شریعت اوسے حکم دیچکی ہے۔ اور کل کام تقدیر پر سونپ کر بیٹھ رہے۔ ایسی صورت مین وہ خطاکار اور شریعت اور طبیعت (یعنی فطرت انسانی) کی مخالفت کرنے والا ہوگا۔ حضرت سرور کاینات ایک اعرابی کو جس نے بر توکل اونٹنی کو کھلا چھوڑ دیا تھا۔ اعقلھا وتوکل فرمایا تو اوسے اشتر بند کا فرمان دینے سے اس مسئلہ کی کافی توضیح فرماچکے ہین۔ اس مضمون پر ایک شاعر نے بہت درست لکھا ہے ؎

علے المرء ان یسعی لما فیہ نفعہ ۔ ولیس علیہ ان لیس علا الدہر

پس اگر اسمٰعیل تیاری، شکار اور تسہیل مہمات حرب سے غفلت کرتا تو یہ اسکا قصور رہتا۔ اور اگر بجود گی ان تمام سامانون کے اوسے ہسپانیہ پر حملہ کرنے کا خیال نہ آیا۔ تو اوسے منشا تقدیر سمجھنا پڑیگا

فتح العرائش کا اس فتح کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کو اس کا پانچ مہینہ تک محاصرہ رہنا پڑا جس کے دوران میں اور انہوں نے کئی سرنگیں اڑائیں۔ ایک سرنگ کے قبل از وقت پھٹنے سے ان کا اپنا ہی سخت نقصان ہوا تھا۔ بیرونی قلعوں اور شہر کے فتح ہونے پر عیسائی فوج اندرونی قلعہ میں پناہ گزین ہو گئی تھی۔ مگر چند دن بعد بتاریخ ۱۸ محرم ۱۱۸۹ھ بروز چہار شنبہ وہ بھی فتح ہو گیا۔ لڑائی سے پہلے یہاں ۳۲ سو نصرانی فوج تھی۔ ۱۲ سو قتل اور دو ہزار گرفتار ہوئے۔ اور بارود اور سامان جنگ کی کثیر مقدار کے علاوہ ۱۸۶ توپیں غنیم کو ملیں۔ جن میں ۲۲ تانبے کی تھیں۔ اور باقی لوہے کی ایک توپ مسمی خصاب ۲۵ قدم لمبی تھی۔ اور اس میں ۳۵ رطل وزن کا گولہ پڑتا تھا۔ طنجہ سے بھی مسلمانوں کو بہت سی توپیں ملی تھیں۔ جنکو اسمٰعیل نے مکنا سا منگوا لیا تھا۔ انکو فاس اور قبائل غمارہ کے بیگاری چالیس دن میں وہاں سے کھینچ کر مکنا سا لائے تھے۔

طنجہ و مہدیہ کے بعد اس تیسرے اہم بندرگاہ کے عیسائیوں کے ہاتھ سے چھین لیے جانے پر مسلمانوں کی مسرت و انبساط کا کوئی پایان نہ رہا اور یہ زیادہ تر انہی فتوحات کی وجہ سے ہے کہ ابتک اہالی مراکش اسمٰعیل کو عظیم الشان سلطان مجاہد سمجھتے ہیں۔ اور اس کے مظالم اور دیگر کمزوریوں کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ نامی گرامی شعرا نے اس موقعہ پر بڑے معرکہ کے قصیدے لکھے۔ اور جا بجا خوشی کے جلسے مرتب کئے گئے۔ ادیب محمد عبد السلام بن طیب قادری کے قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

علی عرش دین اللہ کل العرائش وہذا بنصر اللہ قصر العرائش

فاس کے مفتی ابو محمد عبد الواحد بن محمد الشریف بوعنانی اور قصبہ مدار ابو محمد عبد السلام بن حمدون جسوس کے قصائد نمونتاً ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

الا ابشر فہذا الفتح نور ✦ قد انتظمت بعزکم الامور
وطیر السعد نادی حیث غنی ✦ قد انشرحت بفتحکم الصدور

وضوء النصر ساعدہ التہانی ونور الفخر نحو کم یدور
وقد وافتکم البشرات طرا وطاب العیش واتصل السرور
حمیتم بیضۃ الاسلام لما بعین الحق قد حرس تغور
وجاہدتم وقاتلتم فاتم لدین اللہ اقمار تنیر
واطلعتم صوار لکم نجوما لدی ہیجاء صاحبہا کفور
فانت البدر یوم السلم حسنا وفی یوم الوغا الاسد الہصور
وفی ثغر العرائش قد تبدی لقدرکم علی الشعری الظہور
لقد کان الملوک فساد موہا وراموہا دبان لہا نفور
فلما جئتہا انقادت وقالت الیک بحق مولانا المصیر
ملکت قیادہا عزتہا بذل مساء اشنی العصار ولا العبیر
قہرتہم بابطال ضخام علی لہیجا کلہم جسور
فکم راس من الکفار امسی قطیع الراس مجرورا یخور
وکم نحر قلادتہ رماح وسن الرمح مرکزہ النحور
وکم اسری وکم قتلی بارض وکم جرحی دماؤہم کفور
تمر بہا الطیور فتتقیہا وبات الذئب وہو لہا شکور
وامحی الناس کلہم نشاوی علی طرب وما شربت خمور
فبشراکم بہذا الفتح نور وبشراکم بما منح الغفور
ببرزادت آثرکم علوا وخذ عظمت بہ کلم الاجور
الا یا معشر الکفار ہذا یبدد کم ولیس لکم فتور
الا یا اہل سبتہ قد اتاکم بسیف اللہ سلطان وقور
اذا ما جاء سبتہ فی عشی تنادیہ اذا کان البکور
ووعد ان تناوی کل یوم متی یاتی الامام متی یزور
متی یاتی ویفتحہا سریعا ویلجئ اہلہا منہ ثبور
فی ہزہم ویقتلہم ویسبی وسیف الحق فی یدہ ینور
ایا مولای قم وانہض وشمر لاندلس فانت لہا الامیر

وجاهدهم وحاربهم وفرق — جمعهم فربکم النصیر
ولا منح بفضل الله منها — کما قد قیل برا د بحور
لسان الحال ینشد کل یوم — ومعنی الحال تفهمه الصدور
بقرطبة تنال المجد طرا — ویأتی العز والملک الکبیر
وذا لکم لیعون الله سهل — ومن برکاتکم امر یسیر
ایا مولای أجیل هذا — عبیدکم الضعیف المستجیر
ینادیکم بنادیکم ویدعو — دعاء لاتعیبه الدهور
فیا رب البریة یا آلهی — ویا رحمن یا نعم المجیر
اشب هذا الامیر لکل خیر — ولا تجعل بخارته تبور
وأبق الملک فیه وفی بنیه — ولو کرهت زیوا و عمرو
ونحن رعیة نرجوا هنا — وبا سلطان تنتظم الامور
علیکم من عبیدکم سلام — مدی الدنیا یصحبه البعیر
لیهم جنابکم ما قال صب — الا ابشر بهذا الفتح نور

دوسرا قصیدہ

رفعت منازل ستة اقوالها — تشکرا الیکم بالذی قد نالها
مع بادس وبرجة فتطفقوا — وتبهوا کی تسمعوا اقوالها
یا ابن النبی الهاشمی محمد — قل یا امیر المومنین أنا لها
فلقد قضیتم لامر الیش حاجة — مع طنجة فاقضوا الذی آتالها
عار علیکم ان تکون اسیرة — بحوارکم وجنودکم تغزی بها
ان لم تکرموا اخذین ثبارها — من ذا یفک من الوثاق جبالها
لاتسمعن من جاهل ومشبط — ومصعب من جهله احوالها
ان الذین تقدموا قد جاهدوا — بنفوسهم وبمالهم امثالها
فتملکوا املاکها ودیارها — وتقسموا اموالها درجالها
فالبعث لها اهل الشجاعة عاجلا — حتی تراهم فائزین جبالها

وادمد مصم بعونہ ومعونتہ کیفما تقطع بالعدا اوصالہا
وارفع لہذا الغرب رأسا انہ فی الضعف ما دام العدا اقوالہا
ابقاک ربی الخلافتہ عدۃ تقفو الشریعۃ موشرا افعالہا
واقبل ہدیۃ من انی بنصیحۃ ینبغی الثواب ولا تقل مرقالہا

سیاہ رنگ جوتی کا اسی سال کے ماہ ربیع الاول مین اسمٰعیل نے کل ملک مین سیاہ چمڑے کی جوتی پہننے کی ممانعت کرکے زرد رنگ چمڑے کی جوتیان پہننے کا حکم صادر کیا۔ سیاہ رنگ کی جوتیان پہننے کا رواج ملک مین اسوقت سے شروع ہوا تھا۔ جبکہ مامون نے العرائش کو ہسپانیون کے حوالہ کیا تھا۔ فرنگیون کی دیکھا دیکھا سیاہ رنگ بوٹون کا رواج اطالی مراکش مین بھی ہوگیا۔

سبتہ کی ایک پہاڑ ملک مین بقول غزال اب تک ایک بڑا رخنہ موجود ہے جو اسمٰعیل کی معاصر فوج کے توپخانہ کے ایک گولے سے پڑا تھا۔ سیاح مذکور اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہے کہ ہسپانوی نصاریٰ نے اپنی قوم کی عبرت اور اسکو ہر وقت تیار و ہوشیار رکھنے کے لیئے اس رخنہ کو بدستور رہنے دیا ہے تاکہ اس کے مشاہدہ سے وہ اطالی مراکش کیطرف سے کبھی غافل و لاپروا نہ ہوجائین۔ اور حزم و احتیاط کو نہ چھوڑ بیٹھین۔

۱۱۰۳ھ ہجری مین اسمٰعیل کا ترکون سے پھر لگاؤ ہوگیا۔ لیکن جلد مصالحت ہوگئی۔ لڑائی تک نوبت نہ پہونچی۔ اس نے اپنے بیٹے عبد الملک ابو عبد اللہ وزیر اور فقیہہ ابا عبد اللہ محمد الطیف الفاسی کے ہمراہ الجزائر بھیجدیا۔ جو عہدنامہ صلح کو طے کرکے چند ماہ بعد واپس آگئے۔

قبایل سے متیار { بربر قبایل شورہ پشتی مین قدیم سے مشہور چلے آتے ہین۔ مولا اسمٰعیل نے ان کی بار بار کی شرارت سے تنگ آکر ان کی بیخکنی کے لیئے بڑے زور شور سے تیاریان کین۔ جب سب سامان مکمل ہوگیا۔ تو ۱۱۰۴ھ ہجری مین ان کے علاقہ نازاد پر چڑھائی کردی۔ اس نے فوج کو متعدد دستون مین تقسیم کرکے حکم دیا۔ کہ سب دستے ایک ہی وقت چار و نطرف سے حملہ کرین۔ اس مہم مین توپخانہ کی بھی بڑی تعداد ہمراہ لیگئی

سنہ ۱۱ ہجری میں مولائی زیدان فرزند سلطان نے تلمسان کیطرف ترکی عمالہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۵) ویحفظ علیہم سیدنا ان الارض وما فیہا ملک اللہ تعالی لا شریک لہ والناس عبید اللہ سبحانہ وتعالی وسیدنا واحد من العبید وقد ملکہ اللہ عبید ابتلاء وامتحانا۔ فان قام علیہم بالعدل والرحمۃ والانصاف والاصلاح فہو خلیفۃ اللہ فی ارضہ وظل اللہ علی عبیدہ ولہ الدرجۃ العالیۃ عند اللہ تعالی وان قام بالجحد والعنف والکبریاء والطغیان والافساد فہو متجاسر علی مولاہ فی مملکتہ ومتسلط ومتکبر فی الارض بغیر الحق ومتعرض لعقوبت مولاہ الشدیدۃ وسخطہ والاخفی علی سیدنا حال من تسلط علی رعیتہ یروم تحکمہم لغیر اذنہ کیف یفعل بہ یوم تبکمن منہ ثم تقول ان علی السلطان حقوقا کثیرۃ الا تفی بہا البطانۃ ولنقتصر منہا علی ثلاثۃ ہی امہاتہا الاول جمع المال من حق وتفریقہ فی حق الثانی اقامۃ الجہاد علاء کلمۃ اللہ وفی معناہ تعمیر الثغور بما تحتاج الیہ من عدد وعدۃ الثالث الانتصاف من الظالم للمظلوم وفی معناہ کف ایدی العادیۃ علیہم منہم ومن غیرہم وہذہ الثلاثۃ کلہا قد اختلت فی دولت سیدنا فوجب علینا بتنبیہہ لئلا یعتذر بعدم الاطلاع ونغفلت فان تنبہ وفعل فقد فاز وذالک صلاح الوقت وصلاح اہلہ وسبوغ النعمۃ مشمول الرحمۃ والا فقد أدینا الذی علینا اما الامر الاول فلیعلم سیدنا ان المال الذی یجبی من الرعیۃ قد اعد للمصالح التی ینتظم بہا الدین وتصلح الدنیا من اہل البیت والعلماء والقضاۃ والائمۃ والمجاہدین والاجناد والمساجد والقناطر ونحو ذالک من المصالح ومثال ہذا الکایتام لہم دیون قد عجز واعن قبضہا الا بوکیل ومثال المدیان والسلطان ہو الوکیل فان استوفی الوکیل الدین بلا زیادۃ ولا نقصان وادّاہ الی الیتامی عجب لہ بحسب لکل فقد بری من اللوم ولم تبق علیہ تباعۃ المدیان ولا لیتیم وحصل لہ اجران اجر القبض واجر الدفع وان ہو زاد علی الدین الواجب بغیر رضی المدیان فہو ظالم لہ او نقص الیتیم من حقہ الواجب لہ فہو ظالم لہ وکذا ان مستوفی الدیون وامسکہا ولم یدفعہا لاربابہا فہو ظالم فاین ظن سیدنا فان جباۃ مملکۃ قد جروا ذیول الظلم علی الرعیۃ فاکلوا الدم وشربوا دا باقی صفحہ ۳۳۷ پر

پر تاخت و تاراج کی نیت سے یورش کی اور لوٹ کھسوٹ کر واپس آگیا۔ ترکی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۶) الدم واتمشوا العظم وتصوا الخ ولم یترکوا للناس دنیا۔ لادنیا ام الدنیا فقد اخذوها وامالدین فقد فتنوهم عنه وهذا شیئ نلتمسه۔ ثم ان ارباب الحقوق قد ضاعوا ولم تصل الیهم حقوقهم فعلی السلطان ان یتفقد الجباة ویکف ایدیهم عن الظلم ولا یبشر بکل من یزین له الوقت فان کثیرًا من الدئرین به طلاب الدنیا لا یتقون الله تعالی ولا یتحفظون من المداهنة والنفاق والکذب وفی فضل منهم قال جده امیر المومنین مولانا علی بن ابی طالب کرم الله وجهه المغرور من غررتموه اه وان یتفقد المصالح ویبسط ید الفضل علی خواص الناس من اهل الفضل والدین والخیر لیکتسب محبتهم وثناءهم ونصرهم کما قیل۔

افاد تکم النعماء منی ثلاثة یدی ولسانی والضمیر المحجبا

وقد جبلت القلوب علی حب من احسن الیها والیهم فیتمتعوا غیر ویطلبوا دولت اخری کما قیل

اذا لم یکن للمرء فی دولة امری نصیب ولاحظ تمنی زوالها

وماذاک من بغض لها غیرانه یرید سواها فهو یهوی انتقالها

ولیعلم سیدنا ان السلطان اذا خذ اموال العامة وتشرها فی الخاصة مع شیوعها الصالح فالعامة یذعنون ویعلمون انه سلطان وتطیب قلوبهم بما یرون من انفاق اموالهم فی مصالحهم والا فالعکس وایضا السلطان تعرض للسهام الرا شقة من دنوت المظلومین من الرعیة فاذا احال الی الخاصة وعوامه بالخیر و السلامة والبقاء فیقابل دعاء بدعاء والله الموفق واما الامر الثانی فقد ضاع ایضاً وذالک انه لم یتأب فی الوقت الاعمارت الثغور وسیدنا قد غفل عنها فقد ضعفت الیوم غایت وحضرت بدینة تطاوین ایام مولانا الرشید رحمه الله۔ فکنا اذا اذا سمعوا الصریخ تهتز الارض خیلا ورجالا وقد بلغنی الیوم انهم سمعوا صریخا من جانب الجبل ذات یوم فخرجوا البعض علی ارجلهم بایدیهم العصی والمقالیع وهذا هن فی الدین وغرر علی المسلمین وانما جاءهم الضعف من المغارم الثقیلة وتکلیفهم (باقی صفحہ آئندہ)

عمال نے اس کی شکایت قسطنطنیہ کی جہاں ۱۱۰۸ھ ہجری میں دس آدمیوں کی سفارت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۷) الحرکات واعطاء الحرۃ کسائر الناس فحلی سبیلہا فتنقضہ الدواعل کلہا من قلینہ الی اسۃ ویحرضہم علی الجہاد واحرمت بعد ان یحسن الیہم ویعفیہم مما یکلف بہ غیرہم ویترک لہم خیلہم وعدتہم ویزیدہم ما یحتاجون الیہ فہم حماۃ بیضۃ الاسلام ویتخری لیمن بولیۃ ملک النواحی ان یکون اشد الناس رغبت فی الجہاد ونجدۃ فی المضایق وغیرہ علی الاسلام ولا یولیہا من ہمتہ مثل ربطتہ والا نکار علی ارکینہ واللہ الموفق واما الامر الثالث فقد اختل ایضا لان الشعبین للا نتصاف بین الناس فی البلدان وہم العمال وخدامہم ہم المشتغلون بظلم الناس فکیف یزیل نظلم من یفعلہ ومن ذہب یشتکی سیفقدہ الی الباب فزاد علیہ فلا یقدر احد ان یشتکی خلیق اللہ سیدنا ولیتق وسوۃ المظلوم فلیس بینہا وبین اللہ حجاب ولیجہد فی العدل فانہ قوام الملک وصلاح الدین والدنیا۔ قال تعالی ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتای ذی القربی وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی الآیۃ۔ وقال اللہ تعالی ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔ ثم ذکر تعالی المنصورین وشروط النصر فقال الذین ان مکناہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر فضمن تعالی للملوک النصر وشرط علیہم ہذہ الامور الاربعۃ فمتی اختل علیہم امر الرعیت وتسلط علیہم من یفسد علیہم الدولت فلیعلموا ان ذالک من اخلالہم بہذہ الامور فکان علیہم الرجوع الی اللہ تعالی وتفقد ما امرہم بہ ورعایت ما سترعاہم ایاہ وقد اتفقت حکماء العرب والعجم علی ان الجوار لا یثبت معہ الملک ولا یستقیمہم وان العدل یستقیم معہ الملک ولو مع الکفر وقد عاش الملوک من الکفرۃ المیین من الیمن فی الملک المنظم والکلمۃ المجتمعۃ والراحۃ من کل منغص لما کانوا علیہ من العدل فی الرعیۃ استعملاء عالمہم شاہم فکیف بمن یرجو اصلاح الدنیا والدین وقال بعض الحکماء، الملک بناء والجند اساسہ واذا ضعفت الاساس سقط البناء فلا سلطان الا بجند ولا جند الا بمال ولا مال الا بجبایت الا بعمارۃ والا عمارۃ الا بالعدل وباقی صفحہ آیندہ

سلطان مصطفےٰ ابن محمد شہنشاہ روم کا خط اسمٰعیل کے پاس پہونچنا۔ اس مین مولائی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۸) فالعدل اساس الحجج وقد صنع ارسطو طالیس الحکیم للملک الاسکندر الشکل المتقدمۃ وکتب علیہ العالم بستان سیاجہ الدولۃ الدولۃ سلطان تحفظہ السنۃ السنۃ سیاست سیوسہا الملک الملک راع یعضدہ الجیش والجیش اعوان یکفلہم المال رزق یجمعہ الرعیۃ الرعیۃ عبید یقودہم العدل العدل مالوف وبہ صلاح العالم العالم بستان الی آخرہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم، کلکم مسئول عن رعیتہ وقال صلے اللہ علیہ وسلم، ان رجالا یتخرصون فی مال اللہ بغیر حق لہم النار یوم القیامۃ او کما قال واذ قال صلی اللہ علیہ وسلم، ما من وال یلی ولایۃ الا جاء یوم القیامۃ ویداہ مغلولتان فاما عدل یفکہ واما جور یوبقہ۔ وعن مولانا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال رایت عمر علی قتب بعیر وبہ بعیر بالابطح فقلت یا امیر المؤمنین این یستہ فقال لبعیر من ابل الصدقۃ شرد أ طلبہ فقلت اذللت الخلفاء من بعدک فقال لا تلمنی فوالذی بعث محمداً صلے اللہ علیہ وسلم بالحق لو ان عناقا ضلت بشاطی الفرات الاخذ بہا عمر یوم القیامۃ انہ لا حرمت لوال ضیع المسلمین ولا افراسنق ردع امیر المؤمنین وقد رای رضی اللہ عنہ شیخا یہودیا یسال علی الابواب فقال ما افصفناک اخذنا منک الجزیۃ ما دمت مقیما بارضنا ثم ضیعناک الیوم وامران یجری علیہ قوتہ من بیت المال ولیعلم سیدنا ان اول العدل ان یعدل فی نفسہ فلا یاخذ لنفسہ من المال الا بحقہ ولیسال العلماء عما یاخذ وما یعطی وما یاتی وما یذر وقد کان بنو اسرائیل یکون فیہم الامیر علی یدی فانبی یامر والامیر بعیسیٰ لا غیر والا کانت نہا لامت المرحومۃ تقطعت منہا النبوۃ بنبینا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم فلم یبق الا العلماء یقتدی بہم وقال صلے اللہ علیہ وسلم، علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل فکان حق علی ہذہ الامت ان یتبعوا العلماء ویتصرفوا علی ایدیہم اخذا وعطاء وقد تو فی صلے اللہ علیہ وسلم والخلیفۃ ابو بکر رضی اللہ عنہ وکان قبل ذالک یبیع ویشتری فی السوق علی عیالہ فلما بویع اخذہ بالذی للتجارۃ وذہب الی السوق علی عادتہ حتی ردہ علماء الصحابۃ وقالوا انک فی شغل بامر الخلافۃ عن السوق وفرضوا لہ ما یکفیہ مع عیالہ وجعلوا المال علی یدامین فکان

کو ہمیشہ اہل جزائر سے برسر صلح رہنے کی تاکید و نصیحت کی گئی تھی جسے اوس نے بسر و چشم قبول کیا۔ ۱۱۱۱ھ ہجری مین اسمٰعیل نے ملک کے مختلف حصہ پر چند بیٹون کو مامور کیا۔ مولا احمد کو تادلا کا گورنر مقرر کیا۔ اور تین ہزار غلام سپاہی اس کے ہمراہ کئے۔ مولائی عبدالملک کو ایکہزار سوار دیکر درعہ پر مامور کیا۔ مولائی محمد عالم کو تین ہزار سوارون کے ساتھہ سوس بھیجا۔ مولائے مامون کو مراکش سے سجلماسہ تبدیل کیا۔ اور پانسو سوار ساتھہ دیئے۔ یہ دو برس بعد فوت ہوگیا۔ تو اسکی جگہ مولائی یوسف کو مامور کیا۔ مولائے زیدان کو مشرقی علاقہ پر مقرر کیا۔ اسنے پہلے کی طرح ترقی علاقہ پر تاخت و تاراج کرتے رہنے کو اپنا شعار بنا لیا۔ اور ایک دفعہ یہ خبر سننے پر کہ تلمسان کا ترکی گورنر عثمان پاشا کے مکان کو بھی لوٹ لیا۔ اسمٰعیل کو جو سلطان مصطفےٰ سے مدامی مصالحت کا عہد کر چکا تھا۔ یہ امر سخت ناگوار گذرا۔ اور اس کی سزا مین اس نے زیدان کو گورنری سے معزول کرکے ایک دوسرے بیٹے مولائی فقیہہ کو یہان مقرر کر دیا۔ مگر اس سے ترکون کا رخ دور نہ ہوا۔ اور اونہون نے جنگ کا اعلان کر دیا۔ جس پر اسمٰعیل جرار لشکر لیکر الجزائر کیطرف روانہ ہوا۔ لیکن راستہ مین بیاس سے اس کے اسقدر سپاہی ضائع ہوگئے کہ اُسے (سنہ ۹۱۲ ہجری) فریق ثانی سے صلح کرکے واپس آجانا پڑا۔ مکناسا واپس آکر اس نے قائد عبدالخالق بن عبداللہ الرومی کو اس جرم کی سزا مین قتل کرا دیا کہ اس نے سلطان کے ایک غلام کو بلا اذن

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۹) ہو وغیرہ فیہ سوا یأخذ منہ بما اقتضتہ الشریعۃ لنفسہ وغیرہ وہکذا سیرۃ الخلفاء الراشدین حتی بعدہ فعلی سیدنا ان یقتدی بہؤلا الفضلاء ولا یقتدی بابل الا ہوا ء ولیسأل من معہ من الفقہا الثقات کسیدی محمد بن الحسن وسیدی احمد بن سعید وغیرہما من العلماء العالمین الذین یتقون اللہ ولا یخافون فی اللہ لومۃ لائم فما امروہ بہ مما ذکرناہ ومما لم نذکرہ افعلہ وما نہوہ عن انتہی ہذہ طریقتہ لنجاۃ القضاء اللہ تعالیٰ ان یرزق سیدنا توفیقا والتسدید او ارشادا وتاییدا وان یصلح بزہ نجوہ السلاد والعباد وان یجیم بسیفہ اہل الزیغ والعناد آمین۔ والحمد للہ رب العالمین +

اپنے مکان مین داخل ہو جانے سے مشتعل ہو کر قتل کر دیا تھا۔
اسمٰعیل کے ایک بیٹے کے ہاتھ پاون کاٹے جانیکا واقعہ بالاجمال اوپر بیان ہو چکا ہے۔ یہ بیٹا محمد المعروف بہ عالم تھا۔ جو سوس کا گورنر مقرر کر کے بھیجا گیا تھا۔ وہ ۱۱۱۴ھ ہجری مین باپ سے باغی ہو گیا۔ تین برس لڑائی جاری رہی۔ جس مین فریقین سے ہزارہا جانین ضائع ہوئین۔ آخر مولائی زیدان نے سرکش بھائی کو گرفتار کر کے باپ کے پاس بھیجدیا۔ جو اسوقت دار الخلافہ سے باہر وادی بہت مین مقیم تھا۔ اور یہ سزا اسے دیہین ۴۔ ربیع الاول ۱۱۱۶ھ ہجری کو دی گئی تھی۔ اس کے بعد اوسے مکناسا بھیجدیا۔ جہان وہ گیارہ مہینہ دن بیمار رہکر اور بیمار پڑنے کے ساتھ ہی اوس کی جان نکل گئی۔ بادشاہ کا بیٹا سمجھکر خود قاضی شہر نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اسے اس کے حاسدون نے اس کی بربادی کا ذریعہ بنانے کی کوشش کر کے سلطان کو بھڑکایا۔ کہ قاضی نے تیرے دشمن کا جنازہ پڑھا۔ سلطان نے اس کا سختی سے جواب طلب کیا۔ قاضی نے کئی وجوہ لکھین۔ جن مین سے ایک یہ تھی کہ گو وہ برا تھا۔ لیکن آخر سلطان کا بیٹا تھا۔ اور اس کی تذلیل مین سلطان کی ذلت تھی۔ دوسرے جب امام حسن بصری حجاج بن یوسف ایسے ظالم کا جنازہ مین شریک ہو گئے۔ اور فرمایا "مجھے شرم آتی ہے کہ حجاج کے گناہون کو غفور الرحیم کے عفو و کرم سے بڑا سمجھون" تو مجھے کب لائق تھا۔ کہ سلطان کے باغی بیٹے کو حجاج سے بھی بدتر سمجھتا +

۱۱۱۱ھ ہجری مین انگریزون نے بحر و بر سے حملہ کر کے تین دن کے محاصرہ کے بعد میل طارق کو ہسپانویون سے فتح کر لیا۔ ہسپانیہ کی حکومت اندرونی فساد کے انطفامین مشغول تھی۔ اور جبل طارق مین بہت تھوڑی فوج مقیم تھی۔ بنابرین انگریزون کو بآسانی یہ فتح حاصل ہو گئی۔ اس سے بعد ہسپانیہ و فرانس نے بارہا اسے چھیننے کی پورے زور لگایا۔ مگر کچھ پیش نہ گئی۔ اہل ہسپانیہ کو جبل طارق پر انگریزون

کا تصرف اب تک ایسا ناگوار ہے۔ کہ گو ۱۸۹۸ء کے محاربہ امریکہ سے انکی رہی سہی شوکت جاتی رہی ہے۔ اور امریکہ و بحر الکاہل کے آخری مقبوضات کیوبا۔ پورٹو ریکو اور جزائر فلپائن بھی ان کے ہاتھ جو کسی وقت کل بر عظم امریکہ کے مالک تھے نکل گئے ہین۔ لیکن جبل طارق کو بمصالحت یا بزور شمشیر حاصل کرنے کی امنگ اسوقت تک ان کے دلون مین باقی ہے۔ اور خود کئی انگریز بھی اس قبضہ کے مخالف ہین۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء کے وسط مین یہ بحث پھر شروع ہوگئی ہے۔ کہ محاربہ ٹرانسوال مین جو اکتوبر ۱۸۹۹ء سے انگلستان اور جنوبی افریقہ کی دو حقیر ریاستون ٹرانسوال و اورنج ریور کالونی مین ہنوز (جولائی ۱۹۰۱ء) جاری ہے یورپین سرعت و تعمیل سے نہایت وزنی توپین بھی باسانی تمام ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتے رہے ہین۔ باقی سلطنتین بھی اب یورپون کے طریقہ پر چل کر ایسا کر سکین گی۔ اور اس صورت مین ہسپانوی چپ چاپ ایسی توپین جبل طارق کی متصلہ ہسپانوی بلندیون پر لاکر ان انگریزی جہازات کو جو بندرگاہ مین موجود ہون۔ چشم زدن مین فنا کر سکین گی۔ اور جبل طارق پر اس غرض سے زیادہ تر قبضہ رکھا گیا تھا۔ کہ وہ جہازون کو محفوظ لامن کا کام دے سکتا ہے۔ پس ایسی صورت مین جبل طارق کو ہسپانیہ کے حوالہ کرکے اس سے کوئی جزیرہ اس کے بدل مین لے لیا جائے۔ اس مسئلہ کے متعلق مترجم مؤلف کتاب ترکون کی موجودہ ترقیات اور اسلامی دنیا کا قو ٹو مین مفصل بحث کر چکا ہے۔ شائقین اس کتاب کو مطالعہ کرین۔

۱۱۹۱ھ ہجری مین مولائی زیدان تارودانت مین جہان اس نے مولائی محمد کو گرفتار کیا تھا۔ فوت ہوا۔ اور مکتاسا لاکر دفن کیا گیا۔

۱۱۲۰ھ ہجری مین ترکون نے ساحلی قصبہ وہران ہسپانیولون

سے فتح کیا۔ ۱۱۲۳ھ ہجری مین سلطان کے ایک اور بیٹے عربو نصر نے سوس مین بغاوت کی اور ہلاک ہوا۔ ۱۱۲۶ھ ہجری مین حرۃ (خاتون) عائشہ مبارکہ زوجہ سلطان اور ام مولا ابی الحسن بن اسمٰعیل فوت ہوئی۔ ۱۱۲۹ھ ہجری مین سلطان کا بیٹا ابو مروان بقصد حج حجاز کو گیا۔ ۱۱۳۰ھ ہجری مین سلطان نے تمام بیٹون کو گورنریون سے واپس بلاکر صرف مولائی احمد ولیعہد کو تادلا مین رہنے دیا۔ اسوقت سے تمام ملک مین ایسا امن و آمان ہو گیا۔ کہ سونا اچھالتے چلے جاؤ۔ کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ کل قلمرو مین ایک چور یا رہزن باقی نہ رہگیا۔ اس کے عہد مین عموماً باشین بر وقت ہوتی رہین۔ اور تجارت کی بھی خوب گرم بازاری رہی صرف ۱۰۹۰ عیسوی مین ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ ورنہ ہمیشہ خوشحالی رہی۔ اس کے عہد مین گندم کا نرخ چھ اوقیہ فی مد۔ جو کا تین اوقیہ فی مد۔ پھٹری کی قیمت تین اوقیہ۔ بیل کی ایک سے لیکر دو مثقال شہد و گھی کا نرخ موزونہ دو رطل۔ اور زیتون کا چار رطل فی موزونہ رہا۔ ۱۱۳۲ھ ہجری مین سلطان نے مولائے ادریس اکبر کا جو زرہون مین دفن ہے۔ پرانا مقبرہ گرا کر نیا نہایت عالی شان مقبرہ بنوایا۔ جو دو سال مین ختم ہوا۔ اور اسی برس مولانا ادریس اصغر بانی فاس و مدفون فاس کا بھی نیا مقبرہ ایسا بینظیر تیار کرایا۔ کہ کل شہر مین اس کے پلہ کی عمارت نہین ہے۔ ۱۱۳۳ھ مین سبتہ کے عیسائیون نے مسلمان محاصرین کو غافل پاکر ایسی سختی سے حملہ کیا کہ ایک ہزار سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے۔ مگر جلدی مسلمانون کو ایک اور معرکہ مین ایسی فتح حاصل ہوئی کہ تین ہزار عیسائی صرف گرفتار کئے گئے۔ ۱۱۳۴ھ ہجری مین اسمٰعیل کا معتبر و معتمد ترکی جرنیل غازی پاشا بن شفرا گورنر مراکش وفد مین فوت ہوا۔

اسمٰعیل قمری حساب سے ۵۷ برس حکومت کرکے بروز سہ شنبہ ۲۸ رجب ۱۱۳۹ھ ہجری کو فوت ہوا۔ مولانا احمد لکھتے ہیں۔ کہ فاطمی خلیفہ مصر المستنصر العبیدی کے سوا جو ساٹھ برس حکمران رہا۔ اور کسی مسلمان بادشاہ یا خلیفہ کو اتنا عرصہ حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا۔ اور جوانی سے پہلے بھی گورنر تھا۔ بالفاظ دیگر اس نے حکومت سے تمتع بھی پورا پورا اٹھایا۔ اس کے برعکس المستنصر تخت نشینی کے وقت ستر برس کا بوڑھا تھا۔ مزید برآں اسمٰعیل کو ابن محرز اور مولائی محمد کے معاونوں کے سوا کسی رنجیدہ واقعہ سے سابقہ پڑا۔ اور سب طرح سے اوسے خوشی و شادمانی حاصل رہی۔ اس کے برخلاف المستنصر کے عہد میں سات برس تک مصر میں ایسا خوفناک قحط مستولی رہا۔ کہ یوسف علیہ السلام کے بعد ویسا قحط کبھی نہ پڑا تھا۔ ایک روٹی پچاس دینار کو بھی نہ ملتی تھی۔ انسان انسان کو کھا گئے۔ غلہ و چارہ کے فقدان کے باعث خلیفہ کے سوا وزراء تک کے پاس سواری نہ رہی۔ اور بھوک سے انکا بھی یہ عالم تھا کہ بادشاہ کے ساتھ شہر کا دورہ کرتے ہوئے کئی مصاحبین ضعف سے غش کھا کر گر پڑے۔ اسمٰعیل کی حکومت منصور مہدی کیوقت سے بھی زیادہ علاقہ پر پھیلی ہوئی تھی۔ مغرب کی طرف دریا نائیگر اس کی قلمرو کی حد تھا۔ جسطرح اس کے عمارتوں کے مقابل سابق سلاطین کی عمارتیں کچھ حیثیت نہ رکھتی تھیں۔ اسی طرح اس کے باغوں کے سامنے باغ مسرت وغیرہ کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ اس کے باغ حمریہ میں صرف زیتون کے درخت ایک لاکھ تھے۔ جن کی آمدنی حرمین شریفین کے لیئے وقف تھی۔ بعد میں یہ باغ اجڑ گیا۔ لیکن سلطان مولا محمد بن عبداللہ نے اوسے پھر آباد کرنے کا عزم کرکے باقیماندہ درختوں کا شمار کرایا۔ تو زیتون کے ساٹھ ہزار درخت ابھی باقی تھے۔ سلطان محمد نے نہروں کو صاف کراکر باغ کی رونق دوبارا تر و تازہ کردی۔ اور اسمٰعیل کیطرح اس کی آمدنی کو حرمین کے لیئے وقف رکھا۔

بعض کا بیان ہے کہ اسمٰعیل مولائے احمد کو ولیعہد مقرر کر گیا۔ چنانچہ مرض الموت کے مفود ہونے پر اُسے تاولا سے بُلا لیا۔ اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرائی۔ دیگر مورخ لکھتے ہیں۔ کہ وہ جانشینی کا کوئی تصفیہ نہ کر گیا۔ اُس نے ابا العباس کاتب شاہی سے مشورہ کیا۔ کہ اُس کی رائے میں کون مناسب ہوگا۔ اُس نے جواب دیا۔ اب کوئی لائق نہیں رہ گیا۔ صرف محرز مامون اور محمد یہی تین لائق تھے۔ جو مر چکے ہیں۔ اسمٰعیل نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور کسی کو جانشین نہ مقرر کیا۔ لشکر غلامان جس کو چاہتا بادشاہ بناتا اور جسکو چاہتا ہٹاتا رہا۔

کتاب الاستقصا کے مؤلف مولانا احمد کے جد امجد سید ابو عبد اللہ جو دلی کامل تھے۔ اسی کے عہد میں ۱۰۸۵ء میں فوت ہوئے۔ سنہ ۱۰۹۰ ہجری میں اسساک باران سے ایسی گرانی ہوئی۔ کہ گندم کا بھاؤ فی مُد (مُد۔ ڈیڑھ صاع) ساٹھ اوقیہ تک پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے استسقاء کی نمازیں شروع کیں۔ نویں نماز پڑھے جانے پر خاطر خواہ بارش ہوگئی۔ جس سے دنوں میں ہی نرخ ۳۵۔ اوقیہ پر اُتر آیا۔

حصّہ اوّل ختم شد

حصّہ دوم میں بہ تفصیل ذیل مضمون ہونگے

فصل نہم۔ بنی فلانی کا زمانہ مابعد ۱۶۶۶ء سنہ ۱۹۰۰ء تک حکمران سلاطین۔ فصل دہم ملزم حکومت وطریق گورنمنٹ۔ فصل یازدہم موجودہ نظم ونسق اور وزارت۔ فصل دوازدہم یورپین ملازمان سلطنت مراکش۔ فصل سیزدہم سلاکے بحری قزاق۔ فصل چہاردہم عیسائی غلاموں اور اسیروں کے حالات۔ فصل پانزدہم۔ مراکو و مسیحیت۔ فصل شانزدہم خارجیہ۔ سفارتانہ تعلقات۔

فہرست حصّہ سوم۔ تاریخ مراکو

فصل ہفدہم۔ دربار مراکو اور سفرا وغیرہ۔ فصل ہشتدہم۔ اجنبی ممالک کی رعایا کے حقوق اور مراعات۔ فصل نوزدہم۔ تجارتی تعلقات اور اجنبی قونصلوں کے اختیارات۔ فصل بستم سلطنت کی قسمت کیا معلوم ہوتی ہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء کی مراکشی سفارتیں۔ انگلستان۔ فرانس و جرمنی کو۔ سلطان عبدالعزیز حکمران سلطان۔ فصل بست و یکم۔ مراکو کا علم ادب۔ تمہید تالیفات اور مولفوں کی فہرست مع مختصر تبصرہ۔ فصل بست و دوم فسانوں میں مراکش کا ذکر۔ فصل بست و سوم۔ مراکش کے مطابع و اخبارات۔ فصل بست و چہارم۔ قابل سند تالیفات۔ فصل و پنجم۔ مراکش کے متعلق قدما کی تالیفات۔

تاریخ خاندان عثمانیہ۔ اس کتاب میں صرف خاندان عثمانیہ کے حالات پر ہی کفایت نہیں کی گئی۔ بلکہ ضمناً کئی دیگر اسلامی سلطنتوں کے تنزل و بربادی کے حالات و واقعات اور اسباب اور یورپین پالیسی اور مشرقی مسئلہ پر بھی مفصل بحث کرنے کے ساتھ ہی اُن ضروری اوصاف اور خوبیوں کی توضیح کی گئی ہے جنکے بغیر کوئی قوم مقتدر اور زندہ قوم نہیں رہ سکتی۔ یقین ہے کہ تاریخ بالخصوص اسلامی تاریخ سے واقفیت پیدا کرنے اور دول یورپ اور اسلامی طاقتوں کی موجودہ و سابقہ تعلقات کے اسرار کو معلوم کرنے کے شائقین اس بسیط کتاب کے مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں پائینگے۔ آج تک اردو میں کوئی ایسی

کتاب شائع نہیں ہوئی تھی جس میں مسلمانوں کی اس واحد مقتدر سلطنت کے حالات جو کئی صدیوں سے اسلام کی پولٹیکل طاقت کو قائم رکھنے کا کام دے رہی ہے۔ ایسی شرح وبسط سے جدید تاریخی اصول پر لکھے گئے ہوں۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ جلد اوّل میں ابتدائے خاندان سے سلطان محمد چہارم کے عہد تک کے حالات ہیں قیمت ۴ اور دوسری میں سلطان سلیمان ثانی ۱۶۶۷ء سے لے کر جلالت مآب سلطان عبدالحمید خان ثانی شہنشاہ حال کی تخت نشینی تک کے مفصل حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ جسکی قیمت (۴) دونوں جلدوں کی قیمت للہ ہے۔

بست سالہ عہد حکومت۔ سلطان عبدالحمید خان ثانی الغازی مع تصاویر۔ طبع چہارم۔ یہ گویا کل دنیا کی بست سالہ تاریخ ہے۔ ضخامت سات سو صفحات کے قریب ہے۔ منصب خلافت اور تمام مسائل متعلقہ اسلامی دنیا پر توضیحات مدلّل بحث کی گئی ہے اصل کتاب ایک انگلستان کی شاہزادی لوسگنان نے لکھی تھی۔ اڈیٹر وطن کے حواشی کی داد سید مرحوم ایسا جلیل القدر شخص بھی دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ صرف چند نسخے باقی ہیں۔ اور ایسی ضخیم کتاب کا جلد طبع ہونا مشکل ہے۔ قیمت ۸

محاربات پلیونا۔ غازی عثمان پاشا کا نام کون مسلمان نہیں جانتا۔ اون ہی کے کارناموں کی یہ مفصل تاریخ ہے جس میں ضمناً ۱۸۷۷ء کے جنگ روم و روس کے حالات بھی پلیونا کے قیامت تک یاد رہنے والے معرکوں کے ہمراہ بیان کئے گئے ہیں۔ طبع جدید میں بہت ایڈیٹری کی گئی ہے۔ ہر سہ حصہ۔ طبع سوم۔ ۱۲

محاربات تھسلی۔ یعنے محاربہ روم ویونان اور مارشل ادہم پاشا کے کارنامے سہ حالات جنگ سوڈان و محاربہ تیراہ و مہمند و تاریخ تحریک و تجویز بغداد و حجاز ریلوے بتین حصّوں میں مع تصاویر۔ ضخامت ہزار صفحہ کے قریب ہے۔ (طبع دوم) ۱۵

دختر وزیر۔ اردو داستان جنگ ہزارہ۔ مولفہ مس ہملٹن لیڈی ڈاکٹر دربار کابل امیر عبدالرحمٰن مرحوم کے دربار و طریق انتظام اور جنگ ہزارہ۔ اور میر منشی سلطان محمد خان صاحب کے دربار کابل سے قطع تعلق ہونے کے مفصل حالات اوّل کے پیرایہ میں۔ قیمت ۴

نمونہ کا پرچہ ایک آنہ کا مکٹ آنے پر بھیجا جائے گا

ہفتہ وار

وطن

لحب الوطن من الایمان

ہر جمعہ کی شام کو شائع ہوتا ہے

عام اخباری اغراض و مقاصد کے علاوہ اسلامی۔ ملکی۔ قومی۔ فوجی زراعتی۔ تعلیمی۔ طبی۔ اور اخلاقی و تمدنی معاملات و مضامین پر بحث کرنے والا ہندوستان کا واحد اردو اخبار جس نے چند مہینوں میں ملک کے ہر طبقہ و جماعت کے باسمجھ حصّہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اور اُن سے تسلیم کرا لیا ہے۔ کہ وہ فی الواقع اسم با مسمّےٰ اور ملک و وطن کا سچا خادم ہے۔ یہ اخبار ہر جمعہ کی شام کو حمیدیہ سٹیم پریس لاہور میں طبع ہو کر دفتر حمیدیہ ایجنسی سے شائع ہوتا ہے۔

شرح قیمت
رؤسا سے ۱۰ روپیہ سالانہ۔ للہٰ ۸ روپیہ ششماہی
دیگر شائقین سے ۶ روپیہ سالانہ۔ ۳ روپیہ آٹھ آنہ ششماہی
کم استطاعت طلباء سے ۴ روپیہ سالانہ۔ ۲ روپے ششماہی

پیشگی قیمت وصول ہوئے بغیر کسی صاحب کے نام اخبار جاری نہیں ہو سکتا۔

المشتہر

مولوی محمد اللہ (سابق اڈیٹر اخبار وکیل) مالک و اڈیٹر اخبار وطن۔ دفتر حمیدیہ ایجنسی و حمیدیہ سٹیم پریس